

قال رسول الله ﷺ: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ
(صحيح البخاري ١٦١١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣١ رقم: ١٠٣٧)

کتاب التوازن



منتخب فتاویٰ

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری

نائب مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شامی مراد آباد

ترتیب و تحقیق

مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان

قال رسول الله ﷺ: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ
(صحيح البخاري ١٦١١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣١١ رقم: ١٠٣٧)

کتاب النوازل

جلد ثامن

کتاب النکاح

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری
نائب مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

ترتیب و تحقیق: مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان

الحمد للہ پاکستان میں حضرت مرتب مدظلہم کی اجازت سے طبع شدہ
تنبیہ: یہ کتاب مرتب کی اجازت کے بغیر ہرگز شائع نہ کی جائے۔

297-35
س 890
ک 143899
143899
جلد 8

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جون ۲۰۱۶ء
صفحات : 576 جلد (8)

﴿..... ملنے کے پتے﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارۃ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی و (مال روڈ) زاہور و اردو بازار کراچی
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبہ خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALI WELL ROAD
BOLTON, BL 3NE, U.K.

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



مسائل کی پوچھتاچھ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

فَسُئِلُوا أَهْلَ الدِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○

[الأنبياء: ۷]

ترجمہ: پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔



قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ۴۹۱۱ رقم: ۲۳۳۶، سنن ابن ماجه ۴۳۱۱ قم: ۵۷۲)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینان قلب کا ذریعہ

(معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔



صفا علیہ السلام

۱۵۵۵۵/۱
صفا علیہ السلام

اجمالی فہرست

کتاب النکاح

- نکاح کی اہمیت و ضرورت ۳۰-۲۰
- رشتہ ناطہ اور مخطوبہ کو دیکھنے کے مسائل ۵۶-۲۱
- عقد نکاح سے متعلق مسائل ۹۷-۵۷
- خطبہ نکاح سے متعلق مسائل ۱۰۰-۹۸
- ایجاب و قبول سے متعلق مسائل ۱۳۲-۱۰۱
- نکاح میں گواہوں کی شہادت کا بیان ۱۳۸-۱۳۳
- کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟ ۱۶۷-۱۳۹
- زانیہ اور حاملہ سے نکاح کے مسائل ۱۸۳-۱۶۸
- تعدد نکاح سے متعلق مسائل ۲۰۴-۱۸۴
- نکاح فاسد سے متعلق مسائل ۲۱۳-۲۰۸
- منکوحۃ الغیر سے نکاح ۲۴۵-۲۱۴
- محرمات نسبیہ ۲۵۳-۲۴۶
- محرمات رضاعت ۲۸۲-۲۵۴
- حرمت مصاہرت کے مسائل ۳۰۹-۲۸۳
- محرمات بسبب جمع ۳۱۷-۳۱۰

- ۳۳۵-۳۱۸----- غیر مسلموں سے نکاح
- ۳۶۲-۳۳۶----- ولایتِ نکاح سے متعلق مسائل
- ۳۷۲-۳۶۳----- جبریہ نکاح سے متعلق مسائل
- ۳۹۱-۳۷۳----- کفایت سے متعلق مسائل
- ۴۳۱-۳۹۲----- مہر سے متعلق مسائل
- ۴۵۵-۴۳۲----- جہیز سے متعلق مسائل
- ۴۷۷-۴۵۶----- بارات اور ولیمہ وغیرہ کے مسائل
- ۵۲۶-۴۷۸----- رسوماتِ نکاح
- ۵۴۹-۵۲۷----- میاں بیوی کے حقوق
- ۵۶۱-۵۵۰----- آدابِ مباشرت
- ۵۷۶-۵۶۲----- متفرقات



تفصیلی فہرست

کتاب النکاح

نکاح کی اہمیت و ضرورت

۳۰

- نکاح کا مقصد اور اس کی شرعی حیثیت؟ ۳۰
- نکاح کرنا کب فرض ہے اور کب واجب اور سنت؟ ۳۱
- جس کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان نفقہ کا انتظام نہ ہو؟ ۳۳
- شہوت توڑنے کے لئے روزہ رکھنے سے والد کا منع کرنا؟ ۳۴
- ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ کم عمری میں شادی کرنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے ۳۶
- شادی نہ کرنے کی وجہ سے والدین کی شکایت کرنا؟ ۳۶
- لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ میں پہل ہونے تک لڑکی کی شادی نہ کرنا؟ ۳۸
- لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنے اور رکاوٹ ڈالنے والے کی کیا سزا ہے؟ ۳۹

۴۱

رشتہ ناٹھ اور مخطوبہ کو دیکھنے کے مسائل

- رشتہ سے پہلے گھریلو ماحول اور دین داری دیکھنے کا نظریہ ۴۱
- لڑکے لڑکی کا نکاح سے قبل ایک دوسرے کو دیکھنا؟ ۴۲
- نکاح سے قبل مخطوبہ کو آمنے سامنے دیکھنا؟ ۴۳
- رشتہ کی تکمیل سے قبل مخطوبہ سے فون پر بات کرنا؟ ۴۴
- شادی سے قبل لڑکی کو دیکھنا اور ہدیہ و تحفہ دینا؟ ۴۵

- منگیتر کے چہرے کے علاوہ اعضاء دیکھنا؟ ۴۶
- رشتہ کے لئے زوجین کے فوٹو کا تبادلہ ۴۷
- شادی سے پہلے دو لہن کو دو لہا کے علاوہ کون کون دیکھ سکتا ہے؟ ۴۸
- کیا سر ہونے والی بہو کو نکاح سے پہلے دیکھ سکتا ہے؟ ۴۹
- ایسی بچی سے نکاح کرنا جس کے والدین موجود نہ ہوں ۵۰
- نکاح میں لڑکے کی رائے کا بھی خیال رکھنا چاہئے ۵۲
- قسم کھانے کے بعد اگر متعینہ لڑکے سے شادی نہ ہوئی اور لڑکی نے خودکشی کر لی تو گناہ کس پر ہوگا؟ ۵۳
- رشتہ کے لئے رہنمائی کرنا؟ ۵۴
- استخارہ میں اطمینان کے باوجود دوسری جگہ رشتہ کرنا؟ ۵۵
- کیا کسی لڑکی سے محبت کرنا منع ہے؟ ۵۵

عقد نکاح سے متعلق مسائل

۵۷

- شادی کی کیا شرائط ہیں؟ ۵۷
- شادی کس طرح کریں؟ ۵۷
- شادی کی سنتیں آداب اور مستحبات کیا ہیں؟ ۵۸
- نکاح کا طریقہ ۶۰
- خفیہ طور پر نکاح کرنا؟ ۶۱
- لڑکے لڑکی کا گھر والوں سے چھپ کر نکاح کرنا؟ ۶۳
- گھر والوں سے مخفی کر کے بیوہ سے نکاح کرنا؟ ۶۴
- بالغ لڑکا لڑکی کا کورٹ میرج کرانا؟ ۶۵
- ہندو لڑکی کو اسلام قبول کر کے مسلمان لڑکے کا ہندو مذہب پر شادی کرنا؟ ۶۷
- اجتماعی شادی ۶۸
- فضول خرچی سے بچنے کے لئے اجتماعی شادیاں ۷۴
- سرمایہ داروں کا اجتماعی شادی کے اخراجات سنبھالنا؟ ۷۴

- ۸
- ۷۵ ----- ○ اجتماعی شادی کے لئے حکومت سے ملی ہوئی بقیہ رقم کو منتظمین کا استعمال کرنا؟
- ۷۶ ----- ○ فون پر نکاح کرنا؟
- ۷۷ ----- ○ ٹیلی فون پر نکاح کے اقسام و احکام
- ۷۹ ----- ○ انٹرنیٹ پروڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح کرنا
- ۸۰ ----- ○ انٹرنیٹ کے ذریعہ وکالت نکاح کے جواز کی صورت
- ۸۱ ----- ○ قاضی کا براہ راست فون پر لڑکی سے وکالت نکاح کی تصدیق کرنا؟
- ۸۲ ----- ○ شادی کے لئے بہترین دن اور جگہ کیا ہے؟
- ۸۳ ----- ○ نکاح کے لئے افضل جگہ اور افضل شخص کون ہے؟
- ۸۳ ----- ○ مسجد میں نکاح پڑھانا مستحب ہے
- ۸۴ ----- ○ نکاح کے موقع پر چھوہارے تقسیم کرنا؟
- ۸۵ ----- ○ تبلیغی اجتماع میں نکاح؟
- ۸۶ ----- ○ تبلیغی اجتماع میں نکاح کرا کے رخصتی دھوم دھام سے کرنا؟
- ۸۷ ----- ○ نکاح پڑھانے کا حق دار کون ہے؟
- ۸۸ ----- ○ قاضی کا خود وکیل بن کر نکاح پڑھانا؟
- ۸۸ ----- ○ نکاح پڑھانے کیلئے عالم یا قاضی کا ہونا ضروری نہیں
- ۸۹ ----- ○ غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے نکاح پڑھوانے پر کمپنی والوں کا مجبور کرنا؟
- ۹۱ ----- ○ فرقہ مہدویہ کے ماننے والے کا پڑھایا ہوا نکاح
- ۹۲ ----- ○ غیر مقلد سے نکاح؟
- ۹۳ ----- ○ مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والی عورت سے نکاح کرنا
- ۹۵ ----- ○ دیوبندی لڑکے کا بریلوی لڑکی سے نکاح؟
- ۹۵ ----- ○ دیوبندی کو کا فر کہہ کر بریلوی لڑکی کا دیوبندی لڑکے سے نکاح کو ختم کرنا؟
- ۹۶ ----- ○ بدعات والے گھر میں لڑکی کی شادی کرنا؟
- ۹۸ ----- ○ خطبہ نکاح سے متعلق مسائل
- ۹۸ ----- ○ خطبہ نکاح میں آیات کی ترتیب

○ خطبہ نکاح میں ”رَبَّكُمْ الَّذِي“ ب کے پیش کے ساتھ پڑھنا؟ ۹۹

○ خطبہ نکاح دیکھ کر پڑھنا؟ ۹۹

○ خطبہ نکاح بیٹھ کر پڑھنا مسنون ہے یا کھڑے ہو کر؟ ۱۰۰

۱۰۱ ایجاب و قبول سے متعلق مسائل

○ شادی کے لئے زوجین کی رضامندی شرط ہے۔ ۱۰۱

○ لڑکی سے عقد کی اجازت کے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے؟ ۱۰۱

○ عاقلہ بالغہ کی اجازت کے بغیر نکاح پڑھا کر بعد میں لڑکی سے اجازت لینا؟ ۱۰۲

○ نامحرم لڑکی سے براہ راست نکاح کی اجازت لینا؟ ۱۰۳

○ اجازت نکاح کے بعد لڑکی کا دستخط سے انکار کرنا؟ ۱۰۵

○ نشہ میں انعقاد نکاح ۱۰۷

○ نیم بے ہوشی کی حالت میں کیا ہوا نکاح؟ ۱۰۷

○ مذاق میں لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ”میں شادی کرنا چاہتا ہوں“؟ ۱۰۹

○ ایجاب و قبول کتنی بار کرانا چاہئے؟ ۱۱۰

○ نوشہ سے قبول کرانے کے لئے کیا کہنا چاہئے؟ ۱۱۱

○ ایجاب نکاح کے جواب میں صرف ”جی قبول کیا“ کہنا؟ ۱۱۱

○ نکاح کے وقت ”قبول کی میں نے انشاء اللہ“ کہنا؟ ۱۱۲

○ لڑکے کا ایجاب کے جواب میں ”أقبل“ کہنا؟ ۱۱۳

○ لفظ ”ہبہ“ سے نکاح کے لئے نیت شرط ہے۔ ۱۱۳

○ لڑکی سے اجازت لیتے وقت دولہا کے بھائی کا نام لینا؟ ۱۱۴

○ لڑکے کی طرف سے ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کا اعراض کرنا؟ ۱۱۵

○ نوشہ کے قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والے کا مجلس سے اٹھ جانا اعراض کرنا؟ ۱۱۶

○ لڑے لڑکیوں کے نام میں تبدیلی آجانے کی وجہ سے نکاح کا حکم ۱۱۷

۱۰ ○ لڑکی کا نام اور پتہ غلط بتا کر نکاح کرنا؟

۱۱۸

○ سسر نے دھوکہ دے کر دوسری بیٹی کے نام سے نکاح پڑھوا دیا؟

۱۲۰

○ وکیل اور گواہوں نے غلط فہمی سے قاضی کو سلمیٰ کے بجائے صبا نام بتا دیا؟

۱۲۲

○ غلط فہمی سے نکاح پڑھاتے وقت ”شبینہ“ کے بجائے ”شمینہ“ نام لے لیا؟

۱۲۳

○ ”صالحہ“ کے بجائے ”عالیہ“ کے نام سے نکاح پڑھا دیا؟

۱۲۴

○ حقیقی باپ کے بجائے گود لینے والے کا نام لکھا کر نکاح پڑھانا؟

۱۲۵

○ باپ کے اصل نام کے بجائے عرفی نام لے کر لڑکی کا نکاح پڑھانا؟

۱۲۶

○ ولی کے خانے میں باپ کے بجائے دوسرے کا نام لکھنا؟

۱۳۰

○ نکاح کے رجسٹر میں باپ کی جگہ نانا کا نام لکھنا؟

۱۳۱

○ نکاح کے وقت ایجاب و قبول کے بعد زوجین کے دستخط لئے جائیں یا پہلے؟

۱۳۱

۱۳۳ نکاح میں گواہوں کی شہادت کا بیان

۱۳۳

○ کیا نکاح کی صحت کے لئے لڑکا لڑکی دونوں کی طرف سے گواہ ضروری ہے؟

۱۳۳

○ کیا قبول کے وقت انہیں گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو لڑکی سے اجازت کے وقت تھے؟

۱۳۴

○ کیا نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے؟

۱۳۵

○ لڑکی کا اپنے تعلق دار لڑکے سے دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کرنا؟

۱۳۶

○ بھائی، بہن اور ماں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنا۔

۱۳۷

○ کیا لڑکی سے اجازت کے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟

۱۳۹

○ کیا تبلیغی اجتماع میں نکاح کے وقت ایجاب والے گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟

۱۴۰

○ نکاح پڑھانے والے کا خود گواہ بننا؟

۱۴۱

○ قاضی کا دو بہن کی جانب سے وکالت اور شہادت کی ذمہ داری انجام دینا؟

۱۴۲

○ ایک بالغ بہن اور دو نابالغ بچوں کے سامنے ایجاب و قبول کرنا؟

۱۴۴

○ نکاح کی رسید کے بغیر انجان وکیل اور گواہوں کے سامنے نکاح پڑھانا؟

۱۴۵

- کیا وکیل اور گواہوں کے بغیر جوازِ نکاح کی کوئی صورت ہے؟ ۱۴۶
- بالغہ نو مسلم لڑکی سے دو گواہوں کے سامنے بغیر وکیل کے ایجاب و قبول کرنا؟ ۱۴۷

کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

۱۴۹

- سوتیلی اولادوں کا آپس میں نکاح؟ ۱۴۹
- سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح ۱۴۹
- سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح ۱۵۰
- سوتیلے پھوپھا سے نکاح ۱۵۱
- بیوی اور سوتیلی ماں کو ایک نکاح میں جمع کرنا ۱۵۲
- پھوپھی زاد بہن کی بیٹی سے نکاح؟ ۱۵۳
- خالہ کی لڑکی کا بیٹی سے نکاح ۱۵۳
- والدہ کی خالہ، ماموں، چچا زاد بہن سے نکاح کرنا؟ ۱۵۴
- حقیقی بھانجے سے اپنی سالی کا نکاح کرنا؟ ۱۵۴
- دیور کے لڑکے سے نکاح کرنا؟ ۱۵۵
- چچیری بھتیجی سے نکاح ۱۵۷
- چچیرے نواسے کا چچیری نانی سے نکاح؟ ۱۵۷
- باپ کی بیوی کی بیٹی سے نکاح کرنا؟ ۱۵۸
- سالی سے ایشوت بوس و کنار کر کے اُس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا؟ ۱۵۹
- بیوی کو طلاق دینے کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح؟ ۱۶۰
- بیوی کے انتقال کے بعد سالی کی لڑکی سے نکاح کرنا؟ ۱۶۱
- جس کے ساتھ لواطت کی اُس کی لڑکی کا اپنے لڑکے سے نکاح کرنا؟ ۱۶۱
- کیا ماموں بھانجے دونوں سہمی بن سکتے ہیں؟ ۱۶۲
- جوڑ کا اور لڑکی جماع پر قاذرنہ ہوں اُن کا آپس میں نکاح؟ ۱۶۳

- ۱۲ ○ حالتِ نفاس میں نکاح کرنا
- ۱۶۳ ○ بہنوئی کی دوسری بیوی کی بیٹی سے نکاح؟
- ۱۶۴ ○ ربیب کا ربیبہ سے نکاح؟
- ۱۶۵ ○ مملوکہ باندی سے جماع کرنا حلال ہے، الگ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں
- ۱۶۶ ○ میاں بیوی دونوں ساتھ اسلام لائیں تو کیا تجدید نکاح ضروری ہے؟

زانیہ اور حاملہ سے نکاح کے مسائل

- ۱۶۸ ○ لڑکے کا مزنیۃ الاب سے نکاح حرام ہے
- ۱۶۸ ○ زانی کا مزنیہ حاملہ سے نکاح؟
- ۱۷۰ ○ حاملہ من الزنا کا زانی سے نکاح؟
- ۱۷۱ ○ ہندو لڑکے کی مزنیہ حاملہ سے مسلمان لڑکے کا نکاح کرنا؟
- ۱۷۱ ○ غیر مسلم لڑکی سے زنا کر کے حالتِ حمل میں شرعی نکاح کرنا؟
- ۱۷۲ ○ شادی شدہ مرد کا غیر شادی شدہ عورت سے زنا کر کے شادی کرنا؟
- ۱۷۳ ○ بدکاری کے بعد شرعی ایجاب و قبول سے نکاح کرنا؟
- ۱۷۵ ○ زانیہ کا نکاح غیر زانی سے؟
- ۱۷۷ ○ آٹھ ماہ کی حاملہ عورت کا کسی سے نکاح کرنا؟
- ۱۷۸ ○ کیا نکاح کے ایک مہینہ بعد بچہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے تجدید نکاح ضروری ہے؟
- ۱۷۹ ○ زنا سے توبہ کرنے کے بعد زانیہ کو نکاح میں رکھنا؟
- ۱۸۰ ○ دورانِ عدت جس عورت کے حمل ٹھہرا ہو عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا؟
- ۱۸۱ ○ بے شوہر والی عورت کا حالتِ حمل میں نکاح اور بچہ کا نسب
- ۱۸۱ ○ سالی سے زنا کر کے سالی کی اولاد سے اپنی اولاد کا نکاح کرنا؟

تعددِ نکاح سے متعلق مسائل

- ۱۸۴ ○ اسلام میں چار نکاح کے جواز کی حکمت

- سرکاری ملازم پر ایک سے زائد بیویاں رکھنے پر پابندی لگانا؟ ۱۸۷
- ایک سے زائد نکاح کس کے لئے جائز ہے؟ ۱۸۸
- بیوی کی کمزوری کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا؟ ۱۸۹
- بیوی کے میکہ میں رہنے کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا؟ ۱۹۰
- بیوی کی مرضی کے بغیر دوسری شادی کرنا، اور پہلی بیوی کا میکہ میں آ کر نفقہ کا مطالبہ کرنا؟ ۱۹۰
- بیس سال تک بیوی کو اپنے سے دُور رکھنا اور دوسرا نکاح کر کے رہنا؟ ۱۹۵
- پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا؟ ۱۹۷
- شوہر کی اطاعت اور دل جوئی نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا؟ ۱۹۷
- بانجھ بیوی کی رضا مندی کے بغیر دوسری شادی کرنا؟ ۱۹۸
- بیوی کی مرضی کے بغیر ”بیوہ بھابھی“ سے نکاح کرنا؟ ۱۹۹
- ۵ بچوں کے باپ کو دوسری شادی کرنا کیسا ہے؟ ۲۰۰
- ضرورت کی بنا پر نکاح ثانی؟ ۲۰۱
- والدین کے شادی کر دینے کے بعد اپنی مرضی سے دوسری شادی کرنا؟ ۲۰۳
- شوہر کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا دعویٰ کر کے دوسرا نکاح کرنا؟ ۲۰۴
- جس کا شوہر چھوڑ کر بھاگ گیا اس کو شرعی تفریق کے بغیر دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں؟ ۲۰۶
- نکاحِ فاسد سے متعلق مسائل**
- بیوی کی بھانجی سے نکاح ۲۰۸
- بیوی کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا؟ ۲۰۹
- لاعلمی میں مسموسہ کی بیٹی سے کیا ہوا نکاح فسخ کرنا ضروری ہے؟ ۲۱۰
- نکاح کے بعد پتہ چلا کہ منکوحہ حقیقتہً عورت نہیں ہے ۲۱۱
- قسم کھائی کہ چھ مہینے تک کسی عورت کے جسم سے استفادہ نہیں کروں گا، پھر معین وقت کیلئے متعہ کر لیا۔ ۲۱۲

منکوحۃ الغیر سے نکاح

۲۱۳

○ منکوحۃ الغیر سے نکاح

۲۱۴

○ منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنے والے کا حکم؟

۲۱۵

○ پہلے شوہر سے طلاق کے بغیر دوسرے اور تیسرے سے نکاح کرنا؟

۲۱۷

○ پانچ بچوں کو چھوڑ کر بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

۲۱۸

○ شوہر کے پردیس چلے جانے کی وجہ سے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا؟

۲۱۹

○ شوہر اول سے طلاق اور فسخ کے بغیر نکاح ثانی حرام ہے۔

۲۲۱

○ پاکستانی شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق کے بغیر ہندوستان میں نکاح جائز نہیں۔

۲۲۳

○ شوہر اول کے پاس سے بھاگ کر دوسرے کے ساتھ ”سول میرج“ کرنا؟

۲۲۴

○ کورٹ میرج کر کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

۲۲۵

○ شوہر کے لنگڑے پن کی وجہ سے نکاح ثانی کرنا؟

۲۲۶

○ رخصتی سے قبل جھگڑا ہو جانے کی وجہ سے لڑکی کا دوسرے سے کورٹ میرج کرنا؟

۲۲۷

○ گورنمنٹ کورٹ سے فیصلہ کرا کر دوسری جگہ نکاح کرنا؟

۲۲۸

○ شوہر اول پر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کا الزام لگا کر نکاح ثانی کرنا؟

۲۲۹

○ شوہر کے مار پیٹ کرنے کی وجہ سے نکاح ثانی کرنا۔

۲۳۰

○ شوہر کے ہندو ظاہر ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہو جانا؟

۲۳۱

○ بغیر نکاح کے کسی عورت کو بیوی کی طرح رکھنا؟

۲۳۲

○ پانچ سال سے لاپتہ شوہر کی بیوی کا نکاح ثانی کرنا؟

۲۳۳

○ منکوحہ عورت کا نامحرم کے ساتھ غائب ہونا؟

۲۳۴

○ شوہر کے بھائی سے بیوی کا ناجائز تعلقات قائم کرنا؟

۲۳۶

○ منکوحۃ الغیر کے دوسرے کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا؟

۲۳۷

○ داماد کا ساس کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی کا بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

۲۳۷

○ لاعلمی میں غیر مطلقہ سے نکاح؟

۲۳۹

- بیٹے کے ساتھ خلوت ہو جانے کے بعد باپ سے نکاح؟ ۲۴۱
- نابالغہ منکوحہ کا بلوغ کے بعد بغیر طلاق کے دوسرا نکاح کرنا؟ ۲۴۲
- داماد کے نو سال تک جدازہنے کی وجہ سے لڑکی کا نکاح ثانی کرانا؟ ۲۴۳
- بغیر طلاق کے ڈھائی سال بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرنا ۲۴۴

محرماتِ نسبیہ

۲۴۶

- سوٹلی نانی سے نکاح کرنا؟ ۲۴۶
- باپ شریک بھائی بہن میں نکاح؟ ۲۴۶
- ماں شریک بہن کی بیٹی سے نکاح؟ ۲۴۷
- علاقائی بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا؟ ۲۴۸
- پاؤں سے معذور بھانجی کا ماموں سے نکاح ۲۴۹
- حقیقی بھانجی کی لڑکی سے نکاح ۲۵۰
- اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سگے نواسے سے کرنا؟ ۲۵۱
- باپ شریک بہن کی پوتی سے نکاح ۲۵۱

محرماتِ رضاعت

۲۵۴

- مدتِ رضاعت ۲۵۴
- حرمتِ رضاعت کی علت ۲۵۵
- رضاعت کی بنیاد پر حرام عورتیں؟ ۲۵۸
- رضاعی باپ سے نکاح؟ ۲۶۱
- منکوحہ عورت کا ولادت کے بغیر کسی بچہ کو دودھ پلانا؟ ۲۶۲
- بن بیاہی عورت کا دودھ بھی موجبِ حرمت ہے ۲۶۳
- بچہ کے منہ میں نلکی یا چمچ سے عورت کا دودھ ڈالنا؟ ۲۶۴
- عورت کے دودھ کا دہی یا پنیر بنا دیا؟ ۲۶۵

- ۱۶
- ۲۶۶ ----- ○ عورتوں کے دودھ کا بینک قائم کرنا؟
- ۲۶۷ ----- ○ محض پستان بچے کے منہ میں ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی
- ۲۶۸ ----- ○ رضاعی بہن کی بہن سے نکاح کرنا؟
- ۲۶۸ ----- ○ رضاعی بہن سے نکاح جائز نہیں
- ۲۶۹ ----- ○ اپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا؟
- ۲۷۰ ----- ○ تائی کا اپنی بھتیجی کو دودھ پلا کر اپنے لڑکے کی اس سے شادی کرنا
- ۲۷۱ ----- ○ پھوپھی کا دودھ پینے کے بعد اس کی لڑکی سے نکاح کرنا؟
- ۲۷۲ ----- ○ حالت کفر میں دودھ پی کر بننے والے رضاعی ماموں سے بھانجی کا نکاح؟
- ۲۷۳ ----- ○ خودکشی کرنے کی دھمکی دے کر رضاعی بہن سے نکاح کرنے پر اصرار کرنا؟
- ۲۷۴ ----- ○ پستان بچی کے منہ میں دیا؛ لیکن دودھ نہیں نکلا، کیا حکم ہے؟
- ۲۷۵ ----- ○ رضاعی بھتیجی سے نکاح؟
- ۲۷۶ ----- ○ رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے
- ۲۷۷ ----- ○ رضاعی بھانجی سے نکاح؟
- ۲۷۸ ----- ○ نکاح اور ولادت کے بعد معلوم ہوا کہ زوجین میں حرمت رضاعت ہے
- ۲۷۹ ----- ○ خالہ زاد بہن سے نکاح کے بعد رضاعت کا ثبوت ہوا؟
- ۲۸۰ ----- ○ مرضعہ کا رضاعی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح کرنا؟
- ۲۸۱ ----- ○ بیوی کا دودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

۲۸۳ حرمت مصاہرت کے مسائل

- ۲۸۳ ----- ○ حرمت مصاہرت کے اسباب
- ۲۸۵ ----- ○ کیا بیٹی کو چھونے سے نواسی میں بھی حرمت ہو جائے گی؟
- ۲۸۶ ----- ○ بیٹی پوتی کو شہوت کے ساتھ چھونے سے حرمت مصاہرت
- ۲۸۷ ----- ○ بیوی سے صحبت کرتے ہوئے ۷ رسالہ بچی کو ہاتھ لگنے سے حرمت کا ثبوت؟
- ۲۸۸ ----- ○ دو کپڑوں کے ساتھ مس کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی

- سر کے بہو سے زنا کرنے پر بچہ کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟ ۲۹۰
- لڑکے کی ساس سے زنا کرنے سے بیٹے کی بیوی کا حکم؟ ۲۹۱
- جس عورت کو باپ نے شہوت کے ساتھ بوسہ دیا ہو، اس سے نکاح؟ ۲۹۲
- جس عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا اس کی لڑکی سے نکاح؟ ۲۹۳
- ساس سے چھیڑ خانی میں انزال ہو گیا؟ ۲۹۶
- ساس کے ساتھ جماع کرنے سے بیوی ہمیشہ کیلئے حرام ہوگی ۲۹۷
- سگی یا سوتیلی ساس یا سالی سے زنا کرنے پر بیوی کا حکم؟ ۲۹۹
- سوتیلی ماں سے زنا ۳۰۰
- جس عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا ہو اس کی بہن سے نکاح؟ ۳۰۱
- بہنوئی کے ساتھ خلوت کرنے سے بہن کے نکاح کا حکم؟ ۳۰۲
- بھانجے کو بوسہ دینے والی ممانی کی لڑکی سے بھانجہ کا نکاح؟ ۳۰۳
- سالی سے زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی ۳۰۴
- بیوی کو طلاق دیئے بغیر شادی شدہ سالی سے نکاح کرنا؟ ۳۰۵
- شوہر پر بیٹی کو بشہوت چھونے کا الزام لگوا کر بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا؟ ۳۰۶
- چچی زاد پھوپھی سے زنا کرنے سے پھوپھی اپنے شوہر پر حرام نہ ہوگی ۳۰۸

محرمات بسبب جمع

۳۱۰

- بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا ۳۱۰
- بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے سالی سے نکاح کرنا؟ ۳۱۱
- سالی سے وطی بالثبہ کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی ۳۱۲
- سالی سے زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا ۳۱۳
- بڑی بہن کو طلاق دے کر چھوٹی بہن سے نکاح کرنا؟ ۳۱۴
- بہن کے نکاح میں رہتے ہوئے بہنوئی سے نکاح کرنا؟ ۳۱۶
- دو حقیقی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ۳۱۶

غیر مسلموں سے نکاح

۳۱۸

○ اہل کتاب کی لڑکیوں سے بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کرنا؟

۳۱۸

○ اسلام کے بعد عیسائیت اختیار کرنے کا حکم

۳۱۹

○ ہندو شخص کا مسلم لڑکی سے نکاح کرنا؟

۳۲۰

○ مسلمان لڑکے لڑکی کا نکاح مشرک کے ساتھ حرام ہے

۳۲۱

○ مسلمان لڑکے کا غیر مسلم لڑکی سے زنا کرنا اور بغیر اسلام کے نکاح کرنا؟

۳۲۲

○ اسلام لا کر مرتد ہونے والے کی بیوی کیا کرے؟

۳۲۳

○ شوہر کے قادیانی ہو جانے سے نکاح کا حکم

۳۲۴

○ شیعہ لڑکی سے نکاح؟

۳۲۶

○ شیعہ لڑکے کا سنی لڑکی سے باہمی رضامندی کے ساتھ نکاح کرنا؟

۳۲۷

○ شیعوں سے نکاح کرنا اور ان کے کفن دفن میں شریک ہونا؟

۳۲۸

○ کس قسم کے شیعہ سے سنی کا نکاح حرام ہے؟

۳۲۹

○ شیعہ سنی کا نکاح پڑھانے والے کا حکم؟

۳۳۲

○ شیعہ لڑکی کا سنی لڑکے سے نکاح پڑھوانا اور نکاح خواں کا امامت کرنا؟

۳۳۳

ولایتِ نکاح سے متعلق مسائل

۳۳۶

○ شریعت کی نظر میں لڑکی کب بالغ ہوتی ہے

۳۳۶

○ اگر علامات ظاہر نہ ہوں تو شرعاً لڑکا کب بالغ ہوگا؟

۳۳۷

○ اولاد کا شرعی ولی کون ہے؟

۳۳۸

○ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے

۳۳۹

○ اولاد کے نکاح کی ذمہ داری باپ پر ہے

۳۴۰

○ باپ دادا کا نابالغی کی حالت میں کیا ہوا نکاح لازم ہو جاتا ہے

۳۴۰

○ وکیل بنایا کہ میری لڑکی کا نکاح کرادو پھر وکیل نے اپنے بیٹے سے نکاح کرادیا؟

۳۴۲

- وکیل بالنکاح کا دوسرے کو اپنا وکیل بنانا؟ ۳۴۳
- باپ کا بیٹی سے اجازت لے کر بغیر وکیل بنائے مجلس نکاح میں نکاح پڑھوانا؟ ۳۴۴
- لڑکے اور لڑکی نابالغی میں نکاح کرنے کے بعد ولی کی اجازت سے پہلے بالغ ہو گئے؟ ۳۴۶
- نابالغی کا نکاح بلوغ کے بعد کیسے نافذ ہوگا؟ ۳۴۷
- کیا بچپن میں باپ کے کئے ہوئے نکاح کو بلوغ کے بعد لڑکی فسخ کر سکتی ہے؟ ۳۴۹
- بچی کا نابالغی کی حالت میں کئے ہوئے نکاح سے بلوغ کے بعد انکار کرنا؟ ۳۴۹
- بالغ ہونے کے بعد لڑکی کا دو گواہوں کے سامنے نکاح سے انکار کرنا؟ ۳۵۱
- نابالغ لڑکی کا بالغ ہونے کے بعد باپ کا دیا ہوا مہر واپس کر کے نکاح فسخ کرنا؟ ۳۵۲
- ماں باپ کے شادی میں تاخیر کرنے کی وجہ سے بالغ لڑکے لڑکی کا از خود نکاح کرنا؟ ۳۵۴
- بالغہ کا اپنی مرضی سے نکاح کرنا؟ ۳۵۵
- بالغ لڑکا لڑکی کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا؟ ۳۵۷
- لڑکی کی عمر کی زیادتی کی وجہ سے اگر مناسب رشتہ نہ ملے، تو کیا سرپرست گنہگار ہو گئے؟ ۳۵۸
- بالغہ لڑکی کا والدین کی مرضی کے بغیر اپنے تعلق دار لڑکے سے نکاح کرنا؟ ۳۵۹
- حکومت کے غیر شرعی قانون کے دباؤ کی وجہ سے لڑکی کی عمر زیادہ لکھنا؟ ۳۶۱

جبریہ نکاح سے متعلق مسائل

۳۶۳

- اسلام میں عاقلہ بالغہ پر نکاح کیلئے جبر و اکراہ کی اجازت نہیں؟ ۳۶۳
- جبریہ نکاح کی شرعی حیثیت؟ ۳۶۴
- بے دین گھرانہ میں نکاح کرنے پر لڑکے کا انکار کرنا اور والد کا اصرار کرنا؟ ۳۶۵
- لڑکی کی سخت ناراضگی کے باوجود جبراً کئے ہوئے نکاح کا حکم؟ ۳۶۷
- عورت کی رضامندی کے بغیر جبراً نکاح نامہ پرائے لکھوا لگوانا؟ ۳۶۹
- دلی رضامندی کے بغیر دباؤ میں نکاح کی اجازت دینا؟ ۳۷۰
- عورت کا دعویٰ کہ میری شادی میری مرضی کے خلاف کی گئی؟ ۳۷۱

کفایت سے متعلق مسائل

۳۷۳

○ مسئلہ کفایت اور حضرت تھانویؒ ----- ۳۷۳

○ غیر خاندان میں نکاح؟ ----- ۳۷۷

○ دھوکہ دے کر غیر کفو میں نکاح کرانا ----- ۳۷۹

○ لڑکی کے جھوٹے اوصاف بیان کر کے نکاح کرانا ----- ۳۸۱

○ غیر برادری میں شادی کرنے کو برا سمجھنا؟ ----- ۳۸۲

○ نکاح کی ویب سائٹ کے فارم پر برادری کے خانہ میں صرف مسلمان لکھنا؟ ----- ۳۸۳

○ والدین کی مرضی کے خلاف بالغہ کا غیر برادری میں نکاح کرنا؟ ----- ۳۸۴

○ پردیسی مسلمان کا گوجر لڑکی کو اغواء کر کے اُس سے نکاح کرنا؟ ----- ۳۸۶

○ شاہ برادری کا لڑکا عالم دین، پٹھان زادی کا کفو ہو سکتا ہے؟ ----- ۳۸۷

○ سیدہ عورت کا غیر سید مرد سے نکاح ----- ۳۸۸

○ ماں باپ کی مرضی کے خلاف شادی کرنا؟ ----- ۳۸۹

○ بیچ وقتہ نمازی لڑکی کا بے نمازی سے نکاح کرنے سے انکار کرنا؟ ----- ۳۸۹

○ غریب لڑکے کا اپنے کو مال دار ظاہر کر کے مال دار عورت سے نکاح کرنا؟ ----- ۳۹۰

مہر سے متعلق مسائل

۳۹۲

○ نکاح میں مہر کی حکمت و مصلحت ----- ۳۹۲

○ مہر معجل اور مؤجل کی تعریف ----- ۳۹۵

○ کیا حضور اور صحابہ کے زمانہ میں مہر مؤجل تھا؟ ----- ۳۹۶

○ مہر معجل اور مہر مؤجل کا رواج؟ ----- ۳۹۷

○ لوگوں کا زیادتی مہر کو اچھا اور قابل فخر سمجھنا؟ ----- ۳۹۸

○ ازواجِ مطہرات کا مہر کتنا کتنا تھا؟ ----- ۳۹۹

○ اُمہات المؤمنین اور بناتِ طاہرات کا مہر کتنا تھا؟ ----- ۴۰۰

- ۲۲ ○ مہر ادا کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا؟
- ۲۲۲ ○ باپ کا بیٹے کی طرف سے بہو کو دین مہر دینا؟
- ۲۲۳ ○ شب زفاف میں دوسرے بھائی کی بیوی سے صحبت کر لی، مہر کا کیا حکم ہے؟
- ۲۲۴ ○ جو عورت وطی کے قابل نہ ہو، اُسے خلوت کے بعد طلاق دینے سے کتنا مہر واجب ہوگا؟
- ۲۲۵ ○ دوسری بیوی کو مہر دینے سے پہلی بیوی کا مہر ساقط نہ ہوگا۔
- ۲۲۶ ○ مہر ادا کئے بغیر شب زفاف منانا؟
- ۲۲۸ ○ نزع کے عالم میں مہر کی معافی کا اعتبار نہیں۔
- ۲۲۸ ○ مہر ادا کرنے سے پہلے زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا؟
- ۲۲۹ ○ شوہر کے عاجز ہونے کی وجہ سے لڑکی والوں کا اُس کے بہنوئی سے مہر طلب کرنا؟

جہیز سے متعلق مسائل

- ۲۳۲ ○ جہیز کی شرعی حیثیت۔
- ۲۳۲ ○ جہیز کا لینا درست ہے یا نہیں؟
- ۲۳۳ ○ شادی میں ملے ہوئے سامان کا حکم، اور جائیداد میں لڑکی کا حق؟
- ۲۳۴ ○ جہیز کا حکم؟
- ۲۳۶ ○ رشتہ کے وقت لڑکے لڑکی والوں کا آپس میں ہدایا دینا؟
- ۲۳۷ ○ لڑکی والوں سے جہیز کا مطالبہ کرنا؟
- ۲۳۸ ○ لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو ملے ہوئے روپیہ پیسے کا حکم؟
- ۲۳۹ ○ بیوی کو گلا گھونٹ کر مارنے پر جہیز اور دیگر سامان کا حکم۔
- ۲۴۰ ○ رشتہ ختم ہونے کے بعد سگائی کے وقت دیئے ہوئے تحفے تحائف واپس کرنا؟
- ۲۴۱ ○ بیوی کے انتقال کے بعد اُس کا زیور دوسری بیوی کو دینا؟
- ۲۴۲ ○ رشتہ ٹوٹ جانے پر جہیز سے دیا ہوا سامان واپس لینا؟
- ۲۴۴ ○ لڑکی کو سسرال اور میکے سے ملے ہوئے زیورات کس کی ملکیت ہیں؟

۲۳

- ۲۴۷ ----- ○ شادی کے تحائف کا مالک کون ہے؟
- ۲۴۸ ----- ○ انکار کے باوجود لڑکی والوں کا جہیز دینا؟
- ۲۴۹ ----- ○ جہیز میراث کا بدل نہیں
- ۲۵۰ ----- ○ جہیز دینے سے لڑکی کا حق وراثت ختم نہیں ہوتا
- ۲۵۱ ----- ○ کیا نکاح میں لین دین بالکل منع ہے؟
- ۲۵۲ ----- ○ جہیز میں دیا ہوا سب سامان واپس لینا؟
- ۲۵۳ ----- ○ اپنا زیور اپنی مرضی سے خرچ کرنے کے بعد شوہر سے مطالبہ کرنا

۲۵۶

بارات اور ولیمہ وغیرہ کے مسائل

- ۲۵۶ ----- ○ بارات کا شرعی حکم؟
- ۲۵۶ ----- ○ بارات میں جانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟
- ۲۵۷ ----- ○ شادیوں میں لمبی لمبی باراتیں لے جانا؟
- ۲۵۸ ----- ○ لڑکی کی شادی میں ۲۰۰ لوگوں کا بارات میں آنا؟
- ۲۵۹ ----- ○ بارات میں رشتہ داروں کے بجائے جان پہچان کے لوگوں کو لے جانا؟
- ۲۵۹ ----- ○ بارات کے کھانے میں شرکت پر سخت رویہ اپنانا؟
- ۲۶۰ ----- ○ نکاح میں لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت کا حکم؟
- ۲۶۱ ----- ○ نکاح کی دعوت کھانا؟
- ۲۶۳ ----- ○ شادی کی تقریب میں دعوت پر جانا؟
- ۲۶۴ ----- ○ ولیمہ سنت ہے؟
- ۲۶۵ ----- ○ ولیمہ کب تک مسنون ہے اور اسکے کیا شرائط ہیں؟
- ۲۶۷ ----- ○ متعدد جگہوں پر ولیمہ کرنا؟
- ۲۶۷ ----- ○ لڑکیوں کی شادی میں ولیمہ کرنا؟
- ۲۶۸ ----- ○ اگر کسی وجہ سے زفاف نہ ہو سکی تو ولیمہ کا کیا حکم ہے؟
- ۲۶۹ ----- ○ کیا ولیمہ کے لئے صحبت کرنا ضروری ہے؟

- ۲۴ _____
- ۲۷۰ _____
- ۲۷۰ _____
- ۲۷۱ _____
- ۲۷۳ _____
- ۲۷۴ _____
- ۲۷۵ _____
- ۲۷۶ _____

رسوماتِ نکاح

- ۲۷۸ _____
- ۲۷۸ _____
- ۲۷۹ _____
- ۲۸۲ _____
- ۲۸۲ _____
- ۲۸۳ _____
- ۲۸۴ _____
- ۲۸۵ _____
- ۲۸۶ _____
- ۲۸۷ _____
- ۲۸۷ _____
- ۲۸۸ _____
- ۲۸۹ _____
- ۲۹۰ _____
- ۲۹۱ _____

- ۴۹۳ ○ لڑکے کے والد کا لڑکی والوں سے تلک مانگنا؟
- ۴۹۴ ○ نکاح سے قبل داماد یا بہنوئی کو رقم ہدیہ دینا؟
- ۴۹۵ ○ منڈھا کرنا کیسا ہے؟
- ۴۹۶ ○ ”منڈھا“ کی حقیقت اور اُس کے کھانے کا حکم
- ۴۹۷ ○ منگنی کی دعوت کھانا کیسا ہے؟
- ۴۹۷ ○ ”چوٹی“ کا کھانا کھانا کیسا ہے؟
- ۴۹۸ ○ نکاح سے قبل ہونے والی بہو کو جوڑا پہنانا؟
- ۴۹۹ ○ زیور عاریت پر لے کر دو لہن کو پہنانا؟
- ۵۰۰ ○ بھات کی رسم
- ۵۰۱ ○ تقریب کے موقع پر فریقین کی طرف سے دیئے لئے تحائف کی واپسی کا حکم؟
- ۵۰۲ ○ جہیز کا مطالبہ، تلک اور کاغذ چھپوائی کی رسم؟
- ۵۰۳ ○ شادی میں نیوتہ کی رسم؟
- ۵۰۴ ○ لڑکی کے گھر کی دعوت اور نام نمود کے لئے جہیز کا لین دین؟
- ۵۰۵ ○ مہر معاف کرانے کی رسم قابل ترک ہے
- ۵۰۷ ○ اُٹن اور گیت گانے کی رسم؟
- ۵۰۸ ○ شادی سے پہلے لڑکے/لڑکی کو مہندی لگانا؟
- ۵۰۹ ○ جس تقریب میں کھڑے ہو کر کھلایا جا رہا ہو، اُس میں علماء کا الگ جگہ بیٹھ کر کھانا؟
- ۵۱۰ ○ ڈیمانڈ دینا درست ہے یا نہیں؟
- ۵۱۱ ○ شادی کارڈ کا کیا حکم ہے؟
- ۵۱۲ ○ کیا شادی کارڈ غیروں کی تقلید ہے؟
- ۵۱۲ ○ شادی کارڈ میں لڑکی کا نام لکھنا؟
- ۵۱۳ ○ شادی کارڈ پر تصویر کی شکل میں ”بسم اللہ“ لکھنا؟
- ۵۱۴ ○ جس شادی میں فوٹو گرافی اور ویڈیو بنایا جائے اس میں شرکت کرنا

- شادی کی فحش ویڈیو بنا کر TV پر دیکھنا؟ ۵۱۵
- منکرات والی شادی میں شرکت کرنا؟ ۵۱۷
- ڈانس کے ساتھ ناچ گانے والی تقریب میں شرکت کرنا؟ ۵۱۹
- بلجہ بھانگڑا اور منکرات والی شادی میں توجہ دلانے کے باوجود شرکت کرنا؟ ۵۲۱
- برسرِ عام منکرات والی شادی میں شرکت کرنا اور نکاح خوانی کی اجرت لینا؟ ۵۲۲
- چھٹی اور منڈھے کی رسم؟ ۵۲۳
- لڑکی کی رخصتی پر لوگوں کو کھانا کھلانا؟ ۵۲۵
- دولہا کا شریعت کے خلاف لباس پہن کر مجلس نکاح میں بیٹھنا۔ ۵۲۵
- دولہن کے سر کی زیب و زینت۔ ۵۲۶

میاں بیوی کے حقوق

۵۲۷

- حقوق زوجین۔ ۵۲۷
- نافرمان بیوی۔ ۵۲۸
- نافرمان بیوی کی اسلام میں کیا سزا ہے؟ ۵۲۹
- شوہر کے حکموں کو نہ ماننے اور من مانی کرنے والی عورت کا حکم؟ ۵۳۰
- ضربِ فاحش سے کیا مراد ہے؟ ۵۳۱
- شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر کتنے دن تک پردیس میں رہ سکتا ہے؟ ۵۳۲
- کیا بیوی سے دور رہنے میں نئے شادی شدہ اور بوڑھے آدمی کا حکم برابر ہے؟ ۵۳۳
- لڑکی والوں کا بیوی کو جائے ملازمت میں ساتھ رکھنے پر زور ڈالنا؟ ۵۳۵
- شوہر کا بیوی کی خدمت کرنا؟ ۵۳۶
- ماں کے کہنے میں آ کر بیوی پر ظلم کرنا اور بیوی کے لئے علیحدہ مکان بنانا؟ ۵۳۷
- شوہر کی مرضی اور اجازت کے بغیر بیوی کا زیادہ دن اپنے میکے میں رہنا۔ ۵۳۹

- کیا عورت شوہر کو میسے میں رہنے پر مجبور کر سکتی ہے؟ ۵۴۰
- شوہر کے انصاف کرنے کے باوجود دوسری بیوی کا ناراض رہنا؟ ۵۴۱
- دو بیویوں میں سے ایک کے حقوق کی پامالی کرنا؟ ۵۴۲
- بیوی کیلئے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز نہیں ۵۴۳
- بغیر عذر کے بیوی کی رضامندی سے عزل کرنا؟ ۵۴۴
- میاں بیوی کے باہمی نزاع کو سلجھانے کا طریقہ ۵۴۶
- کیا بیوی پر شوہر کے گھر والوں کے لئے کھانا بنانا اور کپڑے دھونا ضروری ہے؟ ۵۴۷
- اگر شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج کرنا واجب نہیں، تو غریب بیوی علاج کیسے کرائے؟ ۵۴۷
- جو امور عورت پر قضاء واجب نہیں ان میں شوہر کا زجر و توبیخ کرنا؟ ۵۴۰

آدابِ مباشرت

۵۵۰

- جماع کے وقت میاں بیوی کا برہنہ ہونا؟ ۵۵۰
- بیوی کا پستان منہ میں لینا؟ ۵۵۰
- میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو چاٹنا؟ ۵۵۱
- بیوی سے صحبت کرتے وقت کنڈوم کا استعمال کرنا؟ ۵۵۱
- کیا ہم بستری کی دعانہ پڑھنے سے شیطان کا نطفہ داخل ہو جاتا ہے اور نسب حرام ہوتا ہے؟ ۵۵۲
- بیوی حیض و نفاس میں ہو تو استمتاع کس طرح کیا جائے ۵۵۳
- حالتِ حیض میں بیوی کے پیچھے کے راستہ سے خواہش پوری کرنا؟ ۵۵۳
- بیوی کی دبر میں وطی کرنا؟ ۵۵۶
- ناپاک آدمی کے کمرے میں فرشتے نہیں آتے؟ ۵۵۶
- میاں بیوی کا نطفہ ٹیوب میں پرورش کر کے اولاد حاصل کرنا؟ ۵۵۷
- بے بی ٹیسٹ ٹیوب طریقہ کار کا شرعی حکم؟ ۵۵۸

- جدید تکنیک کے مطابق دوسرے کا مادہ منویہ لے کر بیوی کے رحم میں ڈالنا؟ ۵۵۹
- بچے کے حصول کیلئے مرد کی منی بذریعہ انجکشن عورت کے رحم میں ڈالنا؟ ۵۵۹

متفرقات

۵۶۲

- کیا آدم اور حوا کا نکاح جنت میں ہوا تھا؟ ۵۶۲
- نکاح کے بعد مذکورہ دعانہ پڑھنے پر نسخ نکاح کا حکم لگانا؟ ۵۶۲
- بیوی کا اپنے شوہر کو ”بھیا“ کہنے سے نکاح کا حکم ۵۶۳
- بہن کے بارے میں یہ کہنا کہ ”تمام شہر میں چکر لگاؤ رشتہ نہ ملے گا“ ۵۶۳
- ماں کو ناراض کر کے بھانج کی بہن سے نکاح کرنا؟ ۵۶۵
- دو بچوں کی پیدائش کے درمیان شرعاً کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟ ۵۶۶
- ووٹ دینے کے لئے اپنے کو دوسرے کی بیوی قرار دینا؟ ۵۶۷
- نکاح طلاق کے اعتراض و جواب سے متعلق کتاب ۵۶۸
- متارکہ کی کیا حقیقت ہے؟ ۵۶۸
- کیا وٹلی کو حق تفریق کے سقوط کا سبب مانا جاسکتا ہے؟ ۵۶۹
- شوہر کے انتقال کے بعد بغیر نکاح کے غیر مرد کے ساتھ رہنا؟ ۵۷۰
- رشتہ نسخ ہو جانے پر بہو کے نام زمین رجسٹری کرانے کا خرچہ واپس لینا؟ ۵۷۱
- ایک حریف کے شادی میں شرکت کرنے سے دوسرے حریف کا شریک نہ ہونا؟ ۵۷۲
- خودکشی کی کوشش کرنے والے مرد یا عورت سے نکاح کرنا؟ ۵۷۳
- اجنبی عورتوں کو فروخت کر کے اُن کا نکاح کرانا؟ ۵۷۴
- نوکر کے ساتھ بھاگنے کی وجہ سے نکاح کی تجدید ضروری نہیں ۵۷۵
- جان بوجھ کر غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت ۵۷۶



کتاب النکاح

نکاح کی اہمیت و ضرورت

نکاح کا مقصد اور اُس کی شرعی حیثیت؟

سوال (۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

نکاح کا کیا مقصد ہے؟ نکاح کیوں مشروع کیا گیا ہے؟ اسلام میں نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کا مقصد عفت و پاک دامنی اور اولاد کا حصول

ہے، اور نکاح حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، اور احادیث شریفہ میں نکاح کو نصف دین قرار دیا گیا ہے، اس کے ذریعہ نکاح اور نفس کی حفاظت میں بہت مدد ملتی ہے، اس اعتبار سے نکاح میں عبادت کا پہلو غالب ہے، اور اُس کو نوافل سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تزوج العبد فقد كُمل نصف الدين، فليتق الله في النصف الباقي.

(شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۳/۴ رقم: ۵۴۸۶ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أنس بن مالک رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من رزقه الله امرأةً صالحَةً فقد أعانه على شطر دينه، فليتق الله في الشطر الباقي.

(شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۳/۴ رقم: ۵۴۸۷ دار الكتب العلمية بيروت)

عن معقل بن يسار رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

تزوجوا الودود الودود؛ فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن أبي داؤد رقم: ۲۰۵۰ دار

الفکر بیروت، سنن النسائي رقم: ۳۲۲۷ دار الفکر بیروت)

وهو سنة من سنن الرسول صلى الله عليه وسلم، قال رسول الله ﷺ:
 "النكاح سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني" بل هو سنة من سنن الأنبياء
 السابقين، قال الله تعالى: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾
 وقد كان الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أعظم قدوة للخلق في الزواج كما في غيره
 من الأفعال المحمودة، فأكثرُوا من الزواج وأوصوا به، ولم يذكر المؤرخون أن
 أحداً من الأنبياء عاش بلا زواج سوى يحيى وعيسى عليهما وعلى نبينا أفضل
 السلام. (حاشية: الدر المختار / كتاب النكاح ۵۸/۴-۵۹ زكريا، للشيخ عادل أحمد عبد الموجود)

ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن، ثم تستمر في الجنة إلا النكاح
 والإيمان. (الدر المختار) حتى قالوا: إن الاشتغال به أفضل من التخلي لنوافل
 العبادات، أي الاشتغال به وما يشتمل عليه من القيام بمصالحه وإعفاف النفس عن
 الحرام، وتربية الولد ونحو ذلك. (شامي / كتاب النكاح ۵۷/۴ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

الملاءة: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۲/۲۲ھ

نکاح کرنا کب فرض ہے اور کب واجب اور سنت؟

سوال (۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
 کہ: فرض، واجب، سنن، حرام اور مکروہ ہونے کے اعتبار سے نکاح کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کس شخص
 کے لئے کس حالت پر پہنچ کر نکاح فرض، واجب، یا سنت ہوتا ہے اور کب حرام اور مکروہ ہوتا ہے؟
 وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر کوئی شخص بیوی کے حقوق ادا کرنے پر قدرت

رکھتا ہو، اور صورتِ حال ایسی ہو کہ اگر وہ نکاح نہ کرے، تو معصیتِ زنا میں پڑنے کا یقین یا غالب گمان ہے، تو ایسے شخص پر نکاح کرنا فرض ہے۔

فإن تيقن الزنا إلا به فرض "نهائية" أي: بأن كان لا يمكنه الاحتراز عن الزنا إلا به؛ لأن ما لا يتوصل إلى ترك المحرام إلا به يكون فرضاً، وهذا إن ملك المهر والنفقة. (شامی ۶۳/۴ زکریا)

(۲) اگر کسی شخص کو نکاح کی شدید خواہش ہو اور وہ بیوی کے نان و نفقہ کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو، اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں معصیت میں پڑنے کا اندیشہ ہو، تو ایسے شخص پر نکاح کرنا واجب ہے۔

ویكون واحباً عند التوقان وفي الشامية: وهو بالفتحات الثلاث كالميلان والسيلان، والمراد شدة الاشتياق، كما في الزيلعي، أي: بحيث يخاف الوقوع في الزنا لو لم يتزوج، إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور. (شامی ۶۳/۴ زکریا)

(۳) اور جو شخص اعتدال کی حالت میں ہو، یعنی نہ تو نکاح کا اسے شدید تقاضہ ہو، اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں ابتلاءِ معصیت کا خطرہ ہو، تو اس حالت میں نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، اور مجرد رہنے سے افضل ہے۔

النكاح حالة الاعتدال سنة مؤكدة مرغوبة. (كتاب الاختيار ۱۰۲/۲)

ویكون سنة مؤكدة في الأصح حال الاعتدال، أي القدرة على وطء ومهر ونفقة (درمختار) قوله: أي القدرة على الوطء، أي الاعتدال في التوقان وأن لا يكون غاية الفتور ولذا فسره في شرحه على الملتقى بأن يكون بين الفتور والشوق وفي البحر: والمراد: حالة القدرة على الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجهور وترك الفرائض والسنن. فلو لم يقدر

علی واحد من الثلاثة أو خاف واحداً من الثلاثة: أي الأخيرة، فليس معتدلاً فلا يكون سنة في حقه، كما أفاده في البدائع. (الدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح، مطلب: كثيراً ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة ۶۵/۴ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب النكاح ۷۹/۳ كراچی، بدائع الصنائع / أول كتاب النكاح ۲۲۸/۲ كراچی، فتح القدير / كتاب النكاح ۱۸۷/۳ دار الفكر بيروت، المبسوط للسرخسي / كتاب النكاح الجزء الرابع ۹۳/۲ دار الفكر بيروت)

(۴) اور اگر کوئی شخص اپنے جسمانی ضعف یا مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اس بات کا اندیشہ کرے کہ وہ ہونے والی بیوی کے حقوق ادا نہ کر سکے گا، تو ایسے شخص کیلئے نکاح کرنا مکروہ ہے۔

ومكروهاً لخوف الجور. (شامي / كتاب النكاح، مطلب: كثيراً ما يتساهل في إطلاق

المستحب على السنة ۶۶/۴ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب النكاح ۷۹/۳ كراچی)

(۵) اور جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ بیوی کے حقوق بالکل ادا نہیں کر پائے گا، تو ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا حرام ہے۔

فإن تيقنه حرم ذلك (در مختار) وفي الشامية: أي: تيقن الجور للحرم؛

لأن النكاح إنما شرع لمصلحة تحصين النفس، وتحصيل الثواب، وبالجمور بأثم ويرتكب المحرمات فتتعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد. (الدر المختار مع

الشامي / كتاب النكاح، مطلب: كثيراً ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة ۶۶/۴ زكريا، كذا في

البحر الرائق / كتاب النكاح ۷۹/۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۲۰۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان نفقہ کا انتظام نہ ہو؟

سوال (۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر کسی شخص کو نکاح کی سخت ضرورت ہو، اور شرعاً اس پر نکاح اس حد تک واجب ہو چکا ہو کہ اس

کے گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو؛ لیکن اس کے پاس شادی کے انتظامات نہ ہوں، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا بھی حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس شخص کو نکاح کی سخت ضرورت ہو؛ لیکن نان و نفقہ وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکے، تو اس کو چاہئے کہ وہ لگاتار روزے رکھے؛ تاکہ نفس پر قابو رہے، اور شہوت انگیز باتوں سے پوری طرح بچتا رہے، نیز نان و نفقہ کے اسباب اختیار کرنے کی بھی فکر کرے؛ تاکہ نکاح پر قدرت حاصل ہو جائے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم شباباً لا نجد شیئاً، فقال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءة فلیتزوج؛ فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم؛ فإنه له وجاء. (صحیح البخاری، کتاب النکاح / باب من لم یستطع الباءة فلیصم رقم: ۵۰۶۶ دار الفکر بیروت، صحیح مسلم، کتاب النکاح / باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه الخ رقم: ۱۴۰۰ بیت الأفكار الدولية، مشکاة المصابیح ۲۶۷۱)

من تزوج امرأة بوأها منزلاً، وفيه حذف مضاف أي مؤونة الباءة من المهر والنفقة..... لا يقال للعاجز هذا وإنما یستقیم إذا قیل: أيها القادر المتمکن من الشهوة إن حصلت لك مؤن النکاح تزوج وإلا فصم. (مرقاة المفاتیح ۱۸۶/۶ المکبة الأشرفیة دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۲/۲۰۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شہوت توڑنے کے لئے روزہ رکھنے سے والد کا منع کرنا؟

سوال (۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص کے پاس شادی کا انتظام نہیں ہے اور اس کے نکاح نہ ہونے کی صورت میں گناہ کا اندیشہ ہے، اس لئے اس نے روزہ رکھنا شروع کیا؛ لیکن جب اس کے والد کو معلوم ہوا، تو اس نے سختی سے منع کیا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ایسا شخص کیا کرے؟ روزہ نہ رکھے تو معصیت کا اندیشہ ہے اور روزہ رکھے، تو والد کی نافرمانی لازم آتی ہے، شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: والدین کی اطاعت و فرماں برداری شرعی حدود کے

اندرواجب اور لازم ہے، صورتِ مسئلہ میں پوری کوشش کی جائے کہ والد صاحب روزہ رکھنے کی اجازت دے دیں؛ لیکن اگر وہ کسی بھی صورت میں راضی نہ ہوں اور صراحتاً منع کر دیں، تو ان کا حکم مانیں؛ اس لئے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ اس کا اصل مقصد کم کھانے اور بھوکا رہنے کے ذریعہ غلبہ شہوت کو توڑنا ہے، اور یہ مقصد بغیر روزہ کے بھی غذا کی کمی سے حاصل ہو سکتا ہے، چنانچہ اسی حدیث سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ ادویہ کے ذریعہ شہوت کو توڑنا جائز ہے؛ لہذا والد صاحب کا حکم مان کر غذاؤں میں کمی کریں، انشاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔

واحتج من قال من أصحابنا أنه مندوب إليه ومستحب بما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من استطاع منكم الباءة فليتزوج، ومن لم يستطع فليصم، فإن الصوم له وجاء، أقام الصوم مقام النكاح والصوم ليس بواجب، فدل أن النكاح ليس بواجب أيضاً؛ لأن غير الواجب لا يقوم مقام الواجب. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / بيان صفة ۴۸۳/۲ زکریا)

المطلوب من الصوم هو الجوع وإلا فكم من صائم يملأ وعائه، واستدل به الخطابي على جواز المعالجة لقطع شهوة النكاح بالأدوية. (فتح الملهم ۴۳۳/۳
مکتبہ دہلوی کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ کم عمری میں شادی کرنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس زمانے کے حاذق ڈاکٹروں کی ایک بڑی جماعت اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ کم عمری میں شادی کرنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے، تو کیا ”الضرورات تبیح المحظورات“ کے قاعدے سے ڈاکٹروں کے متعین کردہ عمروں میں شادی کے جواز کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے، اور اس عمر سے کم میں عدم جواز ثابت کیا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر طبی مصالِح کی رعایت رکھتے ہوئے ڈاکٹروں کی مقرر کردہ عمر تک نکاح میں تاخیر کی جائے، اور طرفین میں حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں؛ لیکن یہ طے کر دینا کہ مقررہ عمر سے کم میں نکاح ہی جائز نہ ہوگا، یہ ایک حلال امر کو حرام کر دینا ہے، جس کا ہرگز کسی کو حق نہیں ہے۔

كما استفيد من قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾
[التحریم: ۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹ھ/۷/۵
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی نہ کرنے کی وجہ سے والدین کی شکایت کرنا؟

سوال (۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد اس زمانے کے خوب محنت سے پڑھے لکھے لوگوں میں سے تھے جب کوئی اور سرکاری میں ایک یادو ہوتا تھا، ایسے حالات میں والد صاحب نے بی اے کیا، اور سرکاری ٹیچر منتخب

ہوئے، اللہ نے میرے والدین کو ۴ بیٹوں اور ۲ بیٹیوں سے نوازا، سب سے بڑی بیٹی ہوئی، اس کے بعد میری پیدائش ہوئی، جب میری عمر ۱۷ سال تھی، ۱۹۹۰ء میں ہائی اسکول کرنے کے بعد مجھے سہارنپور طبیہ کالج میں چھوڑ آئے، ہائی اسکول کرنے کے بعد مجھے اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ میں اپنا مستقبل کیا اختیار کروں، ۱۹۹۴ء میں ڈی یو ایم کرنے کے بعد نجیب آباد آیا، یہ چار سال کا عرصہ بہت تکلیف اور پریشانی میں گذرا، میں کم عمری کی وجہ سے نہیں لگتا تھا کہ ڈاکٹر ہوں، اسی وجہ سے مجھے کمپاؤنڈری کرنے اور نوکری کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا، پھر کلینک کر لی اور آج تک کلینک کر رہا ہوں، میرے چھوٹے دو بھائی محمد شاداب، محمد ارشد، محمد جاوید کی پڑھائی کو میرے والدین نے مسلسل جاری رکھا اور ان تینوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی، محمد جاوید، محمد شاداب سرکاری ٹیچر ہو گئے، محمد ارشد کی اب بھی تعلیم جاری ہے، جب کہ میری تعلیم ہائی اسکول پر روک دی۔

اس تفصیل کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے اپنے والدین سے زبردست شکایت ہے، دوسری سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ میری عمر ۳۵ سال ہو چکی ہے میری شادی نہیں کرتے، جہاں جہاں سے رشتے کئے وہاں سختی سے منع کر دیا، میں نے علماء سے سنا ہے بالغ ہونے کے بعد والدین کو اولاد کی شادی کر دینی چاہئے؛ لیکن انہوں نے ابھی تک شادی نہیں کی، تو کیا میری شکایت جائز ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تعلیم کا تعلق زیادہ تر خود آدمی کے شوق سے ہے، آپ ماشاء اللہ عاقل بالغ ہیں، اگر والدین نے آپ کو بقول آپ کے مکمل تعلیم نہیں دلوائی، تو خود آپ نے اپنی مرضی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کیوں نہیں کی؟ اسی طرح ۳۵ سال عمر ہو جانے کے باوجود آپ اپنی شادی خود کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ والدین کی امید پر اپنی عمر کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ کوئی والدین اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتے، آپ کے ساتھ کیا حالات پیش آئے ہیں، اس کا صحیح اندازہ والدین سے تحقیق کے بعد ہی ہو سکتا ہے، سعادت مند بیٹے ہونے کی حیثیت سے آپ کو بہر حال اپنے والدین کو خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور ان کو ناراض کر کے اپنی آخرت خراب نہیں کرنی چاہئے۔

قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا

كَرِيمًا﴾ [الأسراء: ۲۳]

قال الله تعالى: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا﴾ [احقاف: ۱۵]

عن ابن أبي نجیح رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من كان موسراً لأن ینکح فلم ینکح، فلیس منا. (المصنف لابن أبی شیبہ ۴۳۹/۳ رقم: ۱۵۸۹۸ دار الکتب العلمیة بیروت)

الابن البالغ یرعمل عملاً لا ضرر فیہ دنیا ولا دینا لو الدیہ، وھما ینکرھانہ فلا بد من الاستیئذان فیہ إذا کان لہ منہ بدٌّ إذا تعذر علیہ جمع مراعاة حق الوالدین. (الفتاویٰ الھندیة ۳۶۵/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے والوں کی طرف سے رشتہ میں پہل ہونے تک لڑکی کی شادی نہ کرنا؟

سوال (۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عموماً لڑکیوں کی شادی کے معاملہ میں اس کا انتظار کیا جاتا ہے کہ دوسری طرف سے نسبت کے پیغام میں پہل ہو، چنانچہ اسی انتظار میں بعض اوقات لڑکیاں جوانی سے بڑھاپے کی سرحد میں داخل ہوتی ہیں، اور کنواری رہ جاتی ہیں، اس معاملہ میں اسلام کیا اجازت دیتا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکیوں کے رشتہ کے لئے لڑکے والوں کی طرف سے پہل کرنے کو ضروری سمجھنا بے اصل ہے، اگر مناسب رشتہ سامنے ہو تو لڑکی والوں کی طرف سے بھی پیش کش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی صاحب زادیوں کے

بارے میں مناسب رشتوں کے لئے پیش قدمی فرمائی ہے۔

عبد اللہ بن عمر یحدث حین تأیمت حفصة بنت عمر من خنیس، فقال عمر بن الخطاب: أتیت عثمان بن عفان فعرضت علیه حفصة، فقال: سأنظر فی أمری فلبثت لیالی فلقیت أبابکر الصدیق، فقلت: إن شئت زوجتک حفصة بنت عمر فصمت أبوبکر، فلم یرجع إلی شیئا فلبثت لیالی، ثم خطبها رسول الله صلی الله علیه وسلم فأنکحتها إیاه. (صحیح البخاری ۷۶۷۱۲-۷۶۸ فقط والله تعالیٰ اعلم)

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۴/۲۰۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی شادی میں تاخیر کرنے اور رکاوٹ ڈالنے والے کی

کیا سزا ہے؟

سوال (۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کی شادی بالغ ہونے کے بعد جلدی ہی کر دینی چاہئے، مگر کوئی بلا وجہ تاخیر کرے تو از روئے شرع اس کو کیا سزا ہوگی، یعنی شریعت میں ایسے شخص کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی شادی میں رکاوٹ ڈالے تو اس کو کیا سزا ہوگی؟ مذکورہ دونوں قسم کے مجرم کی سزا سے آگاہ فرما کر ممنون ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بالغ ہونے اور مناسب رشتہ ملنے پر اولاد کی جلد از جلد شادی کر دینی چاہئے، حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص مناسب رشتہ آنے کے باوجود اولاد کے نکاح میں تاخیر کرے جس کی وجہ سے اولاد سے بدکاری کا صدور ہو جائے، تو اس کا گناہ باپ کے سر بھی گنا، نیز نکاح عفت مآبی اور عصمت کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اس عمل خیر میں رکاوٹ ڈالنے والا

شخص بھی شرعاً سخت گنہگار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۴۲/۷)

قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

عن أبي سعيد وابن عباس رضي الله عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ولد له ولد، فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثمًا فإنما إثمه على أبيه. (مشكاة المصابيح ۲۷۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ



رشتہ ناطہ اور مخطوبہ کو دیکھنے کے مسائل

رشتہ سے پہلے گھر یلو ماحول اور دین داری دیکھنے کا نظریہ

سوال (۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کا نظریہ یہ ہے کہ جہاں بھی رشتہ طے کیا جائے، پہلے لڑکی کے بارے میں تفتیش کر لی جائے کہ پڑھی لکھی ہے یا نہیں؟ اور اس کے حالات کیسے ہیں؟ اور اس کے گھر میں دینی ماحول کیسا ہے؟ اس کے بعد بات چینی کی جائے؛ تاکہ بعد میں چھوڑ چھڑاؤ کا کوئی معاملہ پیدا نہ ہو، جس پر دوسرے لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملے، تو زید کا یہ نظریہ عین شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رشتہ کی تحقیق کے سلسلہ میں زید کا نظریہ درست ہے،

اور اس کی تائید احادیث شریفہ سے ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تنكح

المرأة لأربع: لجمالها ولحسبها ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت

يداك. (صحيح البخاري، النكاح / باب الإكفاء في الدين ۷۶۲/۲ رقم: ۵۰۹۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه؛ إن لا تفعلوه تكن فتنة في

الأرض وفساد عريض. (سنن الترمذي رقم: ۱۰۸۴، سنن ابن ماجه رقم: ۱۹۶۷)

قال الشيخ عبد الحق محدث الدهلوي في اللمعات: قوله: "إن لا تفعلوا

أي لم تزوجوا من هذه صفتهم ورغبتهم في مجرد الحسب والمال تكن فتنة في

الأرض بفساد؛ لأن المال والحسب يوجبان الطغيان والفساد، أو لبقية أكثر النسب من زوج، والرجل بلا زوجة، فيكثر الزنا وتقع الفتنة وهذا أوجه. (لمعات التنقيح للنكاح ۱۵/۶ دفر التولاد، حاشية: مشكاة المصابيح ۲۶۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۸ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے لڑکی کا نکاح سے قبل ایک دوسرے کو دیکھنا؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی لڑکے کا نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنا کیا سنت ہے؟ اس کا بہتر طریقہ کیا ہو؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس سے نکاح کا واقعی ارادہ ہو، اسے کسی بہانے سے

ایک نظر دیکھنے کی شرعاً گنجائش ہے؛ بلکہ ایسا کرنا مستحسن ہے؛ تاکہ نکاح کے بعد کسی ناگواری کا اندیشہ نہ رہے؛ لیکن اس میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ تنہائی اور بے تکلفی کا مظاہرہ نہ ہو؛ کیوں کہ عقد سے قبل اجنبی مرد و عورت کے مابین یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔ اسی طرح لڑکی کو باقاعدہ سجاستوار کرنے لڑکے کو دکھانا بھی شرفاء کے معاشرہ میں پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا، اور بہتر یہ ہے کہ لڑکے کے گھر کی عورتیں لڑکی کو دیکھ کر پسند کر لیں؛ تاکہ بعد میں کوئی ناپسندیدہ صورت پیش نہ آنے پائے۔

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا

طلب أحدكم المرأة، فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل.

(سنن أبي داود، كتاب النكاح / ۱۱۱۱ / ۲۸۴/۱) وهو يريد تزويجها

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه أنه خطب امرأة، فقال النبي صلى الله

عليه وسلم: أنظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما. (سنن الترمذي ۲۰۷/۱)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم،

فقال: إني تزوجت امرأة من الأنصار، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: هل نظرت إليها؟ فإن في عيون الأنصار شيئاً، قال: قد نظرت إليها الخ. (صحيح مسلم / باب ندب من أراد نكاح امرأة، بحواله: فتح الملهم ۴۷۶/۳ رشيدية)

قال الشيخ ولي الله الدهلوي قدس الله روحه: السبب في استحباب النظر إلى المخطوبة أن يكون الزوج على روية وأن يكون أبعد من الندم الذي يلزمه إن اقتحم في النكاح ولم يوافق فلم يرده، وأسهل للتلافي إن رده، وأن يكون تزوجها على شوق ونشاط إن وافقه، والرجل الحكيم لا يلج مولجاً حتى يتبين خيره وشره قبل ولوجه. (حجة الله البالغة مع شرح رحمة الله الواسعة / من أبواب تدبير ل منزل ۳۸/۵ حجاز ديوبند) وإذا لم يمكنه النظر استحباب أن يبعث امرأة يثق بها تنظر إليها وتستخبره. (فتح الملهم ۴۷۶/۳ رشيدية) فقط والله تعالى اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱/۱۳۳۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح سے قبل مخطوبہ کو آمنے سامنے دیکھنا؟

سوال (۱۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی شخص اپنی مخطوبہ کو آمنے سامنے دیکھ سکتا ہے، اگر نہیں تو ترمذی شریف کی اس روایت کا کیا جواب ہوگا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا حکم دیا تھا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق. نکاح سے پہلے مخطوبہ کو کسی بھی طرح ایک جھلک دیکھنے کی خاطر کے لئے اجازت حدیث سے ثابت ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقاعدہ دونوں کو آمنے سامنے بٹھا کر دکھایا جائے؛ کیوں کہ یہ صورت نہ صرف یہ کہ لڑکی کے خاندان والوں کے لئے ناپسندیدہ ہے؛ بلکہ حیا اور غیرت کے بھی خلاف ہے، اور اس کا دروازہ کھولنے سے بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۸۱/۱۰ ڈابھیل، احسن الفتاویٰ ۵۲/۸)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطعت أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها، فليفعل. (سنن أبي داود ۲۸۴۱/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قال الجافظ في الفتح، قال الجمهور: لا بأس أن ينظر الخاطب إلى المخطوبة قالوا: ولا ينظر إلى غير وجهها وكفيها..... وقال الجمهور أيضاً: يجوز أن ينظر إليها إذا أراد ذلك بغير إذنها. (فتح الملهم ۴۷۶/۳ رشديه)

عن الحارث بن هشام قال: كل شيء من المرأة عورة حتى ظفرها. (المصنف لابن أبي شيبة ۵۴/۴ رقم: ۱۷۷۰۶ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عمار بن ياسر رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا يدخلون الجنة أبداً: الديوث من الرجال والرجلة من النساء ومد من الخمر، فقالوا: يا رسول الله! أما مدمن الخمر فقد عرفناه، فما الديوث من الرجال؟ قال: الذي لا يبالي من دخل على أهله، قلنا: فالرجلة من النساء، قال: التي تشبه بالرجال. (السنن الكبرى للبيهقي ۴۱۲/۷ رقم: ۱۰۸۰۰)

لا خير فيمن لا غيرة له فمن كان هكذا فهو الديوث. (نضرة النعيم ۴۰۵۰۰/۱۰ فقط والله تعالى اعلم)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۲۹/۷/۵
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ کی تکمیل سے قبل مخطوبہ سے فون پر بات کرنا؟

سوال (۱۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا رشتہ سلمی سے ہونے والا ہے، رشتہ کی تکمیل سے قبل زید سلمی کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ مزید اگر ٹیلی فون پر بات ہوئی، تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رشتہ کی تکمیل سے قبل مخطوبہ کو ایک نظر دیکھنے کی شرعاً

گنجائش ہے؛ لیکن اس سے زیادہ اس سے کوئی راہ درسم یعنی ٹیلی فون پر بالقصد بات چیت وغیرہ نہ رکھی جائے؛ کیوں کہ عقد سے پہلے بہر حال وہ اجنبیہ ہے، اور اجنبیہ سے بلا ضرورت بات چیت کی اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲۵۶۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳۴۵)

عن الحسن قال: لا بأس أن ينظر إليها قبل أن يتزوجها، وقال الزهري:

لأن الله عز وجل يقول: ﴿وَلَوْ أَعْرَبْتُمْ حُسْنُهُنَّ﴾ (المصنف لابن أبي شيبة ۲۲/۴ رقم:

۱۷۳۸۶-۱۷۳۸۷ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الشامية: ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا بأس أن ينظر إليها. (شامي

۵۳۰۱۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی سے قبل لڑکی کو دیکھنا اور ہدیہ و تحفہ دینا؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: راشد کی شادی ہونے والی ہے، اس کی سسرال سے کچھ لوگ راشد کو دیکھنے کے لئے آئے، دیکھنے کے بعد راشد کو کچھ روپیہ اور انگٹھی اور گھڑی وغیرہ دیا، آیا شرعاً یہ صحیح ہے یا نہیں؟ پھر راشد کے گھر کی عورتیں مثلاً ماں، بہن، بھابھی اور دوسرے رشتہ کی عورتیں مثلاً ممانی، پھوپھی وغیرہ راشد کی بیوی کو دیکھنے گئیں؛ تاکہ دیکھیں کہ لڑکی راشد کے لئے مناسب ہے یا نہیں؛ اس لئے کہ آج کل لوگ لڑکیوں کے متعلق خوب بڑھا چڑھا کر اوصاف بیان کرتے ہیں؛ تاکہ لڑکے والے سنتے ہی فوراً قبول کر لیں، حالاں کہ حقیقت میں وہ اوصاف اس کے اندر نہیں ہیں؛ بلکہ کچھ کمیاں ہی ہیں، مثلاً بتایا گوری اور ہے کالی وغیرہ، جس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ میاں بیوی میں تعلقات خوش گوار نہیں رہ پاتے، تو کیا یہ دیکھنا اور لڑکی کو دیکھنے کے بعد گھڑی، روپیہ وغیرہ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح سے قبل لڑکے والوں کا لڑکی کو دیکھنا اور لڑکی والوں کا لڑکا دیکھنا اور اظہار تعلق کے لئے ایک دوسرے کو ہدیہ دینا شرعاً جائز ہے۔

مستفاد: وفي المحيط: الرشوة على أنواع: نوع منها أن يهدي الرجل إلى رجل مالا لا ابتغاء التودد والتحبب، وهذا حلال من جانب المهدى والمهدى إليه، قلت: وفي الباب قوله عليه السلام: "تهادوا تحابوا". (رواه البخاري في

الأدب المفرد، والنسائي في الكنى وأبو يعلى في مسنده) (تفسير مظہری ۱۴۰۱۳ زکریا)

قلت: ومن ذلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد والمواسم من نحو

ثياب وحلي: (شلمی ۱۰۳۱۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۳/۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

منگیتر کے چہرے کے علاوہ اعضاء دیکھنا؟

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کیا گھر کی روزمرہ زندگی میں آپ سے آپ ظاہر ہونے والے اعضاء یعنی ہاتھ اور چہرہ کے علاوہ منگیتر کے باقی حصہ کو دیکھنا یا دکھانا منع ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو تو کسی بہانہ سے اس کا

چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنے کی گنجائش ہے؛ لیکن دیگر اعضاء کو بلا حائل دیکھنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

أكثر أهل العلم على أنه لا يجوز للخاطب أن ينظر لمن أراد خطبتها لما

سوى الوجه والكفين وهو مذهب الشافعي وأحمد في رواية وقال الشافعي:

وإذا أراد أن يتزوج المرأة فليس له أن ينظر إليها حاسرة، وينظر إلى وجهها وكفيها

وہی متغیبة. (مسائل الجمهور ۶۸۷۱۲ رقم المسئلة: ۱۱۹۷ دار السلام) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۵/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ کے لئے زوجین کے فوٹو کا تبادلہ

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: آج کل رشتوں کے لئے لڑکے لڑکی کی تصویر (فوٹو) بھجوانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، یہ کیسا ہے؟

نیز اس کا احسن طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس لڑکی سے رشتہ کرنے کا ارادہ ہے، اس کو کسی طرح

ایک نظر دیکھ لینا رشتہ دینے والے (لڑکے) کے لئے درست ہے؛ لیکن اس مقصد سے اگر فوٹو کھینچا

جائے تو یہ صرف خاطر تک ہی محدود نہ رہے گا؛ بلکہ ہر شخص اُسے دیکھ سکتا ہے، اور یہ ایسا ہی ہوگا

جیسا کہ لڑکی کو سجا کر کسی عمومی جگہ بٹھا دیا جائے کہ جو چاہے اُسے آکر دیکھے، تو ظاہر ہے اسے کوئی

باغیرت شخص برداشت نہیں کر سکتا۔ بریں بنا رشتے کے مقصد سے تصاویر کے تبادلے کی صورت

مناسب نہیں ہے، اس سے فتنوں کے دروازے کھلنے کا سخت اندیشہ ہے؛ بلکہ یقین ہے۔

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه أنه خطب امرأة فقال النبي صلى الله

عليه وسلم: أنظر إليها فإنها أحرى أن يؤدم بينكما. (سنن الترمذي ۲۰۱۱۲)

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصورة في البيت ونہی أن

يصنع ذلك. (سنن الترمذي ۳۰۱۱۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

من صور عذبه الله حتى ينفخ فيها يعني الروح، وليس بنافع فيها، ومن استمع

إلى حديث قوم يفرون منه صب في أذنه الأنك يوم القيامة. (سنن الترمذي ۳۰۵۱)

عن عمار بن ياسر رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال: ثلاثة لا يدخلون الجنة أبداً: الديوث من الرجال والرجلة من النساء ومد من الخمر، فقالوا: يا رسول الله! أما مد من الخمر فقد عرفناه، فما الديوث من الرجال؟ قال: الذي لا يبالي من دخل على أهله، قلنا: فالرجلة من النساء، قال: التي تشبه بالرجال. (بيهقي ۴۱۲۱۷، رقم: ۱۰۸۰۰)

لا خير فيمن لا غيرة له فمن كان هكذا فهو الديوث. (نصرة النعيم ۴۰۵۰۰/۱۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۱/۷ھ

شادی سے پہلے دو لہن کو دو لہا کے علاوہ کون کون دیکھ سکتا ہے؟

سوال (۱۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: شادی سے پہلے دو لہن کو دو لہا کے علاوہ کون کون دیکھ سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس لڑکی سے شادی کا ارادہ ہو، اُس کو شادی کرنے

والے کے لئے ایک نظر دیکھنے کی گنجائش ہے؛ تاکہ بعد میں کسی ناگواری سے بچا جاسکے؛ لیکن لڑکے کے علاوہ اس کے کسی اور مرد نامحرم رشتہ دار کے لئے اس اجنبی لڑکی کو دیکھنے کی اجازت نہیں، اور شرفاء کے عرف میں خود لڑکے کا دیکھنا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی رشتہ دار عورتیں دیکھ کر شادی کی بات طے کر لیں۔

عن حارثة بن مضرب قال: قال عمر رضي الله عنه: استعينوا على النساء

بالعري، إن إحداهن إذا كثرت ثيابها وحسنت زينتها أعجبها الخروج. (المصنف

لابن أبي شيبة ۵۴۱۴ رقم: ۱۷۷۰۵ دار الكتب العلمية بيروت)

عن الأحوص قال: قال عبد الله: احبسوا النساء في البيوت؛ فإن النساء

عورة الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ۴/۵ رقم: ۱۷۷۰ ۴ دار الكتب العلمية بيروت)

فأمر الله سبحانه وتعالى المؤمنين والمؤمنات بغض الأبصار عما لا يحل
فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ولا المرأة إلى الرجل. (تفسير القرطبي ۱۰۱/۱۲)
النظر إلى وجه المرأة الأجنبية الحرة ليس بحرام ولكنه يكره بغير
حاجة. (الفتاوى التاتارخانية ۹۵/۱۸ رقم: ۲۸۱۴۵) فقط والله تعالى اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۳۲/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا سر ہونے والی بہو کو نکاح سے پہلے دیکھ سکتا ہے؟

سوال (۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: آدمی اپنی ہونے والی بہو کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اکثر دیکھا گیا کہ لڑکے والے رشتہ کے لئے
لڑکی دیکھتے ہیں، اس میں لڑکے کے والد بہنوئی وغیرہ ہوتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح سے پہلے کسی شخص کو اپنی ہونے والی بہو کو دیکھنا

جائز نہیں ہے، اسی طرح بہنوئی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے سالے کی ہونے والی بیوی کو
دیکھے، صرف لڑکے کے لئے گنجائش ہے کہ اُس نے جس لڑکی کو پیغام نکاح بھیجا ہے اُس کو کسی طرح
ایک جھلک دیکھ لے؛ لہذا حسب تحریر سوال لڑکے کے گھر والے مردوں کا باقاعدہ لڑکی کو دیکھنا شرعاً
درست نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۵۱/۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۳۵/۵)

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

إذا خطب أحدکم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوہ إلى نکاحها فلیفعل،

قال: فنخطبت جاریة فکنت أتخبأ لها حتی رأیت منها ما دعانی إلى نکاحها،

وتزوجها، فتزوجتها. (سنن أبي داود، کتاب النکاح / باب فی الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایسی بچی سے نکاح کرنا جس کے والدین موجود نہ ہوں

سوال (۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے والدین نے میرا نکاح ایک ایسی لڑکی کے ساتھ کیا جن کے والدین نہیں تھے، لڑکی کے ماموں نے اُن کی پرورش کی اور ذمہ داری سے نکاح کرادیا اور بس، نکاح ہو کر بہت عرصہ ہو رہا ہے اور اولاد بھی ہوئی، اب دل کے اندر ایک اُمید اور خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش میرا سسرال ہو تو میں ایک دن یا دو دن جا کر رہوں، سسرال میں جو محبتیں اور چاہتیں ہوتی ہیں وہ حاصل کروں اور میری اولاد نانا نانی اور ماموں کے پیار و محبت سے محروم ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ جو میرے ساتھ معاملہ ہوا ہے کہ اس کو اپنی تقدیر یا قسمت جان کر صبر کروں یا اپنے بڑوں کو ذمہ دار ٹھہراؤں کہ آپ کوشش کر کے اچھا سارشتہ تلاش کر سکتے تھے، میرے اَرمانوں کو پورا کرنے کی کوشش کر سکتے تھے، جیسا کہ حدیث میں یہ بات ملتی ہے کہ نکاح کے لئے اچھی لڑکی تلاش کرو:

(۱) تلاش سے کیا مراد ہے؟

(۲) تقدیر اور قسمت سے کیا مراد ہے؟

(۳) تلاش کے اندر یہ ضروری ہے کہ ان کے والدین زندہ ہوں یا نہیں؟

نوٹ: - مقصد تحریر فقط معلوم کرنا ہے؛ تاکہ میں اپنی اولاد کے لئے اچھا رشتہ تلاش

کروں، نہ کہ گھر کے اندر فتنہ اور لڑائی کا ماحول پیدا کروں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اچھی لڑکی تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی دین دار

ہو اور اچھے اخلاق والی ہو، اُس کے والدین موجود ہوں یا نہ ہوں، اس طرح کی شریعت میں کوئی

شرط نہیں ہے؛ بلکہ مختلف وجوہ سے ایسی دین دار بچی سے نکاح کرنا افضل ہوگا جو والدین کے سایہ سے محروم ہو کیوں کہ اس میں صلہ رحمی اور شفقت کے معنی زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ میں سرال کی چاہتوں سے یا میری اولاد ذہنہال کی محبتوں سے محروم ہوں، تو اس کی شریعت میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اور تقدیر و قسمت کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، ہمیں دنیوی اسباب کو اختیار کرنے کا حکم ہے؛ تاہم یقین رکھنا ضروری ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوایا جو کچھ ہوگا، وہ سب اللہ کے فیصلہ کے مطابق ہے؛ اسی کا نام تقدیر ہے، اس پر بلا کسی تفصیل کے ایمان لانا واجب ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، وجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب الأكل في الدين ۷۶۲/۲ رقم: ۴۸۹۹، صحيح مسلم، كتاب الرضاع / باب استحباب نكاح ذات الدين ۴۷۴/۱ رقم: ۱۴۶۶)

ويستحب ما يلي المرأة: دينة للحديث..... فعليك بذات الدين أن تكون ولودا، بكرًا، حسبية جميلة، أجنبية، غير ذات قرابة قريبة. (الفقه الإسلامي وأدلته ۲۷/۷-۲۸، كذا في البحر الرائق / كتاب النكاح ۸۱/۳ كراچی)

وفي حديث جبرئيل قال: ما الإيمان؟ قال: أن تؤمن بالله..... وتؤمن بالقدر خيره وشره. (صحيح مسلم ۲۷/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قال في المرقاة: أي نفعه وضرره، وزيد في رواية حلوه ومره - إلى قوله - والمعنى تعتقد أن الله قدر الخير والشر قبل خلق الخلائق، وأن جميع الكائنات متعلق بقضاء الله، مرتبط بقلده، قال تعالى: ﴿قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ (مرقاة المفاتيح ۵۸/۱ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۴/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح میں لڑکے کی رائے کا بھی خیال رکھنا چاہئے

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا لڑکا بکر بالغ ہے، زید اس کی شادی کرنا چاہتا ہے اور بکر اس جگہ شادی کرنے سے انکار کرتا ہے؛ یہاں تک کہ اقدام خودکشی بھی اسی وجہ سے کر چکا ہے۔ تو کیا زید ان حالات میں بکر کی مرضی کے خلاف نکاح کر سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نکاح میں بالغ لڑکے کی رائے کا بھی خیال رکھنا

چاہئے؛ اس لئے کہ زوجین کے درمیان جو انس و محبت شرعاً مطلوب ہے، وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہوگی؛ لہذا بکر کی رضامندی کے بغیر نکاح نہ کیا جائے؛ تاہم اگر مجلس نکاح میں بالغ لڑکے نے گواہوں کے سامنے نکاح کو قبول کر لیا تو یہ نکاح بہر حال منعقد ہو جائے گا، اور اس کے دل کی ناگواری کا اعتبار نہ ہوگا۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي. (مشكاة المصابيح / باب عشرة النساء ۲۸۱/۲)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إن من أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً، وألطفهم بأهله. (سنن الترمذي، كتاب

الإيمان / باب في إكمال الإيمان رقم: ۲۶۱۲ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً، وخياركم خياركم لنسائكم. (المسند للإمام

أحمد بن حنبل ۴۷۲/۲ دار الحديث القاهرة)

وينعقد ملتبساً بإيجاب أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار ۶۹/۴ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۲/۳ھ

قسم کھانے کے بعد اگر متعینہ لڑکے سے شادی نہ ہوئی اور لڑکی نے خودکشی کر لی تو گناہ کس پر ہوگا؟

سوال (۲۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی زید سے محبت کرتی ہے اور زید سے شادی کرنے کے لئے اس لڑکی نے ماں کی قسم کھا کر اور قرآن پاک ہاتھ میں لے کر وعدہ کیا ہے کہ میں شادی کروں گی تو تم سے، ورنہ میں زہر کھا کر مر جاؤں گی، زید اس لڑکی سے شادی نہ کرے اور لڑکی زہر کھا کر مر جائے یا کسی طریقہ سے خودکشی کر لے تو اس صورت میں زید گنہگار تو نہیں ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی سے قبل اجنبی لڑکے لڑکی کا بے تکلفی کے ساتھ ملنا جلنا بات چیت کرنا اور عشق و محبت کی قسمیں کھانا جائز ہے۔

عن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثها الشيطان. (مشکوٰۃ المصابيح ۲/۲۶۹)

مسئلہ صورت میں لڑکی نے زید کے سامنے اس سے شادی کرنے کی جو قسم کھائی ہے یہ بھی نہایت بے غیرتی کی بات ہے؛ تاہم اس قسم کھانے سے زید پر اس سے شادی کرنا لازم نہیں ہوگا اس کو اختیار ہے چاہے شادی کرے یا نہ کرے، پس اگر وہ شادی نہ کرے جس کی بنا پر لڑکی خودکشی کر لے تو اس کا وبال زید پر نہ ہوگا؛ بلکہ خود لڑکی ہی اپنے فعل کی ذمہ دار ہوگی، زید پر ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۱۷۸)

قوله تعالى: ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ [النجم: ۳۷]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قتل نفسه بحديدة فحديده في يده يتوجأ بها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبداً، ومن شرب سماً فقتل نفسه فهو يتحساها في نار جهنم خالداً

مخلدأ فیہا أبدأ. (صحیح مسلم ۷۲/۱ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکتہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ کے لئے رہنمائی کرنا؟

سوال (۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی کے بیٹے یا بیٹی کے لئے رشتہ بنانا اور رہنمائی کرنا، کیا یہ دین کا کام ہے؟ یا اس سے احتیاط برتنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خیر خواہی کے طور پر کسی شخص کے لڑکے یا لڑکی کے لئے مناسب رشتے کی رہنمائی کرنا ایک نیک عمل ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی دھوکہ اور فریب نہ ہو، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر اچھے رشتوں کی رہنمائی فرمائی ہے، اور مناسب مشورے دیئے ہیں؛ لیکن جہاں یہ اندازہ ہو کہ رشتوں میں دخل دینے سے بعد میں فتنہ کا اندیشہ ہے، تو اس بارے میں احتیاط برتنی چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدين النصيحة ثلاث مرار، قالوا يا رسول الله! لمن؟ قال: لله ولكتابه ولأئمة المسلمين وعامتهم. (سنن الترمذي ۱۴۱۲)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المستشار مؤتمن، فإذا استشير فليشر بما هو صانع لنفسه، رواه الطبراني في الأوسط عن شيخ أحمد بن زهير. (مجمع الزوائد ۹۶/۸)

حدیث فاطمة بنت قیس: حیث جاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذكرت له أن أبا جهم بن حذيفة و معاوية بن أبي سفيان خطباها، فقال: أما أبو جهم فرجل لا يرفع عصاه عن النساء، وأما معاوية فصعلوك لا مال له، ولكن

أنکحی أسامة. (سنن الترمذی ۲۱۵۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۹/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

استخارہ میں اطمینان کے باوجود دوسری جگہ رشتہ کرنا؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: فریقین نے رشتہ کے لئے استخارہ کر لیا اور اس کی روشنی میں مطمئن بھی ہو گئے اور رشتہ کے لئے زبان دے دی، پھر دوسرا بہتر رشتہ آ گیا، ایسے میں کیا کرنا چاہئے؟

(۲) کیا زبان دینے سے پہلے استخارہ کے بعد استخارہ کے خلاف دوسری جگہ رشتہ طے

کرنے کی گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جب رشتہ پختہ ہو چکا ہے، تو اب بلا کسی معقول وجہ

کے رشتہ کو فسخ کرنا بے مروتی اور بداخلاقی کی بات ہے؛ البتہ اگر کوئی واقعی معقول وجہ ہو، مثلاً یہ اندازہ ہونے لگے کہ زوجین میں نبھاؤ نہ ہو سکے گا، تو ایسی صورت میں خوش اسلوبی کے ساتھ پہلا وعدہ ختم کر کے دوسری بہتر جگہ رشتہ کرنے کی گنجائش ہے۔

الخلف فی الوعد حرام..... إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفى فلم يف،

فلا إثم عليه انتهى. (شرح الأشباہ والنظائر / کتاب الحظر والإباحة ۲۳۶/۳ إدارة القرآن کراچی)

(۲) صورت مسئلہ میں چوں کہ پختہ وعدہ نہیں ہوا ہے، اس لئے استخارہ کے بعد دوسری

جگہ رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۹/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا کسی لڑکی سے محبت کرنا منع ہے؟

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک لڑکی ہے جس سے میری ایک مرتبہ ملاقات ہوئی، میں اس سے محبت کرنے لگا، وہ مجھے بہت زیادہ پسند ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے پیار کرنا چاہتی ہے، اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن میں اور وہ ابھی چھوٹے ہیں، اس لئے میں پیغام دینا نہیں چاہتا، میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اور وہ بڑے ہو جائیں تو کچھ عرصہ کے بعد پیغام بھیجوں، میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں اس سے محبت کروں یا نہ کروں؟ اور اسلام میں کسی لڑکی سے محبت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ اور میری نیت اُسے دھوکہ دینے کی نہیں؛ بلکہ اُسے اپنانے کی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کرنا برا نہیں، اور دل

میں محبت ہونا بھی غیر اختیاری ہے؛ لیکن اس سلسلہ میں حدودِ شرع کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے، مثلاً نکاح ہونے سے پہلے اُس سے تعلق کا خیال دل میں نہ جمایا جائے، اُس کے ساتھ تنہائی میں ملاقات نہ ہو، اُس سے راز و نیاز کی باتیں اور خط وغیرہ بھیجنے کا سلسلہ نہ ہو؛ کیوں کہ یہ سب چیزیں اجنبیہ کے ساتھ ناجائز اور موجبِ فتنہ ہیں، ان امور کی رعایت رکھتے ہوئے آپ دلی محبت کر سکتے ہیں، ورنہ اجنبی عورت سے محبت کی اجازت نہیں ہے۔

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: المرأة

عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذی رقم: ۱۱۷۳، مسند بزار - البحر

الذخار رقم: ۲۰۶۱، صحیح ابن خزیمہ / باب اختیار صلاة المرأة في بيتها رقم: ۱۶۸۵، صحیح ابن

حبان / ذکر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ۵۵۹۸)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ألا لا یبیتن رجل عند امرأة مشیب

إلا أن یكون ناکحاً أو ذا محرم. (مرقاۃ المفاتیح ۴۰۹۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳ھ



عقدِ نکاح سے متعلق مسائل

شادی کی کیا کیا شرائط ہیں؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کی شرائط کیا ہیں؟ ایجاب و قبول کتنی مرتبہ کرنا چاہئے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کے صحیح ہونے کے لئے مجلس نکاح میں دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں لڑکا اور لڑکی کی طرف سے ایجاب و قبول کا ہونا شرط ہے، اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور یہ ایجاب و قبول صرف ایک مرتبہ کافی ہے، ایک سے زائد مرتبہ ایجاب و قبول کے الفاظ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۰۸/۳، فتاویٰ دارالعلوم ۵۶/۷)

وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر - كزوجت نفسي منك،
ويقول الآخر تزوجت - وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما
على الأصح. (الدر المختار على رد المحتار ۶۹/۴ - ۹۲ زکریا)

وينعقد النكاح بلفظ واحد ويكون اللفظ الواحد إيجاباً وقبولاً. (الفتاوى
التاتارخانية ۵۸۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کس طرح کریں؟

سوال (۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: شادی کا شروع سے آخر تک کیا طریقہ ہے؟ شادی کس طرح کی جائے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کی اولین سنت یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت دین داری کو بنیاد بنایا جائے، اس کے بعد تقریب سادگی کے ساتھ کی جائے، منکرات و معاصی، فضول خرچی اور نام و نمود سے مکمل احتراز کیا جائے۔ اور بہتر ہے کہ نکاح کی مجلس مسجد میں منعقد ہو اور اس کا باقاعدہ اعلان کیا جائے وغیرہ۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، النكاح / باب الإكفاء في الدين ۷۶۲۱۲ رقم: ۵۰۹۰)

ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد. (شامي ۶۶۱۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۳/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کی سنتیں آداب اور مستحبات کیا ہیں؟

سوال (۲۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: شادی کی سنتیں اور مستحبات اور آداب جو فقہاء نے لکھے ہیں، وہ حوالہ کے ساتھ مطلوب ہیں۔
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کرتے وقت اولین حکم یہ ہے کہ رشتہ میں ذین داری

کو ترجیح دی جائے، پھر تقریب کے وقت سادگی ملحوظ رہے اور نکاح کا عام اعلان کیا جائے، اور بہتر یہ ہے کہ مسجد میں مجلس نکاح منعقد ہو، اور جمعہ کا دن ہو اور نکاح پڑھانے والا سمجھ دار اور دین دار ہو، اور عقد سے قبل خطبہ مسنونہ پڑھا جائے اور رخصتی کے بعد لڑکے کی طرف سے حسب استطاعت شکرانہ میں ولیمہ کا اہتمام کیا جائے، وغیرہ۔ (مشکوٰۃ الصالح ۲۶۸/۲)

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

وقال تعالى: ﴿وَلَا تُبَدِّرْ تَبْدِيرًا﴾ [بنی اسرائیل، جزء آیت: ۲۶]

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: سأل النبي صلى الله عليه وسلم عبد الرحمن بن عوف، وتزوج امرأة من الأنصار كم أصدقته؟ قال: وزن نواة من ذهب..... وفي رواية: قال النبي صلى الله عليه وسلم: أولم ولو بشاة.

(صحيح البخاري، كتاب النكاح / باب الوليمة ولو بشاة ۷۷۷/۲ رقم: ۶۷۵۱)

عن بريدة رضي الله عنه قال: لما خطب علي رضي الله عنه فاطمة رضي الله عنها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنه لا بد للعروس من وليمة. رواه أحمد وسنده لا بأس به. (فتح الباري ۱۹۸/۹)

عن أبي هريرة رضي الله عنه رفعه: الوليمة حق وسنة الخ. (فتح الباري ۱۹۸/۹، إعلاء السنن ۱۴/۱-۱۵- دار الكتب العلمية بيروت)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد الخ. (سنن الترمذي ۱۳۸/۱ رقم: ۱۰۸۹ وقال: مرسل حسن، سنن ابن ماجه رقم: ۱۸۹۵، إعلاء السنن ۷/۱۱، السنن الكبرى للبيهقي ۲۹۰/۷)

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد في الصلاة، والتشهد في الحاجة وذكر تشهد الصلاة قال: والتشهد في الحاجة أن الحمد لله نستعينه ونستغفره..... الخ. (رواه الترمذي وصححه) وفي رواية البيهقي: إذا أراد أحدكم أن يخطب لحاجة من النكاح أو غيره فليقل: الحمد لله نحمه ونستعينه..... الخ. (إعلاء السنن ۸/۱۱-۹- دار الكتب العلمية بيروت)

ويندب إعلانه وتقديم خطبته، وكونه في مسجد يوم الجمعة بعاقده رشيد وشهود عدول. (الدر المختار ۶۶/۴-۶۷- زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۳۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کا طریقہ

سوال (۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل نکاح کا جو طریقہ رائج ہے، کیا اس صورت میں بھی نکاح درست ہو جاتا ہے؟ حالانکہ بظاہر اس میں کوئی ایجاب کرنے والا نہیں ہوتا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مجلس نکاح میں لڑکی کا وکیل اور دو گواہ حاضر ہوتے ہیں، تو اولاً قاضی وکیل سے دریافت کرتا ہے کہ کیا لڑکی نے اجازت دی ہے، تو وکیل جواب دیتا ہے کہ: ”ہاں اجازت دی ہے“۔ اس کے بعد قاضی گواہوں سے دریافت کرتا ہے کہ کیا تم دونوں اس بات کے گواہ ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ”جی ہاں“ اس کے بعد قاضی خطبہ نکاح پڑھ کر یہ الفاظ ادا کرتا ہے کہ ”فلاں بنت فلاں بعوض اتنے مہر ایک وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں تمہارے نکاح میں زوجہ بنا کر دی جا رہی ہے، کیا تم نے قبول کی؟“ لڑکا جواب دیتا ہے کہ ”ہاں قبول کی“ تو یہ نکاح ہوگا یا نہیں؟

نوٹ:- اس مسئلہ میں تردد یہ ہے کہ یہاں پر نہ تو وکیل نے ایجاب کیا ہے؛ بلکہ قاضی نے صرف اس سے لڑکی کی اجازت کے متعلق معلوم کیا ہے، اور نہ ہی وکیل نے قاضی کو وکیل علی الوکیل بنایا ہے، نیز قاضی نے الفاظ کی ادائیگی بھی مجہول الفاظ (دی جا رہی ہے) میں کی ہے، دینے والے کا کوئی ذکر نہیں ہے، تو یہاں پر بظاہر ایجاب نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کی صحت کے متعلق کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کا جو مروجہ طریقہ ہے اس میں قاضی صاحب کا خطبہ کے بعد یہ کہنا کہ میں فلاں کی لڑکی تمہارے نکاح میں دے رہا ہوں، یہی ایجاب ہے، جس کو لڑکے کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے، اور عموماً یہ کارروائی وکیل کی موجودگی میں اور اس کی اجازت سے انجام پاتی ہے؛ اس لئے اس نکاح کے انعقاد میں کوئی شبہ نہیں، اور قاضی کا یہ کہنا ”فلاں بنت فلاں تمہارے نکاح میں زوجہ بنا کر دی جا رہی ہے“، یہ حال کا صیغہ ہے اور صیغہ حال سے بھی نکاح

منعقد ہو جاتا ہے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ قاضی ماضی کا صیغہ استعمال کر لے، یعنی یہ کہے کہ ”میں نے فلاں کی لڑکی کا نکاح تم سے بعوض اتنے مہر کے کر دیا“ تاکہ کوئی شبہ نہ رہے۔

الوكيل بالتزويج ليس له أن يوكل غيره، فإن فعل فزوج الثاني بحضرة الأول جاز. (الفتاوى الهندية ۲۹۸/۱، خانبة ۶/۳ ۴)

وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي؛ لأن الماضي أدل على التحقيق، واختيار لفظ الماضي لدلالته على التحقيق والشبوت دون المستقبل، وينعقد أيضا بما أي بلفظين وضع أحدهما للماضي والآخر للاستقبال أو للحال. (الدر المختار مع الشامى ۶۹۱۴ زكريا)

وذهب صاحب الهداية والمجمع إلى أن الأمر ليس بإيجاب، وإنما هو توكيل، وقوله: زوجته قائم مقام اللفظين لما عرف أن الواحد في النكاح يتولى الطرفين. (كذافي البحر الرائق / كتاب النكاح ۱۴ ۴۱۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۸/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خفیہ طور پر نکاح کرنا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الف:- ایک رشتہ دار نے اب سے ڈیڑھ سال قبل (بقول انہی کے) نکاح کیا؛ لیکن وہ بھی اس طرح کہ اسے راز رکھا، اور بنا کسی کی مرضی یا کسی کو بتائے گھر میں (سبھی رشتہ داروں کے ہمراہ) اس طرح رہتے رہے جس طرح عام حالات میں کوئی فیملی رہتی ہے، اور دوسروں کو یہ محسوس تک نہ ہونے دیا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے، جب اس کی بھنگ گھر کے ذمہ دار ان کو ہوئی، تو ناگوار طور پر ان سے پوچھتا چھ کی گئی، (کیوں کہ معاملہ عزت کا تھا) لہذا کچھ گہما گہمی کی صورت حال ہو گئی، تو ان حضرت نے قبول کر لیا کہ وہ اور اس گھر کی ایک خاتون سے ازدواجی رشتہ قائم کئے ہوئے ہیں، اس

پر نکاح کی رسید دکھلانے کو کہا گیا، تو انہوں نے کوئی یقینی سند نہیں دکھائی؛ بلکہ ایک عام طرز کا چھپا ہوا نکاح نامہ دکھایا، جس پر کسی مفتی یا قاضی صاحب کی سند یافتہ تحریر ہی تھی، اور نہ ہی کوئی سند یافتہ ادارے یا قاضی کے دستخط یا مہر۔ ان کی منکوحہ سے دریافت کیا گیا کہ گواہان کون تھے؟ وکیل کس بنا یا گیا تھا؟ تو انہوں نے اس پر لاعلمی ظاہر کی کہ وہ اس بارے میں نہیں جانتی ہیں؟

ب:- اب گھر کے ذمہ دار افراد نے یہ کہا کہ آپ اس رشتہ کو عام کیجئے؛ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے اور دین سماج میں اس رشتہ کا لحاظ قائم کیا جاسکے، تو ان صاحب نے تین ماہ کی مہلت مانگی جسے گھر والوں نے قبول نہیں کیا کہ اس طرح بنا کسی کو اُجاگر کئے عورت و مرد ایک ڈیڑھ سال تک ہی گھر میں جو رہ رہے ہیں، نہیں رہ سکتے؟

ج:- محترم! کیا اس طرح بنا بتائے گھر والوں عزیزوں اور رشتہ داروں میں بات نہیں ہو رہی ہے کہ یہ رشتہ کس طرح کا ہے، اور عزت کی معراج پر جو ضرب پڑ رہی ہے، کیا یہ ان عورت کے لئے اور گھر کے ذمہ داران کے لئے صحیح ہے؟ حدیث و سنت کی روشنی میں اس کا جواب دینے کی زحمت فرمادیں، اور یہ بھی کہ ان حالات کے معلوم ہونے کے بعد گھر والوں کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ اور انہیں کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت میں نکاح کو علانیہ کرنے کا حکم ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”نکاح کا اعلان کرو“۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۲/۲۶۸)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد الخ. (سنن الترمذي ۱۳۸۱/۱ رقم: ۱۰۸۹ وقا
مرسل حسن، سنن ابن ماجه رقم: ۱۸۹۵، إعلاء السنن ۷/۱۱۱، السنن الكبرى للبيهقي ۲۹۰۱۷)

قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: أعلنوا النكاح وحصنوا هذا

الفروج. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۸۵/۳ رقم: ۱۶۳۹۱ بيروت)

عن نافع مولى ابن عمر رضي الله عنهما يقول: ليس في الإسلام نكاح

السرّ. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٨٥/٣ رقم: ١٦٣٩٣ بيروت)

ويندب إعلانہ و تقدیم خطبہ، و کونہ فی مسجد یوم جمعۃ بعاقدا رشید

وشہود عدول. (الدر المختار ٦٦٤-٦٧ زکریا)

لہذا ایسا خفیہ نکاح جس کی خبر عام لوگوں کو نہ ہو شریعت کی روح کے خلاف اور مختلف مفاسد

پر مشتمل ہے۔ (اصلاح انقلاب امت ۵۲۲)

بریں بنا سوال میں جو صورت تحریر کی گئی ہے وہ ہرگز مناسب نہیں ہے، مذکورہ شخص پر لازم

ہے کہ اگر اس نے نکاح کیا ہے، تو گواہوں وغیرہ کو برسر عام ظاہر کرے اور اس کا اظہار کئے بغیر

مذکورہ خاتون سے راہ و رسم نہ رکھے یا اگر فریقین راضی ہوں، اور کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو، تو اب نکاح

برسر عام کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے لڑکی کا گھر والوں سے چھپ کر نکاح کرنا؟

سوال (۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص شادی شدہ ہے، اس نے ایک لڑکی سے اس کے اور اپنے گھر والوں سے پوشیدہ نکاح

کر لیا ہے، لڑکی کی طرف سے گواہ بھی انجان اور غیر لوگ تھے، ایک گواہ نے اپنا نام و پتہ بھی غلط تحریر

کیا، دونوں کے درمیان یہ طے پایا کہ لڑکی اپنے گھر والوں کو راضی کر کے باقاعدہ نکاح دوبارہ

ہو جائے گا، نکاح کی رسید میں تاریخ بھی ایک سال قبل کی تحریر کی ہے؛ لیکن تقریباً دس ماہ گزرنے پر

بھی صحبت نہیں ہوئی، خلوت صحیحہ بھی نہیں ہوئی، تو کیا دونوں کا نکاح صحیح ہو یا غلط؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعی دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول پایا گیا

ہے تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہو گیا ہے۔

وينعقد ملتبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامی ۹۱۳ کراچی، ۶۹/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۹/۱۴۱۷ھ

گھر والوں سے مخفی کر کے بیوہ سے نکاح کرنا؟

سوال (۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید ایک شادی کر چکا ہے، اس کے بڑے بڑے بچے بھی ہیں، زید کے پاس جو جائیداد ہے وہ پہلی بیوی کے نام ہے، مزید اور جو بھی جائیداد خریدتا ہے، اس میں دوسری بیوی کا نام نہیں رکھنا چاہتا ہے، زید دوسرا نکاح کسی بیوہ سے کرنا چاہتا ہے، بیوہ اس بات پر رضامند ہے کہ اسے کسی قسم کی جائیداد یا پیسے کی خواہش نہیں ہے، چوں کہ اگر زید اپنی دوسری بیوی کے نام جائیداد کر دیتا ہے تو گھر میں انتشار ہو جائے گا اور گھر کے بھی لوگ دوسری بیوی کو طلاق دلوادیں گے، ایسی صورت میں کیا نکاح کرنا اور اس کو مخفی رکھنا جائز ہے؟ زید اس بات پر نکاح کرنے پر رضامند ہے کہ نکاح ثانی کو بالکل مخفی رکھا جائے اور اگر نکاح کے بارے میں گھر کے لوگوں کو علم ہو جائے گا تو طلاق دے دوں گا، ان شرائط کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے؟ اور زید گناہ کا مرتکب تو نہیں ہوگا؟ جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر دو گواہوں کی موجودگی میں بیوہ سے باقاعدہ نکاح

کرے تو وہ شرعاً منعقد ہو جائے گا۔ اور اس کے نکاح میں رہتے ہوئے اگر شوہر زید کا انتقال ہو گیا تو زید کے ترکہ میں سے وہ بیوی بھی حسب حصص شرعیہ اپنے حصہ کی مستحق ہوگی اور نکاح کے وقت جو شرطیں لگائی ہیں ان سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور آپ نے سوال میں نکاح ثانی کو مخفی رکھنے کی جو بات لکھی ہے یہ بجائے خود فتنہ ہے، نکاح تو بہر حال علانیہ کرنا چاہئے اور اگر آپ کو فتنہ کا ایسا ہی اندیشہ ہے تو بہتر ہے یہ اقدام ہی نہ کریں؛ کیوں کہ ایسے نکاح میں بیوی کی حق تلفی کا قوی اندیشہ ہے۔

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل، وما كان من نكاح علي غير ذلك فهو باطل الخ. (أخرجه ابن حبان في صحيحه رقم: ۷۵، والدارقطني في سننه ۲۲۶/۳، والبيهقي في السنن الكبرى ۱۲۵/۷، إعلاء السنن ۲۵/۱۱)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قوله: لا نكاح إلا ببينة. (سنن الترمذي ۱۴۰/۱)
المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن أبي الزبير أن عمر رضي الله عنه أتى برجل في نكاح لم يشهد عليه إلا رجل وامرأة، فقال عمر: هذا نكاح السر ولا نجيزه، ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. (رواه محمد في الموطأ ۲۴۱/۱ وهو مرسل صحيح)

وأما الرابع: فبأن يخاف الجور بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه؛ لأنه إنما شرع لمصلحة من تحصين النفس وتحصيل الثواب وبالجور يآثم ويرتكب المحرمات فتندم المصالح لرجحان هذه المفسدات. (البحر الرائق ۱۴۰/۳ زكريا)
ومكروها لخوف الجور فإن تيقنه حرم ذلك ويندب إعلانه. (الدر المختار مع الشامي ۶۶/۴ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغ لڑکا لڑکی کا کورٹ میرج کرانا؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بالغ لڑکا لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر کورٹ میرج کرالیں بذریعہ کورٹ میرج، تو وہ نكاح شریعت کی نظر میں ہو جاتا ہے یا باطل ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عموماً کورٹ میں نکاح کرتے وقت شرعی شرائط نکاح کا

خیال نہیں رکھا جاتا، مثلاً باقاعدہ ایجاب و قبول نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف لکھی ہوئی تحریر پر وکیل دستخط کر لیتا ہے، اسی طرح مسلمان گواہ بھی حاضر نہیں ہوتے؛ بلکہ فرضی کارروائی کر دی جاتی ہے؛ لہذا کورٹ میں اس طرح سے کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہ ہوگا؛ البتہ اگر کورٹ میں جا کر لڑکا لڑکی باقاعدہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول کریں، تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، اور اس میں کورٹ کی کوئی تخصیص نہیں، اس طرح کا نکاح کسی بھی جگہ ہو سکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ)

(۲۳۲/۵، نظام الفتاویٰ ۳۹۸)

مستفاد: عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه

وسلم قال: البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن بغير بينة. (سنن الترمذي ۲۱۰/۱ رقم: ۱۱۰۹ السنن الكبرى للبيهقي ۳۲۹/۱۰ رقم: ۱۴۰۲۲)

عن أبي الزبير أن عمر رضي الله عنه أتى برجل في نكاح لم يشهد عليه إلا رجل وامرأة، فقال عمر: هذا نكاح السر ولا نجيزه، ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. (رواه محمد في الموطأ ۲۴۱/۱ وهو مرسل صحيح)

وفي الكافي: ركن النكاح: الإيجاب والقبول و قبول النكاح في

المجلس. (الفتاوى التاتارخانية ۳/۴ رقم: ۵۳۶۱ زكريا)

من شرائط النكاح الشهادة عندنا. (الفتاوى التاتارخانية ۳۶/۴ رقم: ۵۴۵۳ زكريا)

إنما قلنا هذا؛ لأن الشرع يعتبر الإيجاب والقبول أركان عقد النكاح.

(شامي ۶۸۰/۴ زكريا)

و شرط سماع كل من العاقدین لفظ الآخر و شرط حضور شاهدين

الحرین مسلمین. (الدر المختار مع الشامي ۸۶/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۳۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندو لڑکی کو اسلام قبول کر کے مسلمان لڑکے کا ہندو مذہب

پر شادی کرنا؟

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک ہندو لڑکی کو اسلام قبول کرانے کے بعد اس کے ساتھ ۱۶/۱۱/۲۰۰۱ء کو نکاح مسنون کر لیا ہے، مگر اس کے عزیز واقارب نے ہندو مسلم تفرقہ کے باعث کورٹ میں دعویٰ کر دیا، جس کی وجہ سے زید نے کورٹ کی پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے ہندو رسم و ریت پر ۹ ستمبر ۲۰۰۱ء کو بھاری ڈلوائیں، زید مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا ہے اور مستقل مسلم رسم و رواج کا ہم نوا ہے، اور روزہ نماز کا پابند ہے، اور اس کا بیان ہے کہ ”ہم نے اپنا مذہب کبھی نہیں بدلا صرف ہندوؤں اور لڑکی کے والدین وغیرہ کو دکھانے کے لئے پھیرے ڈلوائے تھے، اس کے بعد ہم دونوں نماز اور کلمہ وغیرہ پڑھتے ہیں“ تو اس سلسلہ میں مطلع فرمائیں، اس وقت زید کس پوزیشن میں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوؤں کے طریقہ پر پھیرے دینے کا عمل شرعاً انتہائی

بدترین گناہ ہے؛ کیوں کہ یہ غیر مسلموں کا شعار ہے؛ لہذا اس عمل پر توبہ و استغفار لازم ہے، تاہم جو نکاح لڑکی کے اسلام لانے کے بعد گواہوں کی موجودگی میں کیا جا چکا، وہ منعقد ہو گیا ہے، بہتر یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی اب تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۰۰۲، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۳۶)

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، کتاب الباس / باب لبس الشهرة ۲۵۱/۲ رقم:

۴۰۳۱، مشکاة المصابیح ۳۷۵)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد. (سنن الترمذي ۱۳۸/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وشرط سماع كل من العاقدین لفظ الآخر وشرط حضور شاهدين

الحرین مسلمین. (الدر المختار مع الشامی ۸۶/۴ زکریا)

من شرائط النکاح الشهادة عندنا. (الفتاوی التاتارخانیة ۳۶/۴)

يستحب أن يكون النکاح ظاهراً وأن يكون قبله خطبة وأن يكون عقده

في يوم الجمعة وأن يتولى عقده ولي رشيد وأن يكون بشهود عدول منها. (البحر

الرائق ۱۴۴/۳ زکریا)

ويؤمر بالتوبة والاستغفار. (الفتاوی التاتارخانیة ۴۵۸/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۰ھ

اجتماعی شادی

سوال (۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: آج کل اجتماعی شادی کا رواج خصوصاً ریاست مدھیہ پردیش (الہند) میں روز افزوں ہے، یہ اجتماعی شادی برادری وار بھی ہوتی ہے اور غیر برادری وار بھی، ہمارے یہاں اس کا طریقہ کاریہ ہوتا ہے کہ:

قوم کے چند سر کردہ حضرات ذمہ دار بن کر جگہ جگہ اس کا اعلان کرواتے ہیں اور اس کی تاریخ متعین کرتے ہیں، پھر لڑکے اور لڑکی والے اپنے اپنے جوڑے رجسٹریشن ان کے پاس کرواتے ہیں، یہ ذمہ داران ان سے فیس وصول کرتے ہیں، مثلاً لڑکی والوں سے ۵۰ ہزار اور لڑکے والوں سے بھی ۵۰ ہزار اور بعض جگہوں پر صرف ایک روپیہ رجسٹریشن فیس ہوتی ہے، اور کہیں مفت میں بھی یہ سمیلن کرائے جاتے ہیں اور وہ اس رقم کو لڑکی کے لئے سامان جہیز اور بارات (لڑکے اور لڑکی ہر دو طرف سے ۱۰۰-۱۰۰ یا ۵۰-۵۰ لوگوں) کے کھانے وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں اور جن کا عقد اس اجتماع میں ہوتا ہے، ان تمام لڑکیوں کو یکساں جہیز دیا جاتا ہے۔

ابتداء میں اس اجتماعی شادی کو اس لئے رواج دیا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ سے قوم کے

غریب و نادار لوگوں کی شادیاں کم خرچ میں ہو سکیں، اور جو ماں باپ اپنی اولاد کی شادی کرنے کی

استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ اپنی عظیم ذمہ داری کو اس طرح سے پورا کر سکیں؛ لیکن رفتہ رفتہ جاہل عوام میں یہ بات چل پڑی یا چلائی گئی کہ اس طرح شادی کرنا سنت ہے؛ جس کی وجہ سے لوگ اس اجتماعی شادی کو سنت سمجھنے لگے، حالاں کہ اگر اس کی ایجاد کو دیکھا جائے تو ریاست مدھیہ پردیش میں سب سے پہلے اس کو غیر اقوام میں رواج دیا گیا تھا اور وہ بھی بنیوں میں کہ ان کے یہاں لڑکی کی شادی گھر کی بربادی کے مرادف ہے؛ کیوں کہ لڑکی کو وافر مقدار میں سامان جہیز دینے کے ساتھ ساتھ لڑکے کو بھی ایک بڑی رقم نقدی کی شکل میں دینی ہوتی ہے، اور برادری کے رسوم و رواج کا خرچ اسی طرح بارات کے کھانے وغیرہ کا خرچ مستزاد، جس کی وجہ سے لوگوں نے خود کشی کرنی شروع کر دی، تب قوم کے سربراہوں نے غریبوں کی شادی کم خرچ میں ہو اس کے لئے ”اجتماعی شادی“ (سمیلن) کا طریقہ رائج کیا۔

حالاں کہ ہمارے اپنے ناقص علم کے مطابق شریعتِ مطہرہ نے کم خرچ میں شادی کرنے کو باعثِ اجر و ثواب بتایا ہے اور زیادہ خرچ کرنے والوں پر لعنت کی ہے؛ جس کے لئے کسی اجتماع کی ضرورت نہیں ہوتی، اور دور رسالت میں بھی اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا کہ ہجرت کے بعد مدنی دور میں ایک معتد بہ تعداد بے نکاح صحابہ و صحابیات کی موجود تھی اور زمانہ عام غربت و تنگ دستی کا تھا؛ لیکن پھر بھی اجتماعی نکاح کا پتہ ان حضرات کے دور میں نہیں چلتا؛ کیوں کہ نکاح کو شریعت میں عبادتی پہلو دیا گیا ہے اور آپسی معاہدہ بنایا گیا ہے، اس لئے ہر ایک کی ضرورت و استعداد کے بقدر اس میں انفرادیت رکھی گئی ہے کہ ہر ایک اپنی ضرورت اور استطاعت (نکاح کی قدرت) کا لحاظ کرتے ہوئے نکاح کرے..... ان سب باتوں کے باوجود اس موجودہ اجتماعی شادی کو سنت کیسے کہا جاسکتا ہے؟

ابتداءً اجتماعی شادی کو قوم کے غریب و نادار اور گرے پڑے لوگوں کے لئے وضع کیا گیا؛ جس کی وجہ سے لوگوں میں اس اجتماع کی حقارت پیدا ہو گئی اور مال دار لوگ اس سے کترانے لگے اور ایک عام ذہن یہ بن گیا کہ یہ غریبوں کی شادی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ متمول حضرات اس میں اپنے

بچوں کی شادی کروانا تو علیحدہ رہا، اس میں شرکت بھی پسند نہیں کرتے؛ حتیٰ کہ جو منتظمین ہوتے ہیں وہ بھی عام طور سے اپنے بچوں کی شادی اس اجتماع میں نہیں کرواتے..... البتہ جو اجتماعی شادیاں برادری وار ہوتی ہیں، ان میں یہ تصور موجود نہیں ہے؛ بلکہ بلا تفریق حیثیت امیر و غریب سبھی حضرات اس میں اپنے بچوں کی شادیاں انجام دے لیتے ہیں۔

اجتماعی شادی کم خرچ کے نام پر کی جاتی ہے؛ لیکن ایک آدمی اپنے گھر کی شادی میں جتنی رقم خرچ کرتا ہے، اس سے کئی گنا زیادہ اس اجتماعی شادی میں خرچ کر دیا جاتا ہے کہ ۲۰-۵۰ جوڑوں کا اور کہیں کہیں ۱۰۰-۱۰۰ جوڑوں کا نکاح ہوتا ہے اور ہر ایک کی طرف سے ۱۰۰-۱۰۰ یا ۵۰-۵۰ باراتی بلائے جاتے ہیں، جن کے لئے شامیانے اور کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے اخراجات ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ایک خطیر رقم صرف ہوتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اجتماعی شادی سے بہت سے غریب لوگوں کی شادی آسانی سے انجام پذیر ہو جاتی ہے؛ لیکن ہونے یہ لگا ہے کہ جن غریبوں کی شادی کی جاتی ہے وہ ساری خرافات (گانا بجانا اور تمام رسوم و رواج) پورے کرنے کے بعد اجتماعی شادی میں پہنچتے ہیں، حالاں کہ شادی بیاہ کا جو خرچ بڑھا ہے وہ اسی گانے بجانے اور رسوم و رواج کی وجہ سے، پتہ چلا کہ صرف کھانا کھلانے اور جہیز دینے کی جھنجھٹ سے بچنے کے لئے غریب بھی اس میں شادی کرتے ہیں اور بہت سے لوگ تو یہ بھی کرنے لگے ہیں کہ اجتماعی شادی میں نکاح ہونے کے بعد لڑکی والے دولہن کو اپنے گھر اور لڑکے والے دولہا کو اپنے گھر لے جاتے ہیں اور پھر دوسرے دن بارات کی شکل میں ڈی جے ساؤنڈ یا باجے اور گھوڑے پر لڑکی کے گھر پہنچتے ہیں اور پھر رخصتی ہوتی ہے۔

اجتماعی شادی میں تمام مردوں اور عورتوں کو ایک ہی میدان میں ایک ہی شامیانے میں ٹھہرایا جاتا ہے، جہاں درمیان میں برائے نام قناتیں لگا کر فصل کیا جاتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود ایک دوسرے کیسپس میں مردوں و عورتوں کا آنا جانا جاری رہتا ہے، جس سے ناقابل ذکر اختلاط پوری بے حیائی و بے پردگی اور بے تکلفی کے ساتھ ہوتا ہے، بعض دفعہ تو آتے جاتے ہوئے راستوں پر اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ مرد و عورت کا ندھے سے کا ندھا ملا کر چلتے ہیں۔

ایسے موقع پر پریس والوں کی بھیڑ بھی ہوتی ہے اور وہ ہر زاویہ سے دولہا اور دولہن کا فوٹو لینے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر آئے دن اخبارات میں مسلم دولہے اور دولہنوں کی تصویریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

اجتماعی شادی میں اکثر دولہنوں کا حالت حیض میں ہونا بھی یقینی امر ہے اور اسی حال میں رخصتی ہوتی ہے جب یہ دولہنیں اپنے شوہروں سے ملتی ہیں، تو کیا ضروری ہے کہ سارے نوجوان باوجود جہالت و ناواقفیت اور جوش جوانی کے اپنے آپ پر قابو پالیں، نتیجہً حالت حیض میں صحبت کر کے ان کی ازدواجی زندگی کی شروعات ہی ارتکاب حرام سے ہونا یقینی ہے۔

چند سالوں سے حکومت مدھیہ پردیش نے لاڈلی لکشمی کے نام سے ایک اسکیم چلائی ہے جس کے تحت ہر قوم و برادری میں اجتماعی شادی کرائی جاتی ہے، اس میں تمام اخراجات کے ساتھ ساتھ ہر جوڑے یا دولہا دولہن کو حکومت کی طرف سے پانچ ہزار روپے دیئے جاتے ہیں، آج کل مدھیہ پردیش میں اکثر شادیاں اسی اسکیم کے تحت ہو رہی ہیں، بسا اوقات یہ شادی ہندو مسلمان ساتھ مل کر کرتے ہیں کہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی شامیانہ میں ہندو مسلم سب جمع ہوتے ہیں، اور ان کے نکاح اپنے اپنے مذہب کے مطابق ہوتے ہیں، اس کے منتظمین مال کے لالچ میں آ کر یہ انتظام کرواتے ہیں، اور فرضی دولہا و دولہن کے نام لکھ کر حکومت کو بھیج کر مال حاصل کرتے ہیں۔

ان سب تفصیلات کے بعد جواب طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا اجتماعی شادی سنت ہے اور دور رسالت، زمانہ صحابہ یا سلف میں کہیں اس کا ثبوت ملتا ہے؟ اور شریعت کے اتنے پاکیزہ نظام کے باوجود جس کو اپنا کر کوئی بھی شخص بغیر مال خرچ کئے بھی آسانی سے نکاح کر سکتا ہے؟ غیروں کی بنائی ہوئی اسکیم اور طریقہ کے مطابق اس کے کرنے کی کہاں تک گنجائش ہے؟

(۲) مال داروں کا اس سے کٹنا اور اس کو صرف غریبوں کے لئے سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

جب کہ لوگوں کے قلوب میں اس کا حقارت پیدا ہوگئی ہے۔

(۳) ایسی صورت میں کیا اس کے ذمہ داروں اور مال داروں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کی شادی اس اجتماع میں کرائیں، جب کہ یہ ذمہ داران اس بات کا ڈھنڈھورا پیٹتے رہتے ہیں کہ ہماری قوم میں سدھار کیسے آئے گا، اور ان کی اصلاح کیسے ہوگی؟

(۴) کیا ہزاروں لوگوں کا انتظام کر کے کھانے وغیرہ پر لاکھوں روپے خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے یا نہیں؟

(۵) کیا کم خرچ میں شادی کروانے کے نام پر اتنی بڑی رقم خرچ کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے؟

(۶) ذمہ داران کو یہ علم ہونے کے باوجود کہ اس اجتماع میں شرکت کرنے والے تمام خرافات کو انجام دے کر یہاں پہنچتے ہیں اور بہت سے جوڑوں کی رخصتی یہاں سے نہیں؛ بلکہ اپنے اپنے گھروں سے ہوگی، اس اجتماع کے کرنے پر اصرار کرنا اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو مورد الزام ٹھہرانا کہاں تک درست ہے؟

(۷) تمام مرد و عورتوں کے ایک جگہ ٹھہرانے اور تمام تر بے پردگی و بے حیائی کے باوجود اس اجتماعی شادی کو جائز کہا جاسکتا ہے؟

(۸) پریس والوں کو کھلی چھوٹ دینے اور اخبارات میں مسلم عورتوں کی تصاویر چھپوانے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟

(۹) اکثر دلہن و دولہا مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں اگر وہ حالت حیض میں صحبت کر لیں، تو کیا اس کا گناہ اجتماعی شادی کے ذمہ داران پر ہوگا کہ وہی اس کا سبب ہوتے ہیں، اور انہوں نے ہی یہ موقع فراہم کیا، یا یہ لوگ اس سے بری شمار ہوں گے؟

(۱۰) حکومت مدھیہ پردیش کی اسکیم "لاڈلی لکشمی" کے تحت شادی کروانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(۱۱) اگر ہندو مسلم کی اجتماعی شادی ہو تو اس میں قباحت تو نہیں؟

(۱۲) ذمہ داران کا دولہا و دلہن کے فرضی نام لکھ کر حکومت سے مال حاصل کرنے کی کہاں

تک گنجائش ہے؟

(۳) جس اجتماع میں مذکورہ بالا تمام باتیں پائی جاتی ہوں کیا اس کو جائز کہا جاسکتا ہے اور اس کے کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

(۱۴) اب جب کہ اجتماعی شادی میں شریعت کے خلاف امور انجام پانے لگے ہیں، کیا علماء کا خاموش بیٹھنا جائز ہے اور جو عالم جاننے کے باوجود اس کی حمایت و پشت پناہی کرے اور اس میں شرکت کرے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۱۵) اس اجتماعی شادی میں نکاح پڑھانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال چوں کہ اجتماعی شادیوں کی تقریبات میں مختلف قسم کے منکرات شامل ہو گئے ہیں، اس لئے مسلمانوں کی طرف سے ایسی منکرات والی تقریبات کا انعقاد درست نہ ہوگا، اور اگر اجتماعی شادی میں منکرات اور بے حیائی اور بے پردگی نہ ہو تو جائز اور درست ہے، حکومت کی طرف سے غریب بچیوں کے تعاون کی اسکیم سے غریبوں کو فائدہ اٹھانا فی نفسہ درست ہے؛ مگر دھوکہ دے کر حکومت سے رقم حاصل کرنا جائز نہیں، اور بہر حال منکرات سے بچنے کا اہتمام لازم ہے۔

عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا طاعة لمخلوق في معصية الله عز وجل. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ۱۳۱/۱ قديم، ۶۷/۲ رقم: ۱۰۹۵ دار الحديث القاهرة)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، ومن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان. هذا حديث حسن صحيح. (سنن الترمذي،

أبواب الفتن / باب ما جاء في تغيير المنكر باليد أو باللسان أو بالقلب ۴۰/۲ رقم: ۲۱۷۲)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن

أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (رواه البيهقي في شعب الإيمان ٢٥٤١٥ رقم: ٦٥٦٦، مشكاة المصابيح ٢٦٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۱/۷/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

فضول خرچی سے بچنے کے لئے اجتماعی شادیاں

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں عوام الناس کی فضول خرچیوں کو مد نظر رکھ کر تنظیم اصلاح معاشرہ کی جانب سے اجتماعی شادی کا انتظام کیا جاتا ہے، جس میں دولہا اور دولہن دونوں کی جانب سے چار چار ہزار کل آٹھ ہزار روپیہ جمع کرائے جاتے ہیں، اور تنظیم کل اخراجات اسی رقم کے اندر پورے کرتی ہے، بعض علماء سے سنا ہے کہ اس طرح دولہا سے رقم جمع کرانا صحیح نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر فریقین بخوشی راضی ہوں تو فضول خرچی سے بچنے کے لئے مذکورہ رقومات جمع کر کے شادی کی تقریب کا انعقاد درست ہے؛ البتہ جبر کسی پر درست نہ ہوگا؛ البتہ منکرات و رسومات سے بچنا بہر حال لازم ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/١٣، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢١٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢ رقم: ٥٤٩٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

سرمایہ داروں کا اجتماعی شادی کے اخراجات سنبھالنا؟

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اجتماعی شادی کی کمیٹی میں مال دار طبقے شامل ہو کر اس کے پورے اخراجات سنبھالتے ہیں، ان کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر منکرات سے بچتے ہوئے سرمایہ دار لوگ اس طرح کی اجتماعی شادیوں میں غریبوں کے تعاون کی غرض سے اپنی جیب سے خرچ کریں گے، تو ان کے لئے یہ باعثِ اجر و ثواب اور ایک اہم ترین کارِ خیر میں تعاون ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ، وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [البقرة: ۲۷۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۲/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

اجتماعی شادی کے لئے حکومت سے ملی ہوئی بقیہ رقم کو

منتظمین کا استعمال کرنا؟

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اجتماعی شادی کے نام پر کچھ رقم بطور امداد حکومت بھی دیتی ہے، جو ایک کثیر رقم ہوتی ہے، شادی مکمل ہونے کے بعد جو روپے اس میں سے بچتے ہیں، وہ کمیٹی کے ممبران اگر آپس میں بانٹ لیتے ہیں، تو منتظمین کا روپیہ تقسیم کرنا جائز ہے یا پھر اس رقم کا کیا کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اجتماعی شادی کے نام پر جو رقم حکومت بطور امداد دیتی ہے، اس میں سے بچی ہوئی رقم کا منتظمین کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، یہ ایک قسم کی خیانت ہے؛ بلکہ جن کی شادی ہو رہی ہے وہ رقم انہی کو بانٹ دینا ضروری ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾

[الآية] يعني لا يأكل أحد منكم مال غيره من المسلمين ومن تبعهم من أهل
الذمة بالباطل أي بوجه ممنوع شرعاً كالغصب والسرقة والخيانة والقمار والربا
والعقود الفاسدة. (تفسير مظہری / تفسیر سورة النساء ۲۹۸/۲ زکریا)

من أخذ مال غيره لا على وجه إذن الشرع فقد أكله بالباطل. (تفسير

القرطبي ۳۳۸/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲۶/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فون پر نکاح کرنا؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: اگر کوئی شخص اپنا نکاح موبائل فون کے ذریعہ دو گواہوں کی موجودگی میں کرے، تو اس آدمی
کا نکاح درست ہو جائے گا یا نہیں؟ دو گواہوں میں ایک گواہ تو لڑکی کی والدہ ہے اور دوسرا گواہ لڑکے
کا دوست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح میں فون کے ذریعہ ایجاب و قبول معتبر نہیں ہے،

نکاح اسی وقت منعقد ہوتا ہے، جب کہ عاقدین اصالتاً یا وکالتاً ایک مجلس میں موجود ہوں، اور اسی
مجلس میں دو گواہوں (یا ایک مرد اور دو عورتوں) نے ایک ساتھ ان کا ایجاب و قبول سنا ہو، اور
مسئلہ صورت میں یہ شرائط نہیں پائی گئیں؛ اس لئے نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ البتہ فون پر کسی کو وکیل
بنادیا جائے اور وہ عاقد کی طرف سے حسب شرائط قبول یا ایجاب کرے، تو نکاح درست ہو جائے گا۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین الخ. (الدر

المختار ۷۶/۴ زکریا)

وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما

معاً. (الدر المختار ۸۷/۴-۹۱ زکریا)

ومنها أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لا ينعقد، وكذا إذا كان أحدهما غائباً لم ينعقد. (الفتاوى الهندية ۲۶۹/۱ زكريا)

ومنها سماع الشاهدين كلامهما معاً، هكذا في فتح القدير ولو سمعا كلام أحدهما دون الآخر أو سمع أحدهما كلام أحدهما والآخر كلام الآخر لا يجوز النكاح، هكذا في البدائع. (الفتاوى الهندية ۲۶۸/۱ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب النكاح / عدالة الشاهدين ۵۲۷/۲ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۳۲۹ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیلی فون پر نکاح کے اقسام و احکام

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ٹیلی فون کے نکاح کو نکاح فضولی کا درجہ دیا جاسکتا ہے، یا یہ نکاح قطعاً معتبر ہی نہیں رہے گا؟ بہر صورت دوبارہ نکاح کرنا ہی ضروری ہوگا، اگر اس طرح سے لاعلمی میں کوئی نکاح ہو گیا ہو اور ایک مدت کے بعد معلوم ہوا ہو کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا، تو زوجین کے تعلقات اور اولاد وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹیلی فون پر نکاح کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مجلس عقد میں لڑکا حاضر نہیں ہے؛ لیکن لڑکے نے فون پر مجلس میں موجود کسی شخص کو نکاح کا وکیل بنا دیا اور اس وکیل نے لڑکے کی طرف سے مجلس میں گواہوں کے سامنے ایجاب یا قبول کیا، تو یہ نکاح شرعاً درست ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ لڑکی ٹیلی فون کے ذریعہ مجلس میں موجود کسی شخص کو اپنا وکیل بنا دے اور وہ وکیل اسی مجلس میں لڑکی کی طرف سے ایجاب یا قبول کرے، تو یہ عقد بھی شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ۱/۶۸۰، ۱۵۱ بھیل)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ براہ راست ایجاب یا قبول ٹیلی فون پر ہو، تو یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، اس پر نکاح فضولی کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ نکاح کی صحت کے شرائط میں سے یہ بات ہے کہ ایجاب و قبول کرنے والے دونوں فریق (إصالة وکالة) کی مجلس ایک ہو اور دونوں کے کلام کو اسی مجلس میں کم از کم دو گواہوں نے ایک ساتھ سنا ہو، اگر لاء علمی میں ایسا نکاح ہو گیا، تو دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؛ تاہم اس طرح کے نکاح میں عقد صحیح سمجھ کر جو وطی کی گئی ہے، وہ کم از کم وطی بالشبہ کے درجہ میں ہے؛ اس لئے اس سے جو اولاد ہوئی وہ احتیاطاً ثابت النسب ہوگی۔

ویصح التوکیل بالنکاح. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۶۹/۳)

ومن شرائط الإیجاب و القبول اتحاد المجلس. (لدر المختار مع الشامی ۷۶/۴ زکریا)

و شرط حضور شاهدين حرين مکلفین سامعین قولهما معاً. (شامی ۸۷/۴ زکریا)

قوله اتحاد المجلس: قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ینعقد.

(شامی ۷۶/۴ زکریا، بدائع الصنائع ۲/۴۹۰، زکریا)

إلا أن یقال: إن انعقاد الفراش بنفس العقد إنما هو بالنسبة إلى النسب؛

لأنه یحتاط في إثباته إحياء للولد. (شامی ۱۹۷/۵ زکریا)

ومنه أي من قسم الوطاء بشبهة، قال في النهر: وأدخل في شرح

السمرقندی منکوحة الغير تحت الموطوءة بشبهة. حيث قال: أي بشبهة

الملک أو العقد، بأن زفت إليه غير امرأته فوطئها أو تزوج منکوحة الغير ولم

یعلم بحالها وأنت خبير بأن هذا یقتضي الاستغناء عن المنکوحة فاسداً، إذ لا

شک أنها موطوءة بشبهة العقد أيضاً، بل هي أولى بذلك من منکوحة الغير،

إذ اشتراط الشهادة في النکاح مختلف فيه بين العلماء، بخلاف الفراغ عن

نکاح الغیر، إذا علمت ذلك ظهر لك أن الشارح متابع لما في شرح
السمرقندي لا مخالف له، ويمكن الجواب عن السمرقندي بأنه حمل
المنكوحه نكاحاً فاسداً على ما سقط منه شرط الصحة بقدر وجود المحلية
كالنكاح المؤقت أو بغير شهود، أما منكوحه الغیر فهي غير محل إذ لا يمكن
اجتماع ملكين في أن واحد على شيء واحد، فالعقد لم يؤثر ملكاً فاسداً، وإنما
أثر في وجود الشبهة. (شامی ۱۹۸۵-۱۹۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۲/۲۰۱۳
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

انٹرنیٹ پر ویڈیو کا لنک کے ذریعہ نکاح کرنا؟

سوال (۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: انٹرنیٹ ویڈیو کا لنک کے ذریعہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ میرا بھائی امریکہ میں ہے اور اس کی
جہاں شادی کی بات چل رہی تھی، تو لڑکی والوں نے اچانک جلدی کرنا شروع کر دی، لڑکا اتنی جلدی
نہیں آسکتا اس لئے نوری طور پر ویڈیو کا لنک کے ذریعہ نکاح کرنا پڑا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے
بہت لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا؟ کیا آنے کے بعد نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: انٹرنیٹ پر ویڈیو کا لنک کے ذریعہ نکاح شرعاً معتبر نہیں

ہے؛ لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اب یا تو یہ شکل ممکن ہے کہ لڑکی ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ لڑکے کو اپنے
سے نکاح کرنے کا وکیل بنا دے اور پھر لڑکا امریکہ ہی میں ایک ہی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے
یہ کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں موکلہ لڑکی سے کر لیا، اور دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکا جب امریکہ
سے ہندوستان آئے تو باقاعدہ دستور کے مطابق مجلس نکاح منعقد کی جائے گی، اور بہر حال انٹرنیٹ
والا نکاح کالعدم ہے۔

شرط سماع كل من العاقدین لفظ الآخر و شرط حضور شاهدين، أصيلاً
 يشهدان على العقد حرين مكلفين سامعين قولهما معا. (لمغرب ۴۵۹/۱ كراچی)
 من شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدر المختار ۷۶/۴ زكريا)
 ويتولى طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور:
 كأن كان أصيلاً من جانب ووكيلاً من آخر (در مختار) وتحتة في الشامية:
 كقوله مثلاً: زوجت فلانة من نفسي، فإنه يتضمن الشطرين، فلا يحتاج إلى
 القبول بعده. - إلى قوله - كما لو وكلته امرأة أن يزوجه من نفسه، فقال:
 تزوجت مؤكلتني. (الدر المختار مع الشامي / باب الكفاءة ۲۲۴/۴ زكريا) فقط والله تعالى اعلم
 الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۳۳ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انٹرنیٹ کے ذریعہ وکالت نکاح کے جواز کی صورت

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
 کہ: موجودہ دور کے نوا ایجاد انٹرنیٹ کے ذریعہ دولہا اور دولہن کی غیر موجودگی میں نکاح جائز ہونے
 کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اُس کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں؛ تاکہ اس سلسلہ میں
 ہماری رہنمائی ہو سکے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: انٹرنیٹ یا ٹیلی فون پر براہ راست نکاح جائز نہیں؛ البتہ
 اگر فریقین دونوں انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ کسی تیسرے کو وکیل بنادیں اور وہ مجلس نکاح میں دو
 گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لے، تو یہ نکاح منعقد ہو سکتا ہے۔

قال في الدر المختار: ويتولى طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول
 في خمس صور: كأن كان ولياً، أو وكيلاً من الجانبين الخ، قال الشامي: قوله:

ولیا أو وکیلاً من الجانبین کزوجت ابني بنت أخي، أو زوجت مؤکلی فلاناً مؤکلی فلاناً، قال ط: یکفی شاهدان علی وکالتہ و وکالتہا و علی العقد؛ لأن الشاهد یتحمل الشہادات العدیة. (الدر المختار مع الشامی ۲۲۴/۴ زکریا، ۹۶/۳ کراچی) وفي الفتح: ویجوز للواحد أن ینفرد بعقد النکاح عند الشہود علی اثین إذا کان ولیاً لهما، أو وکیلاً عنهما. (فتح القدیر ۲۹۹/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۲/۱۳۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاضی کا براہ راست فون پر لڑکی سے وکالت نکاح کی تصدیق کرنا؟

سوال (۴۱): - کیا فرماتا ہے علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فاطمہ نامی خاتون نے اپنے نکاح کے لئے ایک شخص کو اپنا وکیل بنایا، وکیل نے نکاح پڑھانے والے کے سامنے مسماۃ مذکورہ کی بات رکھی، تو نکاح پڑھانے والے نے موصوفہ سے براہ راست ٹیلیفون پر رابطہ کر کے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے نکاح کے لئے فلاں شخص کو اپنا وکیل بناتے ہوئے کہا ہے کہ میرا نکاح توفیق نامی شخص کے ساتھ کر دیں؟ تو فاطمہ نامی خاتون نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہاں میں نے فلاں کو نکاح کرانے کا ذمہ دار بنایا ہے، چنانچہ نکاح پڑھانے والے نے اس اقرار کے بعد اس وکیل کی موجودگی میں توفیق کا نکاح فاطمہ نامی خاتون کے ساتھ کر دیا، شرعیہ نکاح درست ہے یا غلط؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں لڑکی کی طرف سے وکالت نکاح

درست ہو چکا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۳۲/۱۱ کراچی)

وینعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، کزوجت نفسي أو بنتي أو مؤکلی منک، ویقول الآخر: تزوجت، وفي الشامی تحت قوله (کزوجت

نفسی او بنتی او موکلتی منک) اشار إلى عدم الفرق بين أن يكون المجيب أصيلاً أو ولياً أو وكيلاً. (الدر المختار مع الشامی ۶۹/۴ زکریا، ۹/۳ کراچی)

إذا وکلت المرأة رجلاً أن یزوجها علی مهر صحیح - إلى قوله - أما إذا

زوجها علی مهر صحیح فظاهر. (المحیط البرهانی ۱۵۳/۳ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کے لئے بہترین دن اور جگہ کیا ہے؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: شادی کے لئے بہترین دن اور بہتر جگہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کے لئے بہترین دن جمعہ کا ہے، اور بہتر جگہ مسجد ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف. (سنن الترمذي،

أبواب النكاح / باب ما جاء في إعلان النكاح ۲۰۷/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

قد نقل العلامة المناوي في كنوز الحقائق (۱۷۹/۲) حديث: "يوم

الجمعة يوم خطبة ونكاح" وعزاه إلى أبي يعلى الموصلي، (إعلاء السنن ۹/۱۱ دار

الكتب العلمية بيروت) قال المحشي (حازم القاضي): إسناده ضعيف جداً. (رواه أبو يعلى رقم: ۲۶۱۲)

وأورده الهيثمي في مجمع الزوائد ۲۸۵/۴، وقال: رواه أبو يعلى، وفيه يحيى بن العلاء، وهو متروك، قلت:

وفيه أيضاً عمر بن الحصين متروك. (حاشية: إعلاء السنن ۹/۱۱)

قال الحافظ بن حجر: ويستحب عقد النكاح في المسجد؛ لأنه عبادة،

وكونه يوم الجمعة. (فتح الباري ۱۰۲/۳، بحواله: إعلاء السنن ۹/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت)

ویندب إعلانه و تقديم خطبة و كونه في مسجد يوم جمعة بعاقده رشيد
وشهود عادل. (الدر المختار ۸/۳ كراچی، كذا في حاشية الشلبي على تبين الحقائق ۴/۲ ۴۷۱۲ دار
الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ۱۴۴۱۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے لئے افضل جگہ اور افضل شخص کون ہے؟

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: لڑکی کے نکاح کے لئے افضل جگہ اور نکاح پڑھانے والا افضل فرد کون ہو سکتا ہے؟ باپ
زیادہ حق دار ہے یا عالم دین یا محلے کی مسجد کا امام؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی کے نکاح کے لئے افضل جگہ مسجد ہے اور نکاح
پڑھانے کا زیادہ حق دار سمجھ دار عالم دین ہے، خواہ وہ باپ ہو یا محلے کا امام یا اور کوئی شخص۔

ویندب إعلانه، و تقديم خطبته، و كونه في مسجد يوم جمعة، بعاقده رشيد
(در مختار) و تحية في الشامية: و لحديث الترمذي أعلنوا لهذا النكاح، و اجعلوه
في المساجد. (الدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح ۶۶۴-۶۷ زكريا، كذا في البحر الرائق
۱۴۴۱۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد میں نکاح پڑھانا مستحب ہے

سوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: بذریعہ علماء اور کتب دینیہ معلوم ہوتا ہے کہ مستحب یہی ہے کہ نکاح مسجد میں ہو، کیا مستحب

مذکورہ پر ضد کرنا مسجد یا بیرون مسجد کسی دینی اجتماع میں کیا بدعت میں داخل نہیں ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد میں نکاح کی مجلس منعقد کرنا مسنون ہے، اور

لوگوں کو اس کی ترغیب دینی چاہئے، اس طرح بہت سی رسوم خود بخود ختم ہو سکتی ہیں؛ تاہم اس میں اتنا تشدد نہ کیا جائے کہ عوام یہ سمجھنے لگیں کہ مسجد ہی میں نکاح ضروری ہے، کسی اور جگہ نکاح ہی نہیں ہوگا۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۶۶/۷)

ویندب إعلانه و تقدیم خطبہ و كونه في مسجد. (الدر المختار مع الشامی ۸/۳)

کراچی، شامی ۶۶/۴ زکریا

و كل مباح يؤدي إليه (أي الوجوب) فمكروه. (الدر المختار مع الشامی ۱۲۰/۲)

کراچی، شامی ۵۹۸/۲ زکریا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۷/۱۵ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے موقع پر چھوہارے تقسیم کرنا؟

سوال (۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: نکاح کے موقع پر چھوہارے وغیرہ تقسیم کرنا واجب ہے یا سنت ہے یا صرف مستحب؟ اور کس کی طرف سے ہونا چاہئے؟ لڑکے کی طرف سے یا لڑکی کے اولیاء کی طرف سے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر حضور نے چھوہارا تقسیم فرمایا تھا، وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ولی ہونے کی وجہ سے تھا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سرپرست ہونے کی وجہ سے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے موقع پر چھوہارے وغیرہ تقسیم کرنا سنت یا

واجب نہیں؛ بلکہ مستحب ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ عمل کس کی طرف سے ہونا چاہئے؟ تو اس

سلسلہ میں ہماری نظر سے کوئی نقلی دلیل نہیں گذری ہے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوہارے تقسیم کرنا بھی کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، بالفرض اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو اس سے کسی ایک جانب استدلال مشکل ہے؛ اس لئے کہ سیدتنا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے آپ بذات خود ولی بھی تھے؛ البتہ عقلی اور ذوقی اعتبار سے یہ عمل لڑکے والوں کی طرف سے مناسب معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ لڑکے والوں کو لڑکی والے کے بالمقابل زیادہ خوشی ہوتی ہے، اور ایسا عمل بھی عام طور پر خوشی ہی کے موقع پر انجام دیا جاتا ہے۔ (اسوۃ رسول اکرم ۶۱۲)

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوج بعض نساءه فنشر عليه التمر، وفي رواية عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا زوج أو تزوج نثر تمرأ. (السنن الكبرى للبيهقي ۲۸۷۷-۲۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۲۸ھ

تبلیغی اجتماع میں نکاح؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فی زمانہ ازراہ شوق کچھ لوگ تبلیغی اجتماع میں نکاح کی ترغیب دیگر لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں، چنانچہ حسب ترغیب لوگ آمادہ ہو کر اپنی لڑکی اور لڑکے کا نکاح تو تبلیغی اجتماع میں کرتے ہیں؛ لیکن بعدہ سب رواج علاقائی کھانا پینا، جہیز کالین دین اور بقیہ تمام رسومات و خرافات برابر ادا کرتے ہیں، تبلیغی اجتماع میں نکاح کی ترغیب سنت سمجھ کر تو دلائی جاتی ہے؛ لیکن بقیہ خرافات و رسومات کے روکنے کی کوشش نہیں کی جاتی؛ بلکہ سنت کی ترغیب دلانے والے بھی تمام خرافات و رسومات میں برابر کے شریک رہتے ہیں، بالعموم نکاح کے بعد فوراً رخصتی بھی نہیں ہوتی؛ بلکہ کسی کی رخصتی ایک ہفتہ بعد اور کسی کی ایک مہینہ بعد یا چند مہینہ بعد کی جاتی ہے، نیز بوقت رخصتی رسومات

وخرافات تقریباً تمام کے تمام اسی طرح ادا کی جاتی ہیں، جیسا کہ غیر تبلیغی اجتماع وغیرہ کے نکاح اور رخصتی میں ہوتا ہے، کیا یہ تمام لوگ اس سنت کی توہین میں برابر کے شریک ہیں یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل نکاح میں اعلان کا حکم ہے؛ تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف. (سنن الترمذي، أبواب النكاح / باب ما جاء في إعلان النكاح ۲۰۷۱)

اور تبلیغی اجتماع میں مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے یہ مقصد پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے؛ لیکن وہاں نکاح کرنے کو ضروری نہ سمجھنا چاہئے اور نکاح کے بعد جو رسومات و خرافات ہوتی ہیں جن کا ناجائز ہونا ظاہر ہے، وہ کسی کے لئے بھی درست نہیں، خواہ نکاح کسی بھی مقام پر کیا جاتا ہو، ان سے سب کو احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۱۰/۱۲، فتاویٰ رحمیہ ۲۶۶/۵، بہشتی زیور ۲۲۶-۲۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی اجتماع میں نکاح کرا کے رخصتی دھوم دھام سے کرنا؟

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت کے جوڑ میں اکثر اجتماعی نکاح ہوتے ہیں، کیا اس کی کوئی فضیلت ہے؟ اگر نہیں تو ہمیشہ ہی ایسے مواقع پر اجتماعی نکاح دیکھنے میں آتے ہیں، جب کہ رخصتی اسی دھوم دھام سے اپنی مقررہ تاریخ میں ہوتی ہے، تو پھر اس میں سادگی کہاں رہی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تبلیغی اجتماعات میں نکاح کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ

لوگوں کو تقریباتِ نکاح کی بے جا رسومات اور فضول خرچیوں سے بچایا جائے، اور بڑے مجمع میں ان نکاحوں میں خیر و برکت کی دعائیں مانگی جائیں، اب اگر کوئی شخص اجتماعوں میں نکاح کرا کے رخصتی اور ولیمہ میں دھوم دھام کرتا ہے، اور شریعت کی حدود کی خلاف ورزی کرتا ہے، تو یہ بات یقیناً قابلِ مذمت ہے، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ جس طرح اجتماع میں سادگی کے ساتھ نکاح کرایا ہے، اسی طرح سنت کے مطابق رخصتی اور ولیمہ بھی ہونا چاہئے۔

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

وقال القرطبي: من أنفق ماله في الشهوات زائداً على قدر الحاجات

وعرضه بذلك للنفاق فهو مبذر. (تفسير القرطبي ۲۲۴/۵ بیروت)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن

أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (رواه البيهقي في شعب الإيمان ۲۵۴/۵ رقم: ۶۵۶۶، مشكاة

المصابيح ۲۶۸) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح پڑھانے کا حق دار کون ہے؟

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: نکاح پڑھانے کا حق کن کن لوگوں کو ہے؟ یا نکاح پڑھانے والا کیسا ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح پڑھانا کسی متعین شخص کا حق نہیں ہے؛ بلکہ آدمی کو

اختیار ہے جس سے چاہے نکاح پڑھوالے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۵۹۴/۱ ذیابھیل)

ویندب إعلانہ و تقدیم خطبہ و کونہ فی مسجد یوم جمعة بعاقده رشید.

(الدر المختار ۸/۳ کراچی، ۶۶/۴-۶۷ زکریا، کذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق ۴۴۷/۲ دار

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۱/۱۸ھ

قاضی کا خود وکیل بن کر نکاح پڑھانا؟

سوال (۴۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک نکاح میں امام صاحب خود قاضی بھی تھے اور بغیر کسی کی اجازت کے خود ہی وکیل بن کر نکاح پڑھا دیا، جب کہ وہاں دیگر بہت سارے لوگ بھی موجود تھے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ نکاح اولاً فضولی کے طور پر ہوا، پھر بعد میں جب

فریقین راضی ہو گئے تو نکاح درست اور نافذ ہو گیا؛ تاہم بہتر بات یہی ہے کہ باقاعدہ موکلہ یا اُس کے وکیل سے اجازت لے کر نکاح پڑھا جائے۔

ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولاية بالبلوغ؛ فإن استأذنها هو أي الولي وهو السنة أو وكيله أو رسوله أو زوجها وليها فسکت أو ضحكت فهو إذن. (درمختار) قوله: وهو السنة بأن يقول لها قبل النکاح: فلان یخطبک أو یدکرک فسکت، وإن زوجها بغیر استثمار فقط أخطأ السنة وتوقف علی رضاها، واستحسن الرحمتی ما ذکره الشافعیة من أن السنة فی الاستئذان أن یرسل إليها نسوة ثقات ینظرن ما فی نفسها، والأم بذلك أولى؛ لأنها تطلع علی ما لا یطلع علیہ غیرها. (الدر المختار مع الشامی / باب الولی ۱۵۹/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۳/۲۰ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح پڑھانے کیلئے عالم یا قاضی کا ہونا ضروری نہیں

سوال (۵۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں ایک شادی شدہ عورت ہوں، میرے ۱۵ بچے تھے جس میں دو لڑکوں کا انتقال ہو گیا، دو لڑکیاں ایک لڑکا ہے، میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، تقریباً گیارہ مہینے ہو گئے ہیں، اب میں نکاح کرنا چاہتی ہوں، مگر آپ یہ بتائے کہ کیسے کرنا ہے؛ کیوں کہ جس آدمی سے نکاح کرنا ہے وہ بھی بچے والا ہے، میں یہ چاہتی ہوں چپکے سے نکاح ہو جائے؛ اس لئے کہ جوان بچے ہیں، لڑکی کی منگنی ہو گئی ہے، کوئی مسئلہ ہو تو بتائیں، کیا نکاح کے لئے نکاح پڑھانے کے لئے مولانا کا ہونا یا گواہ ہونا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے انعقاد کے لئے کسی مولوی اور قاضی کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اگر دو شرعی گواہوں کے سامنے مرد و عورت خود ہی ایجاب و قبول کر لیں تو بھی نکاح شرعاً منعقد ہو جاتا ہے۔

النکاح ینعقد بالإيجاب والقبول..... ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا

بمحضور شاہدین. (الہدایۃ ۳۰۵/۲، البحر الرائق ۱۰۵/۳ رشیدیۃ، سبب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر ۳۲۰/۱ دار احیاء التراث العربی)

وینعقد متلبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار / کتاب

النکاح ۹/۳ کراچی)

وأما رکنہ فالإيجاب والقبول، کذا فی الکافی. (الفتاویٰ الہندیۃ ۲۶۷/۱) فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے نکاح پڑھوانے پر

کمپنی والوں کا مجبور کرنا؟

سوال (۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: نکاح خواں قاضی شہرگیس کی ٹنکیوں کو بلیک میں خرید و فروخت کرتا ہے، جب کہ ٹنکیوں کا بلیک کرنا حکومت کی طرف سے ممنوع اور غیر قانونی ہے، ایسے غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے نکاح پڑھوایا جاسکتا ہے، اس میں شرعاً قباحت تو نہیں ہے؟

(۲) زید اپنے بچوں کا نکاح ایسے غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے نہ پڑھوانے پر

بضد ہے، اس کا کہنا ہے کہ نکاح ایک پاک رشتہ کے منعقد ہونے کا ذریعہ ہے؛ لہذا ایسے قاضی سے نکاح پڑھوانا قطعاً درست نہیں ہے، زید از روئے شرع حق بجانب ہے؟

زید کو ایسے غیر قانونی دھندا کرنے والے قاضی سے اپنے بچوں کا نکاح پڑھوانے میں اطمینان قلب نہیں ہے، تو کیا اجتماعی شادی کمیٹی اپنے طے کئے ہوئے ایسے قاضی سے نکاح پڑھوانے کے لئے زید کو مجبور کر سکتی ہے، دباؤ ڈال سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح دین دار عالم سے پڑھوانا مستحب اور افضل ہے،

فاسق سے نکاح نہیں پڑھوانا چاہئے؛ البتہ اگر کسی نے فاسق سے نکاح پڑھوالیا تو نکاح درست ہو جائے گا، زید کو اگر مذکورہ قاضی سے نکاح پڑھوانے میں قلبی اطمینان نہیں ہے، اس لئے وہ اس سے نکاح نہیں پڑھوارہا ہے، تو اس کے اوپر دباؤ ڈالنا جائز نہیں ہے، اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دینا ضروری ہے، وہ جس سے چاہے اپنے بچوں کا نکاح پڑھوائے۔

ویندب إعلانہ وتقدیم خطبہ و کونہ فی مسجد یوم جمعة بعاقده رشید

وشہود عدول. (الدر المختار ۸/۳ کراچی، ۶۶/۴-۶۷ زکریا، کذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین

الحقائق ۴/۴۷۱۲ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ۱۴/۴۱۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۲/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرقہ مہدویہ کے ماننے والے کا پڑھایا ہوا نکاح

سوال (۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرقہ مہدویہ کے ماننے والے کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اس فرقہ کے میاں بیوی تھے، جو بعد میں تائب ہو کر مسلمان ہو گئے، تو کیا اب ان کے نکاح کی تجدید ضروری ہے یا وہی نکاح بدستور قائم رہے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: افضل اور مستحب یہی ہے کہ نکاح مسلمان دین دار نیک صالح آدمی سے پڑھوایا جائے اور کافر سے ہرگز نہ پڑھوایا جائے؛ البتہ اگر غیر مسلم سے نکاح پڑھوایا تو نکاح حقیقہ منعقد ہو جائے گا؛ کیوں کہ نکاح پڑھانے والا صرف ایجاب و قبول کی تعبیر کرتا ہے، ورنہ اصل عاقدین میاں بیوی ہوتے ہیں، مگر ایسا کرنا سخت بے عزتی اور سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۹۹/۱۶ میرٹھ)

ویندب إعلانه و تقدیم خطبة و كونه في مسجد يوم جمعة بعاقده رشيد وشهود عدول. (الدر المختار ۸/۳ کراچی، ۶۶/۴-۶۷ زکریا، کذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق ۴۴۷/۲ دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ۱۴۴/۳ زکریا)

اور فرقہ مہدویہ کے جو میاں بیوی ایک ساتھ مسلمان ہوئے ہیں، ان کا نکاح بدستور قائم رہے گا، بشرطیکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، اگر مانع شرعی موجود ہو مثلاً محرم سے نکاح کر رکھا تھا، تو پھر ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

أسلم المتزوجان بلا سماع شهود أو في عدة كافر معتقدين ذلك أقرأ عليه، لو كانا أي المتزوجان اللذان أسلما محرمين أو أسلم أحد المحرمين أو ترافعا إلينا فرق القاضي أو الذي حكما بينهما لعدم المحلية. (الدر المختار مع الشامي ۳۵۲/۴ زکریا)

تزوج كافر بلا شهود أو في عدة كافر وذافي دينهم جائز ثم أسلما أقرأ

عليه. (البحر الرائق ۳/۳۶۰، الفتاوى التاتارخانية ۴/۲۵۹۱ زکریا)

عن إبراهيم قال: كتب عمر بن عبد العزيز إلى حبد الحميد (هو عامله على الكوفة) إذا أسلمت المرأة قبل زوجها عرض على زوجها الإسلام، فإن أسلم فهما على نكاحهما الأول، وإن أبي أن يسلم فرق بينهما. رواه محمد في الحج له ۳۵۴ وسنده حسن. (إعلاء السنن ۱۲۳/۱۱ دار لكتب العلمية بيروت) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲۳۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مقلد سے نکاح؟

سوال (۵۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ (۱) کیا غیر مقلد سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) آج سے پہلے مذکورہ قریہ میں جن جن حضرات نے اپنی بیٹیوں اور بچوں کے نکاح

وغیرہ کرائے ہیں، اور نکاح آج بھی موجود ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) ایسے لوگوں کے یہاں شادی بیاہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) غیر مقلدین سے رشتہ مناکحت گو کہ جائز ہے؛ لیکن

تجربہ سے اس کے مفسد روز بروز سامنے آرہے ہیں؛ کیوں کہ:

الف:- روز بروز غیر مقلد کی بدزبانی کی وجہ سے میاں بیوی میں مذہبی مسائل میں جھگڑا

کھڑا رہتا ہے۔

ب:- اس جھگڑے کے اثرات خاندانوں تک پہنچتے ہیں۔

ج:- سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ غیر مقلد شوہر طلاق پر طلاق دیتا رہتا ہے، اور پھر

بھی الٹی سیدھی تاویل کر کے بیوی سے ازدواجی تعلق ختم نہیں کرتا، ان جیسی وجوہات کی بنا پر

متعصب غیر مقلدوں سے رشتہ مناکحت نہ کرنے ہی میں عافیت ہے۔

(۲) جو نکاح پہلے ہو چکے ہیں وہ بہر حال منعقد ہو چکے، ان کو توڑنے کی ضرورت نہیں؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو اپنے مسلک پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنے کی تاکید کی جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۷۵/۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۱۹/۱۵)

وفي النهر: تجوز مناکحة المعتزلة؛ لأننا لا نكفر أحداً من أهل القبلة.

(شامی ۴۰۱۳ کراچی)

(۳) متعصب غیر مقلدین سے رشتہ ناطہ مناسب نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ وہ اہل ایمان

ہیں، اس لئے فی نفسہ ان کے یہاں شادی بیاہ درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۳۳/۳ میرٹھ، کفایت المفتی ۳۲۵/۱، فتاویٰ رحیمیہ ۲۰۵/۸، فتاویٰ دارالعلوم ۱۷۵/۷)

وفي النهي: تجوز مناکحة المعتزلة؛ لأننا لا نكفر أحداً من أهل القبلة،

وإن وقع إلزاماً في المباحث. (شامی ۱۳۵/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۲/۱۷ھ

مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والی عورت سے نکاح کرنا؟

سوال (۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرا نکاح جماعت اسلامی سے وابستہ ایک شخص کی لڑکی سے منسلک ہے، میرے خسر صاحب ہمہ تن اس تحریک کے احیاء میں مشغول رہتے ہیں، اور عقائد مودودی کو مانتے ہیں، ان کے لٹریچر کو پڑھتے ہیں اور دوسروں کو پڑھاتے ہیں، نیز علاقے کے خاص رکن بھی ہیں۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء سے (جو اس تحریک سے وابستہ نہیں) بدظن ہیں، سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو غلطیاں پکڑی ہیں، اس کے بیان کرنے کو قباحت نہیں سمجھتے ہیں، میری بیوی بھی خسر والے عقائد کے ہم خیال ہیں اور مستقبل قریب میں اس جماعت

کے خیالات سے رجوع کا کوئی قصد دکھائی نہیں دے رہا ہے، میرے دو بچے بھی ہیں، اس بارے میں اپنے چند علماء و دوستوں سے مشورہ کیا، بعض نے تو کہا کہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے؛ کیوں کہ ہمارے اکابرین و مفتیان دینی مدارس نے ناجائز کا فتویٰ دیا ہو تو لوگوں کی نظر سے نہیں گزرا، دوسرے بعض نے کہا کہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت بالکل جائز نہیں ہے اور انہوں نے یہ دلیل پیش کی:

عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله اختارني واختار أصحابي وأمتهاري وجعلهم أنصاري وأنه سيجمعني في آخر الزمان قوم ينقصونهم ويسبرونهم ألا فلا تناكحوهم، ألا فلا تنكحوا إليهم، ألا فلا تصلوا معهم، فإن أدر كتموهم فلا ترعوهم فإن عليهم لعنة الله. (کنز العمال، دار قطنی، غنیة الطالبین ۱۴۱ لاہور)

ان دونوں باتوں سے جو پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں، از روئے شرع حل فرما کر صحیح رہنمائی فرمائیں اور مجھ کو اس الجھن سے نجات کا سامان مہیا فرمادیں۔
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: علماء دیوبند نے مودودی جماعت کی تکفیر نہیں کی؛ بلکہ انہیں بعض عقائدِ ضالہ کی بنیاد پر گمراہ قرار دیا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ۲۰۶/۴)۔
لہذا مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والی عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ ابتدا ہی میں نکاح کے وقت عورت کی دینی روش کی درستگی معلوم کر لی جائے، سوال میں مذکورہ حدیث یا تو اس جماعت کے بارے میں ہے جو اپنے عقائدِ فاسدہ کی بناء پر کفر کی حدود میں داخل ہو گئی ہو، یا پھر یہ امر اسبابِ ضرورتِ احتیاطی ہے، صورتِ مسئلہ بالا میں آپ کو اپنے بچوں کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے، کہیں ان کے عقائد بھی ماں کی طرح نہ ہو جائیں۔

وفي النهر: تجوز مناکحة المعتزلة؛ لأننا لا نكفر أحداً من أهل القبلة. (در

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۰/۱۴۱۰ھ

دیوبندی لڑکے کا بریلوی لڑکی سے نکاح؟

سوال (۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اہل دیوبند مسلک پر عامل لڑکے سے ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی کر دی جو اہل بریلوی مسلک سے تعلق رکھتی ہے، تو کیا یہ نکاح درست ہے، اب شادی کے بعد لڑکا اس لڑکی سے مسلک اہل دیوبند پر عمل کرنے کو کہتا ہے، تو کیا اس لڑکی کو اپنے شوہر کی بات مانتے ہوئے اہل دیوبند کے مسلک کو اختیار کر لینا چاہئے؟ اگر لڑکی اس سلسلہ میں اپنے شوہر کی بات نہ مانے تو وہ شوہر کی نافرمان اور گنہگار تو نہیں ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دیوبندی مسلک کے لڑکے سے بریلوی مسلک کی لڑکی کا نکاح شرعاً درست ہے، اور چونکہ مسلک دیوبند برحق ہے؛ اس لئے لڑکی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی زندگی مسلک دیوبند ہی کے مطابق گزارے، اور بریلوی مسلک کی بدعات و خرافات کو چھوڑ دے، ورنہ گنہگار ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۵۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی کو کافر کہہ کر بریلوی لڑکی کا دیوبندی لڑکے سے نکاح کو ختم کرنا؟

سوال (۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسلک دیوبند سے تعلق رکھتا ہوں، ماشاء اللہ کوئی بھی بدعت کا کام میرے گھر میں نہیں ہوتا

ہے؛ لیکن میرے بھائی کی شادی ایسے شخص کے گھر ہوئی ہے جو مسلک بریلوی سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے مفتی صاحب دیوبندی سے نکاح ہونے کو حرام کہتے ہیں؛ کیوں کہ دیوبندی کافر و مرتد ہے، کیا میاں بیوی کے مابین تفریق کر دی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: علماء دیوبند کے موحد، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں

کے شیدائی اور شریعت اسلامیہ کے ہر جزو پر کامل یقین رکھنے والے ہیں، ان کو یا ان کے ماننے والوں کو کافر اور مرتد قرار دینا بہت بڑی جسارت اور جرأت کی بات ہے، جو لوگ بھی جاننے اور بوجھنے کے باوجود محض عناد اور دشمنی میں دیوبندیوں کو کافر اور مرتد کہتے ہیں، انہیں خود اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے؛ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ کر پکارے اور وہ اس کا مصداق نہ ہو، تو یہ لفظ کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے۔“

بریں بنانا کورہ بریلوی لڑکی کا نکاح دیوبندی لڑکے سے شرعی طور پر درست ہو چکا ہے، اور

میاں بیوی میں تفریق کی کوئی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۵۸/۷)

عن عبد اللہ بن دینار أنه سمع ابن عمر رضي الله عنه يقول: قال رسول

الله صلى الله عليه وسلم: أيما المرأ قال لأخيه المسلم كافر فقد باء بها،

أحدهما إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه. (صحيح مسلم ۲۷۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بدعات والے گھر میں لڑکی کی شادی کرنا؟

سوال (۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کیا لڑکی کی شادی ایسے گھرانے میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جس کے سب اہل خانہ اس کو تمام رسومات پر یعنی شبِ برأت پر حلوہ بنانا اور مزارات وغیرہ پر چادر چڑھانے کے لئے بھیجتے ہیں، وہ

جانے سے انکار کرتی ہے آخر کار شوہر کی نافرمانی اور دوسرے لوگوں کی وجہ سے حلوہ بنانا پڑتا ہے اور زیارت وغیرہ پر بھی جانا پڑتا ہے، تو کیا بغیر دل کے صرف شوہر اور دوسرے اہل خانہ کی اطاعت کی وجہ سے حلوہ بنانا اور زیارت وغیرہ پر جا سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بدعات والے گھرانے میں لڑکی کی شادی کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے؛ لیکن اگر ایسی جگہ شادی ہوگئی ہو، تو جہاں تک ممکن ہو، مذکورہ لڑکی کے لئے بدعات و رسومات سے بچنے کی کوشش کرنا لازم ہے، اور ایسے ناجائز کاموں میں شوہر یا کسی کے بھی حکم کی تعمیل جائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ یا مبر تعالیٰ عبادہ المؤمنین علی فعل الخیرات وینہاہم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم. (تفسیر ابن کثیر ۱۰/۶، روح المعانی ۵۷/۷، تفسیر مظہری ۴۸/۳، تفسیر قرطبی ۴۷/۶)

عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة في معصية الله تبارك وتعالى، إنما الطاعة في المعروف. (صحيح مسلم ۱۲۰/۲)

عن عمران بن حصين رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى. (مسند أحمد ۵۹/۶-۶۰ رقم: ۲۱۰۳۰)

وحق الزوج علی الزوجة إن تطيعه في كل مباح يأمرها به. (البحر الرائق ۳۸۰/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



خطبہ نکاح سے متعلق مسائل

خطبہ نکاح میں آیات کی ترتیب

سوال (۵۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مشکوٰۃ شریف میں خطبہ نکاح اس طرح مرقوم ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ جب کہ یہ آیت حصن حصین میں ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي﴾ کے بعد مرقوم ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مشکوٰۃ شریف میں خطبہ نکاح میں جو آیات نقل ہوئی ہیں، ان کی ترتیب تو نظم قرآنی کے مطابق اور درست ہے؛ البتہ بظاہر ان میں دوسری آیت نقل کرنے میں حضرت سفیان ثوریؒ کو سہو ہو گیا ہے، انہوں نے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا﴾ کے بجائے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ الْخ﴾ نقل فرما دیا ہے، جب کہ یہ الفاظ، قرآنی آیات کے نہیں ہیں، اور حصین حصین میں یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا﴾ کے الفاظ کے ساتھ صحیح طور پر نقل ہوئی ہے۔

وفي جامع الترمذي: فسر الآيات الثلاث سفیان الثوري أقول: فيمكن الغلط سهواً منه، فالأولى أن تقرأ الآية على القراءة المتواترة كما في نسخة من الحصن وهو ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً، وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ الآية، فهو في غاية المناسبة

لحال النکاح وغیره من کل حاجة. (مرقلة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح / باب إعلان النکاح والخطبة ۲۸۴/۶ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبہ نکاح میں ”رَبُّكُمْ الَّذِي“ ب کے پیش کے ساتھ پڑھنا؟

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر خطبہ نکاح میں ﴿رَبُّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ﴾ کی جگہ ﴿رَبُّكُمْ الَّذِي﴾ ”ب“ کے پیش کے ساتھ پڑھے (ترکیبی اعتبار سے کیا خرابی آتی ہے) تو اس نکاح کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر اس کو نماز میں پڑھ لیا تو کیا حکم ہوگا؟ بہر دونوں صورت تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خطبہ نکاح میں ﴿رَبُّكُمْ﴾ کی جگہ ﴿رَبُّكُمْ﴾

پڑھنے سے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آتی، اسی طرح اگر نماز میں بھی یہ غلطی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی؛ کیوں کہ معنی میں کوئی خاص فرق نہیں آتا۔

وَأَمَّا الْمُتَأَخَّرُونَ فَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ الْخَطَأَ فِي الْإِعْرَابِ لَا يَفْسِدُ مَطْلَقًا، وَلَوْ
اعْتَقَادَهُ كُفْرًا؛ لِأَنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَمِيزُونَ بَيْنَ وَجْهِ الْإِعْرَابِ. (شامی ۳۹۳/۲ زکریا)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبہ نکاح دیکھ کر پڑھنا؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: خطبہ نکاح زبانی یاد نہ ہو تو کتاب دیکھ کر خطبہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: عقد نکاح میں اصل مقصود زبان سے کلماتِ خطبہ ادا کرنا ہے، اس کی بہتر شکل اگرچہ یہی ہے کہ زبانی ادا کہا جائے، جیسا کہ عام معمول ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص لکھے ہوئے خطبہ کو بھی پڑھ دے، تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا، جیسا کہ جمعہ کے خطبہ کو پڑھنے کا رواج ہے۔

(یندب تقدیم خطبۃ) (در مختار) فأفاد أنها لا تتعین بالفاظ مخصوصة،

وإن خطب بما ورد فهو أحسن. (الدر المختار مع الشامي ٦٦٤ زکریہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبہ نکاح بیٹھ کر پڑھنا مسنون ہے یا کھڑے ہو کر؟

سوال (۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: نکاح کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا مسنون ہے یا بیٹھ کر؟ شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فقہی عبارات میں اس بات کی صراحت نہیں ملی کہ

خطبہ نکاح بیٹھ کر دیا جائے یا کھڑے ہو کر؟ ہم نے اپنے اکثر اکابر کو بیٹھ کر خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور بعض اکابر کا معمول کھڑے ہو کر بھی رہا ہے، اردو فتاویٰ میں بھی دونوں طرح کی باتیں لکھی ہیں، اس لئے اس معاملہ میں بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں، جو جیسا مناسب سمجھے اس پر عمل کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵۹۲/۱ ذی القہل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



ایجاب و قبول سے متعلق مسائل

شادی کے لئے زوجین کی رضا مندی شرط ہے

سوال (۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کا انتقال ہو گیا، اور اس کی بیوی کی عدت بھی چار مہینہ دس دن گذر گئی، اب زید کی بیوی زید کے چھوٹے بھائی سے شادی کرنے کو تیار ہے؛ لیکن زید کا چھوٹا بھائی شادی کرنے کو تیار نہیں ہے،

اس صورت میں کیا کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زید کا بھائی زید کی بیوہ سے شادی کرنے سے انکار

کرتا ہے، تو اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

مستفاد: عن ابن طاؤس عن أبيه قال: لا يكره الرجل ابنته الشيب على

كحاح هي تکرهه. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۰۹۶۹ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی سے عقد کی اجازت کے وقت کن کن باتوں کا

تذکرہ ضروری ہے؟

سوال (۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ لڑکی سے عقد کی اجازت لیتے وقت کن کن باتوں کا تذکرہ ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی سے اجازت لیتے وقت اولاً اس کے ہونے والے شوہر کا تعارف کرایا جائے، پھر مہر کا تذکرہ کر کے اس پر اس کی رضامندی معلوم کی جائے۔ اب اگر وہ شیبہ ہے تو صریح الفاظ میں رضامندی ضروری ہے، اور اگر کنواری ہے تو محض خاموشی بھی رضا کے درجہ میں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تنكح الأيم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن، قالوا يا رسول الله! وكيف إذنها؟ قال: إن تسكت. (صحيح البخاري ۷۷۱/۲ رقم: ۴۹۴۳)

عن عدي الكندي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الثيب تعرب عن نفسها والبكر رضاها صماتها. (سنن ابن ماجه ۱۳۶ رقم: ۱۸۷۲، مسند أحمد ۱۹۲/۴، إعلاء السنن ۱/۸۴-۸۵ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۲۱/۶/۲۳ھ

عاقلہ بالغہ کی اجازت کے بغیر نکاح پڑھا کر بعد میں لڑکی

سے اجازت لینا؟

سوال (۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک قاضی (جو کہ مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں) نے ایک عاقل و بالغ لڑکی کی باقاعدہ اجازت لئے بغیر نکاح مکمل کر دیا، جب کہ لڑکی کے والد محترم سے بھی اجازت نہیں لی گئی، نکاح کی رسید میں گواہان اور وکیل کے نام بھی درج ہیں، بعد میں لڑکی سے نکاح کی رسید پر انگوٹھا نشان لگوا دیا گیا، کیا یہ نکاح درست ہو گیا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہ تھا کہ نکاح سے قبل لڑکی سے اجازت لی جاتی؛ لیکن جب کہ بلا اجازت قاضی نے نکاح پڑھایا اور بعد میں لڑکی نے راضی خوشی انگوٹھا لگا کر اس عقد کی اجازت دے دی، تو بھی یہ نکاح درست ہو گیا، اگر لڑکی اجازت نہ دیتی تو نکاح صحیح نہ ہوتا۔
عن أبي سلمة: جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت:
إن أبي أنكحني رجلاً وأنا كارهة، فقال لأبيها: لا نکاح لک، اذہبی فانکحی من
شئت. (أخرجه سعيد بن منصور، إعلاء السنن ۷۷/۱۱ دار الکتب العلمیة بیروت)

وإن قال آخر أشهدوا أني زوجها منه فبلغها الخبر فأجازت جاز. (ملاية ۳۲۲/۲)
ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استأذنها
هو أي الولي وهو السنة (در مختار) وإن زوجها بغير استيمار فقد أخطأ السنة
وتوقف على رضاها. (الرد المحتار / باب الأولياء ۵۸۱۳ کراچی، کذا فی البحر الرائق ۱۹۴/۳
زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۵ھ

نامحرم لڑکی سے براہ راست نکاح کی اجازت لینا؟

سوال (۶۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب جب کہیں نکاح پڑھانے جاتے ہیں، تو وکیل اور گواہوں
کے ساتھ دوپہن کے کمرہ تک خود بھی جاتے ہیں، اور لڑکی سے وہ براہ راست اجازت لیتے ہیں،
جب کہ وہ لڑکی کے لئے نامحرم ہیں، امام صاحب کو لڑکی کے کمرہ تک جانا اور کلمہ پڑھوانا یا اقرار کرانا
صحیح ہے؟ جب کہ وکیل اور گواہ قابل احترام اور باعزت ذمہ دار شخص ہوں، کچھ دن پہلے کی بات
ہے کہ ایک نکاح کے وقت امام صاحب، وکیل اور گواہوں کے ساتھ خود بھی گئے، جس میں وکیل اور
گواہوں میں ایک حاجی صاحب ذمہ دار اور پڑھے لکھے تھے، اُن کو یہ بات اچھی نہیں لگی، وہاں پر

موجود لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب تو ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں، جس لڑکی کا نکاح ہو رہا تھا وہ خود پڑھی لکھی اور صوم و صلوٰۃ کی پابند ہے، کیا امام صاحب کو ایسا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سنت یہ ہے کہ لڑکی کا ولی اور ذی رحم محرم ہی اس سے

اجازت لے، اور کسی بھی نامحرم شخص کا وکیل بن کر براہ راست لڑکی سے نکاح کی اجازت لینا شریعت میں جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ بڑی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ پس امام صاحب کو نامحرم عورت سے اجازت لینے خود جانا درست نہ ہوگا، انہیں یہ طریقہ ترک کر دینا لازم ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۲۷۵ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ)

عن عطاء قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا خطب أحدًا من

بناتہ جلس إلی جنب خدرها فقال: إن فلانًا یخطب فلانۃً فإن سکتت زوجہا، وإن طعنت بیدہا، وأشار حفص بیدہ السبابة، أي تطعن فی الخدر لم یزوجہا.

(المصنف لابن أبی شیبہ ۳/۴۵۱ رقم: ۱۵۹۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ولای یجبر البالغة البکر علی النکاح، فإن استأذنها هو الولی، وهو السنة،

أو وکیلہ فسکتت أو ضحکت غیر مستهزئة أو تبسمت أو بکت بلا صوت،

فہو إذن. (شامی ۱۵۹/۴ زکریا)

واستحسن الرحمتی ما ذکرہ الشافعیۃ: من أن السنة فی الاستیذان أن

یورسل إلیہا نسوة ثقات ینظرن ما فی نفسہا، والأمر بذلك أولى؛ لأنها تطلع علی

ما لا یطلع علیہ غیرہا. (الدر المختار / باب الولی ۱۵۹/۴ زکریا)

وینظر من الأجنبیۃ إلی وجہہا وکفیہا فقط للضرورة، وهذا فی زمانہم،

أما فی زماننا فممنوع من الشابة. (شامی ۵۳۲/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۶/۱۷ھ

اجازت نکاح کے بعد لڑکی کا دستخط سے انکار کرنا؟

سوال (۶۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی کے لئے ایک جانے پہچانے شخص نے ایک لڑکے کے رشتہ کی درخواست رکھی، جو معتبر اشخاص کی فہرست میں شامل تھے، انہوں نے لڑکے کی جو خصوصیات بیان کیں، اُس میں سرفہرست یہ جملہ تھا کہ: ”وہ بس تمہارے بڑے لڑکے کی کاپی ہے، رنگ روپ، ادائیں، عمر، تعلیم و مشاغل میں تم کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔“ مماثلت میں یہ بات ہوتے وقت میری لڑکی نماز میں مشغول تھی، اسی حالت میں یہ جملے اس کے ذہن نشین ہو گئے، اس بارے میں ہمارا جواب جانے تک ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہماری لڑکی کو عذر نہیں ہے اور ہماری کوئی بات اس موضوع پر لڑکی سے ہوئی بھی نہیں، یعنی بالمشافہ گفتگو نہیں ہوئی۔ مندرجہ بالا خصوصیات کی اصل حقیقت سے ہم واقف نہ تھے، اور اسی بنا پر ہمیں زیادہ تردد بھی نہیں ہوا کہ پیغام لانے والے صاحب معتبر اشخاص میں شامل تھے، پھر بعد میں ایسے کئی مواقع آئے کہ ہم اس لڑکے کو دیکھنا اور ملنا چاہتے تھے، مگر وہ کسی نہ کسی مصروفیت کے سبب مواقع پر موجود نہ پایا گیا، اور دیگر ہمارے اعزہ و احباب اس لڑکے کے دوسرے بھائی کو اس کی جگہ سمجھتے ہوئے غلط فہمی میں رہے، اور اخیر وقت تک ہم سے یہ نہ کہہ سکے کہ یہ وہ لڑکا نہیں ہے، یہاں تک کہ طے شدہ وقت سے بہت پہلے ایک فرمائش کے نتیجہ میں خطبہ نکاح پڑھ دیا گیا، اور اس وقت وکیل گواہان اور دیگر تمام رشتہ دار اور احباب نے لڑکے کو دیکھا اور سمجھنے کی کوشش کی، اور خود میں نے بھی یہ محسوس کیا کہ بھاری غلطی ہونے جا رہی ہے، اس دوران نکاح میں شرکت کے لئے جانے والے اشخاص سے لڑکی کو سن گن مل گئی کہ لڑکا ان خصوصیات سے بالکل مختلف ہے، جو ایجاب و قبول سے پہلے اُسے گوش گزار کی گئیں؛ لہذا اس نے رجسٹر نکاح کی رسید پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اب کیفیت یہ ہے کہ خاندانی رتبہ حسب و نسب کے اور دینی اعتبار سے تو ٹھیک، مگر صورت، شانِ عمر، تعلیم، قد و قامت، پیشہ وارانہ صلاحیت میں وہ بے جوڑ ہے، جب کہ شریعت کا مشورہ ہے کہ جوڑ دیکھو، دوئم تمام کے مشورہ کے خلاف ہے، جب کہ شریعت سے مشورہ میں خیر بتائی

جاتی ہے، سوئم غلطی کو نبھائے جانے کے برخلاف غلطی کو سدھارنے کے لئے صلحاء حضرات فرماتے ہیں، اور ہمیں واضح طور پر محسوس ہونے لگا ہے۔ صحیح طور پر ہم نے تحقیقات نہ کرنے اور محض اگلے کے بیان پر بھروسہ کرتے ہوئے اتنا آگے تک بڑھ گئے، تو اب ہم مزید قدم اٹھانے پر اور زیادہ گنہگار ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ نکاح کسی طرح فسخ ہو جائے، فسخ نکاح کی کیا کیا صورتیں ہیں؟ کیا لڑکے کا تحریر کرنا کافی ہے یا مجلس میں طلاق کہنا ضروری ہے؟ ابھی لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی ہے، اور کیا نکاح نامہ پر لڑکی کے دستخط نہ کرنا خود نکاح کو فاسد میں شمار کرنا ہے۔

نوٹ:- لڑکی نے زبانی اجازت دے دی تھی؛ البتہ نکاح ہونے کے بعد رجسٹر پر دستخط کرتے وقت دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگرچہ فریقین کی طرف سے دانستہ یا

ناداستہ یہ کوتاہی ہوئی کہ نکاح سے قبل لڑکے کو صورت سے پہچانا نہیں گیا، ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا؛ لیکن نکاح کے وقت جب نام و نسب کے ساتھ لڑکی والے نکاح پر راضی ہو گئے اور لڑکی نے زبانی اجازت بھی دے دی، اس لئے یہ نکاح شرعاً منعقد ہو چکا ہے۔ اب لڑکے سے طلاق یا شرعی تفریق کے بغیر اس لڑکی کا کسی دوسرے لڑکے سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم، ۳۱/۸، امداد المقتبین ۵۲۳)

وینعقد بايجاب وقبول من الآخر. (الدر المختار ۳۸/۴ زکریا)

رکن النکاح: الإيجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۳/۴ رقم: ۵۳۶۱ زکریا)

البحر الرائق ۱۴۴/۳ زکریا)

أما منکوحة الغیر لم یقل أحد بجوازہ ولم ینعقد أصلاً. (الفتاویٰ الہندیة

۲۸۰/۱، بدائع الصنائع ۵۴۸/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: اجقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۶/۱۷ھ

نشہ میں انعقادِ نکاح

سوال (۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حالتِ نشہ میں انعقادِ نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شراب پی کر اگر نشہ آیا ہے تو اس حالت میں نکاح کا انعقاد صحیح ہے؛ البتہ اگر دو اور غیرہ پینے سے نشہ آ گیا، تو اس حالت میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔
قال في التاتارخانية: نکاح المکره و السکران صحیح. (لفتاویٰ التاتارخانية ۱۰/۳)
إن کان سکره بطریق محرم لا یبطل تکلیفه، فتلزمه الأحکام و تصح عباراته من الطلاق و العتاق و البیع و الإقرار و تزویج الصغار من کفو. (شامی ۲۳۹/۳ کراچی)

أو بمباح كما إذا سکر من ورق الرمان؛ فإنه لا يقع طلاقه ولا عتاقه.
(شامی ۲۴۰/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۴/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نیم بے ہوشی کی حالت میں کیا ہوا نکاح؟

سوال (۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) میں نے اپنی بیٹی زینب بی بی کا نکاح غلام محمد ابن یعقوب خاں عرف کالو خاں کے ساتھ بتاریخ ۷/ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ کو شرعی و کیل و گواہوں اور ہمارے گھر والے اور دولہا کے گھر سے بہنوئی اور ان کے بھانجے بالغ اور دیگر حاضرین مجلس مردوں اور عورتوں کے سامنے بخریت مکمل کر دیا تھا، جس میں دولہا نے کہا: ”میں نے اپنے نکاح میں قبول کیا“ بعد ازاں لڑکی کو دولہا کے ساتھ اس کے گھر بھیج دیا تھا، اس کے بعد دولہا کے بہنوئی سلیم خاں اور دولہا کے ساتھ شاید کسی لین

دین میں یا کسی دیگر گھریلو مسئلہ میں تنازعہ پیش آیا؛ لہذا سلیم خاں نے کہا ”آپ کا نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ غلام محمد نشہ میں تھا“ غلام محمد سے پوچھنے پر معلوم ہوا میں ہوش میں تھا، اور میں نے ہوش میں نکاح قبول کیا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر زوج نشہ کی حالت میں بھی ہوا اور وہ کہے کہ میں نے نکاح قبول کیا ہے، تو یہ نکاح درست ہو گا یا نہیں؟

(۲) اگر نشہ کی حالت کو سلیم نے ارادۂ چھپایا ہوا اور لڑکی والوں کو آگاہ نہ کیا ہو، اور چشم پوشی کی ہو، تو نشہ کی حالت میں ہوش مکمل سلامت ہو، تو کیا یہ نکاح درست ہوگا، یا دوبارہ نکاح کی رسم ادا کرنی ہوگی؟

(۳) اس سالے بہنوئی میں آپسی لین دین کے معاملہ میں بہت زیادہ فون پر تو تو میں میں ہوتی تھی، اور بیرونی ملک سے واپس آنے پر دونوں میں تنازعہ بھڑک اٹھا۔

(۴) غلام محمد اور زینت دونوں ایک ماہ ساتھ بھی رہے ہیں، فی الحال سمندری جہاز پر نوکری ہونے کی وجہ سے دو ماہ بعد آنے کا اندیشہ ہے، آپ حضرات اس بارے میں شرعی فیصلہ تحریر فرمائیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) مسئلہ صورت میں جب کہ غلام محمد خود اس بات کا دعویٰ کر رہا ہے کہ اس نے بحالت ہوش و حواس نکاح قبول کیا ہے، اور قاضی کے ایجاب پر اس کا صحیح طرح قبول کرنا اس کے لئے مؤید بھی ہے؛ لہذا یہ نکاح یقیناً منعقد ہو گیا، کسی دوسرے شخص کی طرف سے اسے بلا دلیل مد ہوش قرار دینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) اور ایسا معمولی نشہ جس سے آدمی کے ہوش و حواس مختل نہ ہوں، وہ نکاح کے لئے مانع نہیں ہیں؛ لہذا دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

(۳) سالے بہنوئی کو اس معاملہ میں بلا وجہ تنازع نہ کرنا چاہئے۔

(۴) مسئلہ صورت میں غلام محمد اور زینت کا ایک ساتھ رہنا بلاشبہ درست ہے۔

وينعقد ملتبساً یا ایجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامی)

امراة قالت لرجل: زوجت نفسي منك، فقال الرجل: بخداوندگارے پزیر

فتم يصح النكاح. (الفتاوى التاتارخانية ۵۸۲/۲ کراچی)

والسكران من لا يفرق بين الرجل والمرأة والسماء والأرض، وقالوا: من

يختلط كلامه غالباً فلو نصفه مستقيماً، فليس بسكران.. (الدر المختار مع الشامی

۷۴/۶ زکریا، الفتاویٰ الہندیہ ۱۰۹/۲)

قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ [الانفال: ۴۶]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا. (صحيح البخاري

۸۹۶/۲، مشكاة المصابيح ۴۲۷)

وأما أحكامه: فحل استمتاع كل منهما بالآخر على الوجه المأذون فيه

شرعاً، كذا في فتح القدير. (الفتاوى الہندیہ ۲۷۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

مذاق میں لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ”میں شادی کرنا چاہتا ہوں“؟

سوال (۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک بالغ لڑکی ایک لڑکا (جس کی عمر پندرہ سال ہے) اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتی ہے کہ میں اس کے

ساتھ شادی کروں گی، ایک تیسرا شخص لڑکی سے معلوم کرتا ہے کہ کیا تو واقعی اس سے شادی کرنا چاہتی

ہے؟ وہ کہتی ہے کہ: ”اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں“، دوسری طرف جب لڑکے سے معلوم کیا جاتا

ہے کہ کیا تجھ کو یہ لڑکی قبول ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہاں! میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور مجھ کو یہ

لڑکی قبول ہے۔ ان دونوں کے اس بیان کو ایجاب و قبول مان کر تیسرا شخص یہ کہتا ہے کہ تمہارا نکاح

ہو گیا، تو کیا واقعی یہ نکاح ہو گیا؟ جب کہ اس وقت ایک بالغ مرد اور دو بالغ عورتیں موجود تھیں، اور

لڑکے سے بار بار قبول کرنے کی تکرار ہوئی، بعد کو لڑکی یہ کہتی ہے کہ یہ سب مذاق میں کہہ رہی تھی؟

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں لڑکی کا یہ کہنا کہ: ”میں شادی کرنا چاہتی ہوں یا شادی کروں گی“ ایجاب نہیں ہے؛ بلکہ محض رضا مندی کا اظہار ہے، اسی طرح لڑکے کا یہ کہنا کہ: ”میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں یا مجھ کو یہ لڑکی قبول ہے“، یہ محض وعدہ اور تمنا کا اظہار ہے، اسے قبول نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ یہ مجلس بظاہر عقد نکاح کے لئے منعقد نہیں کی گئی ہے اور الفاظ بھی فی الحال انعقاد پر دال نہیں ہیں۔

وإنما یصح بلفظ تزویج و نکاح؛ لأنہما صریح، وما عداہما کنایۃ، وهو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملۃ فی الحال. (تنویر الأبصار مع الدر المختار / کتاب النکاح ۷۸۱۴-۷۹ زکریا، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ ۲۷۰/۱)

و کذا أنا متزوجک أو جئتک مخاطباً لعدم جریان المساویۃ فی النکاح، أو هل أعطیتنیہا أن المجلس للنکاح وإن للوعد فوعد. (کذا فی الدر المختار مع الشامی ۷۲۱۴-۷۲۳ زکریا، ۱۲/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایجاب و قبول کتنی بار کرانا چاہئے؟

سوال (۷۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایجاب و قبول کتنی بار کرانا چاہئے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایک بار ایجاب و قبول کرانا کافی ہے، دو یا تین بار کرانے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶۱۰-۶۰۶ ذیابھیل)
وینعقد بالإيجاب والقبول، فإذا قال لها: أتزوجک بكذا فقالت: قبلت،

یتم النکاح. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۷۰/۱، کذا فی الہدایہ ۳۰۵/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲۷/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نوشتہ سے قبول کرانے کے لئے کیا کہنا چاہئے؟

سوال (۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ مجلس نکاح میں خطبہ کے بعد نوشتہ سے قبول کرانے کے لئے کیا کہنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خطبہ کے بعد نوشتہ سے کہا جائے کہ مثلاً فلانہ بنت فلاں

کا نکاح بعوض اتنے مہر تم سے کر دیا گیا، تمہیں قبول ہے؟ اس کے جواب میں اگر وہ قبول کر لے تو

نکاح منعقد ہو جائے گا، اور قبول کرانے کے لئے کوئی الفاظ متعین نہیں ہے، جن لفظوں سے بھی پورا

مضمون ادا ہو جائے، انہیں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فاذا قال لأخو: زوجتك ابنتي على ألف درهم فقال الزوج قبلت النکاح

وسکت عن المہر ینعقد النکاح بینہما. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۶۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۳/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ایجاب نکاح کے جواب میں صرف ”جی قبول کیا“ کہنا؟

سوال (۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

میں کہ: نکاح پڑھانے والا نکاح کے خطبہ سے فارغ ہو کر جب لڑکے سے پوچھتا ہے کہ اتنے مہر

کے عوض فلاں بنت فلاں کو آپ کی زوجیت میں دیا جا رہا ہے، آپ نے قبول کیا، تو اس کے جواب

میں بجائے یہ کہنے کے کہ ”میں نے قبول کیا“، میں نے چھوڑ کر صرف یہ کہہ دیا کہ ”جی قبول کیا“، تو

اتنا کہہ دینے سے نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں؟ نکاح کی صحت پر کوئی اثر تو نہیں پڑا؟

الجواب وباللہ التوفیق: ایجاب نکاح کے جواب میں ”جی قبول کیا“ کہنے سے بھی بلاشبہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، کسی شک و شبہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وينعقد ملتبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، وضعاً للمضی.

(شامی ۶۹/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے وقت ”قبول کی میں نے انشاء اللہ“ کہنا؟

سوال (۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نکاح کے وقت قبول کرتے ہوئے یوں کہنا: ”قبول کی میں نے انشاء اللہ“ کیا قبولیت کے بعد فوراً انشاء اللہ کہنے سے قبولیت اور نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟ جیسے طلاق میں فوراً انشاء اللہ کہنے سے طلاق نہیں ہوتی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے کہ ایجاب و قبول

میں انشاء اللہ کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۶۲/۷)

کل ما یختص باللسان یطله الإستثناء. (شامی ۶۲۳/۴ زکریا)

لیکن یہ حکم اسی وقت ہے جب کہ کہنے والا انشاء اللہ کا مطلب بھی سمجھتا ہو، اور اگر اس کا منشاء انشاء اللہ کہنے سے اپنی بات مؤکد کرنے کا ہو، جیسا کہ بہت سے ناواقف لوگوں کا معمول ہے کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، تو وہ انشاء اللہ لگاتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں انشاء اللہ ضرور آؤں گا، تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کا ایجاب کے جواب میں ”أقبل“ کہنا؟

سوال (۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بالغ اور با اختیار شخص ہے، اب زید کے باپ کو لڑکی والے کے یہاں لے کر گئے اور نکاح کی مجلس جمی، جس میں تقریباً پچاس آدمی شریک ہوئے، خطبہ پڑھانے والے نے جب کہا کہ میں فلاں کی لڑکی فلاں کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں، تو زید نے کہا ”أقبل“ پھر زید ایک سال کے بعد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے، تو کیا نکاح معتبر مانا جائے گا؟ اگر نکاح معتبر نہیں مانا جائے گا تو پھر گواہوں کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زید نے قبول کرنے کی نیت سے ”أقبل“ کا لفظ استعمال کیا ہے، تو یہ نکاح منعقد ہو گیا، چاہے ”أقبل“ کے معنی اسے معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ بریں بناء اس کے لئے اپنی منکوحہ سے ازدواجی تعلق قائم کرنا درست ہے۔

قال في الفتح: لو لقنت المرأة ”زوجت نفسي“ بالعربية ولا تعلم معناه، وقيل: والشهود يعلمون ذلك، أو لا يعلمون صح، ومثل هذا في جانب الرجل إذا لقنه ولا يعلم معناه. (شامی ۷۸۱۴ زکریا)

لقنت المرأة زوجت نفسي من فلان بالعربية، وهي لا تعرف أيش؟ قيل: صح النكاح بينهما، وقيل: ينقعد. (فتاویٰ لتاتارخانیة ۸۱۴ رقم ۵۳۶۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عن اللہ عنہ

لفظ ”ہبہ“ سے نکاح کے لئے نیت شرط ہے

سوال (۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کتاب ”احسن المسائل“ میں لکھا ہے کہ نکاح لفظ ”ہبہ“ سے اور لفظ ”تزوج“ سے بھی ہو جاتا ہے،

اس تحریر کو پڑھ کر زید نے دو آدمیوں کے سامنے ہندہ کو کہا: ہب لی نفسک۔ (تم اپنے کو مجھے ہبہ کر دو) اس پر ہندہ نے کہا: وہبت لک نفسی (میں نے اپنے کو آپ کو ہبہ کیا) مگر اس مکانے میں زید نے نکاح کی نیت کی اور ہندہ نے نکاح کی نیت نہیں کی، اور اب تک زید کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی کرتی ہے، تو اس صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ ہندہ ایک جوان غیر شادی شدہ عورت ہے اور زید نے ہندہ کو دو سو روپیہ دین مہر کی نیت سے دیا اور دین مہر کہہ کر نہیں دیا اور ہندہ نے اسے لے لیا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لفظ ”ہبہ“ نکاح کے کنائی الفاظ میں ہے، یعنی اگر ان

الفاظ کی ادائیگی کے وقت نکاح کی نیت کی ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ صورتِ مسئلہ میں چونکہ ہندہ نے ”وہبت لک نفسی“ کہتے وقت نکاح کی نیت نہیں کی ہے؛ لہذا قبول صحیح نہیں ہوا، اور نکاح منعقد نہیں ہوا؛ لہذا زید و ہندہ پر از سر نو نکاح کرنا لازم ہے۔

وإنما یصح بلفظ ”تزوید و نکاح“: لأنہما صریح، وما عداہما کنایۃ، ہو

کل لفظ وضع لتملیک عین کاملۃ، کعبۃ أي إذا کانت علی وجه النکاح، وکل ما تملک بہ الرقاب بشرط نية أو قرینة، وفہم الشہود المقصود۔ (الدر المختار مع

الشامی ۱۷۱۳ کراچی، ۷۹/۴ زکریا، کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۲/۸۰۸ ۹۰۸ در المعرفة

بیروت، النہر الفائق ۱۷۲/۲ إندادیۃ، بحوالہ: تعلیقات: فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۶۶۴/۱۰ قابیل)

اور چونکہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے؛ لہذا زید نے جو دو سو روپیہ مہر کے نام پر دیا ہے، وہ اسے

واپس لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سامان منصور پوری غفرلہ ۳/۸/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی سے اجازت لیتے وقت دولہا کے بھائی کا نام لینا؟

سوال (۷۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: وکیل نے لڑکی سے اجازت لیتے وقت: دلہا کے نام کے بجائے دولہا کے بھائی کا نام لیا؛ لیکن ذہن میں دولہا ہی تھا؟ نام میں غلطی کر دی، تو یہ صحیح ہی ہو یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکے یعنی اصل دولہا سے قبول کراتے وقت اگر مذکورہ

لڑکی کا نام صحیح طریقہ پر لیا گیا، تو یہ نکاح فضولی کے بطور موقوفاً منعقد ہو گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لڑکی بعد میں اس نکاح کی اطلاع ملنے پر راضی نہ رہے، یا رخصت ہو کر بخوشی دولہا کے گھر چلی گئی وغیرہ، تو یہ نکاح انجام کار درست اور نافذ ہو جائے گا، اور نکاح سے پہلے لڑکی سے جو دولہا کے بھائی کے لئے اجازت لی گئی تھی وہ خود بخود کا عدم ہو گئی۔

و كذلك لو زوج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلاً بغير رضاها، وهذا

عندنا، فإن كل عقد صور من الفضولي، وله ميجيز انعقد موقوفاً على الإجازة.

(الهداية ۳۲۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۴/۲۰۰۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کی طرف سے ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کا اعراض کرنا؟

سوال (۷۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: لڑکی سے نکاح کی اجازت لی گئی، لڑکے نے لڑکی کے وکیل سے ایجاب کیا، مگر وکیل نے ایسا عمل کیا جو اس کے اعراض کو ظاہر کرتا ہو، اس طرح ایجاب باطل ہو گیا، تو کیا لڑکی کی اجازت و وکیل باقی رہے گی؟ اور دوبارہ لڑکا ایجاب کرے تو لڑکی کے وکیل کا قبول کرنا معتبر ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح میں چوں کہ حقوق عقد امر کی طرف لوٹتے ہیں؛

اس لئے اس خاص صورت میں محض لڑکی کے وکیل کے اعراض کرنے سے تو کیل میں کچھ فرق نہیں پڑے گا، اور دوبارہ ایجاب کے بعد لڑکی کے وکیل کے قبول کرنے سے نکاح درست ہو جائے گا۔

و كل عقد يضيفه إلى مؤكله كالنكاح والخلع والصلح عن دم العمد، فإن حقوقه يتعلق بالمؤكل دون الوكيل - إلى قوله - لأن الوكيل فيها سفير محض ألا ترى! أنه لا يستغنى عن إضافة العقد إلى المؤكل. (لهدایة ۱۸۰۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوشتہ کے قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والے کا مجلس سے اٹھ جانا یا اعراض کرنا؟

سوال (۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک شخص نے نکاح کا ایجاب کیا اور دوسرے فریق کے قبول کرنے سے پہلے خود ایجاب کرنے والا مجلس سے اٹھ گیا، یا اس نے ایسا کام کیا جس سے اعراض ظاہر ہوتا ہو، تو ایجاب باقی رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح فی الجملہ ان عقد میں سے ہے جن کی تکمیل

ایجاب و قبول کے ذریعہ ہوتی ہے؛ لہذا جو حکم دیگر عقد میں ایجاب و قبول کا ہے وہی حکم نکاح میں بھی ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ اگر قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والا شخص مجلس عقد سے اٹھ جائے یا اعراض کرے تو ایجاب باطل ہو جاتا ہے۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس لو حاضرین، وإن طال

كمخيرة الخ. (الدر المختار) (قوله: اتحاد المجلس) قال في البحر: فلو

اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر

بطل الإيجاب الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح / مطلب: التزوج بإرسال کتاب ۷۶/۴ زکریا، ۱۴/۳ کراچی، کذا فی البحر الرائق / کتاب النکاح ۱۴۸/۳ زکریا، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح / الباب الأول ۲۶۹/۱ زکریا)

وأيهما قام عن المجلس قبل القبول بطل الإيجاب؛ لأن القيام دليل الإعراض والرجوع. (الہدایہ ۲۰/۳)

فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب؛ لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعاً تيسيراً. (البحر الرائق / کتاب النکاح ۱۴۸/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابلاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۳۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے لڑکیوں کے نام میں تبدیلی آ جانے کی وجہ سے نکاح کا حکم

سوال (۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی دو لڑکیوں کا نکاح تھا، وکیل گواہ دونوں لڑکیوں سے اجازت لینے گئے واپس آ کر نکاح خواں نے غلطی سے ایک دوسرے کے نام سے ایجاب و قبول کر دیا، مثلاً زید کا ہندہ سے اور خالد کا حفصہ سے جب کہ زید کا حفصہ سے اور خالد کا ہندہ سے ہونا تھا، کیا یہ نکاح ہو گئے؟ کیا صرف نام بدل جانے سے نکاح پر اثر پڑ جاتا ہے، جب کہ دونوں طرف سے دو لہن کو معلوم ہے میرا نکاح فلاں لڑکے سے ہونا ہے، اور اسی کی اجازت دی ہے؛ لیکن نکاح خواں نے یا وکیل گواہوں نے بھول سے نام بدل دیا، ایسے ہی دو لہا کو معلوم ہے میرا نکاح فلاں لڑکی سے ہونا ہے، اسی لڑکی کو قبول کیا ہے، کیا بھول کر نام بدل دینے سے نکاح پر اثر پڑے گا؟ بھول چاہے لڑکی والوں کی طرف سے ہو یا وکیل گواہوں کی طرف سے ہو، یا نکاح کی طرف سے ہو؟ شرعاً جو فیصلہ ہو۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس صورت میں چوں کہ ہر ایک لڑکی سے متعین لڑکے

کے بارے میں اجازت لی گئی ہے، اور نکاح خواں نے ہر ایک کا نکاح غیر کے ساتھ کر دیا ہے؛ اس لئے یہ نکاح نکاح فضولی کہلائے گا، اور ہر ایک لڑکی کی از سر نو اجازت پر موقوف رہے گا، اگر لڑکی اس نکاح کو رخصتی سے قبل رد کر دے تو نکاح باطل ہو جائے گا، اور اگر نئی صورت حال معلوم ہونے کے بعد از سر نو اجازت دیدے یا بخوشی اسی لڑکی کے ساتھ رخصت ہو جائے جس سے نکاح پڑھایا گیا ہے، تو یہ نکاح نافذ ہو جائے گا؛ لہذا اگر پہلے سے متعینہ رشتہ کے مطابق عقد کرنا ہے، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ دونوں لڑکیاں غلط نام والے نکاح کو نام منظور کر دیں، اور پھر از سر نو صحیح نام کے ساتھ نکاح پڑھایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۵۹/۱۶ میرٹھ)

ووقف أي جعله موقوفاً تزويج فضولي من أحد الجانبين الخ، على الإجازة أي إجازة من له العقد بالقبول، أو الفعل، فإن أجاز ينفذ وإلا لا. (مجمع الأنهر ۳۴۳/۱، الفتاوى الهندية ۲۹۹/۱ زكريا)

غلط و كيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهاالة، وكذا لو غلط في اسم بنته إلا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصح. (در مختار) قوله: إلا إذا كانت حاضرةً، راجع إلى المسئلتين: أي فإنها لو كانت مشاراً إليها وغلط في اسم أبيها أو اسمها، لا يضر؛ لأن تعريف الإشارة الحسية أقوى من التسمية، لما في التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها كما لو قال: اقتديت بزید هذا، فإذا هو عمرو، فإنه يصح. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ۹۶/۴-۹۷ زكريا، ۲۶/۳ كراچی، الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر ۳۲۲/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت، كذا في البحر الرائق مع منحة الخالق ۱۰۰/۱۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کا نام اور پتہ غلط بتا کر نکاح کرنا؟

سوال (۸۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ لڑکے سے نکاح سے پہلے لڑکی کے بارے میں بتایا گیا کہ تعلیم یافتہ ہے، خوبصورت ہے اور نام عائشہ ہے، جب کہ یہ تینوں باتیں نہیں ہیں، اور نکاح کی رسید پر لڑکی نے اپنا نام شیلہ نسرین لکھا، بعد میں اس سے عائشہ لکھوایا گیا، تو کیا اس صورت میں لڑکے نے جو نکاح عائشہ سے منظور کیا ہے وہ نکاح صحیح ہو گیا یا نہیں؟ اور لڑکی کا پتہ مٹورہ مانی لکھا گیا، جب کہ اصل پتہ دوسرا ہے، وہ ضلع ہریدوار کی رہنے والی ہے، وہیں رہائش آج بھی ہے، اور پہلے بھی وہیں رہائش تھی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب کہ لڑکے نے عائشہ سے نکاح منظور کیا اور واقع

میں لڑکی کا نام عائشہ نہیں ہے، اور دیگر معلومات بھی واقع کے خلاف ہیں، تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اگر لڑکا اسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو از سر نو دوبارہ نکاح پڑھایا جائے۔

و کذا یقال فیما لو غلط فی اسمہا. (شامی ۹۷/۴ زکریا)

غلط و کیلہا بالنکاح فی اسم أبیہا بغير حضورہا، لم یصح للجهالة، و کذا لو غلط فی اسم بنتہ إلا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فیصح. (الدر المختار) قوله: إلا إذا كانت حاضرةً، راجع إلى المسئلتین: أي فإنہا لو كانت مشاراً إليها وغلط فی اسم أبیہا أو اسمہا، لا یضر؛ لأن تعريف الإشارة الحسية أقوى من التسمية، لما فی التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها كما لو قال: اقتدیت بزید ہذا، فإذا هو عمرو، فإنه یصح. (الدر المختار مع

الشامی، کتاب النکاح / مطلب فی غطف الخاص علی العام ۹۶-۹۷ زکریا، ۲۶/۳ کراچی، الدر

المتقی علی هامش مجمع الأنهر ۳۲۲/۱ دار إحياء التراث العربی بیروت، کذا فی البحر الرائق مع منحة

الخالق ۱۵۰۱۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسر نے دھوکہ دے کر دوسری بیٹی کے نام سے نکاح پڑھوا دیا؟

سوال (۸۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرا رشتہ ایک جگہ گیا اور وہاں پر رشتہ منظور ہو گیا، میرے خسر کا نام منشی سعید ہے، ان کی چار لڑکیاں ہیں، اس میں بڑی لڑکی شادی شدہ ہے، اور تین لڑکیاں غیر شادی شدہ ہیں، اس گھر میں جب میرا رشتہ گیا، تو میرے گھر والوں کو جو لڑکی دکھائی گئی تھی وہ لڑکی بہت خوبصورت اور قرآن شریف بھی پڑھی لکھی تھی، اور دین دار بھی تھی، لڑکا ان تمام باتوں سے لاعلم تھا، لڑکا اپنے بھائی بھانوج کے بھروسہ پر تھا کہ جو وہ لوگ کریں گے میرے لئے بہتر کریں گے؛ لیکن شادی والے دن میرے ساتھ لڑکی کے ماں باپ وغیرہ نے بہت بڑا دھوکہ کیا، جو لڑکی ہمارے گھر والوں کو دکھائی گئی تھی اس لڑکی کو چھپا کر دوسری لڑکی جو کہ بالکل جاہل، اُن پڑھ اور دین سے بالکل واقف نہیں ہے، نیز قرآن شریف بھی پڑھی ہوئی نہیں ہے، چہرہ پر بھی داغ دھبہ وغیرہ ہیں، داغ دھبے والی لڑکی سے لاعلمی میں میرا رشتہ ہو گیا ہے، اپنے گھر والوں سے جس طرح میں نے اس لڑکی کی تعریف سنی تھی، ویسا بالکل نہیں پایا، ہمارے گھر پر لڑکی تقریباً ۲۵ دن رہی، اُس سے ہم بستری بھی ہوئی، کچھ دنوں کے بعد جب لڑکی بدلنے کی حقیقت میرے علم میں آئی، تو میرا دل اس لڑکی کی طرف سے پھر گیا، اب مجھے اس لڑکی اور لڑکی کے گھر والوں سے کافی نفرت ہو گئی ہے، اب میں یہ چاہتا ہوں کہ شریعت اس معاملہ میں کیا حکم دیتی ہے اور لڑکی والوں کو امام بنا کر اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور لڑکی کے والوں نے جو سامان لڑکی وغیرہ کو دیا جیسے زیور، ہنسی، کپڑے وغیرہ، تو یہ سب سامان کیا لڑکی کے والوں کو واپس آئے گا، اور لڑکی والوں نے جو سامان لڑکی کو دیا جیسے پہننے کے کپڑے اور گھڑی سائیکل اور پلنگ برتن وغیرہ، کیا یہ سب سامان لڑکی والوں کو واپس جائے گا۔ قانون شریعت سامان کے لین دین کے متعلق کیا ہے؟ واضح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے وقت جس لڑکی کا نام آپ کے سامنے لیا گیا

ہے اور آپ نے اس کو قبول کیا ہے، اسی لڑکی سے آپ کا نکاح صحیح طور پر منعقد ہو چکا ہے، اگر واقعی لڑکی والوں نے وعدہ کا خیال نہ کرتے ہوئے دوسری لڑکی سے نکاح کر دیا ہے تو وہ دھوکہ دہی کی وجہ سے سخت گنہگار ہیں، انہیں اپنے اس فعل شنیع سے توبہ کرنی چاہئے، دھوکہ دینے والا شخص شرعاً فاسق ہے جب تک وہ اپنے فعل سے توبہ نہ کر لے، اس کی امامت مکروہ ہوتی ہے۔ لڑکی والوں نے جو سامان لڑکے کے استعمال کے لئے دیا ہے وہ لڑکے کی ملک ہے، اور لڑکے والوں کی طرف سے جو کپڑے وغیرہ لڑکی کو دئے گئے ہیں ان کی لڑکی مالک ہے، علیحدگی کی صورت میں یہ سامان ایک دوسرے کو جبراً واپس نہیں کیا جائے گا، بہر حال جب کہ آپ کا نکاح منعقد ہو چکا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ آپ پچھلی باتوں کو نظر انداز کر کے آئندہ بشارت کے ساتھ اسی اپنی منکوحہ کے ہمراہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں، شاید انجام کار اسی میں خیر ہو۔

ولو له بنتان أراد تزویج الكبرى فغلط فسمها باسم الصغرى صح

للصغرى، خانبة. (الدر المختار مع الشامى ۲۶۱۳ کراچی، ۹۷۱۴ زکریا)

ولو كان لرجل بنتان كبرى اسمها عائشة وصغرى اسمها فاطمة، وأراد

أن يزوج الكبرى وعقد باسم فاطمة ينعقد على الصغرى. (الفتاوى الهندية ۲۷۰۱۱

زکریا، البحر الرائق / کتاب النکاح ۱۵۰۱۳ زکریا)

ولو بعث إلى امرأته شيئاً ولم يذكر جهة عن الدفع غير جهة المهر كقوله

شمع أو حناء، ثم قال إنه من المهر لم يقبل لوقوعه هدية فلا ينقلب مهراً. (الدر

المختار مع الشامى ۱۵۱۱۳ کراچی)

وينبغي اعتبار العرف فيما يقصد به التفويض. (شامى ۱۵۶۱۳ کراچی)

ويكره إمامة..... الفاسق. (شامى مع الدر المختار ۵۶۰۱۱ کراچی، ۲۹۴۱۲ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۲/۱۱ھ

وکیل اور گواہوں نے غلط فہمی سے قاضی کو ”سلمیٰ“ کے بجائے

”صبا“ نام بتا دیا؟

سوال (۸۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: وکیل گواہ جب نکاح کی اجازت لینے دوہن سے گئے، اجازت کے بعد دوہن والوں نے لڑکی کا نام ”سلمیٰ“ بتایا، گواہوں اور وکیل کی سمجھ میں ”صبا“ آیا، وکیل گواہوں نے نکاح خواں سے ”صبا“ نام بتایا، نکاح نے اسی نام پر ایجاب و قبول کر دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی کا نام ”سلمیٰ“ ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا وکیل گواہوں کی غلطی سے نکاح سے دوسرے نام پر ایجاب و قبول کر لیا، یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں نام کی تبدیلی کی وجہ سے ”سلمیٰ“ کا

نکاح شرعاً درست نہیں ہوا؛ اس لئے کہ جب لڑکی مجلس عقد میں موجود نہ ہو، تو محض اشارہ یا ذہنی طور پر تعیین کافی نہیں ہوتی؛ بلکہ نام پر ہی نکاح ہوتا ہے جس میں مسئلہ واقعہ میں غلطی ہوگئی؛ لہذا از سر نو صحیح نام کے ساتھ نکاح پڑھانا ضروری ہوگا۔

قولہ: وغلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیہا بغير حضورها، لم یصح

للجهالة، وكذا لو غلط فی اسم بنته إلا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فیصح.

(الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح / مطلب فی عطف الخاص علی العام ۹۶-۹۷ زکریا، ۲۶/۳

کراچی، الدر المنتقى علی هامش مجمع الأنهر ۳/۲۲۱/۱ دار إحياء التراث العربی بیروت، کذا فی البحر

الرائق مع منحة الخالق ۱۵۰/۳ زکریا)

ومنها أن لا تكون المنكوحة مجهولة فلو زوجہ بنته ولم یسمها له بنتان

لم یصح للجهالة، بخلاف ما إذا كان له بنت واحدة إلا إذا سماها بغير اسمها

ولم یشر إليها؛ فإنها لا یصح، كما فی التجنیس. (لبحر الرائق / کتاب النکاح ۱۵۰/۳ زکریا)

رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة، فقال الأب وقت العقد: زوجت
بنك ابنتي فاطمة لا يعقد النكاح بينها. (خانية على الفتاوى الهندية ۱/۳۲۴)
إذا سماها بغير اسمها ولم يشر إليها، فإنه لا يصح. (البحر الرائق / كتاب النكاح
۱۵۰۱۲ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۳۲۹ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

غلط فہمی سے نکاح پڑھاتے وقت ”شمینہ“ کے بجائے
”شمینہ“ نام لے لیا؟

سوال (۸۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: نکاح کے وقت لڑکی کے وکیل نے قاضی کو لڑکی کا نام ”شمینہ“ بتایا، قاضی کو آواز آئی ”شمینہ“
کی، چنانچہ قاضی نے ایجاب و قبول کراتے وقت ”شمینہ“ ہی نام لیا، اسی نام سے قبولیت کرادی،
رجسٹر میں بھی یہی نام لکھ دیا، رخصتی کے بعد معلوم ہوا کہ دوہن کا نام تو ”شمینہ“ ہے اور وکیل نے
”شمینہ“ ہی بتایا تھا، مگر قاضی نے ”شمینہ“ نام سے قبولیت کرائی، کیا یہ نکاح صحیح ہوگا؟ اگر صحیح نہیں ہوا
تو اب جب کہ رخصتی بھی ہو چکی ہے تو کیا شکل ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں ”شمینہ“ کے بجائے ”شمینہ“ کے

نام سے پڑھایا گیا نکاح درست نہیں ہوا، دوبارہ صحیح نام سے نکاح پڑھانا ضروری ہے، اور رخصتی
ہونے سے مسئلہ پر کوئی فرق نہ پڑے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۳۲۱ ذابھیل)

وغلط وکیلہا بالنکاح فی اسم أبیہا بغير حضورها، لم یصح للجہالة،
وکنذا لو غلط فی اسم بنتہ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح / مطلب فی عطف الخاص

علی العام ۹۶/۴ زکریا، ۲۶/۳ کراچی، الدر المنتقی علی هامش مجمع الأنهر ۱/۳۲۲ دار إحياء التراث

العربي بيروت، كذا في البحر الرائق مع منحة الخالق ۱۵۰/۱۳ زكريا)

والحاصل أن الغائبة لا بد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها وإن كانت

معروفة عند الشهود. (شامي / كتاب النكاح ۹۰/۱۴ زكريا)

إذا كان له بنت واحدة إلا إذا سمها بغير اسمها ولم يشر إليها فإنه لا

يصح، كما في التنجيس. (البحر الرائق / كتاب النكاح ۱۵۰/۱۳ زكريا)

وكذا يقال فيما لو غلط في اسمها. (شامي ۹۷/۱۴ زكريا)

رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة، فقال الأب وقت العقد: زوجت

منك ابنتي فاطمة لا ينعقد النكاح بينهما. (قاضي خان على هامش الهندية ۲۲۴/۱)

الفتاوى الهندية ۲۷۰/۱ زكريا) فقط والله تعالى علم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

”صالح“ کے بجائے ”عالیہ“ کے نام سے نکاح پڑھا دیا؟

سوال (۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی لڑکی ”صالحہ“ کا نکاح راشد سے ہو رہا تھا، وکیل اور گواہ ”صالحہ“ ہی سے اجازت لے

کر آئے تھے، مگر بھول سے قاضی کو ”عالیہ“ نام بتا دیا، جب کہ ”عالیہ“ زید کی دوسری لڑکی کا نام ہے

جس کا فی الحال نکاح نہیں ہو رہا ہے، قاضی نے بھی ”عالیہ“ کے نام سے ہی دو لہا راشد کو قبولیت

کرادی، اور نکاح کی رسید میں بھی ”عالیہ“ نام ہی لکھا ہے، رخصتی کے بعد گھر جا کر نکاح کی رسید پیر

جب ”عالیہ“ نام دیکھا تب اس غلطی کا علم ہوا، کیا یہ نکاح صحیح ہو گیا؟ اب کیا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں ”عالیہ“ کا نکاح بطور فضولی درست

ہو گیا؛ لیکن ”عالیہ“ کو اسے رد کرنے کا حق حاصل ہے؛ کیوں کہ اس نے پہلے سے نکاح کی اجازت

نہیں دی ہے، اب اگر راشد اس کی بہن ”صالحہ“ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو یہ اسی وقت درست ہوگا جب کہ ”عالیہ“ کو طلاق دے یا ”عالیہ“ خود اپنے نکاح کو رد کر دے، اس کے فوراً بعد راشد کا نکاح ”صالحہ“ سے کر دیا جائے، اس میں عدت کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ ”عالیہ“ سے خلوت نہیں ہوئی ہے، اور نکاح کے بغیر ”صالحہ“ کا راشد کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز نہیں ہوا، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

ونفاذ عقد الفضولي بالإجازة يجعله في حكم الوكيل. (شامی ۲۲۱/۴ زکریا)

ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف على الإجازة، كنكاح

الفضولي. (شامی / کتاب النکاح ۲۲۵/۴ زکریا)

ووقف تزويج فضولي على الإجازة، أي إجازة من له العقد بالقول أو

الفعل، فإن أجاز ينفذ وإلا لا. (مجمع الأنهر ۳۴۳/۱)

والأصل أن كل عقد صدر من الفضولي ولو مجيز في العقد انعقد موقوفا

على الإجازة. (البحر الرائق ۱۳۷/۳ زکریا)

والجمع بين الأختين لا يجوز. (الفتاوى التاتارخانية ۶۱/۴ رقم: ۵۵۳۱ زکریا)

والجمع بين الأختين نكاحا ولو في عدة..... حتى يحرم الأخرى. (مجمع

الأنهر ۴۷۵/۱ زکریا) فقط والله تعالى اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۳۲/۶/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حقیقی باپ کے بجائے گود لینے والے کا نام لکھا کر نکاح پڑھانا؟

سوال (۸۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: خالد نے اپنی لڑکی کو گود دے رکھا ہے حامد کو، حالاں کہ حامد نے لڑکی کی شروع ہی سے

پرورش کی ہے، اور شادی میں خرچہ بھی اٹھا رہا ہے، اور نکاح کے وقت حقیقی باپ اور گود لینے والے

دونوں موجود ہیں، تو اب کیا نکاح میں لڑکی کے حقیقی باپ کا نام لکھا جائے گا یا جس نے گود لے رکھی

ہے اس کا نام؟ اور اگر کسی نے حقیقی باپ کے موجود ہوتے ہوئے گود لینے والے کا نام لکھا دیا، تو کیا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور آخرت میں حقیقی باپ کا نام چلے گا یا گود لینے والے کا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی کو اصل باپ کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا، گود لینے والے کا نام باپ کی جگہ نہیں لکھا جائے گا، اور گود لینے والا دنیا یا آخرت کہیں بھی حقیقی باپ کی جگہ نہیں لے سکتا، اور اگر نکاح کے رجسٹر میں حقیقی باپ کے بجائے گود لینے والے کا نام لکھ دیا جائے اور مجلس عقد میں لڑکی موجود نہ ہو (جیسا کہ ہمارے یہاں دستور ہے)، تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، دوبارہ حقیقی باپ کا نام لے کر نکاح کرانا لازم ہے؟

غلط و کیلہا بالنکاح فی اسم أبيها بغير حضورها لم یصح للجهالة.
(الدرالمختار) والظاهر أنه فی مسئلتنا لا یصح عند الكل؛ لأن ذکر الاسم وحده لا یصرفها عن المراد إلى غیره، بخلاف ذکر الاسم منسوباً إلى أب آخر؛ فإن فاطمة بنت أحمد لا تصدق علی فاطمة بنت محمد، تأمل. (الدرالمختار مع الشامي ۹۷/۴ زکریا، وکذا فی البحر الرائق ۱۵۰/۱۳ زکریا، فتاویٰ قاضی خان علی الہندیہ ۳۲۴/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۱۳/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کے اصل نام کے بجائے عرفی نام لیکر لڑکی کا نکاح پڑھانا؟

سوال (۸۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو حقیقی بھائی، بڑے بھائی کی عرفیت ”بڑے“ ہے، اور چھوٹے بھائی کی عرفیت ”چھوٹے“ ہے، اور یہ لوگ اپنی اس عرفیت سے اپنے اصلی ناموں سے زیادہ جانے پہچانے جاتے ہیں، گھر کے لوگوں نے بڑے بھائی ”بڑے“ کا جب اسکول میں نام لکھوایا تو محمد حسین ولد جو لکھوایا اور چھوٹے کا نام محمد حسن ولد جو لکھوایا، جس سے معلوم ہوا کہ گھر کے لوگوں نے بڑے کا نام محمد حسین اور

چھوٹے کا نام محمد حسن رکھا تھا، بڑے نے پرائمری ہی میں تعلیم چھوڑ دی؛ لیکن چھوٹے نے پرائمری سے نکلنے کے بعد جب ٹڈل میں نام لکھوایا تو وہاں بھی محمد حسن ولد حبو لکھوایا، مدت دراز کے بعد ان دونوں بھائیوں کے اصلی ناموں کے درمیان اختلاف ہوا، چھوٹے جن کا اسکول کے اندراج کے مطابق محمد حسن تھا، محمد حسین، اور بڑے جن کا اسکول کے مطابق محمد حسین تھا، مشہور کر دیا گیا؛ لیکن بڑا اس تبدیلی نام پر راضی نہیں تھا، اس کا کہنا تھا کہ میرا اصلی نام محمد حسین ولد حبو ہے، اور چھوٹے کا نام محمد حسن عرف چھوٹے ہے (نو کہ تاریخی اعتبار سے الٹا سہی) اور ثبوت میں اسکولوں کی سرٹیفکیٹ پیش کرتا تھا، جس میں بڑے کی تاریخ پیدائش ۱۹۴۷ء ہے اور نام محمد حسین ولد حبو ہے اور چھوٹے کی تاریخ پیدائش ۱۹۴۸ء ہے اور دونوں اسکول، پرائمری اور ٹڈل سب میں نام محمد حسن ولد حبو درج ہے، بھائیوں میں آپسی بٹوارہ کے بعد ”بڑے“ نے ہر جگہ ٹاؤن ایریا کے دفتر میں بجلی کنکشن، جلنگم کنکشن و وٹریسٹ وغیرہ میں اپنا نام محمد حسین عرف بڑے رکھا ہے۔

بڑے کا انتقال ہو چکا ہے، انتقال کے بعد اس کی دو لڑکیوں صافیہ، اور صفیہ کا رشتہ نکاح ہوا، بڑی لڑکی کا نکاح ماں (ولیہ) بھائیوں و دیگر رشتہ داروں نے مل کر طے کیا، اور جہاں سے رشتہ ہوا، وہ لوگ بشمول لڑکا، لڑکی، اس کی ماں، باپ اور بھائیوں کو بخوبی جانتے ہیں، تاریخ مقررہ پر لڑکی کا نکاح صافیہ بنت محمد حسن عرف بڑے (یعنی اسکول والے نام محمد حسین کی جگہ محمد حسن عرف بڑے کے نام سے) ماں (ولیہ) بھائیوں و دیگر رشتہ داروں کی موجودگی میں ایک ہی مجلس نکاح میں قاضی نے جانبین کے گواہوں اور دیگر حاضرین مجلس نکاح کے روبرو پڑھایا، قاضی، شاہدین، نیز دولہا کو بخوبی معلوم تھا کہ فلاں لڑکی سے نکاح پڑھایا گیا ہے، ان کے نزدیک لڑکی کے بارے میں کوئی اشتباہ نہیں تھا، کچھ سالوں کے بعد چھوٹی لڑکی صفیہ کا رشتہ نکاح بھی اسی گھر میں چھوٹے بھائی سے طے ہوا، تاریخ مقررہ پر لڑکی صفیہ کا نکاح قاضی صاحب نے صفیہ بنت محمد حسین عرف بڑے (یعنی محمد حسن کے بجائے اسکول والے نام محمد حسین) کے نام سے، ماں، بھائیوں و دیگر عزیزوں کی موجودگی میں شاہدین و دیگر حاضرین مجلس نکاح کے روبرو پڑھایا، قاضی، شاہدین و دولہا لڑکی سے

واقف تھے کہ فلاں لڑکی سے نکاح پڑھوایا گیا اور لڑکا لڑکی دونوں نکاح کے وقت موجود تھے (لڑکا مسجد میں اور لڑکی گھر پر) دولہا اور دولہن ان کے اولیاء اور ان کے عزیز واقارب بھی اس نکاح سے مطمئن ہیں، اور قاضی نکاح جو فاضل دیوبند اور مفتی ہیں، انہوں نے یہ نکاح پڑھایا، لڑکی صفیہ کے گھر والوں، ماں، بھائی وغیرہ کے کہنے کے مطابق لڑکی کا نکاح باپ کے اسکول والے نام محمد حسین عرف بڑے سے پڑھایا گیا، اس نکاح کے بعد کچھ لوگوں نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ صفیہ کا نکاح درست نہیں ہوا ہے، کیوں کہ قاضی نے محمد حسن عرف بڑے کی جگہ محمد حسین عرف بڑے پڑھایا ہے، اور یہ غلطی قاضی صاحب نے دیدہ و دانستہ کی ہے۔ اب حضرت والا سے دریافت یہ کرنا ہے کہ جب:

(۱) بڑے بھائی کی عرفیت ”بڑے“ اور چھوٹے کی عرفیت ”چھوٹے“ ہے، جو نام سے

زیادہ مشہور ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے

(۲) بڑے کا پیدائشی نام اسکول کے مطابق محمد حسین اور چھوٹے کا پیدائشی نام اسکولوں

کے کاغذات کے مطابق حسن ہے۔

(۳) ایک مدت کے بعد لوگوں نے بڑے کا محمد حسن عرف بڑے اور چھوٹے کا محمد حسین

عرف چھوٹے کر دیا، اور اسی نام سے لوگوں میں مشہور ہو گئے۔

(۴) بڑے اس نام کی تبدیلی پر راضی نہیں تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے بھائیوں کے

آپسی بٹوارے کے بعد ہر جگہ اپنا اصلی نام محمد حسین عرف بڑے ہی رکھا ہے۔

(۵) بڑے کی ہر دو لڑکیوں کے نکاح میں لڑکا اور لڑکی ان کے اولیاء اور رشتہ دار قاضی اور

شاہدین سب لوگ نکاح سے پہلے بھی اور نکاح کے وقت بھی ایک دوسرے سے واقف اور جانکار

تھے، شاہدین اور لڑکے (دولہا) جان رہے تھے کہ فلاں لڑکی سے نکاح ہو رہا ہے، لڑکیاں نکاح کے

وقت موجود تھیں۔

(۶) موجودہ وقت میں لڑکا اور لڑکی نیز ان کے اولیاء رشتہ دار نکاح کی صحت کے بارے

میں سب مطمئن ہیں، ان میں کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

(۷) بڑی لڑکی صافیہ کا نکاح صاحبہ بنت محمد حسن عرف بڑے اور چھوٹی لڑکی صافیہ کا نکاح صافیہ بنت محمد حسین عرف بڑے پڑھا گیا، یعنی دونوں نکاحوں میں باپ کی عرفیت ایک ہی ہے۔ اس صورت حال میں حضرات مفتیان کرام شریعت کی روشنی میں فرمائیں کہ دونوں لڑکیوں کا نکاح درست ہو یا نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں، تو بڑا کرم ہوگا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس مسئلہ کے بارے میں مدرسہ شاہی کے دارالافتاء میں دو سوال نامے موصول ہوئے، ایک اجمالی تھا اور دوسرا تفصیلی، اجمالی استفتاء پر مظاہر علوم سہانپور اور دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ بھی درج تھے، جن میں زیر بحث مسئلہ میں منعقدہ نکاح کو غیر نافذ قرار دیا گیا ہے، جب کہ تفصیلی استفتاء میں مسئلہ کی جو نوعیت لکھی گئی ہے، اس سے نکاح کی صحت معلوم ہوتی ہے، اگر یہ تفصیلی سوال نامہ مفتیان مظاہر علوم و دارالعلوم کی نظر سے گذرا ہوتا، تو وہ بھی عدم نفاذ کا فتویٰ نہ دیتے؛ کیوں کہ:

الف:- تفصیلی سوال نامہ کے مطابق فریقین اور حاضرین مجلس کے نزدیک لڑکی بالکل متعین تھی۔

ب:- لڑکی کے باپ کے نام کے بارے میں تو اختلاف رہا، بعض دلائل سے اس کا نام محمد حسین ہونا معلوم ہوتا ہے، جس کے شواہد تفصیلی سوال نامہ کے ساتھ منسلک ہیں، جب کہ دوسرا قول محمد حسن ہونے کا ہے؛ لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اس کا عرفی نام ”بڑے“ تھا اور یہ عرفی نام (بڑے) نکاح نامہ میں لکھا گیا ہے؛ لہذا اس عرفی نام کے اعتبار سے لڑکی کا باپ متعین ہے، اور نکاح میں کوئی اشکال نہیں، اشکال اس وقت ہوتا جب کہ یہ عرفی نام نکاح نامہ میں نہ لکھا جاتا؛ تاہم اگر کسی شخص نے دھاندلی کی غرض سے نام میں قصداً تبدیلی کی ہے تو وہ گنہگار ہوگا، اس پر تو بہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اس سے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/۱۲۳)

غلط و کیلھا بالنکاح فی اسم أبیہا بغير حضورھا. (تنویر الأبصار) قال

في الشامي: لأن الغائبة يشترط ذكر اسمها واسم أبيها واسم جدها، فتقدم أنه إذا عرفها الشهود يكفي ذكر اسمها فقط، خلافاً لابن الفضل، وعند الخصاف يكفي مطلقاً الخ. (شامي ۹۶/۴ زكريا، كذا في البحر الرائق ۱۵۰/۳ زكريا، فتاوى قاضي خان على الهنديه ۳۲۴/۱) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۲۷/۵/۲۳
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولی کے خانے میں باپ کے بجائے دوسرے کا نام لکھنا؟

سوال (۸۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے ہندہ سے ۲۰/۱۱ مئی ۲۰۱۱ء کو نکاح کیا، نکاح خواں محمد خاں ہے؛ لیکن ولی کے خانہ میں زید کے والد کے بجائے غیر معروف شخص کا نام ہے، نکاح کا مقام جو درج ہے وہ اس طرح ہے: بر مکان ست پال تحصیل الملوہ مالیر کوٹلہ مقام نکاح کا تعین نہیں ہے، اور ولی نہیں، کیا اس طرح نکاح ہو سکتا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زید خود مجلس عقد میں موجود ہو اور ہندہ اور گواہ سب

اس کی ذات سے واقف ہوں، اور وہ سب عاقل بالغ ہوں، تو یہ نکاح منعقد مانا جائے گا، زید کے والد کے نام میں غلطی کی وجہ سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اسی طرح نکاح کا مقام مبہم لکھ دینے یا ولی کا ذکر نہ کرنے کے باوجود نکاح صحیح قرار پائے گا؛ کیوں کہ ان باتوں کی وضاحت نکاح کی صحت کے لئے شرط نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲۳۷/۲، فتاویٰ محمودیہ ۱۱۵/۶، میرٹھ، فتاویٰ عثمانی ۲۷۷/۲)

وعلی قول غیرہ يكفي ذكر اسمها إن كانت معروفة عندهم. (شامي ۹۰/۴ زكريا)

إذا ذكر وافي النكاح اسم رجل و كنية أبيه ولم يذكر و اسم أبيه إن كان

الرجل حاضراً مشار إليه جاز. (الفتاوى البتارخانية ۳۲/۴ رقم: ۵۴۳۸ زكريا)

وذكر الخصاف في حيلة: مسألة تدل على أن مثل هذا التعريف يكفي

جواز النکاح. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۳۲/۴ رقم: ۵۴۴۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد غفا اللہ عنہ

نکاح کے رجسٹر میں باپ کی جگہ نانا کا نام لکھنا؟

سوال (۸۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص محمد نعیم اپنے حقیقی باپ جن کا نام محمد رفیع ہے، اور حیات ہے کی جگہ اپنے نکاح وغیرہ

میں اپنی ولدیت میں نہ لکھوا کر اپنے نانا محمد عمر کا نام لکھوائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حقیقی باپ کے بجائے اپنا باپ نانا کو قرار دینا خلاف

واقعہ اور گناہ کا کام ہے، اور اس کی تصحیح کرنا لازم ہے؛ تاہم اگر لڑکا مجلس نکاح میں موجود ہو اور اس کی

پہچان میں کوئی شبہ نہ ہو، تو ولدیت غلط ہونے کے باوجود نکاح منعقد اور صحیح ہو جائے گا۔

أبی فبانہا لو كانت مشاراً إلیہا و غلط فی اسم أبیہا أو اسمہا لا یضر؛ لأن

تعریف الإشارة الحسیة أقوى من التسمیة. (شامی ۹۷/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۹/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد غفا اللہ عنہ

نکاح کے وقت ایجاب و قبول کے بعد زوجین کے دستخط

لئے جائیں یا پہلے؟

سوال (۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہمارے شہر میں ایک نکاح کی تقریب میں مفتی صاحب نے نکاح پڑھایا، نکاح کے خطبہ سے

پہلے مفتی صاحب نے نکاح نامہ کا اندراج شروع کر دیا، اور تمام کالم بھرنے کے بعد دولہا اور دلہن

وکیل و گواہ سے دستخط کرائے، اس کے بعد دو لہے سے ایجاب و قبول کرایا گیا، اور وکیل و گواہان سے اقرار لیا گیا، یعنی پہلے رجسٹر و نکاح نامہ کی تکمیل کی گئی، بعدہ نکاح پڑھایا گیا، جب کہ عموماً پہلے ایجاب و قبول ہوتا ہے، بعد میں نکاح نامہ بھر کر دستخط کرائے جاتے ہیں۔ اب یہ بتائیں کہ کونسا طریقہ صحیح ہے؟ اور یہ کہ نکاح صحیح ہوا کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہی ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد ہی دو لہا کے

دستخط نکاح کے رجسٹر پر کرائے جائیں؛ لیکن اگر پہلے دستخط کرائے، بعد میں ایجاب و قبول ہوا، تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۹۹/۶، فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۴۱۰، ۵ ڈا بھیل)

النکاح ینعقد متلبسا بإیجاب من أحدهما و قبول من الآخر۔ (شامی

۹/۳-۲۱-۲۲ کراچی، البحر الرائق ۱۴۴۱/۲)

و أما رکنہ فالإیجاب و القبول۔ (الفتاویٰ الہندیہ ۲۶۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۲/۲۰۱۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ



نکاح میں گواہوں کی شہادت کا بیان

کیا نکاح کی صحت کے لئے لڑکا لڑکی دونوں کی طرف سے گواہ

ضروری ہے؟

سوال (۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: دو گواہوں میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی طرف سے ہونا ضروری ہے یا کسی بھی دو شخصوں کی گواہی کافی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کی صحت کے لئے مطلق دو گواہ ہونے کافی ہیں،

لڑکایا لڑکی کی طرف سے الگ الگ گواہ ہونے ضروری نہیں ہیں۔

عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه، من فرجياً: لا نکاح إلا بولي

وشاهدين. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الجامع الصغير ۱۸۶/۲، إعلاء السنن ۱/۲۷۱)

وذكر البيهقي عن الشافعي أنه قال: هو ثابت عن ابن عباس وغيره من

الصحابة أي قوله: لا نکاح إلا بشاهدين. (الجوهر النقي ۷۹/۲، إعلاء السنن ۱/۲۸۱ بیروت)

ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدين عاقلین بالغین مسلمین

الخ، أما اشتراط الشهادة فلقوله عليه السلام: لا نکاح إلا بشهود. (فتح القدیر/

کتاب النکاح ۱۹۹/۳ زکریا، کذا فی الفقه الإسلامی وأدلته / آراء الفقهاء فی الشهادة ۶۵۵۹/۹، تبیین

الحقائق / کتاب النکاح ۴۵۲/۲ دار الکتب العلمیة بیروت)

۱۳۳۲
وشرط حضور شاہدین حرین . (الدر لمختار مع الشامی ۸۷/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۲۱/۶/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا قبول کے وقت انہیں گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو لڑکی
سے اجازت کے وقت تھے؟

سوال (۹۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: بوقت نکاح ایجاب و قبول دونوں وقت دونوں مقام پر شاہدین کا ہونا ضروری ہے یا صرف قبول
کے وقت؟ دو گواہ لڑکی کے پاس بوقت ایجاب موجود تھے؛ لیکن لڑکی کے قبول کے وقت دو گواہ
موجود نہ تھے، فقط لڑکی کا وکیل تھا، تو کیا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ جب کہ دینی مجمع موجود ہے و
اصل گواہ ایجاب کے وقت والے نہیں ہیں، تو قاضی نکاح کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہی شخص لڑکی کا
وکیل ہے، لڑکی اور لڑکا کا مٹی کے ہیں اور نکاح بلاس پور دینی اجتماع میں ہو رہا ہے، قاضی نکاح بھی
اتفاقی ہے جب کہ تقریباً کا مٹی اور بلاس پور کا فاصلہ تین سو کلومیٹر کا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح میں عاقدین (ناکح و منکوحہ) یا دونوں کے

وکیلوں یا ایک عاقد دوسرے وکیل کے مابین عقد کے وقت ایجاب و قبول پر دو گواہوں کا ہونا مطابقتاً
شرط ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو گواہ لڑکی سے اجازت لیتے وقت موجود ہوں، وہی گواہ قبول کے وقت
بھی موجود ہوں؛ بلکہ مجلس میں حاضر دیگر لوگ بھی خود بخود اس نکاح کے گواہ بن جاتے ہیں، نیز لڑکی
کی جانب سے وکیل کا ہونا کافی ہے اور تو وکیل پر گواہی لازمی نہیں ہے، پس اس مسئلہ صورت میں
نکاح درست ہے۔ (مستفاد: کنایۃ المشتی ۱۳۹/۵)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا

نکاح إلا بولي وشاهدي عدل، وما كان من نکاح علی غیر ذلک فهو باطل

الخ. (صحيح ابن حبان ۳۱۰/۴ رقم: ۴۰۷۷، سنن الدار قطنی ۵۵/۳ رقم: ۳۴۸۱، المعجم الأوسط

للطبرانی ۴۲۸/۶ رقم: ۹۲۹۱)

و شرط حضور شاهدين (وتحتہ فی الشامیة) أي يشهدان علی العقد، أما الشهادة علی التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته، وإنما فائدتها الإثبات عند حجوم التوكيل - إلى قوله - و علی قول الخصاف يكفي مطلقاً، ولا يخفى أنه إذا كان الشهود كثيرين لا يلزم معرفة الكل؛ بل إذا ذكر اسمها وعرفها اثنان منهم كفى. (لدر المختار مع الشامي / كتاب النكاح ۸۷-۹۰ زكريا، ۲۱/۳-۲۲ كراچی، لبحر الرائق ۹۵/۳)

أما الشهادة علی التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كما قدمناه.

(شامي ۸۷/۴-۸۹ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے؟

سوال (۹۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کے باپ نے کسی کو وکیل بنایا کہ لڑکی سے شادی کے بارے میں معلوم کرے، وہ دو گواہوں کو لے کر رضامندی معلوم کرتا ہے۔ تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ گواہوں میں جو داڑھی کترواتے ہیں اور ایک مشت سے کم رکھتے ہیں، ان کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ پھر وہ کون سے مواقع ہیں جہاں پر ایسے لوگوں کی گواہی معتبر نہیں، نیز یہ گواہ محرم ہونے چاہئیں یا غیر محرم؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک نکاح میں گواہ اگر غیر عادل ہوں پھر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛ البتہ قاضی شرع کے یہاں فاسق کی گواہی معتبر نہ ہوگی، اور گواہوں میں محرم و غیر محرم کی کوئی قید نہیں ہے۔

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا نكاح إلا

بولی و شاہدی عدل. (رواہ الطبرانی فی الأوسط، مجمع الزوائد ۲۸۶/۴، إعلاء السنن ۲۷/۱۱ بیروت)
 قال المحقق العثماني: وأما الشهود فنقول به لكن لا تشترط عدالتهم في
 شهادة النكاح، فإن شرط العدالة مذکور في بعض الأحاديث، وفي بعضها لم
 يذكر وأطلق، فأبقينا المطلق على إطلاقه، وحملنا المقيد على المستحب
 الأحسن. (إعلاء السنن ۲۶/۱۱-۲۷ دار الكتب العلمية بيروت)

قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ألا لا يؤسر أحد في الإسلام بشهادة الزور،
 فإننا لا نقبل إلا العدل. (المصنف لابن أبي شيبة ۵۵۰/۴ رقم: ۲۳۰۳۰ دار لكتب العلمية بيروت)
 عند حرين أو حر وحررتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو
 محدودين. (كنز الدقائق) وتحتة في البحر: وشرط في الشهود أربعة: الحرية
 والعقل والبلوغ والإسلام. (البحر الرائق / كتاب النكاح ۱۵۵/۳-۱۵۸ زكريا، كذا في الهداية
 ۳۰ ۶/۴ المكتبة التهانوية ديوبند)

و كذا ينعقد النكاح بشهادة الفاسقين عندنا ولنا عمومات قوله تعالى:
 ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ﴾ وقوله عليه السلام: لا نكاح إلا بشهود،
 والفاسق شاهد بقوله سبحانه وتعالى: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ قسم
 الشهود إلى مرضيين وغير مرضيين، فيدل على كون غير المرضي - وهو الفاسق
 - شاهداً الخ. (بدائع الصنائع / كتاب الشهادة ۲۸/۹ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۱۳/۱۱/۳

لڑکی کا اپنے تعلق دارلڑ کے سے دو گواہوں کے سامنے
 ایجاب و قبول کرنا؟

سوال (۹۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مشائخ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کو ہندہ سے پیار ہے اور دونوں میں بات چیت بھی ہوتی ہے؛ لیکن سماج یا کسی خوف سے ہندہ زید سے نکاح کرنا نہیں چاہتی، اس لئے زید نے کسی مفتی صاحب سے دریافت کیا کہ کیا ایسی صورت میں نکاح ہو جائے گا؟ جب کہ ہندہ تیار نہیں ہوتی ہے؛ لیکن جب زید اسے کہتا ہے کہ ایک دن کے لئے نکاح کر لو؛ تاکہ تم مجھ پر حلال ہو جاؤ، اور پھر ایک روز کے بعد جب تم چاہو طلاق مانگوگی تو طلاق دے دوں گا، تو وہ تیار ہو جاتی ہے، تو مفتی صاحب نے کہا ہاں نکاح ہو جائے گا، زید ایسا اس لئے کرنا چاہتا ہے کہ جب وہ نکاح کر لے گی، تو پھر طلاق نہیں مانگے گی، جیسا کہ زید کا اندازہ ہے اور زید تو ہمیشہ کے لئے نکاح کرنے کی نیت رکھتا ہے، چنانچہ زید نے ہندہ سے دو گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کر لیا، صورت مذکورہ میں کیا نکاح صحیح ہو یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسؤلہ میں اگر زید ہندہ کا کفو ہے اور دونوں کی

رضامندی سے دو گواہوں کے سامنے شرعی طریقہ پر ایجاب و قبول ہوا ہے، تو یہ نکاح منعقد ہو گیا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: أدنی ما یكون فی النکاح أربعة الذی

یزوج، والذی یتزوج، وشاهدان. (المصنف لابن أبی شیبہ ۱۳۱/۴، کذا فی التلخیص الحبر

۲۹۸/۲، إعلاء السنن ۳۱/۱۱ رقم: ۳۰۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاها وشرط حضور

شاهدین حرین. (تبيين الحقائق ۲/۳)

وقال فی الشامی: والظاهر أنه لا خلاف فی صحة العقد، وإن هذا القول

المفتی به خاص بغير الكفو. (شامی ۶/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد رضا اللہ عنہ

بھائی، بہن اور ماں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنا

سوال (۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید اور ہندہ سے دوستی چلی آ رہی ہے، ہندہ کنواری ہے، زید کی دوستی ہندہ سے ختم نہیں ہوتی، جس سے گناہ کا بھی اسے ڈر ہے، ایسی حالت میں زید نے عالم و مفتی سے مشورہ کر کے ہندہ کو کہا کہ تم مجھ سے نکاح تین سو روپیہ دین مہر پر کر لو، اور ابا بھیا کو نہ کہو، مگر چھوٹا بھائی جو جوان ہے اور ماں اور جوان بہن تینوں کو بٹھا کر مجھ سے کہو کہ میں نے آپ سے نکاح کیا، اور میں کہوں کہ میں نے قبول کیا، تو ایسا کرنے پر دوستی برقرار رہے گی اور عند اللہ گناہ بھی نہ ہوگا، پھر جب مناسب حالات ہوں گے تو اعلان کر دیں گے اور صحبت کریں گے؟

چنانچہ ہندہ نے اسی طرح کیا ہے، اور زید نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور پھر زید نے ہندہ کو تین سو روپیہ دے دئے، اب خلوت بھی ہوتی ہے، مگر اعلان اور صحبت میں وقت کا انتظار کر رہا ہے، کیا یہ نکاح صحیح ہوا؟ جب کہ ہندہ جوان بھی ہے اور عمر بیس برس ہے اور زید پینتیس برس کا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں چوں کہ گواہی کا نصاب (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں) مکمل ہے، اس لئے یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے؛ لیکن اگر غیر کفو میں نکاح ہوا ہے تو باپ کو اعتراض کا حق ہوگا۔

عن الشعبي أن شريحاً كان يجيز شهادة الأخ لأخيه إذا كان عدلاً. (السنن الكبرى للبيهقي / باب ما جاء في شهادة لأخيه ۲۷۸/۱۵ رقم: ۲۱۴۶۶)

ولا ينعقد نكاح المسلمین إلا بحضور شاهدين حريين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين. (الہدایہ ۳۰۶/۲)

الكفاءة معتبرة، قالوا: معناه معتبرة في اللزوم على الأولياء، حتى أن عند عدمها جاز للولي الفسخ، وهذا بناء على ظاهر الرواية من أن العقد صحيح وللولي الاعتراض. أما على رواية الحسن المختارة للفتوى من أنه لا يصح، فالمعنى معتبرة في الصحة. وكذا لو كانت الزوجة صغيرة، والعاقد غير الأب والجد، فقد مر أن العقد لا يصح. (شامي، كتاب النكاح / باب الكفاءة ۸۴/۳ كراچی، ۲۰۶/۴ زکریا)

أما سائر القربات كالأخ والعم والخال ونحوهم، فتقبل شهادة بعضهم لبعض. (بدائع الصنائع، كتاب الشهادة / فصل في شرائط الركن ۳۵۱۹ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق / باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ۱۵۶۱۷ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۲/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا لڑکی سے اجازت کے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال (۹۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: لڑکی سے نکاح کی اجازت لیتے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بعض علماء یہاں یہ فرماتے ہیں کہ اگر باپ نے تنہا اجازت لی، وہاں کوئی گواہ نہ تھا، تو یہ اجازت معتبر نہ ہوگی؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مجلس نکاح میں جہاں ایجاب و قبول ہو رہا ہو، وہاں کم از کم

دو گواہوں کا موجود رہ کر ایجاب و قبول سنا ضروری ہے؛ لیکن لڑکی سے اجازت لیتے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ تنہا اجازت لینے سے بھی لڑکی کی طرف سے توکیل درست ہو جاتی ہے۔

أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كما قدمناه.

(شامی ۸۷/۴-۸۹ زکریا)

يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضروه الشهود. (الفتاوى الهندية ۲۹۴/۱)

لا يشترط الإشهاد على التوكيل. (البحر الرائق ۱۴۶/۳ زکریا)

ويصح التوكيل بالعبارة أو الكتابة، ولا يشترط بالاتفاق الإشهاد عند

صدور التوكيل، وإن كان يستحسن للتوكيل أن يشهد على التوكيل، للاحتياط

خوفاً من الإنكار عند النزاع. (الفقه الإسلامي وأدلته / حكم التوكيل بالزواج ۲۷۲۶/۹

رشیدیہ) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۲/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تبلیغی اجتماع میں نکاح کے وقت ایجاب والے گواہوں

کا ہونا ضروری ہے؟

سوال (۹۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہمارے یہاں شادی کی ترتیب یہ ہے کہ تنظیم کی جانب سے وکیل کو نکاح کا فارم دیا جاتا ہے، وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں دولہن سے ایجاب کراتا ہے، فارم جمع کرتے وقت وکیل اور گواہوں سے دستخط لئے جاتے ہیں، پھر تاریخ مقررہ پر مجمع کثیر کے اندر لڑکے سے مانگ پر قبول کرایا جاتا ہے؛ لیکن اس وقت مذکورہ بالا دونوں گواہوں کی موجودگی کو لازم قرار نہیں دیا جاتا؛ بلکہ بعض گواہ مجلس نکاح میں بھی موجود نہیں ہوتے۔

اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ چند روز پہلے ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ مصنفہ حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ میں ۲۷/۵ پر ایک مسئلہ نظر سے گذرا، جس میں حضرت نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ متفرق مجلس میں متفرق گواہوں سے نکاح صحیح نہیں، اب اگر ایسی صورت میں نکاح صحیح نہیں مانتے تو عالمی تبلیغی اجتماع بھوپال میں ہر سال سیکڑوں نکاح ہوتے ہیں، وہاں پر آج تک گواہوں کی موجودگی کی تحقیق نہیں کی جاتی ہے، صرف امیر تبلیغ مولانا زبیر صاحب نکاح پڑھادیتے ہیں، اور بس؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ وکیل جس نے بیچی سے نکاح کی اجازت لی ہے

وہ خود مجلس نکاح میں موجود ہو اور وہ قاضی کو نکاح کا اختیار دیدے، اور قاضی لڑکے سے مجلس نکاح میں قبول کرائے، تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہو جاتا ہے، اور جو گواہ وکیل کے ساتھ لڑکی سے اجازت لینے گئے تھے، ان کی گواہی؛ بلکہ مجلس نکاح میں ان کی موجودگی بھی لازم نہیں ہے، اور جو لوگ مجلس نکاح میں حاضر ہوں گے، وہی اس نکاح کے شرعی گواہ بن جائیں گے، اور عام طور پر تبلیغی اجتماعات یا دینی جلسوں میں نکاح اسی طریقہ پر منعقد ہوتے ہیں؛ لہذا ان کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح؛ بل على عقد

الوكيل. (شامی ۲۲۱/۴ زکریا)

اور ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے جس مسئلہ کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس سے وہ

صورت مراد ہے، جب کہ ایجاب کے گواہ الگ ہوں اور قبول کے الگ، یہاں یہ صورت نہیں؛ بلکہ

یہاں قاضی ایجاب کرتا ہے، اور لڑکا قبول کرتا ہے، اور یہ دونوں ایک ہی مجلس میں انجام پاتے ہیں،

اس لئے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ولو بعث مريد النكاح (أقواماً للخطبة، فزوجها الأب) أو الولي

(بحضرتہم، صح) فيجعل المتكلم فقط خاطباً والباقي شهوداً به يفتى: (الدر

المختار) وعليه الفتوى؛ لأنه ضرورة في جعل الكل خاطباً، فيجعل المتكلم فقط

والباقي شهود. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / مطلب في عطف الخاص على العام ۷۷/۳

کراچی، ۹۷-۹۸ زکریا)

رجل زوج ابنته من رجل في بيت وقوم في بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم،

إن كان من هذا البيت إلى ذلك البيت كوة رأوا الأب منها، تقبل شهادتهم.....

رجل بعث أقواماً لخطبة امرأة إلى والدها، فقال الأب: زوجت، وقبل عن الزواج

واحد من القوم، لا يصح النكاح، وقيل: يصح، وهو الصحيح وعليه الفتوى.

(الفتاوى الهندية، كتاب النكاح / الباب الأول في تفسيره شرعاً الخ ۲۶۸/۱ زکریا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح پڑھانے والے کا خود گواہ بننا؟

سوال (۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: نکاح پڑھانے والا اسی نکاح کا جس کو وہ پڑھا رہا ہے، گواہ بن سکتا ہے یا نہیں؟ ایک نکاح جس

میں صرف چار آدمی موجود تھے، جن میں ایک تو لڑکی کے والد دوسرے لڑکے کے والد، تیسرے خود لڑکا، چوتھے نکاح پڑھانے والا، صرف ان چار حضرات کی موجودگی میں ایک بند کمرہ میں نکاح ہوا ہے، قاضی نے ایجاب کیا اور لڑکے نے اسی مجلس میں قبول کیا۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ صرف مذکورہ بالا چار حضرات کی موجودگی میں ہونے والا نکاح اپنے تمام شرائط کے ساتھ صحیح طور پر منعقد ہو گیا یا نہیں؟ اگر منعقد ہو گیا تو کس طرح؟ ان میں کوئی وکیل ہوا؟ کون ولی ہوا، اور کون گواہ ہوئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں لڑکے کے والد اور نکاح پڑھانے والا گواہ قرار پائیں گے، اور لڑکی کا والد لڑکی کی طرف سے وکیل ہوگا، اور نکاح شرعاً صحیح طور پر منعقد ہو جائے گا؛ اس لئے کہ نکاح کی صحت کے تمام شرائط یہاں موجود ہیں۔

والأصل أن كل من صلح أن يكون ولياً فيه بولاية نفسه، صلح أن يكون

شاهداً. (شامی ۹۴/۴ زکریا، وکذا فی البحر الرائق / کتاب النکاح ۱۵۸/۳ زکریا)

أمر الأب رجلاً أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل وامرأتين، والحال أن

الأب حاضر صحیح؛ لأنه يجعل عاقداً حكماً، وإلا لا. ولو زوجته بنته البالغة بحضر

شاهد واحد جاز. (الدر المختار، کتاب النکاح / مطلب: الخاص علی العام ۲۴/۳ کراچی، کذا فی

الهدایة ۳۰۷/۲، وکذا فی البحر الرائق / کتاب النکاح ۱۶۱/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاضی کا دو لہن کی جانب سے وکالت اور شہادت کی

ذمہ داری انجام دینا؟

سوال (۹۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: بوقتِ نکاح قاضی دوہن کی جانب سے وکالت یا شہادت کی ذمہ داری انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ قاضی دوہن کا غیر محرم ہو اور دوہن کے قریب دیگر مستورات بھی ہوں، اور قاضی کے علاوہ دوہن کے محرم مجلس نکاح میں موجود ہوں، جو وکالت اور شہادت کی لیاقت بھی رکھتے ہوں اور قاضی بلا اجازت ولی بصد ہو کر وکالت یا شہادت کی ذمہ داری انجام دے، تو اس صورت میں نکاح ہوگا یا نہیں؟ اگر نکاح ہو جائے گا تو کوئی کراہت یا نقص تو نہیں رہے گا؟ اور قاضی کا بصد وکالت یا شہادت والا عمل درست ہے یا نہیں؟ اور اس سے قاضی کی ذات پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہاں تک انعقاد نکاح کی بات ہے، تو جو شخص بھی لڑکی کا وکیل یا نکاح میں گواہ بن جائے، بہر صورت نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر نامحرم شخص کو لڑکی سے اجازت لینے کے لئے اس کے پاس بھیجا جائے یا اجازت کے وقت گواہوں کی حیثیت سے ایسے لوگ جائیں جو لڑکی کے نئے نامحرم ہوں، تو بے پردگی اور بے حجابی کی وجہ سے ان نامحرموں کا اس کے پاس جا کر اجازت لینا جائز نہیں ہے، بالخصوص جب کہ لڑکی کے پاس دیگر اجنبی عورتیں بھی موجود ہوں، تو اس گناہ کی شدت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے؛ لہذا نکاح میں خاص طور پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ لڑکی سے اجازت لینے وہی شخص جائے جو اس کا محرم ہو، مثلاً باپ بھائی وغیرہ، اور مسئلہ صورت میں نامحرم قاضی کا اپنی وکالت یا شہادت پر ضد کرنا جائز نہیں ہے، یہ بڑی بے غیرتی اور بے شرمی کی بات ہے؛ تاہم نکاح بہر حال درست ہو جائے گا۔

عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تلجوا على

المغيبات، فإن الشيطان يجرى من أحدكم مجرى الدم. (سنن الترمذي ۲۲۲/۱)

أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته. (شامي

۸۷/۴-۸۹ زكريا، كذا في الفتاوى الهندية ۲۹۴/۱ زكريا، البحر الرائق ۱۴۶/۳ زكريا، الفقه الإسلامي

۲۶/۹-۲۷ رشيدية)

الخلوة بالأجنبية حرام. (شامي ۵۲۹/۹ زكريا)

فإن خاف الشهوة أو شك امتنع نظره إلى وجهها فحلَّ النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام، وهذا في زمانهم، وأما في زماننا فممنوع من الشابة، لا؛ لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. (شامی ۵۳۲/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۵/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بالغ بہن اور دو نابالغ بچوں کے سامنے ایجاب و قبول کرنا؟

سوال (۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور فاطمہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے بے انتہاء محبت کرتے تھے، دونوں نے محبت کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ایجاب و قبول کر لیا، جواباً لڑکے نے بھی لڑکی سے کہا کہ میں نے تم سے نکاح کر لیا، گواہوں میں اس لڑکی کی بالغہ بہن اور دو نابالغ بچے موجود تھے؛ لہذا اس نکاح کی کیا نوعیت ہوگی، نکاح ہو گیا یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں چوں کہ لڑکی اور لڑکے کے ایجاب و قبول کے وقت دو شرعی گواہ موجود نہیں ہیں، اس لئے ان کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوا، ایک بالغہ بہن اور دو نابالغ بچوں سے شرعی گواہی پوری نہیں ہوتی۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی شہادة الصبیان لا تجوز. (السنن الکبریٰ للبیہقی / باب من رد شہادة الصبیان ۱۹۲/۱۵ رقم: ۲۱۲۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مالک عن ابي الزبير أن عمر رضي الله عنه أتى بزوجل في نكاح لم يشهد عليه إلا رجل وامرأة، فقال عمر: هذا نكاح السر ولا نجيزه، ولو كنت تقدمت فيه لرجمت. رواه محمد في الموطأ (۲۴۱/۱) وهو مرسل صحيح.
(إعلاء السنن ۳۰/۱۱ رقم: ۳۰۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحررتين. (الدر المختار) وفي

الشامية: و شرط في الشهود الحرية والعقل والبلوغ. (شامي ۸۷/۴ - ۹۰ زکریا)
 قال في البحر: و شرط في الشهود أربعة: الحرية والعقل والبلوغ
 والإسلام. (البحر الرائق ۱۵۸/۳ زکریا)

وأما الشرائط في الأصل فنوعان: نوع هو شرط تحمل الشهادة، ونوع هو
 شرط أداء الشهادة وأما البلوغ والحرية والإسلام والعدالة فليست من
 شرائط التحمل؛ بل من شرائط الأداء. (بدائع الصنائع ۸۰۵/۹ دار الكتب العلمية بيروت) فقط
 والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۲۷ھ
 الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کی رسید کے بغیر انجان وکیل اور گواہوں کے

سامنے نکاح پڑھانا؟

سوال (۱۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
 کہ: مختار حسین کا بیٹا محمد فاضل اور سکندر علی کی لڑکی شیدا سکندر یہ دونوں گھر چھوڑ کر دلی چلے گئے، وہاں
 اسٹیشن پر انہیں کوئی مولانا مل گئے، اور دونوں نے اپنی اپنی باتیں بتائیں اور نکاح کرنے کے لئے
 کہا، انہوں نے منع کر دیا کہ ہمارے پاس نکاح کی رسید نہیں ہے، ان دونوں نے بنا رسید نکاح
 پڑھانے کو کہا، تو مولانا صاحب نے ایک وکیل اور دو گواہوں کے سامنے ان دونوں کا نکاح پڑھایا،
 تو کیا یہ نکاح درست ہو یا نہیں؟ براہ کرم سوال کا جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے انعقاد کے لئے رجسٹر اور رسید کچھ ضروری
 نہیں ہے، اگر مذکورہ لڑکے اور لڑکی کا نکاح واقعہ پڑھایا گیا ہے، تو شرعاً یہ معتبر ہے، اور اس نکاح
 کے باقی رہتے ہوئے مذکورہ لڑکی کا کسی اور جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔

النکاح یعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (شامي ۶۹/۴ زکریا)

و شرط حضور الشاہدین. (شامی ۸۷۱۴ زکریا)

لا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور الشاہدین. (الہدایہ ۶/۲ ۳۰)

یصح التوکیل بالنکاح. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۹۴/۱ زکریا)

ونفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولي. (الدر المختار مع الشامی ۱۵۵/۴ زکریا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غیره. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۸۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۳۲/۲/۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا وکیل اور گواہوں کے بغیر جواز نکاح کی کوئی صورت ہے؟

سوال (۱۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر صرف لڑکا اور لڑکی ہوں، اور کوئی گواہ یا وکیل میسر نہ ہو، تو نکاح پڑھانے کی کیا شکل اختیار

کرنی چاہئے؟ اگر لڑکی اور لڑکا دونوں آپس میں ایجاب و قبول کر لیں تو کیا نکاح صحیح ہو جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر صرف لڑکا اور لڑکی موجود ہوں اور گواہ نہیں ہیں، تو

ایسی صورت میں نکاح کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے، نکاح کے لئے بہر حال دو مسلمان گواہوں

کا ہونا ضروری ہے۔ بریں بنا اگر لڑکے اور لڑکی گواہوں کے بغیر ایجاب و قبول کریں گے، تو ہرگز ان

کا نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور دونوں بدستور ایک دوسرے کے لئے اجنبی رہیں گے، اور ان کے

درمیان ازدواجی تعلق حرام ہوگا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قولہ: لا نکاح إلا ببینة. (سنن لترمذی ۱۴۰۱/۱ و صحیحہ)

و شرط حضور شہدین حرین مکلفین مسلمین. (الدر المختار مع الشامی)

۸۷۱۴-۹۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۳۲/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغہ نو مسلم لڑکی سے دو گواہوں کے سامنے بغیر وکیل کے ایجاب و قبول کرنا؟

سوال (۱۰۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے ایک دوست نے تقریباً دس برس قبل ایک ہندو لڑکی (جو اسلام قبول کر چکی ہے) سے تعمیر ملت ادارہ میں دو گواہوں کی موجودگی میں قاضی صاحب کے سامنے نکاح کیا ہے، اس نکاح میں لڑکی کی طرف سے وکیل نہیں تھا، لڑکی کا باپ چوں کہ کافر ہے، اس لئے وہ لڑکی کی طرف سے وکالت کے فرائض انجام نہیں دیا، اس پس منظر میں چند سوالات میرے ذہن میں پیدا ہو رہے ہیں، کیوں کہ میرے دوست کی دوسری بیوی (جو مسلمان والدین کی بیٹی ہے) نے کسی عالم اور مفتی صاحب سے یہ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ”لانکاح إلا بولی“ وکیل کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، اس بات پر میرے دوست کی دوسری بیوی اپنے شوہر پر یہ دباؤ ڈال رہی ہیں کہ آپ کا نکاح نو مسلم لڑکی سے ہوا ہی نہیں، اس لئے آپ اس سے علیحدگی اختیار کر لیں؟ (۱) کیا یہ نکاح شریعت کی نظر میں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا یہ نکاح اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس نو مسلم لڑکی کی کفالت کون کرے گا؟ (کافروں

کے ملک میں)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ نو مسلمہ بیوی سے آپ کا نکاح بلاشبہ درست

ہے؛ اس لئے کہ لڑکی نے خود قاضی اور دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں نکاح کو قبول کیا ہے جو شرعاً معتبر ہے، اور حدیث ”لانکاح إلا بولی“ کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ لڑکی نابالغہ ہو؛ کیوں کہ نابالغہ کا نکاح بغیر ولی (باپ دادا وغیرہ) کی اجازت کے نہیں ہوتا، پس جو عورت بالغہ مسلمان ہے، اس کے نکاح کی صحت کے لئے ولی یا وکیل کی کوئی شرط نہیں۔

أن أبا هريرة رضي الله عنه حدثهم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا

تنكح الأيم حتى تستأمر، ولا تنكح البكر حتى تستأذن، وبهذا احتج أبو حنيفة على أن الولي لا يجبر الثيب ولا البكر على النكاح، والمرأة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من غير ولي ينفذ نكاحها. (عمدة القاري ۱۲۸/۲۰)

وهذا بإطلاقه حجة لأبي حنيفة في عدم تجويزه إجبار البكر البالغة، وفي شرح جمع الجوامع حمله الحنفية على الصغيرة والأمة والمكاتب. (مرقاة المفاتيح ۲۰۴/۶-۲۰۷)

قال في الخانية: والقاضي عند عدم الأولياء بمنزلة الولي في ذلك.

(البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ۱۹۷/۳ زكريا)

اور بلاوجہ شرعی کے محض دوسری بیوی کے کہنے پر مذکورہ نو مسلمہ سے نکاح ہرگز نہیں توڑنا چاہئے؛ بلکہ مسلم معاشرہ کے ہر فرد کو اس کی قربانی کی قدر کرنی چاہئے اور منکوحہ کی کفالت کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تسأل طلاق أختها تستفرغ صحفتها، فإنما لها ما قدر لها. (صحيح البخاري ۷۷۴/۲) قوله: "لا يحل" ظاهره التحريم لكنه محمول على ما إذا لم يكن هناك سبب يجوز ذلك. (عمدة القاري ۱۰۴۲/۲۰)

النفقة هي الطعام والكسوة والسكنى والنفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية، وقرابة، وملك، فتجب للزوجة على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتماس. (شامي ۲۷۸/۵-۲۸۱ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۲/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ



کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

سویتی اولادوں کا آپس میں نکاح؟

سوال (۱۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا، اس کے دو لڑکے ہیں، اسی طرح ایک عورت زاہدہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا، اس کی دو لڑکیاں ہیں، اب زید کا زاہدہ سے اور دونوں لڑکوں کا دونوں لڑکیوں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کا نکاح زاہدہ سے اور زید کے لڑکوں کا نکاح زاہدہ کی لڑکیوں سے درست ہے؛ کیوں کہ یہاں حرمت کی کوئی وجہ متحقق نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۳۰۳/۳)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء: ۲۴]

أَي مَا عدا من ذكركن من المحارم هن لكم حلال. (تفسیر ابن کثیر ۲۷۴/۱)

لاهور، کذا فی التفسیر المظہری ۲۷۶/۲ زکریا

ولا أم زوجة الأب ولا بنتها، ولا أم زوجة الابن ولا بنتها. (شامی ۱۰۵/۴)

زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۷/۵ھ

سویتی ماں کی سگی بہن سے نکاح

سوال (۱۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

۱۵۰ میں کہ: کیا کوئی شخص اپنی سویتلی ماں کی سگی بہن سے نکاح کر سکتا ہے، جب کہ ماں ابھی باپ کے نکاح میں بھی ہے اور حیات بھی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سویتلی ماں کی بہن سے مذکورہ شخص کا کوئی رشتہ حرمت نہیں ہے؛ لہذا اُس سے نکاح کرنا شرعاً حلال ہے، اگرچہ سویتلی ماں باحیات ہی کیوں نہ ہو۔
(کفایت المفتی ۳۲۵ ملتان، فتاویٰ دارالعلوم ۲۲۲/۷، فتاویٰ محمودیہ ۳۵۰/۳، ۱۱/۱۵۰)

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنة فحلال. (الدر المنختار ۱۰۵/۴ زکریا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۷۷/۱ زکریا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لا مانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۳/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ

سویتلی ماں کی بیٹی سے نکاح

سوال (۱۰۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: خالد نے ہندہ سے شادی کی، ہندہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام زید ہے، پھر خالد نے زینب طلاق شدہ عورت سے نکاح کیا، زینب کی پہلے شوہر سے ایک لڑکی رقیہ تھی، تو کیا زید اور رقیہ کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں زید اور رقیہ کے درمیان حرمت کا

کوئی سبب نہیں پایا جاتا؛ لہذا ان دونوں میں نکاح جائز ہے۔

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدر المختار ۱۰۵/۴ زکریا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه

لا مانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق / فصل في

المحرمات ۱۷۳/۳ زکریا)

أما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدر المختار ۳۱/۳ کراچی، ۱۰۵/۴ زکریا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها. (الفتاوى الهندية ۲۷۷/۱

زکریا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱۱/۱۳۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سو تیلے پھوپھا سے نکاح

سوال (۱۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: صفدر علی کا انتقال ہوا، اس کے پانچ بچے ہیں، جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے، تو کیا

وہ صفدر علی کی بیوہ اپنے سو تیلے پھوپھا سے نکاح کر سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سو تیلے پھوپھا محرم نہیں ہے؛ لہذا اس سے نکاح جائز

ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲۶۳/۷)

قال الله تعالى: ﴿وَأَجَلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

یعنی ما سوی المحرمات المذکورات فی الآیات السابقة، وخص عنه

بالسنة والإجماع والقياس یعنی ما ذکرنا من المحرمات فی الشرح وما فوق

الأربع من النساء أن تتغوا أي تتغوهن یعنی ما وراء ذلك من النساء بأمرکم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۳/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی اور سوتیلی ماں کو ایک نکاح میں جمع کرنا

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی شخص اپنے نکاح میں بیوی اور اس کی سوتیلی ماں کو جمع کر سکتا ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی سوتیلی ماں یعنی اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے، اور دونوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا بھی جائز ہے۔

فجاز الجمع بین امرأة و بنت زوجها. (شامی ۱۱۷/۴ زکریا)

ویجوز الجمع بین امرأة و بنت زوج کان لها من قبل أو بین امرأة و زوجة كانت لأبیها وھما واحد؛ لأنه لا رحم بینھما فلم یوجد الجمع بین ذواتی رحم وانا نقول: الشرط أن تكون الحرمة ثابتة من الجانبین جمیعاً، وھو أن یكون كل واحدةٍ منھما أیتھما كانت بحیث لو قدرت رجلاً لكان لا یجوز له نکاح الأخری و لم یوجد هذا الشرط؛ لأن الزوجة منھما لو كانت رجلاً لكان یجوز له أن یتزوج الأخری؛ لأن الأخری لا تكون بنت الزوج، فلم تكن الحرمة ثابتة من الجانبین، فجاز الجمع بینھما. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح / المحرمات بالمصاهرة ۵۴۰/۲ زکریا) ویجوز بین امرأة و بنت زوجها، فإن المرأة لو فرض ذكراً أحلت له تلك البنت. (الفتاویٰ الھندیة ۲۷۷/۱، فتاویٰ رحیمیہ ۹۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھوپھی زاد بہن کی بیٹی سے نکاح؟

سوال (۱۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر و اپنی پھوپھی زاد بہن کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس طرح پھوپھی زاد بھانجی سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عمر و کا اپنی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ قرآن کریم میں جن عورتوں سے نکاح کی حرمت کو ذکر کیا گیا ہے، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی ان میں شامل نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۲۶۱ ذی ہجیل)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

ای ما عدا من ذکرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسیر ابن کثیر ۲۷۴/۱)

لاہور، کذا فی التفسیر المظہری ۲۷۶/۲ زکریا)

یعنی ما سوی المحرمات المذکورات فی الآیات السابقة. (التفسیر المظہری

۶۶۱/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱۲/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

خالہ کی لڑکی کی بیٹی سے نکاح

سوال (۱۰۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالہ کی لڑکی کی بیٹی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خالہ کی لڑکی کی بیٹی (یعنی خالہ زاد بھانجی) سے نکاح

شرعاً جائز ہے، دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۷/۲۲۰-۲۳۰)

کینت خالہ و خالته لقولہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ (شامی

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدہ کی خالہ، ماموں، چچا زاد بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: والدہ کی خالہ زاد یا ماموں زاد یا چچا زاد بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس طرح اپنی خالہ زاد ماموں زاد بہن سے نکاح
درست ہے، اسی طرح اپنی ماں کی خالہ زاد ماموں زاد بہن سے بھی نکاح درست ہے۔ (فتاویٰ
دارالعلوم ۳۰۰/۷)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

أي ما عدا من ذكركن من المحارم من لكم حلال. (تفسیر ابن کثیر ۲۷۴/۱
لاہور، کذا فی التفسیر المظہری ۲۷۶/۲ زکریا)

یعنی ما سوی المحرمات المذکورات فی الآیات السابقة. (التفسیر المظہری
۶۶/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/۷/۱۴۲۶ھ

حقیقی بھانجے سے اپنی سالی کا نکاح کرانا؟

سوال (۱۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
خالہ کی سالی کی شادی خالہ کے حقیقی بھانجے سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حکم شرعی کیا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں خالہ کی سالی کی شادی خالہ کے

حقیقی بھانجے سے ہو سکتی ہے، اس لئے اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں، خواہ خالد کی بیوی خالد کے

نکاح میں ہو یا نہ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۷۲۷)

قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

أي ما عدا من ذكركم من المحارم منكم حلال. (تفسیر ابن کثیر ۲۷۴/۱)

لاهور، کذا فی التفسیر المظہری ۲۷۶/۲ زکریا

یعنی ما سوی المحرمات المذکورات فی الآیات السابقة. (التفسیر المظہری

۶۶۱۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۵/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

دیور کے لڑکے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس سے کئی بچے بھی ہوئے، کچھ دنوں کے بعد زید کا انتقال

ہو گیا اور اس نے اپنے نابالغ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، زید کی جو صحرائی جائیداد تھی، وہ اس

کے متعلقین نے اس کے مرنے کے بعد اس کے تین نابالغ لڑکوں کے نام کرادی تھی اور اس کی بیوہ کو

اس کا متولی بنا دیا تھا، یہ سارا کام سرکاری عدالت کے ذریعہ ہو گیا تھا، اب وہ عورت اس جائیداد کو

فروخت کر کے روپیہ خرچ کر رہی ہے، اور خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں ساری جائیداد بچوں کے بالغ

ہونے تک ختم نہ ہو جائے، اب بستی کے کچھ لوگوں نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ اس کا نکاح اس

کے دیور کے بیٹے یعنی بھتیجے سے کرادیا جائے؛ تاکہ وہ جائیداد اس کی نگرانی میں آکر محفوظ رہ سکے،

شرعی طور پر نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کی بیوہ اپنے دیور کے لڑکے کے لئے اجنبیہ ہے،

اُن کے درمیان قرابتِ محرمہ نہیں ہے؛ لہذا اُن کا نکاح آپس میں کرنا شرعاً درست ہے؛ البتہ مرحوم زید کے ترکہ کی تقسیم جو عدالت کے ذریعہ ہوئی ہے وہ شرعاً صحیح نہیں ہے، زید کے کل ترکہ کا آٹھواں حصہ اس کی بیوہ کو اور باقیہ ترکہ شرعی ضابطہ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾ کے مطابق زید کے لڑکے اور لڑکیوں کو ملے گا، لڑکیوں کو اُن کے جائز حق سے محروم کرنا ظلم ہے، اس کی مکافات لازم ہے۔

قال الله تعالى: ﴿وَأَجَلَ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال. (تفسیر ابن کثیر ۲۷۴/۱)

لاهور، کذا فی التفسیر المظہری ۲۷۶/۲ زکریا)

یعنی ما سوی المحرمات المذکورات فی الآیات السابقة. (التفسیر المظہری

۶۶/۲ زکریا)

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ

تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعداً عند عدم الولد وولد

الابن وإن سفل. والثلث مع الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجی فی المیراث ۷)

فوللزوجات حالتان: الربع بلا ولد، والثلث مع الولد. (الدر المختار / کتاب

الفرائض ۷۷۰/۱۶ دار الفکر بیروت)

قال تعالى: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت:

۱۲]

قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْأُنثِيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

وللبنت النصف والأكثر الثلثان. (البحر الرائق / کتاب الفرائض ۳۷۴/۹ زکریا) فقط

والله تعالى اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۱۱/۵/۱۶ھ

پچھیری بھتیجی سے نکاح

سوال (۱۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پچھیری بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چچا زاد بھائی کی لڑکی یعنی پچھیری بھتیجی محرمات میں سے

نہیں ہے، اس لئے اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَجَلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

أي ما عدا من ذكركم من المحارم من لكم حلال. (تفسیر ابن کثیر ۲۷۴/۱)

لاهور، کذا فی التفسیر المظہری ۲۷۶/۲ زکریا

یعنی ما سوی المحرمات المذکورات فی الآیات الشابقہ. (التفسیر المظہری

۶۶/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۲/۱۴

پچھیرے نواسے کا پچھیری نانی سے نکاح؟

سوال (۱۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: پچھیرے نواسے کا رشتہ نکاح پچھیری نانی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پچھیرے نواسے کا نکاح پچھیری نانی سے جائز ہے، اس

میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَجَلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم. (التفسير المنير ۶/۵ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی بیوی کی بیٹی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک عورت جوان شوہر والی تھی، اس کے شوہر نے اسے طلاق بھی نہیں دی؛ لیکن وہ اس کے پاس نہیں رہتی تھی؛ بلکہ ایک دوسرے شخص کے پاس رہتی تھی، اور کہتی تھی کہ اس کا شوہر مریض ہے، اس نے بہت طلاق لینی چاہی، مگر اس نے طلاق نہیں دی، وہ دوسرے کے پاس رہتی رہی، اب پہلا شوہر فوت ہو گیا، اور اس کی وفات کے پانچ مہینہ کے بعد اُس نے دوسرے آدمی (جس کے پاس رہتی تھی) سے نکاح کر لیا، یہ نکاح درست ہو یا نہیں؟ اور صورت حال یہ ہے کہ اس عورت کی لڑکی شوہر ثانی کے لڑکے کے نکاح میں پہلے سے ہے۔ جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر اول سے طلاق کے بغیر دوسرے شخص کے ساتھ

رہنا سخت گناہ کا کام ہوا، جس پر سچے دل سے توبہ اور استغفار لازم ہے؛ لیکن شوہر اول کی وفات کے ۵ مہینہ گزرنے کے بعد چوں کہ عدتِ وفات پوری ہو گئی ہے؛ لہذا اُس کا نکاح شوہر ثانی سے شرعاً درست ہو گیا، اور باپ کی بیوی کی بیٹی لڑکے پر حرام نہیں ہے۔ (لہذا یہ امر مانعِ نکاح نہ ہوگا)

وَأما بنت زوجة أبيه أو ابنة فحلل. وفي الشامي: قال الخبير الرملي: ولا

تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها. (شامي ۳۱/۳ کراچی)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنة ابنتها أو أمها، كذا في

محيط السرخسي. (الفتاوى الهندية ۲۷۷/۱ زکریا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنة أمها أو بنتها؛ لأنه

لامانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۳/۳ زکریا)

الحاصل أن كل من ارتكب معصية ليس فيها حد مقدر، وثبت عليه عند الحاكم؛ فإنه يجب التعزير من نظر محرم ومس محرم، والأصل في وجوب التعزير أن كل من ارتكب منكراً أو آذى مسلماً بغير حق بقوله أو بفعله يجب عليه التعزير. (لبحر الرائق / باب حد القذف، فصل في التعزير ۷۱۵ زکریا، كذا في الفتاوى الهندية ۱۶۸/۲) واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على صحيح مسلم / كتاب التوبة ۳۵۴۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۸/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سالی سے بشہوت بوس و کنار کر کے اُس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی سالی سے ویسے ہی محبت میں بوس و کنار بوسہ لینا چھٹنا کیا؛ لیکن زنا وغیرہ کچھ نہیں کیا؛ بلکہ اس شخص نے زنا کبھی کسی عورت سے بھی نہیں کیا، زنا وغیرہ کا کبھی خیال بھی آیا، تو اُس سالی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ شخص اپنی اس سالی کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ مجھے یہ شبہ اس لئے ہوا کہ میں نے ایک مترجم قرآن کریم میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ باپ کی منکوحہ و مسموسہ باشہوت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ میں نے ایک مولوی صاحب سے سالی والا مسئلہ معلوم کیا تھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اس صورت میں بچوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے؛ البتہ یہ فعل یعنی سالی کے ساتھ بوس و کنار کرنا ناجائز و برا ہے، جواب باصواب مرحمت فرمائیں۔
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سالی سے بوس و کنار حرام اور ناجائز ہے؛ لیکن سالی کی

۱۶۰ اولاد سے اُس شخص کی اولاد کا نکاح شرعاً درست ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْنَاءَ، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۳۲]

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار مع الشامی ۵۲۹/۹)

ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزنني بها وفروعها. (شامی ۳۶۱/۳)

کراچی، کذا فی البحر الرائق / فصل فی المحرمات ۱۷۹/۳ زکریا

ولا تحرم أصولها وفروعها علی ابن الواطئ وأبيه، كما فی محیط

السرخسی. (مجمع الأنهر / باب المحرمات ۳۲۶/۱ دار إحياء لثراث العربی بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۱۱/۲۱ھ

بیوی کو طلاق دینے کے بعد اُس کی بھانجی سے نکاح؟

سوال (۱۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے بیوی کو طلاق دے دی اور اُس سے دو اولاد ہیں، اُس کی پرورش کی وجہ سے بیوی کو ایک مکان کا بندوبست کر دیا ہے، اور اس کو خرچ دیتا ہے؛ لیکن اس سے اور کوئی واسطہ نہیں ہے، اب پہلی بیوی کی بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر زید نے بیوی کو طلاق دے کر

الگ کر دیا ہے، اور اُس کی عدت بھی گزر چکی ہے، تو اب مطلقہ بیوی کی بھانجی سے نکاح کرنا اُس کے لئے جائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِحْلَافٌ لَكُمْ مِمَّا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم. (التفسير المنير ۶/۱۵ دار الفکر)

بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۲/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے انتقال کے بعد سالی کی لڑکی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی انتقال کر گئی، زید اپنی بڑی سالی کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے؛ جب کہ زید کے بچے کی پرورش بڑی سالی کر رہی ہے، نیز دودھ اپنا پلاتی ہے، آیا زید اپنی بڑی سالی کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو یہ کیسے جائز ہے؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو کیسے جائز نہیں ہے؟ اس مسئلہ کی وضاحت قرآن کریم و حدیث شریف کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کا اپنی بیوی کے انتقال کے بعد سالی کی لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، اگرچہ اس سالی نے زید کے بچے کو دودھ پلایا ہو، پھر بھی زید کے لئے سالی کی لڑکی حرام نہ ہوگی؛ کیوں کہ اُس کا زید سے کوئی حرمت کا رشتہ نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴] .
يفارق النسب الإرضاع في صور..... وأخت ابن أي كل منهما رضاعي أو الأول رضاعي والثاني نسبي أو العكس. (الدر المختار مع الشامی / باب الرضاع ۴۰۵/۴ زکریا)
ويجوز تزوج أخت ابنه من الرضاع. (الهدایة ۱/۲ ۳۵، کذا فی البحر الرائق ۲۲۳/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۲/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کے ساتھ لواطت کی اُس کی لڑکی کا اپنے لڑکے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید اور خالد نے باہم لواطت و اغلام بازی کی، اب دونوں میں سے ایک کی لڑکی مثلاً زید کی لڑکی کا نکاح خالد کے لڑکے کے ساتھ صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟ حرمت مصاہرت لازم آئے گی یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپس میں ہم جنسی کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی؛ لہذا صورتِ مسئلہ میں زید کی لڑکی کا نکاح خالد کے لڑکے کے ساتھ درست ہوگا۔

ولیفید أنها لا تثبت بالوطئ بالدبر. (الرد المحتار / فصل في المحرمات ۱۰۷۱۴ زکریا)
اللوطة لا يوجب حرمة المصاهرة، إلى هذا أشار محمد في الزيادات،
والفتوى على هذا، وفي الحجة: ولو مس بالوطئ في دبرها لا تثبت حرمة
المصاهرة، وفي اليتيمة: ذكر في الأسرار أن الإتيان في دبر المرأة يوجب
الحرمة بالإجماع. (الفتاوى التاتارخانية ۵۰۱۴ رقم: ۵۵۰۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۸/۸ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ماموں بھانجے دونوں سہمی بن سکتے ہیں؟

سوال (۱۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: حقیقی ماموں اور حقیقی بھانجہ کیا دونوں سہمی بن سکتے ہیں؟ بایں طور کہ ماموں کا لڑکا اور بھانجے کی
لڑکی، تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماموں کے لڑکے اور بھانجے کی لڑکی میں نکاح درست
ہے، اُن میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم. (التفسير المنير ۶۱۵ دار الفكر)

بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جولٹ کا اور لڑکی جماع پر قادر نہ ہوں ان کا آپس میں نکاح؟

سوال (۱۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکا قدرتی طور پر صحبت کرنے پر قادر نہیں ہے، باقی حقوق زوجیت ادا کر سکتا ہے، ضروریات زندگی پورا کرنے کے لئے شادی کرنا چاہتا ہے، بالاتفاق لڑکی بھی اپنے کسی عذر کی بنا پر ہمبستری کے لائق نہیں ہے، تو کیا ایسی لڑکی اور لڑکے کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے، جب کہ دونوں ہمبستر ہونے کے لائق نہ ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کی صحت کے لئے زوجین کا ہمبستری پر قادر ہونا

لازم نہیں ہے؛ لہذا مسئلہ صورت میں مذکورہ لڑکے اور لڑکی کے نکاح میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

وینعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامی ۶۸/۴ زکریا)

وفي الكافي: ركن النکاح: الإيجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۳/۴ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالت نفاس میں نکاح کرنا

سوال (۱۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک عورت جو نفاس کی حالت میں ہے، اس عورت سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اس عورت کو وضع حمل سے قبل طلاق دی گئی ہے اور

وضع حمل سے اس کی عدت پوری ہوگئی ہے، تو اب حالتِ نفاس میں دوسرے شخص کے لئے اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے؛ اسی طرح اگر شوہر اول نے دو سے کم طلاقیں دی ہوں تو اس حالت میں اس کے لئے تجدید نکاح کی بھی اجازت ہے؛ البتہ حالتِ نفاس میں عورت سے جماع اور ہم بستری جائز نہیں ہے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

[الطلاق، جزء آیت: ۴]

عن المسور بن مخرمة أن سبعة الأسلمية نفست بعد وفاة زوجها بليال، فجاءت النبي صلى الله عليه وسلم فاستأذنته أن تنكح فأذن لها فنكحت. (صحيح لبخاري ۸۰۲/۲)

ويحرم بالحيض والنفاس الجماع والاستمتاع بما تحت السرة إلى تحت الركبة لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ﴾ (حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح ۱۴۵)

وفي حق الحامل وضع جميع حملها. (تنوير الأبصار مع الدر ۱۱۱۳/۵ کراچی) فقط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۹/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہنوئی کی دوسری بیوی کی بیٹی سے نکاح؟

سوال (۱۲۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: دو حضرات بیوی بچوں والے ہیں، شرافت علی دوسرے شاکر علی، شاکر اپنا دوسرا نکاح شرافت علی کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں، اور آنے والے وقت میں شرافت علی اپنے لڑکے کا نکاح محمد شاکر کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں؟ تو کیا یہ درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں شرافت کا لڑکا اپنے بہنوئی (شاکر

علی) کی اس بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے جو اس کی بہن کے علاوہ شا کر علی کی پہلی بیوی کے بطن سے ہے، ان دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔

قال الله تعالى: ﴿وَأَجَلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ [النساء: ۲۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۱۱/۲۲ھ

ربیب کا ریبہ سے نکاح؟

سوال (۱۲۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں نے ایک بیوہ سے نکاح کر لیا ہے، ان کے ساتھ ایک بیٹا ہے اور میرے پاس ایک بیٹی ہے، ان کے لڑکے کا میری لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دوسری بیوی کا لڑکا جو دوسرے شوہر سے ہے اور آپ

کی لڑکی جو پہلی بیوی سے ہے، چوں کہ وہ آپس میں بھائی بہن نہیں ہوئے، اس لئے ان دونوں کا نکاح آپس میں شرعاً جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۳۳۷)

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدر المختار ۱۰/۵۱۴ زکریا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في

محيط السرخسي. (الفتاوى الهندية ۱/۲۷۷ زکریا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه

لامانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق / فصل في

المحرمات ۱۷۳/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مملوکہ باندی سے جماع کرنا حلال ہے، الگ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں

سوال (۱۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حرمتِ مصاہرت کے اسباب کے تحت مسئلہ کی وضاحت درکار ہے، "اپنی مملوکہ باندی سے جماع کے بعد کیا باندی حرمت میں داخل ہو جاتی ہے، گویا اس کے ساتھ رشتہ ازدواجی حرام ہے، کیا باندی سے جماع جائز ہے؟ اس رشتہ سے تولید (اولاد) کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا اولاد جائز ہے اور جائیداد موروثی میں اولاد کا حق ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس وقت دنیا میں کہیں بھی مملوکہ باندی کا وجود نہیں ہے؛

اس لئے کہ اقوام متحدہ میں شامل ممالک نے آپس میں معاہدہ کر رکھا ہے کہ کوئی قوم دوسرے کو غلام نہیں بنائے گی؛ لیکن اگر بالفرض آئندہ زمانے میں کہیں باندی کا وجود ہو، تو شرعاً باندی سے جسمانی تعلق قائم کرنا حلال ہے، اس سے الگ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس سے پیدا شدہ اولاد کا نسب آقا سے ثابت ہوگا، اور وہ منکوحہ آزاد عورت سے پیدا شدہ اولاد کی طرح ہی وراثت کی حق دار ہوگی، اور یہ باندی ام الولد کہلائے گی، جو آقا کے انتقال کے بعد فوراً خود بخود آزاد ہو جائے گی۔

إن أكثر أقوام العالم قد أحدثت اليوم معاهدة فيما بينها وقررت أنها لا تسترق أسيراً من أسارى الحروب، وأكثر البلاد الإسلامية اليوم من شركاء هذه المعاهدة، ولا سيما أعضاء الأمم المتحدة "فلا يجوز لمملكة إسلامية اليوم أن تسترق أسيراً ما دامت هذه المعاهدة باقية، وأما إحداث مثل هذا العهد فلم أر حكمه صريحاً عند المتقدمين، والظاهر أنه يجوز. (تكملة فتح الملهم ۲۷۲/۱ اشرفیہ)

وإذا ولد الأمة من سيدها بإقراره - إلى قوله - فهي أم ولد

حكمها كالمذبذبة إلا أنها تعتق بموته من كل ماله وإن ولدت بعده

ولداً تثبت نسبه بلا دعوى..... لأن أمومية الولد فرع النسب كما قدمناه. (شامي ۴۵۲/۵-۴۶۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی دونوں ساتھ اسلام لائیں تو کیا تجدید نکاح

ضروری ہے؟

سوال (۱۲۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو شخص (میاں بیوی) ایک ساتھ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، تب کیا ان کو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا پہلی حالت میں ہی رہنے دیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسے میاں بیوی کو نکاح کی تجدید کی ضرورت نہیں ہے، ان میں سابقہ رشتہ مناکحت بدستور باقی رہے گا۔

ویقرون علیہ بعد الإسلام. (الدر المختار ۱۸۵/۳ کراچی، ۲۵۰/۴ زکریا)

أسلم المتزوجان بلا شهود أو في عدة كافر معتقدين ذلك أقرأ عليه.

(شامي ۳۵۱/۴ زکریا)

حتى لو أسلما يقران على ذلك عند علمائنا الثلاثة. (الفتاوى الهندية ۳۳۷/۱)

وإذا ارتدا معاً ثم أسلما معاً فهما على نكاحها. (الهداية مع الفتح ۴۳۰/۳) فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۱۱/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



زانیہ اور حاملہ سے نکاح کے مسائل

لڑکے کا مزنیۃ الاب سے نکاح حرام ہے

سوال (۱۲۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: دو سگی بہنوں کا رشتہ دو سگے بھائیوں سے طے ہو جاتا ہے، یہ لڑکے اور لڑکیاں بلحاظ عمر بالغ اور جوان ہیں، نیز لڑکے اور لڑکیوں کے والد آپس میں خاندانی بھائی ہیں، رشتہ تو قائم ہو جاتا ہے؛ البتہ شادی ہونی ابھی باقی ہے جو آئندہ وقت میں ہوگی؛ کیوں کہ لڑکوں کا باپ لڑکیوں کے باپ کے گھر رہ کر بار بار کرتا ہے، اس لئے گھر میں اس سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں ہے، رشتہ ہونے کے بعد لڑکوں کا باپ اپنے چھوٹے لڑکے کی ہونے والی بیوی یعنی چھوٹی لڑکی سے ناجائز تعلق قائم کر لیتا ہے اور زنا کرتا ہے، یعنی زنا کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے، جس کا کسی کو کوئی علم نہیں ہے؛ لیکن اسی دوران لڑکی کو حمل قرار پا جاتا ہے، تب لڑکی کے وارثین کو جانکاری ہوتی ہے اور حمل ساقط کر دیا جاتا ہے، باوجود ایسا ہونے کے زیادہ رسوائی اور ذلت کے ڈر سے اگر دونوں فریق پھر بھی یہ شادی کرنا چاہیں اور شادی کرنے کے لئے رضامند ہوں، تو کیا یہ شادی ہو جائے گی؟ اور اس میں کوئی شرعی خلل تو واقع نہیں ہوگا، یا ایک لڑکے کی شادی درست ہوگی اور ایک کی درست نہ ہوگی، یا دونوں کی شادی ہو جائے گی؟ ان تمام باتوں کا جواب جائز، ناجائز، حلال، حرام سب باتوں پر غور فرماتے ہوئے تفصیل سے لکھیں؛ تاکہ آئندہ یہ دونوں جوڑے گناہ سے بچ سکیں، اور اس بارے میں شریعت کے اعتبار سے ہماری رہبری فرمائیں؛ تاکہ یہ شادی صحیح اور درستگی کے ساتھ عمل میں آسکے، خیال رہے کہ جو کچھ بھی زنا اور گناہ کا ارتکاب کیا ہے، وہ لڑکوں کے باپ کا اپنا عمل ہے، لڑکوں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے، پھر بھی اگر اس زنا اور گناہ کی وجہ سے لڑکوں کی شادی پر کوئی شرعی فرق پڑتا

ہو، تو بتائیں یعنی چھوٹی لڑکی جس سے زنا کیا گیا ہے، اُس کی شادی چھوٹے لڑکے یعنی زنا کرنے والے کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ ہونے میں کوئی شرعی خلل تو واقع نہ ہوگا اور یہ شادی اور نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ یاد دونوں لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی پر کوئی فرق پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: لڑکے کے باپ نے جس لڑکی سے زنا کیا ہے، اس

لڑکی کا نکاح زانی کے کسی لڑکے سے ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ لڑکی زانی کی اولاد پر قطعاً حرام ہو چکی ہے؛ البتہ دوسرے لڑکے کا مقررہ رشتہ کے مطابق بڑی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاءُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا

قَدْ سَلَفَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۲]

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: مرّ بی نحالی ومعه لواء، فقالت:

أین تذهب؟ قال: بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی رجل تزوج بامرأة أبیہ

آتیہ برأسہ. (رواه الترمذی، أبواب الأحکام / باب فیمن تزوج امرأة أبیہ رقم: ۱۳۶۲)

والنکاح قیل: معناه الوطء حقیقۃً، کذا قال ابن الجوزی فی التہذیب،

وبناء علی هذا احتج بهذه الآیة علی ثبوت حرمة المصاهرة، فی الزنا، ومعنی

الآیة علی هذا لا تطؤا موطوءات الآباء، سواء کان الوطء بنکاح صحیح أو فاسداً

ملک یمین أو شبہة أو بزنی. (التفسیر المظہری، لقاضی ثناء اللہ الفانی فتی ۲۶۳/۲ زکریا)

فمن زنی بامرأة حرمت علیہ أمها وإن علت، وابتها وإن سلفت، وکذا

تحرم المنزنی بها علی آباء الزانی وأجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا، کذا فی

فتح القدیر. (الفتاویٰ الہندیة ۲۷۴/۱، کذا فی مجمع الأنهر / باب المحرمات ۳۲۶/۱ دار احیاء

التراث العربی بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/۱۱/۱۴۱۳ھ

زانی کا مزنیہ حاملہ سے نکاح؟

سوال (۱۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے ایک لڑکی سے ناجائز طور پر وطی کی، جس کی وجہ سے وہ حاملہ ہو گئی، حاملہ ہونے کے تین یا پانچ مہینے کے بعد اس شخص نے اسی لڑکی سے شرعی طور پر نکاح کر لیا، نکاح کرنے کے چار یا پانچ مہینے کے بعد ایک بچہ کی ولادت ہوئی، ولادت کے بعد اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نکاح کا اعادہ کیا جائے، اس نکاح اور بچہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو نکاح ہو گیا ہے وہی کافی ہے یا دوبارہ کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زانی کا نکاح اپنی مزنیہ سے حالت حمل میں صحیح ہو جاتا ہے، وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے، نیز اگر زانی اس بچہ کے بارے میں دعویٰ کرتا ہے تو اس بچہ کا نسب باپ یعنی زانی سے ثابت ہوگا۔

وصح نکاح حبلی من زنا عندہما، وقال أبو یوسف: لا یصح، والفتویٰ علی قولہما. (الدر المختار مع الشامی ۱/۴۱۴ زکریا)

وفي مجموع النوازل: إذا تزوج امرأة قد زنی ہو بہا، وظهر بہا حبلی، فالنکاح جائز عند الكل، وله أن یطأها عند الكل. (الفتاویٰ الہندیہ ۱/۲۸۰۸ زکریا)

صح نکاح حبلی من زنا عند الطرفين، وعلیہ الفتویٰ لدخولہا النص، وفيہ إشعار بأنه لو نکح الزانی فالوطی جائز بالإجماع. (مجمع الأنهر / باب المحرمات

۳۲۹/۱ دار إحياء التراث العربی، کذا فی تبیین الحقائق ۲/۴۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النکاح لا یثبت النسب، ولا یرث منه إلا

أن یقول: هذا الولد منی. (شامی ۱/۴۲۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۲/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حاملہ من الزنا کا زانی سے نکاح؟

سوال (۱۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مطلقہ عورت ہے، جس کی طلاق کے تقریباً دو سال ہو گئے ہیں، اس دوران اس عورت کے ساتھ ایک مرد کے غلط تعلقات ہو گئے، جس سے حمل ٹھہر گیا ہے، حمل تقریباً چھ ماہ کا ہے، عورت اس حمل کو مذکورہ مرد سے منسوب کرتی ہے، اور مرد بھی اس کا اقرار کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس عورت کا نکاح اس حال میں اس مرد سے ہو سکتا ہے جس سے اس کا تعلق تھا، یعنی وضع حمل سے پہلے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں اس مرد اور عورت کے درمیان نکاح درست ہے اور نکاح کے بعد عورت سے وطی بھی کر سکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۸۱/۷)

وصح نکاح حبلی من زنی، لو نکحها الزانی حل له و طؤها اتفاقاً. (الدر المختار مع الشامی ۱۴۱/۴-۱۴۲ زکریا، کذافی الفتاویٰ الہندیہ ۲۸۰/۱ زکریا، مجمع الأنہر ۳۲۹/۱ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۵/۲۵ھ

ہندو لڑکے کی مزنیہ حاملہ سے مسلمان لڑکے کا نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندو ایک غیر شادی شدہ لڑکی ہے، اس کو ایک غیر مسلم لڑکے سے حمل ٹھہر گیا ہے، دوسرا لڑکا مسلمان ہندو سے شادی کرنا چاہتا ہے، تو اس کا ہندو سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ جو حمل ہے اس کو کیا کرنا چاہئے، اور غیر مسلم بھی شادی کرنے کے لئے تیار ہے، اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ جواب مطلوب ہے۔

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں مسلمان لڑکے کا ہندہ سے نکاح کرنا صحیح ہے؛ لیکن جب تک وہ بچہ نہ جن دے، اُس وقت تک اُس کے لئے ہندہ سے جماع کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ اور غیر مسلم کا نکاح مسلمان عورت سے ہرگز جائز نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ تُوْمِنُوا، وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۱]

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ورفعه أنه قال في نسبايا أو طاس: لا توطأ حامل حتى تضع، ولا غير ذات حمل حتى تحيض حيضة. (سنن أبي داؤد / باب في وطئ السبايا ۲۹۳/۱ رقم: ۲۱۵۷)

قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى: يجوز أن يتزوج امرأة حاملاً من الزنا ولا يطأها حتى تضع حملها. (الفتاوى التاتارخانية ۶۷/۴ رقم: ۵۵۴۸ زكريا) ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر. (بدائع الصنائع / فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة ۴۶۵/۳ دار الكتب العلمية بيروت) وصح نكاح حبلی من زنى الخ، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع متصل بالمسئلة الأولى لئلا يسقي ماؤه زرع غيره. (الدر المختص ۴۸۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۸/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم لڑکی سے زنا کر کے حالتِ حمل میں شرعی نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک مسلمان بندہ نے ایک غیر مسلم لڑکی سے ناجائز تعلقات قائم کرنے کی بناء پر چار مہینہ کا حمل

ٹھہر گیا ہے، اور کورٹ میرج کر لیا ہے، اور لڑکی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی ہے، اب لڑکا بھی چاہتا ہے کہ شرعی طور پر نکاح کر لیا جائے، اب اس صورت میں نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زنا ایک ایسا برا فعل ہے جس پر قرآن اور احادیث

شریفہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں؛ لہذا دونوں لڑکے اور لڑکی پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سچی پکی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسے برے کام سے بچنے کا عزم مصمم کریں۔ اور مسلمان کا نکاح ہندو عورت کے ساتھ جائز نہیں ہے، اس لئے اس کورٹ میرج کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ کورٹ میرج کے بعد ان کے تعلقات حرام کاری کے طور پر ہوئے تھے؛ البتہ اب لڑکی کے مسلمان ہونے کے بعد اگر وہ لڑکا اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَا، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ

سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۳۲]

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا

يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن،

ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن. (صحيح البخاري رقم: ۲۴۷۵، صحيح مسلم

رقم: ۵۷، سنن أبي داود رقم: ۴۶۸۹، سنن الترمذي: ۲۶۲۵، الترغيب والترهيب مكمل: ۵۱۱ رقم:

۳۵۸۶ بيت الأفكار الدولية)

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾

[التحریم، جزء آیت: ۸]

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على

الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني

۱۰۹/۲۸ بیروت، شرح النووي علی مسلم ۳۵۴/۲)

قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّى تُؤْمِنَ، وَلَا مَمْنَةً خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَكَوْا عَجَبْتِكُمْ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۱]

عن الحسن بن محمد بن علي قال: كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مجوس هجر يدعوهم إلى الإسلام، فمن أسلم قبل منه الحق، ومن أبي كتب عليه الجزية، ولا تؤكل لهم ذبيحة ولا تنكح منهم امرأة. (المصنف لعبد الرزاق / أخذ الجزية من المجوس ۶۹/۶ رقم: ۱۰۰۲۸)

وصح نكاح حبلى من زنا لا من غيره، وإن حرم وطؤها حتى تضع، لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً. (شامي ۱۴۱/۴ زكريا، كذافي الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱، بدائع الصنائع ۵۵۰/۲ زكريا، البحر الرائق ۱۸۷/۳ زكريا)

وحرم نكاح الوثنية بالإجماع. (الدر المختار مع الشامي ۱۲۵/۴ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۲۱/۸/۱

شادی شدہ مرد کا غیر شادی شدہ عورت سے زنا کر کے شادی کرنا؟

سوال (۱۳۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بالغ شادی شدہ مرد اور بالغ غیر شادی شدہ عورت کے آپسی ناجائز جنسی تعلقات رہے، جس سے حمل بھی ٹھہرا، اور دونوں نے عام لوگوں میں اعتراف کیا کہ ناجائز تعلقات سے ان کا ہی حمل ہے، اس بارے میں شرعی حدسز اقرآن و حدیث کی روشنی میں کیا ہے؟

اور کیا بغیر سزا بھگتے ان کا نکاح کرنا جائز ہے، اور بلا بیان لئے زانی اور زانیہ سے علماء یا مفتی صاحب فتویٰ نکاح کا اجرا کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ زنا کی نسبت دریا فنگی کا طریقہ کیا ہے، اور کس کے بیان لینے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ مرد و عورت نے بدکاری کر کے انتہائی بدترین

گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اگر انہوں نے اس سے توبہ نہ کی، تو آخرت میں سخت سزا ملے گی؛ لیکن دنیا میں سزا جاری ہونے کے لئے اسلامی حکومت کا ہونا شرط ہے، جو ہمارے ملک میں مفقود ہے، اور رہ گیا ان دونوں زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح کا مسئلہ، تو اگر کوئی اور شرعی رکاوٹ نہ ہو، تو ان کے مابین نکاح درست ہے، اس مسئلہ کا تعلق سزا جاری ہونے یا نہ ہونے سے نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ

غَفُورًا رَحِيمًا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱۱]

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (مشكاة المصابيح ۲۰۶)

يشترط الإمام لاستيفاء الحدود. (شامي ۱۹۵/۱۰-۱۹۶ زكريا)

وصح نكاح حبلی من الزنا. (الدر المختار مع الشامي ۱۴۱/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بدکاری کے بعد شرعی ایجاب و قبول سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ناصر نے نازیہ سے محبت کی، دونوں نکاح پر راضی ہو گئے، اور ماں باپ سے چھپ کر دونوں نے نکاح کر لیا، پھر نکاح کے کچھ دن بعد لڑکی نے لڑکے کو اپنے ماں باپ کی عدم موجودگی میں بلا لیا، اور دونوں ہمبستر ہو لئے، اور یہ سلسلہ نکاح سے پہلے بھی چل رہا تھا، نکاح سے پہلے اولاد کا سلسلہ بھی ہو گیا تھا، تو آپریشن سے صفائی کرائی تھی؛ لیکن لڑکی نے اپنے ماں باپ کو نکاح کے بارے میں نہیں بتایا تھا، پھر ۸-۹ مہینے کے بعد لڑکی لڑکے سے کورٹ میرج کر لیتی ہے، کورٹ میرج کے ایک مہینہ کے بعد لڑکی کی ماں لڑکی سے کہتی ہے کہ ہم تیرا رشتہ کرنے جا رہے ہیں، تو لڑکی اپنی ماں سے کہتی ہے کہ میں شادی اسی لڑکے سے کروں گی جس سے میں پیار کرتی ہوں؛ لیکن لڑکی کے ماں باپ

اُسے نہیں مانتے ہیں، اور لڑکی کی مرضی کے خلاف رشتہ طے کر دیتے ہیں، اس پر لڑکی ایک پرچہ لکھ کر چھوڑ دیتی ہے کہ میں مرنے جا رہی ہوں، اور تحریر کرتی ہے کہ میرا کورٹ میرج اور نکاح دونوں ہو چکے ہیں، اور گھر سے چلی جاتی ہے، گھر چھوڑنے کے فوراً بعد لڑکی لڑکے کو پی سی او سے فون کرتی ہے کہ میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے، اور وہ اب اپنے گھر نہیں جائے گی، لڑکا لڑکی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ؛ لیکن وہ نہیں مانی، اس کے بعد وہ لڑکے کے گھر آجاتی ہے، اسی وقت لڑکی کے ماں باپ بھی لڑکے کے گھر آجاتے ہیں، ماں باپ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے یہ ناصر سے بہت محبت کرتی ہے، ہم اس کی رخصتی ناصر کے ساتھ ہی کر دیں گے جیسے ہوتی ہے؛ لیکن ابھی اس کو ہم یہاں سے لے جاتے ہیں، نہیں تو ہماری بدنامی ہوگی، لڑکی لڑکا راضی ہو جاتے ہیں۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ شریعت کے حساب سے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ نکاح ہوا یا دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح سے پہلے لڑکی اور لڑکے نے جو جسمانی تعلقات قائم کئے یہ بدترین گناہ اور کھلی ہوئی حرام کاری تھی، جس پر سچے دل سے توبہ کرنی ضروری ہے؛ لیکن بعد میں اگر شرعی گواہوں کی موجودگی میں دونوں نے نکاح کر لیا، جیسا کہ سوال میں ہم رشتہ نکاح کی رسید سے معلوم ہوتا ہے، تو یہ نکاح منعقد ہو چکا، اب دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾

[التحریم، جزء آیت: ۸]

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على مسلم)

كتاب التوبة ۲/۳۵۴، روح المعاني ۲۸ ۱۵۹ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وينعقد بإيجاب وقبول الخ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ۶۸/۴ زكريا)

وفي الكافي: ركن النكاح: الإيجاب والقبول. (الفتاوى التاتارخانية ۳۱۴ رقم)

۵۳۶۱ زکریا، البحر الرائق ۱۴۴۱۳ زکریا)

وينعقد بإيجاب وقبول حرين أو حر وحررتين عاقلين بالغين مسلمين ولو

فاسقين الخ. (کنز اللقائق علی البحر الرائق ۱۳۶۱۳-۱۵۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

زانیہ کا نکاح غیر زانی سے؟

سوال (۱۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کے ہندہ کے ساتھ ناجائز تعلقات رہے، بالآخر زنا کا بچہ پیدا ہوا، اب اس لڑکی کا نکاح کس کے ساتھ ہوگا اور کن صورتوں میں ہوگا، اور ان پر شرعی حدود کیا نافذ ہوں گی؟ اور اگر لڑکی حاملہ ہے تو اس صورت میں اگر اس کا نکاح کروایا جائے، تو کیا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زانیہ عورت کا نکاح زانی سے یا کسی غیر محرم سے ہو سکتا

ہے؛ البتہ اگر وہ زنا سے حاملہ ہوئی ہے، تو زانی کے علاوہ جو شخص اس سے نکاح کرے گا، اس کے لئے بچہ پیدا ہونے تک اس سے جماع کرنا جائز نہ ہوگا۔

وصح نكاح حبلى من زنى وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع،

لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا. (الدر المختار ۱۴۱/۴-۱۴۲ زکریا)

فصل: ومنها: أن لا يكون حمل ثابت النسب من الغير وهذا؛ لأن

الحمل إذا كان ثابت النسب من الغير وماءه محرم، لزم حفظ حرمة ماءه

بالمنع من النكاح، وعلى هذا يخرج ما إذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا أنه يجوز

في قول أبي حنيفة ومحمد؛ ولكن لا يطؤها حتى تضع. ولهما: أن المنع من

نکاح الحامل حملاً ثابت النسب لحرمة ماء الوطء، ولا حرمة لماء الزنا بدليل أنه لا يثبت به النسب.

قال النبي صلى الله عليه وسلم: "الولد للفراش وللعاهر الحجر"، فإذا لم يكن له حرمة لا يمنع جواز النكاح إلا أنها لا توطأ حتى تضع، لما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسقن ماءه زرع غيره.

وروي عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا يحل لرجلين يؤمنا بالله واليوم الآخر أن يجتمعا على امرأة في طهر واحد، وحرمة الوطء بعارض طارئ على المحل، لا ينافي النكاح لا بقاء ولا ابتداء كالحيض والنفاس. (بدائع الصنائع / بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير ۵۵۰/۲ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

آٹھ ماہ کی حاملہ عورت کا کسی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کے پیٹ میں آٹھ ماہ کا بچہ ہو تو وہ کسی کے نکاح میں جاسکتی ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ بچہ نکاح سے ہے اور شوہر نے اُسے طلاق دی ہے یا شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، تو بچہ جننے تک وہ عورت عدت میں ہے، بچہ پیٹ میں رہتے ہوئے اُس کا نکاح کسی سے حلال نہیں ہے، اور اگر یہ بچہ زنا کا ہے تو پیدائش سے پہلے اگرچہ نکاح درست ہے؛ لیکن زانی کے علاوہ کے لئے بچہ پیدا ہونے تک اُس سے جماع وغیرہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

عن سليمان بن يسار أن عمر رضي الله عنه قال: للتي نكحت في عدتها

فرق بینہما، وقال: لا يتناكحان أبداً..... الخ.

وعن الشعبي أن علياً رضي الله عنه فرق بينهما وجعل لها الصداق بما استحل من فرجها..... الخ. (سنن سعيد بن منصور / باب المرأة تزوج في عدتها ۱۸۹/۱ رقم: ۶۹۸-۶۹۹)
ولا يجوز نكاح منكوحه الغير ومعتدة الغير عند الكل. (الفتاوى التاتارخانية

۱۶۶/۴ زکریا)

وصح نكاح حبلى من زنا، لا حبلى من غيره، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع. (الدر المختار ۱۴۱/۴ زکریا، كذا في الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱، بدائع لصنائع ۵۵۰/۲ زکریا)
”وحبلى من زنا لا من غيره“ أي وحل تزويج الحبلى من الزنا، ولا يجوز تزوج الحبلى من غير الزنا. أما الأول فهو قولهما، وقيد بالتزويج؛ لأن وطأها حرام اتفاقاً عند الكل للحديث: ”من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسقين ماءه زرع غيره“. قوله: لا من غيره: صحح الشارع المنع وهو المعتمد، وفي فتح القدير: إنه ظاهر المذهب. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۸۷/۳ زکریا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۵/۱۳۲۱ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا الله عنه

کیا نکاح کے ایک مہینہ بعد بچہ پیدا ہوجانے کی وجہ سے

تجدید نکاح ضروری ہے؟

سوال (۱۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی دو بچے بھی ہیں، پھر کسی بات پر اس کو طلاق دے دی، پھر زید کی نظر کسی اجنبی عورت پر پڑ گئی، پس اس سے شادی کر لی اور نکاح کے ایک ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو گیا اور اس بچہ کو مار دیا گیا، بات اس حد تک پہنچی کہ گاؤں والوں نے اس گھر کا آنا جانا اور اس لڑکی کی پکائی ہوئی چیز کو کھانا بند کر دیا اور گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا، شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: زنا سے حاملہ جس عورت سے حالتِ حمل میں نکاح ہوا ہے وہ شرعاً منعقد ہو چکا ہے، اب وہ نکاحِ زید کی بیوی ہے تجدیدِ نکاح ضروری نہیں ہے۔

صح نکاح حبلی من زنی لا حبلی من غیرہ۔ (الدر المختار مع الشامی ۴۸۱۳)

کراچی، ۱۴۲۱ھ زکریا، بدائع الصنائع ۵۵۰/۲، زکریا، تبیین الحقائق ۱۳۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۱۵/۳/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زنا سے توبہ کرنے کے بعد زانیہ کو نکاح میں رکھنا؟

سوال (۱۳۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی بیوی زانیہ ہے، اس بات کا وہ خود اقرار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے اس راہِ ناپاک سے توبہ کر لی ہے اور حقیقتاً توبہ کر لی ہے، فی الحال شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزار رہی ہے، اور وہ عورت ابھی تین بچوں کی ماں ہے، گذشتہ تین سال سے زنا سے بالکل بری ہے؛ لیکن شوہر اپنی اس بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں نفرت کرتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر زید کو اپنی بیوی کے بارے میں گمانِ غالب ہے کہ

وہ آئندہ انشاء اللہ بدکاری نہیں کرے گی، تو اس کے ساتھ رہنے میں شرعاً کسی طرح کا مضائقہ نہیں ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ (سنن ابن ماجہ ۳۱۳، مشکلة المصابیح ۲۰۶، فیض القدير

۲۷۳۶/۵ رقم: ۳۳۸۵، شرح الفقہ الأكبر ۱۹۴ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۱۵/۱۱/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت جس عورت کے حمل ٹھہرا ہو عدت کے بعد اُس سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدت پوری ہونے کے بعد عورت کا حمل ظاہر ہو جائے تو وضع حمل سے پہلے مطلقہ یا رائنڈ عورت کا نکاح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ صرف نکاح کرنا چاہتی ہے، وضع حمل تک اپنے میسے رہیں گی، شوہر سے کوئی بات نہیں کرے گی، اس شرط پر مذکورہ عورت نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر عدت کے اندر حمل ٹھہرا ہے اور عدت گزرنے کے بعد حمل ظاہر ہوا، تو ایسی صورت میں وضع حمل سے پہلے نکاح درست نہیں ہے۔

وفیمن حبلت بعد موت الصبی بأن ولدت لنصف حول، فکبر عدة الموت إجماعاً لعدم الحمل عند الموت. (شامی، کتاب الطلاق / باب العدة ۱۹۱/۵ زکریا)

اور اگر استقر حمل عدت گزرنے کے بعد ہوا ہے تو یہ زنا کا حمل، ہے جس میں وضع حمل سے پہلے نکاح جائز ہے؛ لیکن شوہر (غیر زانی) کے لئے بچہ کی پیدائش سے پہلے اس سے جماع درست نہ ہوگا؛ البتہ خود زانی سے نکاح ہوا، تو اس کے لئے وطی جائز ہے۔

وصح نکاح حبلی من زنا لا من غیرہ، وإن حرم وطؤها حتی تضع، لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً. (شامی ۱۴۱/۴ زکریا، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ ۲۸۰/۱، بدائع الصنائع ۵۵۰/۲ زکریا، البحر الرائق ۱۸۷/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے شوہر والی عورت کا حالتِ حمل میں نکاح اور بچہ کا نسب

سوال (۱۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بے شوہر والی عورت کو زنا بدکاری سے حمل رہ گیا، تو کیا حمل کی حالت میں اس کا نکاح صحیح اور درست ہے، اور پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب حلالی ہوگا یا حرامی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بے شوہر والی عورت کا حالت حمل میں اگر نکاح کر دیا جائے تو یہ درست ہے؛ لیکن اس سے جماع کرنے کے حکم میں تفصیل ہے، اگر زانی ہی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا گیا، تو اس کے لئے وضع حمل سے پہلے بھی اس عورت سے جماع درست ہے؛ لیکن اگر غیر زانی کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے تو بچے کی پیدائش سے پہلے اس سے جماع درست نہ ہوگا، اور اگر نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچے کی پیدائش ہوئی ہے تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا؛ لیکن اگر چھ مہینے سے کم کے اندر بچہ پیدا ہو گیا، تو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ وہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا؛ تاہم اگر شوہر شرعی عدالت میں دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے، تو بچہ کا نسب اس شوہر سے قضاءً ثابت ہو جائے گا۔

وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ، أي الزنی لثبوت نسبه، وإن حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع - إلى قوله - لو نکحها الزانی حل لہ وطؤها اتفاقاً، والولد لہ ولزمہ النفقة. (الدر المختار) وفي الشامی: أي إن جاءت بعد النکاح لستة أشهر، فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النکاح لا یثبت النسب، إلا أن یقول هذا الولد منی ولا یقول من الزنا الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح / قبیل مطلب فیما لو زوج لمولی أمته ۱۴۱۴-۱۴۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

سالی سے زنا کر کے سالی کی اولاد سے اپنی اولاد کا نکاح کرنا؟

سوال (۱۴۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص نے اپنی سالی سے زنا کیا، تو کیا وہ شخص اپنی اس سالی کی اولاد سے اپنی اولاد کا نکاح کر سکتا ہے؟

بِسْمِ سُبْحَانَ تَعَالَى

الجواب وباللہ التوفیق: سالی سے زنا کر کے مذکورہ شخص نے بدترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اس عمل کی وجہ سے اُس کی اولاد کا سالی کی اولاد سے نکاح کرنا حرام نہ ہوگا؛ کیوں کہ اولادوں کے درمیان کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْجَا، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ

سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۳۲]

واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي علی صحیح مسلم / کتاب التوبة ۳۵۴/۲)

وفي الخلاصة: وطء أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته. (الدر المختار)
هذا محترز التقييد بالأصول والفروع، وقوله: لا تحرم أي لا تثبت حرمة المصاهرة. (شامي ۱۰۹/۴ زکریا)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار مع الشامي ۵۲۹/۹)

ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزنني بها وفروعها. (شامي ۳۶/۳)

کراچی، کذا فی البحر الرائق / فصل فی المحرمات ۱۷۹/۳ زکریا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ



تعددِ نکاح سے متعلق مسائل

اسلام میں چار نکاح کے جواز کی حکمت

سوال (۱۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر اسلام میں چار نکاح جائز ہیں، تو اس کی وجہ کیا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چار نکاح جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آدمی کی طبعی خواہش ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی، تو وہ حرام کاری سے بچنے کے لئے جائز راستہ اپنا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض مرتبہ مخصوص حالات کی بنا پر بھی متعدد نکاح کرنا ناگزیر ہوتا ہے، اس لئے اس بارے میں ضرورۃً شریعت نے گنجائش رکھی ہے۔ (مستفاد: رحمۃ اللہ الواسعۃ ۹۸/۵ مکتبہ حجاز)

حضرت الاستاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدت فیوضہم شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ الباقی کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”مصالح مقتضی ہیں کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی جائے، چند حکمتیں درج ذیل ہیں:

پہلی حکمت: - مؤمن کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت تقویٰ اور پرہیزگاری کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو قوی الشہوت بنایا ہے، ایسے لوگوں کے لئے ایک بیوی کافی نہیں، عورتوں کو بہت سے اعذار پیش آتے ہیں، وہ ہر وقت اس قابل نہیں ہوتیں کہ شوہران سے ہم بستر ہو سکے، ان کو ماہواری آتی ہے اور حمل کے زمانہ میں جنین کی حفاظت کے لئے ان کو مردوں سے اختلاط کم کرنا پڑتا ہے، اس لئے اگر ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں دی جائے گی تو تقویٰ کا دامن مرد کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

دوسری حکمت:- نکاح کا سب سے اہم مقصد افزائش نسل ہے، اور مرد بیک وقت متعدد بیویوں سے اولاد حاصل کر سکتا ہے، پس تعددِ ازدواج سے مقصدِ نکاح کی تکمیل ہوتی ہے۔

تیسری حکمت:- متعدد عورتیں کرنا مردوں کی عادت و خصلت ہے، اور کبھی مرد اس کے ذریعہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں، اور جائز مباحات (شان و شوکت) کی اجازت ہے، جیسے متعدد مکانات، سواریاں اور لباس رکھنا، پس تعددِ ازدواج بھی ایک فطری تقاضہ کی تکمیل ہے۔ (رحمۃ اللہ

الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ ۹۸۵-۹۹)

ومنها: العدد الذي لا يمكن الإحسان إليه في العشرة الزوجية؛ فإن الناس كثيراً ما يرغبون في جمال النساء، ويتزوّجون منهن ذوات عددٍ، ويستأثرون منها حظيةً، ويتركون الآخر كالמעلقة، فلا هي مزوجة حظيةً تقر عينها، ولا هي أيمّ يكون أمرها بيدها. ولا يمكن أن يضيق في ذلك كلّ تضيق، فإن من الناس من لا يُحصنه فرج واحد، وأعظم المقاصد التناسل، والرجل يكفي لتلقيح عددٍ كثير من النساء.

وأيضاً: فالإكثار من النساء شيمه الرجال، وربما يحصل به المباهاة، فقدّر الشارع بأربع: وذلك: أن الأربع عددٌ يمكن لصاحبه أن يرجع إلى كل واحدة بعد ثلاث ليالٍ، وما دون ذلك لا يفيد فائدة القسم، ولا يقال في ذلك: بات عندها؛ وثلاث أول حدّ كثرة، وما فوقها زيادة الكثرة. (حجۃ اللہ البالغہ / الزيادة

على أربع نسوة ۶/۲ ۳۴ مکتبہ حجاز دیوبند)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے درج ذیل وجوہ تعددِ ازدواج شمار کرائی ہیں:

(۱) تقویٰ:- یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ متعدد بیویوں والا شخص دیگر لوگوں کے مقابلہ

میں تقویٰ اور غرض بصر پر زیادہ قابو پاسکتا ہے۔

(۲) حفظ القوی:- یعنی عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کی قوتیں دیر تک محفوظ رہتی

ہیں، جب کہ عورتوں پر بڑھاپے کے آثار جلدی ظاہر ہو جاتے ہیں، اس اعتبار سے بعض حالات میں مرد کے لئے دوسری عورت سے نکاح ایسے ہی ضروری ہوتا ہے جیسے پہلا نکاح ضروری تھا۔

(۳) زوجین میں عدم توافقی:- بسا اوقات ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مرد کا عورت

سے دل نہیں ملتا؛ لیکن صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے طلاق کا بھی موقع نہیں رہتا، ایسی صورت میں نکاح ثانی کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔

(۴) بانجھ پن:- اگر پہلی بیوی قوت تولید سے محروم ہو تو اسے طلاق دے کر الگ

کرنے کے بجائے بہتر راستہ یہی ہے کہ نکاح ثانی کر کے دونوں کے حقوق ادا کئے جائیں، اور بفضل خداوندی اولاد کی نعمت بھی حاصل کی جائے۔

(۵) کثرت بنات:- بعض خاندانوں میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی

کثرت ہوتی ہے، ایسی شکل میں ان عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اسی وقت ممکن ہو سکے گی جب کہ تعدد ازدواج کی اجازت دی جائے، ورنہ بہت سی عورتیں بے نکاحی رہ کر گھٹ گھٹ کر زندگی گزار دیں گی۔

(۶) سیاسی مصالح اور ضروریات:- بعض حالات میں بالخصوص حکام اور امراء کے

لئے تعدد نکاح کی ضرورت ایک سیاسی مصلحت بن جاتی ہے، اس طرح کے واقعات تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔

(۷) کثرت زنا سے اجتناب:- جب بھی نکاح کی اجازت ہوگی تو بدکاری کا

دروازہ بند ہوگا اور جہاں نکاح ممنوع یا مشکل ہوگا وہاں بدکاری کے دروازے کھلیں گے، چنانچہ جن ممالک میں تعدد ازدواج ممنوع ہے وہاں بدکاریاں بالکل عام ہیں، وغیرہ۔ (تلخیص: المصالح

العقلیہ للا حکام العقلیہ ۱۹۴-۲۰۳، نیز دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ للدکتور وہبہ الزحیلی ۷۱۳-۱۷۶-۱۷۷ طبع دیوبند)

ان جیسی وجوہات کی بنا پر اسلام نے بجا طور پر یہ اجازت دی ہے کہ کوئی مرد ایک سے چار

عورتوں تک بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ

أَنْ لَا تَقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثَلَاثَ وَرُبْعًا﴾

[النساء، جزء آیت: ۳]

لیکن یہ اجازت مطلق نہیں ہے؛ بلکہ عدل و انصاف کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، چنانچہ اسی آیت میں فوراً آگے فرمایا گیا: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ لَا تَعُولُوا﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

فإن من الناس من لا يحصنه فرج واحد، وأعظم المقاصد التناسل، والرجل يكفي لتلقيح عدد كثير من النساء. (حجة الله البالغة ۲/۳۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲۳۶/۵/۱۵ھ

(ندائے)

شاہی کتاب المسائل سے ماخوذ

سرکاری ملازم پر ایک سے زائد بیویاں رکھنے پر پابندی لگانا؟

سوال (۱۴۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہندوستان کے اندر تمام مسلمانوں پر ایک مسلم پرسنل لاء لاگو ہوتا ہے، اگر ہندوستان میں رہتے ہوئے کوئی مسلمان سرکاری ملازمت میں ہے، تو کیا اس مسلمان پر پوری طرح مسلم پرسنل لاء لاگو نہیں ہوتا ہے؟ کوئی بھی مسلم ایک وقت میں ۴ بیویاں کر سکتا ہے؛ لیکن سرکاری ملازم پر یہ قانون تھوپا گیا ہے کہ ایک بیوی کے زندہ رہتے ہوئے دوسری شادی نہیں کر سکتا، کیا یہ قانون مسلم پرسنل لاء کے خلاف نہیں ہے؟ کیا یہ شریعت میں مداخلت نہیں ہے؟ شریعت کی رو سے مسلم پرسنل لاء کے تحت جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اسلام میں ہر مسلمان مرد کو بیک وقت ۴ عورتوں سے

نکاح کا حق ہے، اس حق کو کوئی قانون منسوخ نہیں کر سکتا۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ لَا تَعُولُوا﴾

سرکاری ملازم کے لئے اگر اس پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ ہے، تو اس بارے میں مسلم تنظیموں بالخصوص آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کو توجہ دلانی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۸/۱۳۳۳ھ

ایک سے زائد نکاح کس کے لئے جائز ہے؟

سوال (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: دو نکاح تین نکاح اور چار نکاح کون کر سکتا ہے؟ اور کس کے لئے جائز نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایک سے زائد نکاح اسی کے لئے کرنے کی اجازت

ہے، جو سب بیویوں کے حقوق پوری طرح یکساں طور پر ادا کرنے پر قادر ہو، اگر وہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کرنے پر قادر نہ ہو، تو ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۴۷/۷)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ،

ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ لَا تَعُولُوا﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من

كانت له امرأتان يميل لأحدهما على الأخرى جاء يوم القيامة يجزر أحد شقيه

ساقطاً أو مائلاً. (سنن أبي داؤد رقم: ۲۱۳۳، سنن الترمذي رقم: ۱۱۴۱، سنن النسائي رقم: ۳۹۴۲،

سنن ابن ماجه رقم: ۱۹۶۹، إعلاء السنن ۱۳۳/۱۱ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۳۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی کمزوری کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا؟

سوال (۱۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید عیال دار شخص ہے بیوی اور کئی بچے ہیں؛ لیکن بیوی کچھ کمزور اور نحیف ہے، زید اپنے جذبات سے مجبور ہو کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، الحمد للہ زید باحیثیت شخص ہے، اگر دوسری شادی ہو جائے تو دونوں بیویوں کے لئے مکان و طعام اخراجات کا انتظام کر سکتا ہے، پہلی بیوی دھمکی دے رہی ہے کہ اگر دوسری شادی کی تو معاملہ گڑبڑ کر دوں گی۔ دوسری جانب زید اپنی شہوانی جذبات سے اتنا عاجز ہے کہ گناہ حرام ہونے کا شدید خطرہ ہے اور ممکن ہے کہ گناہ میں ملوث ہو جائے، ایسی صورت میں زید دوسری شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا اس صورت میں زید کیا کرے؟ زید کی اہلیہ کچھ دن قبل اتنی سخت نہیں تھی؛ بلکہ کچھ دن قبل تو دوسری شادی کی اجازت بھی دے دیتی تھی، اب جب کہ کئی جگہ سے رشتے مل رہے ہیں تو اپنے موقف میں سخت ہو گئی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں زید کو دوسرا نکاح کرنے کا شرعی حق

حاصل ہے، پہلی بیوی کو اس سے روکنے کا حق نہیں ہے، اگر وہ اس سلسلہ میں کوئی غلط اقدام کرے گی تو خود گنہگار ہوگی؛ البتہ زید پر یہ ضروری ہوگا کہ وہ نکاح کے بعد دونوں بیویوں کے حقوق پوری طرح ادا کرے اور دونوں میں کسی قسم کی تفریق روانہ رکھے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَثُلَّةٍ

وَرُبْعٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

قال وهب الأسدي قال: أسلمت وعندني ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذلك

لنبي صلى الله عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعاً. (سنن أبي داود ۳۱۱/۱ رقم: ۲۲۴۱)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية ۳۱۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۳/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے میکہ میں رہنے کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا؟

سوال (۱۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شریک حیات بغیر میری اجازت کے تقریباً تین سال سے اپنے والدین کے گھر رہ رہی ہے، مجھے اپنی روزمرہ کی زندگی میں کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، میرے گھر پر میرے ایک ضعیف باپ ہیں، جو کافی عرصہ سے علیل ہیں، اور گھر پر کوئی عورت نہیں ہے، میں اپنی بیوی کو اپنے گھر پر لانے کی ہر ممکن کوشش کر لی؛ لیکن نہیں آئی، تو کیا میں دوسرا نکاح کر سکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے لئے دوسرا نکاح کرنا شرعاً جائز ہے؛ البتہ اپنی مصالحت آپ خود دیکھ لیں۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَثُلَّةٍ وَرُبْعٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

قال وهب الأسدي قال: أسلمت وعندني ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعاً. (سنن أبي داود ۳۱۱/۱ رقم: ۲۲۴۱) وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية ۳۱۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی مرضی کے بغیر دوسری شادی کرنا، اور پہلی بیوی کا میکہ میں آ کر نفقہ کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۱۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نام نورج شہزاد بنت سخاوت حسین عرف شہزادے علی ہے، میرے شوہر ڈاکٹر رئیس الدین نے تقریباً دس ماہ پہلے دوسری شادی کر لی ہے، یہ شادی مجھے دھوکہ دے کر اور جھوٹ بول کر کی گئی ہے، بات

کھلنے پر میں اپنے گھر آ گئی ہوں یعنی والد کے گھر، میرے بچے نہیں ہیں، حمل رہا تھا مگر ختم ہو گیا اور پھر کچھ اندرونی خرابی کی وجہ سے بچے نہیں ہو سکے، میرے اپنے شوہر کے گھر نہ رکنے کی وجوہات مختصر طور پر یہ ہیں جو شاید آپ کے علم میں لانا ضروری ہوں (میں آپ کا قیمتی وقت لینے کی معافی چاہوں گی)

(۱) جس کمرے میں میں تقریباً گیارہ سال سے رہ رہی تھی اور کچھ سالوں سے کھانا بھی وہیں بنا رہی تھی، وہ میرے لئے ہی نا کافی تھا، ایک اور عورت کے ساتھ رہنا کھلی بے حیائی اور ذہنی اذیت تھی (دوسرا مکان انہوں نے میرے ضد کرنے پر بھی لینے سے انکار کر دیا تھا کہ ان کی حیثیت نہیں ہے، اب کیسے لے لیتے)

(۲) میرے شوہر کا رویہ پچھلے پانچ چھ سال سے بہت خراب تھا، انہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ بچے نہیں ہیں، اس لئے تمہارے لئے کچھ نہیں کروں گا، اور یہ بات انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دی۔

(۳) میں اُن کے رویہ کی وجہ سے گھنٹوں نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی رہتی تھی، مگر دوا دینے کے بجائے ایسے چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے۔

(۴) وہ کئی کئی دن کے لئے مجھ سے دہلی جانے کا کہہ کر جاتے تھے، میں اپنے میکہ آ جاتی تھی، مگر ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ وہ دہلی نہیں جاتے، جب اُن سے دریافت کیا تو میرے بھائیوں کو گندی گندی گالیاں دیں اور مجھ سے کہہ دیا کہ تمہارا شرعاً کوئی حق نہیں ہے، مجھ سے میرے پروگرام کے بارے میں معلوم کرو کہ میں کیا کرتا ہوں؟ میں کہاں جاتا ہوں؟ تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا، بس تمہارا شرعاً حق اتنا ہی ہے کہ پڑی رہو کھاتی رہو، تم ہم سے زیادہ شرع نہیں جانتی ہو۔

(۵) اُن کی اس طرح کی باتوں سے مجھے شک ہوا کہ کہیں اُن کا ارادہ دوسری شادی کا تو نہیں ہے، میں نے اُن سے اس خدشے کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ میں انکار نہیں کرتا، مگر ابھی میرا کوئی ارادہ نہیں ہے، اس وقت میں نے اُن سے یہ وعدہ لیا تھا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو بغیر مجھے اطلاع دئے نہیں کریں گے، یہ وعدہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے اللہ تعالیٰ کی گواہی میں تھا،

اس کے بعد بھی متعدد بار میں نے اُن سے کہا کہ اگر وہ غلط وعدہ کر بیٹھے ہوں تو مجھ سے کہہ دیں؛ کیوں کہ دنیا کی خواری سے دین کی خواری بہت بری ہوگی، میں بیوی کی حیثیت سے یہی مشورہ دوں گی کہ وہ ایسا نہ کریں، میری تو دنیا ہی خراب کریں گے، مگر اپنے لئے بہت بڑی خرابی کریں گے، انہوں نے ہر بار یہی کہا کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں، ایسا نہیں کروں گا۔ اس بیچ میں وہ دوسری شادی کر چکے تھے اور مجھ سے مستقل یہی وعدہ کرتے رہے۔

(۶) جب یہ شادی ہوئی تھی، مجھے اگلے دن معلوم ہوا تھا، مگر میں نے اُن کی قسم کی وجہ سے یقین نہیں کیا تھا؛ بلکہ اُن سے بھی کہا کہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں، مگر مجھے یقین نہیں ہے، تم اتنی سی بات کے لئے اپنا ایمان خراب کرو گے، جب بھی انہوں نے یہی کہا تھا کہ تم بیکار پریشان ہو رہی ہو، تم سے وعدہ کر چکا ہوں، لوگ تمہیں یونہی بھڑکار رہے ہیں، میرا فی الحال کوئی ارادہ نہیں ہے۔

(۷) جب یہ بات پورے ثبوت کے ساتھ معلوم ہو گئی اور میں نے اُن سے پھر معلوم کیا، تو انہوں نے اپنی ماں کی قسم کھالی کہ انہوں نے دوسری شادی نہیں کی ہے۔

(۸) جب میں نے دوسری بیوی کا نام اور پتہ بھی بتا دیا اور کہا کہ نکاح نامہ بھی دکھا سکتی ہوں، تو انہوں نے قبول کر لیا کہ ایسا وہ کر چکے ہیں، اور اس پر بھی اپنی نئی سسرال میں کہہ آئے کہ میری بیوی پاگل ہے، یہاں بھی آ سکتی ہے، اُس کے ساتھ بدترین رویہ اختیار کرنا اور یہ بات انہوں نے میرے سامنے قبول کر لی کہ ہاں ایسا میں نے کہا ہے۔

(۹) دوسری شادی کی وجہ بتائی کہ میں پاگل ہوں، مجھ پر پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں، جب کہ میں ’ایم۔ ایس۔ سی‘ ہوں، میں کھانا نہیں پکاتی تھی، کچھ گندے اور اوجھے الزام بھی لگائے۔ مفتی صاحب باتیں تو بہت ہیں، مگر یہ مختصر حالات ہیں، انہیں وجوہات کی بنا پر میں نے وہاں نہ رکنے کا فیصلہ کیا؛ کیوں کہ خود کشی تو اللہ تعالیٰ نے بھی حرام کر دی ہے، اور وہاں رکنا خود کو ہلاک کرنا تھا۔ میں اپنا جہیز، زیور وغیرہ لے کر کچھ معزز لوگوں کی موجودگی میں وہاں سے آ گئی، طلاق میں نے نہیں لی ہے؛ بلکہ اپنے شوہر سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ ایسا نہ کریں، جس کا انہوں

نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے، مگر یہ بات میں نے سب کے سامنے اُن سے کہی تھی کہ میں اب اُن کے پاس کبھی نہیں آؤں گی؛ لیکن وقت کا کچھ معلوم نہیں، اگر کبھی کوئی اپنا اُن کے پاس نہ ہو اور انہیں میری خدمت کی ضرورت ہوگی، تو ضرور حاضر ہو جاؤں گی، صرف خدمت کی حد تک، ورنہ بیوی کی حیثیت سے میں اُن کے پاس کبھی نہیں رہوں گی؛ کیوں کہ انہوں نے میری بے عزتی کی ہے اور میرے اعتماد کو توڑا ہے، اُس وقت انہوں نے ایک تحریر کے ذریعہ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے دو ہزار روپیہ ماہانہ خرچہ کے لئے دیتے رہیں گے، اس تحریر پر دو معزز لوگوں کے دستخط بھی ہیں، شہر امام حکیم آزاد صاحب بھی وہاں موجود تھے، اس مہینہ کے لئے انہوں نے معذرت کر لی تھی کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے، اس لئے اگلے مہینہ سے وہ پیسے دیں گے، اگلے مہینہ انہوں نے کہا ورنڈر کے ہاتھ ایک ہزار روپیہ بھیجا، یہ کہہ کر کہ میرے پاس یہی ہیں، اتنا ہی دے سکتا ہوں، میں نے کہا ٹھیک ہے، میں بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی، پانچ ماہ تک وہ پیسے آتے رہے، پھر آنے بند ہو گئے، میں نے ان سے فون پر معلوم کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے میکہ میں رہوں گی، تو وہ مجھے پیسے نہیں بھیجیں گے، الگ مکان لے کر رہوں، جہاں وہ بھی آسکیں، اور میں بیوی کی طرح اُن کے ساتھ رہوں، تو وہ مجھے دو ہزار روپیہ دیں گے، ورنہ شرعاً میرا کوئی حق نہیں ہے، جب میں نے کہا کہ تمہارے پاس ایک عورت ہے، میں کیوں رہوں؟ تو جواب ملا کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہیں رہتی تھیں؟ یہ بات وہ کئی اور لوگوں سے بھی کہہ چکے ہیں کہ اگر وہ میرے پاس بیوی کی طرح نہیں رہیں گی، تو شرعاً مجھ پر پیسہ دینا واجب نہیں ہے، جب کہ ان کی تحریر لکھنے سے پہلے یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ ایسا نہیں ہوگا، میں اُن کی تحریر کی فوٹو کاپی بھیج رہی ہوں، اپنی طرف سے تو میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلط بات نہ لکھی جائے، پھر بھی کوئی غلطی ہوئی تو خدا مجھے معاف کرے، آمین۔

مفتی صاحب میں آپ سے قرآن و حدیث کی روشنی میں مشورہ چاہتی ہوں کہ میرے

شوہر کو یہ رقم مجھے دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: مرد کو دوسری شادی کا شرعاً اختیار حاصل ہے، پہلی بیوی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے؛ البتہ وہ یہ مطالبہ کر سکتی ہے کہ شوہر اسے سوکن سے علیحدہ الگ کمرے میں رکھے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَثُلَّةٍ وَرُبْعٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

قال وهب الأسدي قال: أسلمت وعندني ثمان نسوة، وقال: فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: اختر منهن أربعاً. (سنن أبي داود ۳۱۲/۱ رقم: ۲۲۴۱) وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (الهداية ۳۱۲/۲)

فلکل من زوجته مطالبته بیت من دار علی حدة. (الدر المختار ۱/۳ ۶۰ کراچی) تجب السكنی لها علیہ فی بیت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك، كذا فی العینی شرح الكنز. (الفتاویٰ الهندیة، النفقات / الفصل الثاني فی السكنی ۵۵۶/۱ زکریا) بریں بنا دوسرے نکاح کے بعد اگر بیوی شوہر سے الگ ہو کر میکہ میں رہنے لگے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے، تو اس کا نفقہ شوہر پر شرعاً لازم اور ضروری نہیں ہے۔

وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة. (الدر المختار ۵۷۶/۳ کراچی)

إذا تغيبت المرأة عن زوجها أو أبت أن تتحول معه حيث يريد من البلدان وقد أوفأها مهرها فلا نفقة لها عليه..... وإن نشرت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه بخلاف ما لو امتنعت عن التمكّن في بيت الزوج؛ لأن الاحتباس قائم، ولو كان المنزل ملكها فمنعته من الدخول عليها لا نفقة لها..... وإذا تركت النشوز فلها النفقة. (الفتاویٰ

الهنديّة / الباب السابع عشر في النفقات ۵۴۵/۱ زکریا)

اور شوہر نے حسب تحریر سوال جو وعدے کئے ہیں انہیں پورا کرنا چاہئے، اور وعدہ خلافی نہ کرنا چاہئے؛ لیکن اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے تو شرعاً اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، بیوی نفقہ کی اسی وقت مستحق ہوگی جب کہ وہ شوہر کی مرضی کے مطابق رہے، اور اس کے حقوق ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۲/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیس سال تک بیوی کو اپنے سے دُور رکھنا اور دوسرا نکاح کر کے رہنا؟

سوال (۱۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرا نام سید اریب احمد ساکن مولانا والی مسجد مراد آباد ہے، حقوق العباد کے مطابق علماء دین کی رائے جاننا چاہتا ہوں، میں نے ۱۹۸۹ء ماہ جون میں جناب شجاعت حسین قریشی کی صا جزادی گل رعنا جو سورج مکھی تھیں، مجمع عام میں ان سے بالعوض دس ہزار مہر معجل دس ہزار غیر معجل رقم نکاح کیا، تقریباً دو سال ہم لوگ ساتھ رہے اور اس درمیان ان سے میری ایک بیٹی پیدا ہوئی، جو ماشاء اللہ اب ۲۰ سال کی ہو چکی ہے، گل رعنا کے والد جو اب مرحوم ہیں، ان کی کسی بات پر میں گل رعنا سے الگ ہو گیا، اور پھر ۱۹۹۳ء میں دوسری شادی کر لی؛ کیوں کہ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ میں نے لالچ میں ان کی بیٹی سے شادی کی ہے، گل رعنا کے مہر کی رقم اس وقت مالی اعتبار سے کمزور ہونے کی وجہ سے اور پھر آپسی رضا مندی سے ادا نہیں کیا، اب ۲۰ سال کا وقت گزر چکا ہے، مجھے اپنی بیوی اور بیٹی سے علیحدہ ہوئے، اس شکل میں کیا اب وہ میرے نکاح میں ہیں یا نہیں؟ میں نے ان کو طلاق نہیں دیا اور نہ انہوں نے دوسری شادی کی؛ البتہ میں نے دوسری شادی بنا ان کی مرضی و اجازت کے کر لی، جب کہ میرے اور گل رعنا کے درمیان میں کوئی ناراضگی نہیں تھی، صرف ان کے والد کے کہنے پر ہم الگ ہو گئے تھے، میں ان کے مہر کی رقم ادا کرنا چاہتا ہوں جس کو گل رعنا لینے سے منع کرتی ہیں، اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے، اب اگر وہ میرے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہیں، تو پھر مجھے ان کو الگ کرنا ہوگا، تب مجھ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ میری بیٹی جو اب ۲۰ سال کی ہو چکی

ہے جس کو میں نے آج تک دیکھا نہیں، اُس کی پرورش اب تک اُس کی ماں اور نانا نے کی ہے، اس صورت میں وہ میرے ساتھ رہنے کو تیار نہ ہوگی تب مجھے دین کی روشنی میں کیا کرنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال گل رعنا ابھی تک آپ کی منکوحہ ہیں،

انہیں چاہئے کہ وہ آپ کے پاس آ کر حق زوجیت ادا کریں، اور ان کے مہر کی ادائیگی آپ پر بہر حال لازم ہے، اور آپ اپنی بیٹی کے شرعی طور پر ولی ہیں؛ لہذا آپ اُسے اپنے پاس لا کر اپنی ذمہ داری میں لے سکتے ہیں، اور اس کا نکاح نہ ہونے تک اُس کے ضروری اخراجات کی ذمہ داری بھی آپ پر عائد ہوتی ہے، بہتر ہے کہ خاندان کے بااثر لوگوں کے سامنے معاملہ رکھ کر مسائل کو سلجھا لیا جائے، اور آپسی رضامندی سے معاملات طے کر لئے جائیں، اور جس کی طرف سے جو حق تلفیاں ہوئی ہیں، اُسے دنیا ہی میں معاف کر دے؛ تاکہ آخرت میں مواخذہ کی نوبت نہ آئے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

فَرِيضَةً﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا

مِنْ أَهْلِهَا، إِنْ يُرِيدَ إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۳۵]

أما ركن الطلاق فهو هذه اللفظة الصادرة من الزوج. (الفتاوى المتأخر خانية

رقم: ۳۷۷/۴ ۵۴۷۱ زکریا)

بلغت الجارية مبلغ النساء أن بکرا ضمها الأب إلى نفسه. (شامی ۲۷۰/۱۵ زکریا)

ونفقة الإناث واجبة مطلقاً على الآباء ما لم يتزوجن. (الفتاوى الهندية ۵۶۳/۱)

وبعد ما استغنى الغلام وبلغت الجارية فالعصبة أولى يقدم الأقرب

فالأقرب. (الفتاوى الهندية ۵۴۲/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۲/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا؟

سوال (۱۳۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پہلی بیوی کی اجازت دوسرے نکاح کے لئے ضروری

نہیں؛ لیکن اگر دوسری شادی کر لے، تو دونوں بیویوں کے ساتھ برابری کرنا واجب ہے، اگر اس میں کوتاہی کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقسم بين

نسائه فيعدل ويقول: اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا

أملك. (سنن أبي داود رقم: ۲۱۳۴، سنن الترمذي رقم: ۱۱۴۰، سنن النسائي رقم: ۴۹۴۳، كذا في

حاشية إعلاء السنن ۱۳۴/۱۱ بیروت)

عن الزهري عن أبيه أن غيلان أسلم، وتحتة عشر نسوة، فقال النبي ﷺ:

اختر منهن أربعاً، وفارق سائرهن. (رواه الشافعي ۶۷/۲، سنن الترمذي رقم: ۱۱۲۸، سنن ابن

ماجة رقم: ۱۹۵۳، سنن ابن ماجه رقم: ۱۴۵۶، المستدرک للحاکم ۱۹۲/۲، إعلاء السنن ۶۳/۱۱ بیروت)

ويجب ظاهر الآية أنه فرض في أن يعدل أي أن لا يجوز فيه أي في

القسم. (الدر المختار مع الشامی ۲۰/۱۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۸/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی اطاعت اور دل جوئی نہ کرنے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا؟

سوال (۱۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر بیوی اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے یا دل جوئی نہ کرے، تو شوہر اس کی اجازت کے

بغیر دوسری شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

مذکورہ صفات والی عورت کے ساتھ نہ رہ کر دوسری شادی کر کے الگ رہنے کی اسلام میں اجازت ہے جب تک کہ وہ اپنی غلطی مان کر ساتھ میں نہ رہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آدمی دوسری بیوی کے ساتھ پوری طرح انصاف کرنے اور حق کی ادائیگی پر قادر ہو، تو وہ دوسری شادی کر سکتا ہے، پہلی بیوی سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء وليس له أن يتزوج أكثر من ذلك لقوله تعالى: ﴿فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلثَ وَرُبْعَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۲] (الہدایۃ / فصل فی المحرمات ۱/۲، ۳۱، کذا فی فتح القدیر ۲۲۹/۳ مص)

وصح نکاح أربع من الحرائر الخ، ولو أراد فقالت امرأته: اقتل نفسي لا يمتنع؛ لأنه مشروع. (الدر المختار مع الشامی ۱۳۸/۴ زکریا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۱۴/۸/۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بانجھ بیوی کی رضا مندی کے بغیر دوسری شادی کرنا؟

سوال (۱۵۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے شادی کو تقریباً پندرہ سال ہو چکے ہیں اور میرے کوئی اولاد بھی نہیں ہے، اور ڈاکٹری لائن سے سب نے انکار کر دیا ہے کہ آپ کے کبھی بچے نہیں ہونگے، میں بذات خود ٹھیک ہوں؛ لیکن میری بیوی کے سارے پرزے خراب ہیں اور میں نے بھی کہہ دیا کہ کوئی بچہ گود لے لو، چاہے آپ اپنے پر یوار میں سے لے لو، اور چاہے میرے پر یوار میں سے لے لو؛ لیکن دونوں میں سے کسی بھی بات کو ماننے کو تیار نہیں ہے، اور یہ کہتی ہے کہ کسی غیر کے بچہ کو لے لو، میں اس بات پر تیار نہیں ہوں، اور دوسری شادی کو بھی تیار نہیں ہے، کیا میں اجازت کے بغیر دوسری شادی کر سکتا ہوں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں آپ کے لئے نکاحِ ثانی کی شرعاً

مطلقاً اجازت ہے، اس کے لئے پہلی بیوی سے پوچھنا ضروری نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یاد رہے کہ نکاحِ ثانی کے بعد دونوں بیویوں میں عدل و انصاف کرنا ضروری ہوگا، ورنہ آخرت میں سخت مواخذہ کا اندیشہ ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَثُلَّةٍ

وَرُبْعٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: أسلم غيلان وعنده عشر نسوة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمسك أربعاً و فارق سائرهن . (رواه ابن حبان في صحيحه رقم: ۴۱۵۷، كذا في كتر العمال ۳۹۱/۸، إعلاء السنن ۶۴/۱۱ بیروت)

وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء. (فتح القدير ۲۳۹/۳ بیروت)

و يجب أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملابس والماكول والصحبة. (الدر المنختار) ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه. (شامي ۳۷۹/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی مرضی کے بغیر ”بیوہ بھا بھئی“ سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۵۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں نے اپنی بیوہ بھا بھئی سے نکاح کر لیا ہے، میری بیوی بھئی ہے، وہ اس نکاح سے راضی نہیں ہے، تو کیا بیوی کی مرضی کے بغیر میرا نکاح درست ہو گیا؟ میں دونوں بیویوں کو ساتھ رکھ کر حقوق ادا کرنے کا عزم رکھتا ہوں، شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمادیں۔

الجواب وباللہ التوفیق: بیوہ سے نکاح کرنا شریعت میں پسندیدہ ہے، اور اس سے نکاح کے لئے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں ہے؛ لہذا آپ کا اپنی بیوہ بھابھی سے نکاح درست ہے، پہلی بیوی کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے؛ البتہ دونوں بیویوں سے برابری کرنا اور دونوں کے حقوق کو ادا کرنا ضروری ہے، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (دینی مسائل اور ان کا حل

۷۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۷۷۷ اڈا بھیل، فتاویٰ دارالعلوم ۷/۲۲۵)

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَثُلَّةٍ

وَرُبْعٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۳]

وقال تعالیٰ: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۲]

وقال تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۴]

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت

عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (مشكاة المصابيح ۲۷۹)

ويجب أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملابس

والبماكول والصحبة. (الدر المختار) ومما يجب على الأزواج للنساء العدل

والتسوية بينهما فيما يملكه. (شامي ۳۷۹/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۵/ بچوں کے باپ کو دوسری شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اس وقت میرے پانچ بچے ہیں، دوسری شادی کے لئے سوچنا یا کر لینا کہاں تک جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بچوں کی تربیت بہر حال لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ نئی شادی

کے شوق میں بچوں پر خاطر خواہ توجہ نہ ہو سکے، اس لئے اچھی طرح غور و فکر کر لیں کہ آپ بچوں اور بیوی کے حقوق واقعہ ادا کر سکتے ہیں، جب اس کا انتظام ہو جائے تو نئی شادی کے بارے میں سوچیں۔

و مقتضى الحضانه حفظ المحضون وإمساكه عما يؤذيه وتربية لينمو،
وذلك بعمل ما يحصله وتعهده بطعامه وشرابه وغسله وغسل ثيابه ودهنه
وتعهده نومه ويقظته. (الموسوعة الفقهية ۱۱۱۷، ۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ضرورت کی بنا پر نکاح ثانی؟

سوال (۱۵۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میری عمر ۲۷ سال ہے، حافظ قرآن ہوں، بفضلہ تعالیٰ برسر روزگار اور صاحب اولاد ہوں، میری شادی کو ۲۱ سال ہو چکے ہیں، دو لڑکیاں جن کی شادی کر چکا ہوں، اپنے گھر ہیں۔ اور گھر میں تین لڑکے اور بیوی ہے، بوڑھے والدین بھی ہمراہ ہیں، غالباً عرصہ ڈیڑھ سال سے بیوی سے ناچاتی شروع ہو گئی جو کہ بڑھتی گئی، اس درمیان ایک مال دار بیوہ سے ملاقات ہوئی جس سے کاروباری شرکت کی بات شروع ہوئی، ملاقاتیں بڑھتی گئیں، نتیجہ میں مجھ کو اس میں خوبصورتی خوب سیرتی نظر آئی، تو میں نے نکاح کی پیش کش کر دی، جس کو اس نے بخوشی منظور کر لیا؛ لہذا میں نے ۱۱/۴/۲۰۰۵ء کو اس سے نکاح کر لیا اور گھر بیوی بچے ماں باپ کو چھوڑ کر نئی منکوحہ کے ساتھ سکونت اختیار کر لی اور گھر والوں کو بذریعہ تحریر مطلع کر دیا، ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا، انشاء اللہ نان و نفقہ کی پوری حیات ذمہ داری پوری کروں گا؛ لیکن میرا پورا خاندان برگشتہ ہو گیا، اور والد صاحب تو سخت ناراض ہیں، اب ان حالات میں مجھ کو کیا کرنا چاہئے؟ خدا اور رسول کے حکم کے تحت راستہ دکھائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دوسری شادی کرنے کا آپ کو شرعاً حق حاصل ہے؛

لیکن اخلاقاً اس اقدام سے پہلے آپ کو اپنے بوڑھے والدین کو اعتماد میں لینا چاہئے تھا، نیز دوسری شادی کے بعد لازم ہے کہ دونوں بیویوں کے حقوق یکساں طور پر ادا کئے جائیں، محض نان و نفقہ دینے سے ذمہ داری پوری نہ ہوگی؛ بلکہ ہر بیوی کے ساتھ بلا امتیاز رات گزارنا لازم ہے، مثلاً ایک رات ایک بیوی کے ساتھ رہے، تو دوسری رات دوسری بیوی کے ساتھ گزارے، یا دو رات ایک بیوی کے پاس رہے تو اگلی دو راتیں دوسری بیوی کے ساتھ گزارے، اگر دونوں بیویوں کے درمیان مساوات نہیں رکھی تو آخرت میں سخت مواخذہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو شخص بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرے گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے بدن کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی۔“

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ﴾ أي خشيتهم ايها الذين تريدون النكاح ﴿الْأَلَّا تَعْدِلُوا﴾ بين الأزواج المتعددة ﴿فَوَاحِدَةً﴾ أي فانكحوا واحدة واحدة، وذروا الجمع، وقرأ أبو جعفر فواحدة بالرفع على أنه فاعل فعل محذوف أو خبر مبتدأ محذوف فتكفيكم واحدة. (التفسير المظهری ۲۱۹/۲ زکریا)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (مشكاة المصابيح ۲۷۹)

ويجب أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملابس والماكول والصخبة. (الدر المختار) ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهما فيما يملكه. (شامی ۳۷۹/۴ زکریا، دینی مسائل اور ان کا حل ۷۶، فتاویٰ محمودیہ ۲۶۴/۱۲ ذابھیل)

من كانت له امرأتان ومال إلى أحدهما في القسم جاء يوم القيامة وشقه مائل، وإذا كان للرجل امرأتان حرتان فعليه أن يعدل بينهما في القسم بكرين كانتا أو ثيبين، أو أحدهما بكرًا والأخرى ثيبًا. (البنایة مع الهدایة / باب القسم ۲۵۰/۵)

وما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهما فيما يملك وهو البيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملك هو الحب والجماع؛ لأن الحب عمل القلب، والجماع يبني على النشاط، وكل ذلك لا يتعلق باختياره إليه، أشار إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: هذا قسمي فيما أملك ولا تؤاخذني فيما لا أملك. (بخاری علی الہندیة ۴۳۹/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کے شادی کر دینے کے بعد اپنی مرضی سے

دوسری شادی کرنا؟

سوال (۱۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کوئی لڑکا اپنے والدین کی خاطر ان کی مرضی سے شادی کرتا ہے؛ لیکن وہ کسی اور سے بھی شادی کرنا چاہتا ہے، وہ والدین کی مرضی سے شادی کرنے کے بعد بنا کسی کو بتائے اس سے بھی شادی کر لیتا ہے جس سے وہ کرنا چاہتا تھا، اور اسے الگ رکھتا ہے، کیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے نوزائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دوسری شادی کرنا جب کہ دونوں بیویوں میں برابری

کرنے کا یقین ہوئی نفسہ جائز ہے، اور اگر برابری نہ کرنے کا گمان غالب ہو، تو اس کی اجازت نہیں، اور والدین کو راضی رکھنا بہر حال ضروری ہے، دوسری شادی کے جنون میں والدین کی ناراضگی مول نہیں لینی چاہئے، بہتر ہے کہ جو بھی اقدام کیا جائے والدین کی رضا مندی سے کیا جائے؛ تاکہ خوش گوار زندگی نصیب ہو۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَثُلَّةٍ

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له امرأتان يميل لأحدهما على الأخرى جاء يوم القيامة يجبر أحدهما شقيه ساقطا أو مائلا. (أخرجه الخمسة: سنن الترمذي رقم: ۱۱۴۴، سنن أبي داود رقم: ۲۱۳۳، سنن النسائي رقم: ۳۹۵۳، مسند أحمد رقم: ۲۵۱۶۵، إسناده على شرط الشيخين، تكملة فتح الملهم ۹۰/۱، ونحوه في مرقاة المفاتيح ۲۶۰/۶)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: رضا الرب في رضا الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدین ۱۲/۲ رقم: ۱۸۹۹، ابن حبان في صحيحه ۴۳۰، المستدرک للحاکم ۱۵۲/۴)

ويجب وظاهر الآية أنه فرض، أن يعدل فيه أي في القسم بالتسوية في البيتوتة، وفي الملبوس والماكل والصحبة. (الدر المختار مع الشامی ۳۷۸/۴ زکریا) فقط والله تعالی اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۲/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا دعویٰ کر کے دوسرا نکاح کرنا؟

سوال (۱۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ جو کہ یوپی میں اس کا کوئی وارث نہیں، بہار سے آئی اور آ کر اس نے یوپی میں زید سے نکاح کیا، پھر کچھ دنوں کے بعد زید اس منکوحہ کو چھوڑ کر گھر سے لاپتہ ہو گیا، کم و بیش دو سال تک لاپتہ ہی رہا، ہندہ نے اس درمیان بکر سے نکاح کر لیا، بکر سے نکاح کرنے کے بعد وہ فرار شدہ شوہر

زید واپس آ گیا، طویل مدت کے بعد ہندہ کا کہنا یہ ہے کہ زید مجھ کو طلاق دے کر بھاگا تھا، اور زید کا کہنا یہ ہے کہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی، اب اس صورت میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہوایا نہیں؟
باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر ہندہ کے پاس شوہر کی طلاق پر کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے، تو شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر بکر کے ساتھ کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا، ہندہ کا بکر کے ساتھ رہنا زنا کاری اور حرام کاری ہے، نیز ہندہ کا طلاق کا دعویٰ بلا شرعی گواہی کے معتبر نہیں ہے، اس لئے ہندہ اور بکر کے لئے لازم ہے کہ وہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے بد افعال سے توبہ و استغفار کر کے اپنے کو غضبِ الہی سے بچائیں، اور ہندہ اپنے شوہر اول زید کے پاس چلی جائے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَا، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ

سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل، جزء آیت: ۳۲]

أَي بئس طريقاً وملكاً ما من ذنب بعد الشرك أعظم عند الله من نطفة

وضعها رجل في رحم لا يحل له. (تفسیر ابن کثیر ۵/۳ دار السلام بیروت)

ومنها أن لا تكون منكوحه الغير لقوله تعالى: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾

عام في جميع ذوات الأزواج.

عن ابن عباس رضي الله عنه قال في هذه الآية: "كل ذات زوج

إتيانها زنا إلا ما سببت". ولأن اجتماع رجلين على امرأة واحدة يفسد

الفراش؛ لأنه يوجب اشتباه النسب وتضييع الولد وفوات السكن والإلفة

والمودة فيفوت ما وضع النكاح له. (بدائع الصنائع / بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير

أما منكوحة الغير لم ينعقد أصلاً؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه. (شامي ۲۷۴/۴ زكريا)
 وما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل
 وامرأتين، سواء كان الحق مالا أو غير مال، مثل النكاح والطلاق. (الهداية
 ۱۳۸/۳، الدر المنختر ۱۷۸/۸ زكريا، الفتاوى الهندية ۴۵۱/۳، فتح القدير ۳۷۰/۷، البحر الرائق
 ۶۲۱۷) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۲۱/۱۱/۲۹ھ

جس کو شوہر چھوڑ کر بھاگ گیا اس کو شرعی تفریق کے بغیر دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں؟

سوال (۱۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
 میں کہ: شاکرہ کی شادی محمد صغیر کے ساتھ ہو چکی ہے اور بعد شادی صغیر نے شاکرہ کو تین سال تک
 رکھا، اس کے بعد صغیر شاکرہ کو چھوڑ کر دہلی چلا گیا، اور انہوں نے شاکرہ کو خرچ وغیرہ بھی نہیں دیا
 ہے، اور تقریباً تین سال سے ملاقات بھی نہیں کرتا ہے اور نہ ہی طلاق دے رہا ہے، اور اب شاکرہ
 دوسرے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے، جب کہ صغیر نے دوسری شادی بھی کر لی ہے، تو اب ایسی
 صورت میں شاکرہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب تک شاکرہ کو صغیر طلاق نہ دے دے یا دونوں کے
 مابین شرعی تفریق ہو کر عدت نہ گزر جائے، اس وقت تک شاکرہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں
 کر سکتی۔

وقال العلامة ابن عابدين: لا يرفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر
 إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (شامي مع الدر المنختر ۳۰۷/۳ کراچی، کذافي البائع

الصنائع ۵۴۸/۲ (زکریا)

ولا يجوز نكاح منكوحه الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو زوج
بمنكوحه الغير وهو لا يعلم أنها منكوحه الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان
يعلم أنها منكوحه الغير فوطئها لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها.

(الفتاوى التاتارخانية ۶۶/۴ رقم ۵۵۴۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۱۸ھ



نکاحِ فاسد سے متعلق مسائل

بیوی کی بھانجی سے نکاح

سوال (۱۵۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بیوی کی سگی بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ زید کی پہلی بیوی بھی نکاح میں موجود ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ شخص کے لئے خالہ اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، یعنی جب تک خالہ نکاح میں ہے تو اس کی بھانجی سے نکاح جائز نہیں ہے۔
 عن ابي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها، ولا على ابنة أخيها، ولا على ابنة أختها. (سنن الدارمي / باب الحال التي يجوز للرجل أن يخطب فيها ۱۳۶/۲، صحيح مسلم ۴۵۲/۱)
 وفي رواية عند النسائي في المجتبي عنه مرفوعاً أو الخالة على ابنة أختها الخ. (سنن النسائي ۶۸/۶، بدائع الصنائع ۵۳۹/۲ زكريا)

وروى أبو حفص بإسناده عن عيسى بن طلحة قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تزوج المرأة على ذي قرابتها كراهية القطيعة. (إعلاء السنن ۳۷/۱۱ بیروت)
 ولأن الجمع بين ذواتي محرم من النكاح سبب لقطيعة الرحم؛ لأن الضررتين يتنازعان ويختلفان، ولا يأتلفان لهذا أمر معلوم بالعرف والعادة، وذلك يفضي إلى قطع الرحم، وأنه حرام، والنكاح سبب فيحرم حتى لا يؤدي

إليه، وإلى هذا المعنى أشار النبي صلى الله عليه وسلم في آخر الحديث فيينا روي أنه قال: إنكم لو فعلتم ذلك لقطعتم أرحامهن. (رواه الطبراني من حديث ابن عباس، وابن حبان برقم: ۵۹۶۴، كذا في البدائع الصنائع ۵۳۹/۲ زكريا)

أخبر أن من تزوج خالة ثم بنت أختها لا يجوز. (بلائع الصنائع ۵۳۹/۲ زكريا)
قوله: لا تنكح المرأة على عمتها تمامه ولا على خالتها ولا على ابنة أخيها ولا على ابنة أختها. (الدر المختار مع الشامى ۱۱۷/۴ زكريا، كذا في لهديا ۳۰۸/۲) فقط والله تعالى أعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۲/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں مسماة یعقوب کی شادی کو سات سال ہو چکے ہیں، مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے، ڈاڑروں نے مجھے منع کر دیا ہے کہ آپ ماں نہیں بن سکتیں، اس لئے میں اپنے شوہر کی دوسری شادی کرانا چاہتی ہوں، وہ بھی اپنے سگے بھائی کی بیٹی سے جو کہ میری بھتیجی ہوئی، بھتیجی سے اس لئے شادی کرانا چاہتی ہوں کہ وہ میرے ساتھ میری شادی سے پہلے رہتی تھی اور میں اس کی عادت و اخلاق سے اچھی طرح واقف ہوں، میں اپنی بھتیجی کے علاوہ کسی دوسری عورت سے اپنے شوہر کا نکاح برداشت نہیں کر سکتی، اگر وہ دوسری عورت سے نکاح کرتے ہیں، تو میرا گھر خراب ہو سکتا ہے، اس لئے میری مجبوری سمجھتے ہوئے مجھے مشورہ دیجئے کہ میں اپنی بھتیجی سے اپنے شوہر کا نکاح کر سکتی ہوں؟ یہ میری مجبوری بھی ہے، اور میرا گھر بھی خراب ہونے سے بچ سکتا ہے، میری خوشی اسی میں ہے کہ میری بھتیجی سے نکاح ہو، ان تمام پریشانیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے حکم شرعی سے آگاہ کیجئے۔
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں آپ کے نکاح میں رہتے ہوئے آپ کا شوہر آپ کی بھتیجی سے نکاح نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ شریعت میں پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع

کرنا حرام ہے، شوہر کو چاہئے کہ کسی اور مناسب خاتون سے نکاح کر لے، اور آپ کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ إلى قوله: ويشترک فی هذا الجمع بین المرأة وعمتها، فإن مدار الحرمة الجمع بین الأختین أفضاءة. (روح المعانی ۴۰۶/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لا علمی میں ممسوسہ کی بیٹی سے کیا ہوا نکاح فسخ کرنا ضروری ہے؟

سوال (۱۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے ایک عورت ہندہ کو شہوت کے ساتھ مس کر لیا تھا، زید کو معلوم نہیں تھا کہ ہندہ کے پستان پر ہاتھ لگانے سے اس کی بیٹی اس پر حرام ہو جائے گی، پھر بعد میں اُس نے ہندہ کی لڑکی سے شادی کر لی، اور اُس سے کئی اولاد ہیں، تو اس صورت میں اب زید کیا کرے گا؟ ہندہ کی لڑکی یعنی اپنی بیوی کو طلاق دے یا اپنے نکاح میں باقی رکھے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں ہندہ کی لڑکی سے زید کا نکاح صحیح نہیں

ہوا، اس لئے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ فوری طور پر اُس لڑکی کو اپنے سے الگ کر دینا ضروری ہے، اور لا علمی کی وجہ سے نکاح کے بعد جو اولادیں ہو گئی ہیں، اُن کا نسب زید سے ثابت ہوگا۔

عن أبي هانئ رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من نظر إلى فرج

امرأة، لم تحل له أمها ولا ابنتها. (لمصنف لابن أبي شيبة ۹۹/۹ رقم: ۱۶۴۹۰ المجلس العلمي)

ويثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر عن صاحبه، ودخل بها

أولا في الأصح، خروجاً عن المعصية، فلا ينافي وجوبه؛ بل يجب على القاضي

التفريق بينهما. (شامي ۲۷۵/۴ زكريا)

من مسته امرأة حرمت عليه أمنها و بنتها، وقال الشافعي: لا تحرم، و علي هذا الخلاف مسه امرأة بشهوة و نظره إلى فرجها. (الفتاوى التاتارخانية ۵۷/۴ زکریا)

والزنا واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة (کنز) وقال ابن نجيم: واللمس والنظر سبب داع إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الاحتياط، كذا في الهداية. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۳/۳ زکریا) فقط والله تعالی اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۷/۱۳۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے بعد پتہ چلا کہ منکوحہ حقیقتہً عورت نہیں ہے

سوال (۱۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنے لڑکے کی شادی کی، نکاح کے بعد جب لہن گھر آئی اور شوہر اُس کے پاس خلوت میں گیا، تو اُس کے پستان عورتوں جیسے نہیں تھے؛ بلکہ مرد جیسے تھے اور آگے کا مقام بند تھا صرف پیشاب کی جگہ تھی، اور جسم کی بناوٹ بھی عورتوں جیسی نہیں تھی۔ اور صبح جب ہسپتال لے کر گئے اور لڑکی لڑکے والے دونوں فریقین کے سامنے ڈاکٹری جانچ کی گئی، جانچ کے مطابق ڈاکٹروں نے بتایا کہ نہ اب یہ عورت ہے اور نہ علاج کے بعد عورت ہو سکتی ہے، جانچ چار ہسپتالوں میں کی گئی، سب نے یہی بتایا کہ یہ عورت نہیں ہے؛ لہذا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح ہوا ہے تو مہر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت واقعہ اگر تحقیق حال سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس عورت سے نکاح ہوا ہے وہ واقعہً عورت نہیں ہے، اور اُس میں عورت کی علامات نہیں پائی جاتیں، تو شرعاً یہ نکاح درست نہیں ہوا؛ اس لئے نہ مہر واجب ہے نہ عدت کا کوئی سوال ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲۶۰/۸)

هو عقد يفيد ملك المتعة، أي حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من

نکاحها مانع شرعی، فخرج الذکر والنخشی المشکل: (الدر المختار مع الشامی ۵۹۱۴-۶۱ زکریا)
 وأما شروطه: ومنها: المحل القابل، وهي المرأة التي أحلها الشرع
 بالنکاح، كذا في النهاية. (الفتاویٰ الهندیة ۲۶۷/۱ زکریا). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۵/۱۴۲۶ھ
 الجواب صحیح: بشیر احمد غفا اللہ عنہ

قسم کھائی کہ چھ مہینے تک کسی عورت کے جسم سے استفادہ نہیں
 کروں گا، پھر معین وقت کے لئے متعہ کر لیا؟

سوال (۱۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
 کہ: عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ ۶ مہینے تک کسی عورت کے جسم سے استفادہ نہیں
 کروں گا، اگر ایسا کروں گا تو میری بیوی کو تین طلاق، پھر مذکورہ شخص ایک آدمی کے پاس گیا اور اس
 نے اُس آدمی سے کہا کہ میں تمہاری لڑکی سے چند مہینوں کے لئے یا چند دنوں کے لئے ”متعہ“ کرنا
 چاہتا ہوں، اس آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاح متعہ اُس آدمی سے کرادیا، یہ بات لڑکی کو بھی معلوم تھی کہ
 یہ معاملہ بس چند دنوں کے لئے ہے۔ عرض یہ ہے کہ کیا اس آدمی کا نکاح متعہ صحیح ہوایا نہیں؟ اگر صحیح
 ہوا ہے تو اس نے جو قسم کھائی ہے اس پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدت متعینہ کے لئے بغیر گواہوں کے عورت سے
 استمتاع کرنا متعہ کہلاتا ہے جو شرعاً باطل ہے؛ لہذا شخص مذکور نے جو معاملہ کیا ہے، وہ شرعاً صحیح نہیں ہوا۔
 عن سبرة الجھنی رضي الله عنه أنه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم،
 فقال: يا أيها الناس! إني قد كنت أذنت لكم الاستمتاع من النساء وأن الله قد
 حرم ذلك إلى يوم القيامة، فمن كان عنده منهن شيء فليخل سبيله، ولا تأخذوا
 مما آتيتموهن شيئاً. (صحيح مسلم / النكاح ۴۵۱/۱ رقم: ۹۱۴۰۶، إعلاء السنن / باب أن جواز

نکاح المتعة منسوخ ۶۹/۱۱ رقم: ۳۱۳۲ دار الکتب العلمیة بیروت)

وفي شرح مسلم للنووي رحمه الله: وانعقد الإجماع على تحريمه، ولم

يخالف فيه إلا طائفة من المبتدعة“ الخ: (۴۵۱/۱)

عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً: ”حرم أو هدم المتعة النكاح

والطلاق، والعدة والميراث“. أخرجه الدار قطني وقال ابن القطان في ”كتابه“:

إسناده حسن. (زيلعي ۹/۲) وفي ”الدراية“: إسناده حسنا. (إعلاء السنن / باب أن

جواز نكاح المتعة منسوخ ۷۰/۱۱ رقم: ۳۱۳۳ دار الکتب العلمیة بیروت)

وبطل نكاح متعة ومؤقت، وإن جهلت المدة أو طالت في الأصح.

(الدراية المختار ۵۱/۳ كراچی، ۱۴۵/۴ زکریا)

نكاح المتعة باطل لا يفيد الحل ولا يقع عليها طلاق، ولا إيلاء ولا ظهار،

ولا يرث أحدهما من صاحبه، هكذا في فتاوى قاضي خان. في ألفاظ النكاح:

وهو أن يقول لامرأة خالية من الموانع: أتمتع بك كذا مدة: عشرة أيام مثلاً، أو

يقول: أياماً، ومتعني نفسك أياماً أو عشرة أيام، أو لم يذكره أياماً بكذا من

المال، كذا في فتح القدير. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح / الباب الثالث في بيان المحرمات

ومما يتصل بذلك مسائل ۳۸۲/۱-۲۸۳ زکریا، البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في المحرمات

۱۸۹/۳-۱۹۰ زکریا، الرد المحتار، كتاب النكاح / باب المحرمات ۵۱/۳ دار الفكر بیروت، وكذا في

فتح القدير، كتاب النكاح / فصل في بيان المحرمات ۲۴۶/۳ دار الفكر بیروت)

تاہم اگر وہ نکاح صحیح کرتا تو پہلی قسم کی وجہ سے نہ تو نکاح پر کوئی اثر پڑتا، اور نہ استفادہ کی

صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱۵ھ



منکوحۃ الغیر سے نکاح

منکوحۃ الغیر سے نکاح

سوال (۱۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا ہے جس کو اس کے شوہر اول نے طلاق نہیں دی ہے؛ لہذا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں کسی بچہ کا وجود ہو گیا تو وہ بچہ حلال مانا جائے گا یا حرام؟ اور یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ایسے آدمی اور عورت کے بارے میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ نکاح ناجائز ہے، جان بوجھ کر اس عمل کا ارتکاب کرنے والے سخت گنہگار ہیں؛ تاہم اس نکاح سے جو بچہ پیدا ہوگا اُس کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت مانا جائے گا۔

عن سلیمان بن یسار أن عمر رضي الله عنه قال: للتي نكحت في عدتها: فرق بينهما، وقال: لا يتناكحان أبداً، وجعل لها المهر بما استحلت من فرجها، وأمرها أن تعتد من هذا وتعتد من هذا.

وعن الشعبي أن علياً رضي الله عنه فرق بينهما، وجعل لها الصداق بما استحلت من فرجها، وقال: انقضت عدتها إن شاء تزوجته فعلت. (سنن سعيد بن منصور، كتاب

النكاح / باب المرأة تزوج في عدتها ۱۸۹/۱ رقم: ۶۹۸-۶۹۹)

غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولاداً، ثم جاء الزوج الأول، فالأولاد للشاني على المذهب الذي رجع إليه الإمام وعليه الفتوى. (الدر

المختار) شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدت وتزوجت، ثم بان خلافه
ولما إذا ادعت ذلك ثم بان خلافه. (شامی ۵۵۲/۳ کراچی، ۲۴۷/۵ زکریا)

الخلوة بالأجنبية حرام. (شامی ۳۶۸/۶ کراچی، سكب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر

۲۰۳/۴ بیروت، الأشباه والنظائر ۱۵۹)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو زوج
بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان
يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها.

(الفتاوى التاتارخانية ۶۶/۴ رقم: ۵۵۴۴ زکریا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة. (الفتاوى الهندية،

۲۸۰/۱ زکریا، کنا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح / فصل فی شرط ألا تكون منكوحة الغير ۴۵۱/۳

دار الكتب العلمية بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء / باب المرأة

المتروجة ۶۶۴ ۶/۹ رشيدية، وكذا في التفسير المظهری ۶۲/۲ كوئته)

والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير لا

يكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليلاً قطعياً كفر وإلا فلا (البحر الرائق، كتاب السير /

باب أحكام المرتدين ۲۰ ۶/۵ زکریا، کنا فی رد المختار، باب الوطاء / يوجب الحد والذي لا يوجبه

/ مطلب: إذا استحل المحرم على وجه الظن ۲۴/۴ کراچی، وكذا في الدر المختار، باب المرتد / مطلب

جملة من لا يقتل إذا ارتد ۲۴۶/۴-۲۴۷ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۸/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

منكوحة الغير سے نکاح کرنے والے کا حکم؟

سوال (۱۶۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مشتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا، اسی دوران زید کی بیوی سے بکر نے نکاح کر لیا؛ لیکن زید نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا تھا، جب بکر کو اس عورت کو اپنے گھر میں رکھتے ہوئے دو سال گزر گئے تو اس کے بعد بکر زید سے جا کر کے طلاق نامہ لکھوا کر لایا، اس کے بعد بکر نے نہ تو دوبارہ نکاح کیا اور نہ اس عورت سے عارت کرائی؛ بلکہ یوں ہی اپنے گھر میں رکھ لیا، اب یہ عورت کافی عرصہ سے بکر کے گھر میں رہ رہی ہے، آیا بکر کے لئے یہ عورت جائز ہے یا نہیں؟ بکر حرام کاری کر رہا ہے یا نہیں؟ بکر شریعت کی نظر میں (چور) مجرم ہے یا نہیں؟ اور بکر کی تائید اور تقلید کرنے والے شرعی حیثیت سے مجرم ہیں یا نہیں؟ شرعی رو سے فیصلہ فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ واقعہ صحیح ہے، تو بکر کے لئے

مذکورہ عورت سے زن و شوئی کے تعلقات رکھنا قطعاً حرام ہے، وہ حرام کاری میں مبتلا ہے، اسے تجدید نکاح کر کے توبہ کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۲۷۱۶ میرٹھ)

عن ابراہیم النخعی عن علی رضی اللہ عنہ أنه قال فی المرأة تتزوج فی عدتها: یفرق بینہا و بین زوجها الآخر، ولہا الصداق منه بما استحل من فرجہا، وتستكمل ما بقی من عدتها من الأول، وتعتد من الآخر عدة مستقبلہ، ثم یتزوج الآخر إن شاء. رواہ محمد فی الحجج لہ (۲۹۷)، وهو مرسل صحیح ومراسیل النخعی صحاح. (إعلاء السنن / باب من تزوج امرأة فی عدتها یفرق بینہما وتستكمل العدة ثم یتزوجها إن شاء ۱۵۳/۱۱ رقم: ۳۲۱۵ دار الکتب العلمیة بیروت)

لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ و کذا المعتدة. (لفتاویٰ لہندیہ ۲۸۰/۱)

حتی لو كانت ذات زوج أو فی عدة غیرہ أو مطلقہ منه ثلاثاً لا ینفذ قضاءہ؛

لأنہ لا یقدر علی الإنشاء فی ہذہ الحالة. (البحر الرائق ۱۰۸/۳ کوئٹہ)

ومنها أن لا تكون منکوحہ الغیر لقولہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾

وهي ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع ۴۸۱۲ زکریا)

وأما نكاح منكوحه الغير ومعتدته فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً.

(شامی ۲۷۴۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۹/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلے شوہر سے طلاق کے بغیر دوسرے اور تیسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۶۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک عورت نے بغیر طلاق کے دو جگہ نکاح کیا، ان دونوں مردوں نے طلاق نہیں دی، پھر

تیسرے مرد سے نکاح کیا، اس نے غصہ کی حالت میں تین طلاق دے دی، پھر اس کے ساتھ کھانا

پینا، رہنا سہنا سب کچھ ہو رہا ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر جائز نہ ہوتا تو امام صاحب نکاح کیوں

پڑھاتے؟ اور ایک کا کہنا ہے کہ ہمارے یہاں تین دن عدت گزارے گی، پھر ان سے نکاح

کر دینا، ہم نے کہا کہ تین دن کی عدت نہیں ہوتی، جہاں پہلے نکاح ہوا ہے وہاں سے طلاق نہیں

ہوتی، اس کے بارے میں علماء دین مسئلہ بتلا سکتے ہیں، شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں لکھا گیا معاملہ اگر سچ ہے تو چوں کہ مذکورہ

عورت کے پہلے شوہر نے اسے طلاق نہیں دی ہے، تو اس کا دوسرا اور تیسرا نکاح قطعاً باطل ہے، اور

ایسے مردوں کے ساتھ اس عورت کا رہنا سہنا کھلی ہوئی حرام کاری ہے؛ لہذا اس عورت پر لازم ہے

کہ یا تو شوہر اول کے پاس رہے یا اس سے طلاق یا تفریق حاصل کر کے عدت گزارنے کے بعد

کسی اور شخص سے حلال طریقے پر نکاح کر لے، اور عدت تین دن کی نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ تین

ماہواری یا وضع حمل (بچہ جننے) سے عدت پوری ہوتی ہے، اور جس امام صاحب نے یہ ناجائز نکاح

پڑھایا ہے، اگر جانتے بوجھتے ہوئے یہ نکاح پڑھایا ہے تو سخت مجرم ہیں، ان پر سچے دل سے توبہ

واستغفار لازم ہے، اور اگر ان کو اصل صورت حال کا علم نہیں تھا، تو ان پر کوئی الزام نہیں۔

عن ابراهيم النخعي عن علي رضي الله عنه أنه قال في المرأة تتزوج في عدتها: يفرق بينها وبين زوجها الآخر، ولها الصداق منه بما استحلت من فرجها، وتستكمل ما بقي من عدتها من الأول، وتعد من الآخر عدة مستقبلية، ثم يتزوج الآخر إن شاء. رواه محمد في الحجج له (۲۹۷)، وهو مرسل صحيح ومراسيل النخعي صحاح. (إعلاء السنن / باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزوجها إن شاء ۱۵۳/۱۱ رقم: ۳۲۱۵ دار الكتب العلمية بيروت)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي ۱۹۷/۵ زكريا)

ولكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر على صاحبه في الأصح خروجاً عن المعصية. (شامي ۲۷۴/۱۴ زكريا، البحر الرائق ۱۶۹/۳ كوئنه)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالى: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ وهي ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع ۵۴۸/۲ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۲۵/۷/۱۹

پانچ بچوں کو چھوڑ کر بغیر طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۶۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کسی شخص کی بیوی جب کہ ۱۵ بچے موجود ہوں، اور وہ کسی دوسرے شخص سے بغیر طلاق حاصل کئے نکاح کر لے، ایسی حالت میں سب بچے باپ کے پاس رہ رہے ہیں، باپ کو اس سلسلہ میں کیا

قدم اٹھانا چاہئے؟ اور شریعت میں ایسی عورت کس درجہ کی مجرم ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پہلے شوہر سے طلاق یا تفریق کے بغیر دوسرا نکاح قطعاً معتبر نہیں ہے، ایسی عورت شرعاً بدترین گناہ کی مرتکب ہے، اور وہ بدستور پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، پہلا شوہر اُسے اپنے پاس رکھنے کا حق دار ہے، خاندان کے معزز لوگوں کو ثالث بنا کر معاملہ کو حل کرنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ حرام کاری کا سلسلہ بند ہو سکے۔

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غير ٥. (الفتاوى الهندية ٢٨٠/١ زكريا)

ولكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر على صاحبه في الأصح

خروجاً عن المعصية. (شامي ٢٧٤/٤ زكريا، البحر الرائق ١٦٩/٣ كوئٹہ)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً؛ ولهذا يجب الحجد مع العلم بالحرمة لكونها زناً. (شامي ١٩٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے پردیس چلے جانے کی وجہ سے دوسرے شوہر

سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۶۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: چودہ سال پہلے میں نے اپنے گھر والوں کی مرضی کے بغیر عشرت سے نکاح کر لیا تھا، دو سال وہ میرے گھر رہی، اُس کے بعد میں نے اس کو طلاق دے دی، اُس کے بعد عشرت کی شادی دوسری جگہ ہو گئی، اب کچھ مہینہ پہلے عشرت سے میری ملاقات ہوئی، اُس کا شوہر پردیسی ہے، وہ باہر گیا ہوا تھا، عشرت مجھ سے ملتی تھی اور اپنے شوہر کے پاس جانے کو بھی کہتی تھی؛ لیکن پھر اُس کا اردہ

بدل گیا اور عشرت نے مجھ سے کہا کہ میری طلاق ہو گئی ہے، اب میرا کوئی سہارا نہیں ہے، اس بات پر میں نے عشرت سے نکاح کر لیا؛ لیکن اب مجھے معلوم ہوا، اور عشرت کے رشتہ دار اور ماں یہ کہتے ہیں کہ عشرت کے آدمی نے اُس کو طلاق نہیں دی، عشرت کا شوہر اُس کو اُس کے رشتہ داروں کو سونپ کر گیا تھا، اب جب اُن سے ملا، تو وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح عشرت سے نہیں ہوا؛ کیوں کہ عشرت کا شوہر موجود ہے، عشرت کی ماں کے کہنے کے مطابق اب عشرت کو رکھنے کا دل گواہی نہیں دیتا، جب کہ میری بیوی تسلیم اختر اور میرے تین بچے پہلے سے ہی موجود ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں عشرت کے دوسرے شوہر،

غیر موجودگی میں آپ کا اس سے تعلق رکھنا گناہ کا کام تھا، پھر ایسی حالت میں محض عشرت کے دعویٰ طلاق کی بنا پر آپ کا اُس سے نکاح کر لینا بھی آپ کی کوتاہی اور لاپرواہی کی دلیل ہے۔ آپ نے دوسرے شوہر کے طلاق دئے بغیر عشرت سے جو نکاح کیا ہے وہ قطعاً باطل ہے، آپ پر لازم ہے کہ فوراً عشرت کو اپنے سے الگ کر دیں اور دونوں اپنے سابقہ فعل پر صدق دل سے توبہ و استغفار کریں۔

عن ابراهيم النخعي عن علي رضي الله عنه انه قال في المرأة تتزوج في عدتها: يفرق بينها وبين زوجها الآخر، ولها الصداق منه بما استحلت من فرجها، وتستكمل ما بقي من عدتها من الأول، وتعتد من الآخر عدة مستقبله، ثم يتزوج الآخر إن شاء. رواه محمد في الحجج له (٢٩٧)، وهو مرسل صحيح ومراسيل النخعي صحاح. (اعلاء السنن / باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم

يتزوجها إن شاء ١٥٣/١١ رقم: ٣٢١٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مجاهد أنه قال: قد رجع عمر رضي الله عنه في التي تنكح في عدتها والمفقود زوجها إلى قول علي رضي الله عنه. رواه محمد في الحجج أيضاً (٢٩٧) وهو مرسل حسن. وقال البيهقي: روى الثوري عن أشعث عن الشعبي

عن مسروق عن عمر أنه رجع، فقال: لها مهرها ويجتمعان إن شاء، كذا في التلخيص الحبير (۲۲۸/۲) (إعلاء السنن / باب من تزوج امرأة في عدتها يفرق بينهما وتستكمل العدة ثم يتزوجها إن شاء ۱۵۴/۱۱ رقم: ۳۲۱۶ دار الكتب العلمية بيروت)

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ عطف على أمهاتكم يعني حرمت عليكم المحصنات من النساء أي ذوات الأزواج، لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق. (التفسير المظهری ۶۴/۲ کوئٹہ، الفقہ اسلامی وأدلته، الفصل الثالث في المحرمات من النساء / باب المرأة المتزوجة ۶/۹ ۶۶۴ رشیدیة، الفتاویٰ الہندیة ۲۸۰/۱ زکریا، وکذا فی رد المحتار، باب العدة / مطلب فی النکاح الفاسد والباطل ۵۱۶/۳ کراچی)

اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على صحيح مسلم ۳۵۴/۲، وکذا فی روح المعانی ۱۵۹/۲۸، مبحث فی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾ [التحریم: ۸ دار إحياء التراث العربي بيروت]

أما نكاح مبكوحه الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامی ۱۳۲/۳ کراچی، ۱۹۷/۵ زکریا، قاضی خان علی الہندیة ۳۶۶/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۸/۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہرِ اول سے طلاق اور فسخ کے بغیر نکاحِ ثانی حرام ہے

سوال (۱۶۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مسماة پروین اختر بنت سید محمد نے بحیثیت عاقلہ بالغہ و باکرہ مطابق سرٹیفکیٹ ۱۹/۱۹ سال کی عمر

میں شرعی روایات کے مطابق نہایت آزادانہ ماحول میں والدین کی مرضی کے مطابق بخوشی طرفین
 وحسبِ رضا خود محمد رشید بن محمد اسماعیل بحاضرین و شاہدین خصوصی مہر مقررہ مبلغ ۱۸ ہزار روپیہ کے
 عوض عقد کیا، جس کے بیان عدالت جوڈیشل میں قلم بند ہو رٹل درخواست ہوا ہے، اور پھر مقامی
 علماء سے رجوع کیا گیا اور فتویٰ ملا کہ مسماۃ مذکورہ کی مذکور کی وجہ قرار پائی، اور بروئے فتویٰ ایک
 ماہ نو دن مذکور کے گھر آباد بھی رہی، بعد ازاں کسی غلط طریقہ سے مذکور کی عدم حاضری میں پولیس
 نے بہکا کر مذکورہ کو اپنے والدین کے گھر روانہ کر دیا، تو کیا ایسی صورت میں شرعی نکاح پر کوئی اثر تو
 نہیں پڑتا؟ اور کیا والدین شوہر اول سے طلاق لئے بغیر دوسری جگہ نکاح کر سکتے ہیں؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال جب کہ مسماۃ پروین کا نکاح برضا

ورغبت طرفین مسمی محمد رشید کے ساتھ شرعی طور پر منعقد ہو چکا ہے، تو اب اس شوہر سے باقاعدہ
 (طلاق یا فسخ کے ذریعہ) جدائی کے بغیر اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کر دینا قطعاً حرام ہوگا اور اگر
 ایسا کیا گیا، تو یہ حرام کاری ہوگی، اور لڑکی کے والدین بھی اس گناہ کے ذمہ دار ہوں گے۔

تعلق وحق الغیر بنکاح أو عدة. (الدر المنختار ۲۸۱۳ کراچی، ۱۰۰/۴ زکریا)

ومنها أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالى: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾

عام في جميع ذوات الأزواج.

عن ابن عباس رضي الله عنه قال في هذه الآية: "كل ذات زوج إتيانها زنا

إلا ما سببت". ولأن اجتماع رجلين على امرأة واحدة يفسد الفراش؛ لأنه

يوجب اشتباه النسب وتضييع الولد وفوات السكن والإلفة والمودة فيفوت ما

وضع النكاح له. (بدائع الصنائع / بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير ۵۴۸/۲-۵۴۹ زکریا) فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

پاکستانی شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق کے بغیر ہندوستان میں نکاح جائز نہیں

سوال (۱۶۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: معلوم ہوا کہ میری لڑکی جس کا نام سیمہ ہے، اس کا نکاح پاکستان میں کر دیا تھا، نکاح کو تیرہ سال ہونے والے ہیں، جب سے نکاح کر کے وہ لوگ گئے ہیں، ابھی تک نہیں آئے ہیں، جب کہ میرے شوہر کا بھی انتقال ہوا، میرا لڑکا بھی ختم ہو گیا، جس کی عمر ۲۱ سال تھی، اب ایک لڑکی ایک لڑکا رہ گئے ہیں۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ بتائیں کہ میں لڑکی کو آزاد کیسے کروں؟ کیوں کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ پاکستان سے ختم ہو جائے اور ہندوستان میں اپنی بستی میں شادی کر دوں، جب سے وہ لوگ نکاح کر کے گئے ہیں، تین سوٹ، تین جوڑے، جوتے اور چار سو روپے آئے ہیں، اور ۳ سال میں مولانا صاحب لڑکی پاکستان جانا نہیں چاہتی ہے، آپ مجھ کو اس کا فتویٰ دیں کہ کیسے ختم کروں؟ جب کہ وہ لوگ آئے نہیں ہیں، بس خط آتے ہیں، تو یہ لکھتے ہیں کہ ویزا نہیں مل رہا ہے، ہم آنے کے لئے پریشان ہیں، لڑکی کا نام شیمہ پروین ہے اور لڑکے کا نام نوید اختر ہے، آپ اس کا جواب صحیح دیں بڑی مہربانی ہوگی؛ کیوں کہ مولانا صاحب میرا آدمی تو ہے نہیں جو دوڑ بھاگ کر لے، میں ایک عورت کیا کر سکتی ہو؟ لڑکی کی طرف سے بہت پریشان ہوں کہ اگر پاکستان سے ختم ہو جائے تو میں یہاں کہاں شادی کروں، جوان لڑکی ہے، دن رات فکر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی کے موجودہ شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق حاصل کئے بغیر دوسری جگہ لڑکی کا نکاح صحیح نہ ہوگا، یا اب لڑکی کو اس کے شوہر کے ساتھ کسی طرح پاکستان بھیج دیا جائے، اور اگر کوئی صورت نہ بن سکے تو شرعی عدالت سے رابطہ قائم کرے، ممکن ہے وہاں سے کوئی صورت نکل جائے، بہر حال تفریق حاصل کرنے سے پہلے نکاح صحیح نہ ہوگا۔

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته - إلى قوله - لم يقل أحد بجوازه فلم
ينعقد أصلاً. (شامی ۱۳۲/۳ کراچی)

ولا يجوز لأحد أن يتزوج زوجته غيره، وكذلك المعتدة. (الفتاوى الهندية
۲۸۰/۱، بدائع الصنائع ۴۵۱/۳ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۲/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہرِ اول کے پاس سے بھاگ کر دوسرے کے ساتھ ”سول میرج“ کرانا؟

سوال (۱۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: میرے لڑکے کی بیوی نے ایک شخص کو اپنا بھائی بنا لیا اور وہ شخص بھی میرے لڑکے کی بیوی کو بہن
کہتا تھا، ایک دن میرے لڑکے کی بیوی گھر سے یہ کہہ کر گئی کہ میں اپنے میکہ جا رہی ہوں، مگر وہ میکہ
نہیں گئی اور وہ شخص بھی اپنے گھر سے چلا گیا اور تلاش کے بعد تصدیق ہوئی کہ وہ دونوں شہر کے باہر
بھاگ گئے ہیں۔ مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں نے عدالت سے ”سول میرج“ کر لیا ہے، اور
ایک بچہ بھی لکھوایا ہے، جب کہ وہ دو بچوں کی ماں ہے، ایک بچہ کولے کر بھی گئی اور ایک بچہ کو یہاں
چھوڑ گئی ہے، عدالتی شادی کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے، اب وہ واپس آ گئی ہے، اور اپنے میکہ
ہے، میکہ والے اس کیس کو دباننا چاہتے ہیں اور اپنی لڑکی کو میرے لڑکے کے ساتھ ہی رکھنا چاہتے
ہیں۔ برائے کرم شرعی فیصلہ سے آگاہ فرمائیں کہ وہ لڑکی میری لڑکی کی زوجیت میں رہی یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس آدمی کے ساتھ عدالت میں جا کر سول میرج
کر لیا ہے، آپ کے لڑکے کی بیوی اُس کے نکاح میں داخل نہیں ہوئی ہے، وہ بدستور آپ کے
لڑکے کے نکاح میں باقی ہے، آپ کا لڑکا اس کو بدستور بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے اور بھاگ کر جو حرام

کاریاں کی ہیں، اُن سب کا گناہ بیوی اور مذکورہ شخص پر ہوگا۔

أسباب التحريم أنواع..... وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار،

كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۱۰۰/۴ زکریا)

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم

أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (شامی ۱۳۲/۳ کراچی، ۲۷۴/۴

زکریا، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ ۲۸۰/۱، بدائع الصنائع ۴۵۱/۳ بیروت، الفقہ الإسلامی وأدلته ۶۶۴ ۶۶۹

رشیدیۃ، البحر الرائق / باب العدة ۲۴۲/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کورٹ میرج کر کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے اپنی بیوی بانو کو طلاق نہیں دی ہے اور بانو نے کورٹ میرج کر کے عمرو سے نکاح

کر لیا ہے، تو کیا یہ نکاح درست ہے؟ اگر نکاح درست نہیں، تو نکاح خواں اور گواہان نکاح پر

شریعت کا کیا حکم ہوگا؟ نکاح خواں اور گواہان پر اپنے نکاح کی تجدید ضروری ہوگی یا نہیں؟

نوٹ:- قاضی صاحب کو معلوم بھی تھا کہ بانو کو طلاق اس کے شوہر نے نہیں دی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب کہ زید نے اپنی بیوی بانو کو طلاق نہیں دی ہے، تو

بانو کا نکاح کسی اور شخص سے ہرگز جائز نہیں ہے، جن لوگوں نے اس نکاح کے کرانے میں کسی بھی

طرح کا حصہ لیا ہے، وہ سب سخت گنہگار ہیں، اُن پر توبہ و استغفار لازم ہے، مگر انہیں اپنے تجدید

نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

أسباب التحريم أنواع..... وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار،

كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۱۰۰/۴ زکریا)

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (شامي ۲۷۴/۴ زكريا، بدائع الصنائع ۴۵۱/۳ بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته ۶۶۴/۹ رشيدية، البحر الرائق / باب العدة ۲۴۲/۴ زكريا) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره ۵. (الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۱۵/۱۲/۲ھ

شوہر کے لنگڑے پن کی وجہ نکاحِ ثانی کرنا؟

سوال (۱۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی کا نکاح ہوا، اس کے گردے کا آپریشن ہوا، لڑکی کے شوہر نے کہا میں اس کو نہیں رکھوں گا، ایک گردے والی ہے، یہ بات پانچ سال تک چلتی رہی، خدا کی شان یہ لڑکے کا ایک پیر کٹ گیا، اب لڑکی اور لڑکی کے گھر والے کہتے ہیں کہ اب ہم اپنی بیٹی کو لنگڑے کے گھر نہیں بھیجیں گے، نکاح کو سات سال ہو گئے ہیں، اب لڑکی والے چاہتے ہیں کہ دوسری جگہ نکاح کر دیں اور لڑکا طلاق نہیں دے رہا ہے، ایسی صورت میں دوسرے سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے یا اس سے شرعی تفریق حاصل نہ کر لی جائے، اس وقت تک اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہرگز نہیں ہوگا، پہلے شوہر سے طلاق اور اس کی عدت گزرنے کے بعد ہی دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے۔

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في

السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱، شامي، باب العدة / مطلب في النكاح الفاسد والباطل

۵۱۶/۳ کراچی، لبحر الرائق / باب العدة ۲۴۲/۴ زكريا، بدائع الصنائع ۴۵۱/۳ بيروت) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۱۶/۳/۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

رخصتی سے قبل جھگڑا ہو جانے کی وجہ سے لڑکی کا دوسرے

سے کورٹ میرج کرنا؟

سوال (۱۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: لڑکی کا نکاح ہو جانے کے بعد رخصتی کرتے وقت لڑکے والوں نے سے جھگڑا ہو گیا، لڑکی کے گھر والوں نے لڑکی کو لڑکے کے گھر رخصت ہو کر جانے نہیں دیا، کچھ دنوں کے بعد پھر دوبارہ لڑکے کے والد صاحب لڑکی کو لینے آئے، لڑکا خود نہیں آیا، اس لئے لڑکی والوں نے لڑکے کے والد صاحب کے ساتھ لڑکی کو رخصت نہیں کیا، بغیر طلاق کے لڑکی نے چھ ماہ کے اندر اپنی مرضی سے کورٹ میں جا کر دوسری شادی کر لی، دوسرے لڑکے سے اس لڑکی کو دو بچے پیدا ہوئے ہیں، بغیر طلاق کے شادی کر لینے پر دو سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس کے دو بچے ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے، وہ دونوں بچے جائز ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال جو نکاح پہلے شوہر سے طلاق یا شرعی

تفریق کے بغیر عدالت میں جا کر کیا گیا ہے وہ شرعاً معتبر نہیں، اور مذکورہ عورت کا اس دوسرے شخص کے ساتھ رہنا حرام کاری اور بدکاری ہے، اور بچوں کے نسب کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس دوسرے شخص کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس عورت کا کوئی دوسرا شوہر اور بھی موجود ہے تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اسی دوسرے شخص سے ثابت ہوگا، اور اگر دوسرے شخص نے اس علم کے باوجود عدالتی نکاح کیا ہے کہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہے، تو اس سے جو اولاد پیدا ہوئی ہے، وہ اس دوسرے شخص سے منسوب نہ ہوگی؛ لہذا اگر پہلا شوہر ان بچوں کے نسب کو قبول کر لے تو یہ بچے اس کی طرف منسوب ہو جائیں گے، اور اگر وہ شوہر لعان کے ذریعہ ان بچوں کا اپنے سے انتساب سے انکار کر دے، تو پھر ان بچوں کو ماں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا؛ تاہم خواہ یہ بچے کسی کی طرف

منسوب ہوں، ان بچوں سے رشتے کرنا ناجائز نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۶۹/۱۱)

غاب عن امرأته فتزوجت باخر وولدت أولاداً، ثم جاء الزوج الأول
فالأولاد للثاني على المذهب (البدن المختار) وفي الشامية: وهذا إذا لم يعلم بأن
لها زوجاً غيره فيكف إذا ظهر زوج فلا شك في عدم ثبوته من الثاني. (شامي
۲۴۷/۵-۲۴۸/۵ زكريا)

إذا غاب امرأته، وهي بكر أو ثيب عشر سنين، وتزوجت وجاءت
بالأولاد، فالأولاد من الزوج الأول عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ووضع
المسألة في الأصل فيما إذا نعى إلى امرأة زوجها، فاعتدت، وولدت من الزوج
الثاني، ثم جاء الزوج الأول حياً، فعلى قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى: الولد
للزوج الأول على كل حال؛ لأنه صاحب الفراش الصحيح؛ لأن تبغيه لا يفسد
فراشه، وفراش الزوج الثاني فاسد، ولا معارضة بين الصحيح والفساد بوجه ما؛
بل الفاسد مدفوع بالصحيح. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح / الفصل الثاني والعشرون في
ثبوت النسب ۳۱۳/۴ رقم: ۶۲۷۹ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۲۶

گورنمنٹ کورٹ سے فیصلہ کرا کر دوسری جگہ نکاح کرنا؟

سوال (۱۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے ہندہ سے شرعی طریقہ سے عقد نکاح کیا، چند سال کے بعد دونوں کے درمیان
ناچاتی پیدا ہوگئی، تو اس صورت میں ہندہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی؛ لیکن زید نے ہندہ کو تحریری یا
زبانی کوئی بھی طلاق نہ دی۔

زید نے گورنمنٹ کورٹ میں ہندہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور گورنمنٹ کورٹ نے زید

کے حق میں فیصلہ دیا، تو پھر ہندہ نے دوبارہ کورٹ میں اپیل دائر کی، تو سیشن کورٹ نے ہندہ کے حق میں فیصلہ کر دیا، ہندہ نے اسی فیصلہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے شخص سے شادی عقد نکاح کر لیا؛ لیکن شوہر اول یعنی زید نے ہندہ کو کسی قسم کی کوئی طلاق تحریری یا زبانی نہیں دی ہے، تو ہندہ نے جو نکاح ثانی کر لیا ہے، یہ نکاح قرآن و سنت کی روشنی میں درست ہوا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ شوہر کا بیان صحیح ہے اور اُس نے اپنی بیوی کو کسی طرح طلاق نہیں دی ہے، تو وہ بیوی اُس کے نکاح سے شرعاً خارج نہیں ہوئی ہے اور بیوی نے جو دوسرا نکاح کیا ہے، وہ شرعاً جائز نہیں ہوا ہے، دوسرے شخص سے فوراً جدائی لازم ہے۔ سیشن کورٹ کے فیصلہ تفریق کا شرعاً اعتبار نہیں ہے۔

أسباب التحريم أنواع وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة. (الدر المختار

۲۸۱۳ کراچی، ۱۰۰۱۴ زکریا)

أمانكاح منكوحة الغير - إلى قوله - لم يقل أحد بجوازہ، فلم ينعقد

أصلاً: (شامی مع الدر ۵۱۶۱۳ کراچی، ۲۷۴۱۴ زکریا، کلا فی الفتاویٰ الہندیہ ۲۸۰۱۱ زکریا، البحر

الرائق / باب العدة ۲۴۲۱۴ زکریا، بدائع الصنائع ۱۱۳ / ۴ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اول پر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کا الزام لگا کر نکاح ثانی کرنا؟

سوال (۱۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: تسلیم احمد پسر نشی عبد الحلیم کا نکاح فردوسی خاتون کے ساتھ ہوا تھا، اس وقت نشی عبد الحلیم کی مالی حالت قدرے بہتر تھی، عرصہ ڈیڑھ دو سال کے بعد خستہ ہوئی، اس درمیان نشی عبد الحلیم کی مالی حالت بہت خستہ ہو گئی اور میں تسلیم احمد بھی بیمار ہونے لگا، مستری سراج احمد والد فردوسی نے ہمارے

حالات کو دیکھ کر فردوسی خاتون کو ہزار کوششوں کے باوجود سسرال نہیں بھیجا؛ بلکہ حق زوجیت کے ناقابل ہونے پر طلاق حاصل کرنے کا مقدمہ قائم کر دیا، جو کہ سراسر جھوٹا اور میرے اوپر بہتان تھا اور مقدمہ بھی کسی ایک فریق کے حق میں نہ ہو کر خارج کر دیا گیا، میرا بھی نکاح دوسری جگہ ہو گیا اور اس دوسری بیوی سے میرے سات بچے ہوئے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سراج احمد صاحب نے جھوٹا مقدمہ دائر کیا تھا۔ تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ جب میں نے فردوسی خاتون کو اپنے منہ سے طلاق نہیں دی اور نہ ہی تحریر دی، تو یہ فردوسی خاتون کا دوسرا نکاح جائز ہوایا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: منکوحۃ الغیر سے نکاح حرام اور باطل ہے؛ لہذا بشرط

صحت واقعہ فردوسی خاتون کا نکاح ثانی جائز نہیں ہوا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۷۲۳، فتاویٰ دارالعلوم

(۲۶۶۷-۲۶۶۷)

أما نكاح منکوحۃ الغیر - إلی قولہ - لم یقل أحد بجوازہ، فلم ینعقد

أصلاً. (شامی مع الدر ۵۱۶/۳ کراچی، ۲۷۴/۴ زکریا، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ ۲۸۰/۱، البحر الرائق

/ باب العدة ۲۴۲/۴ زکریا، بدائع الصنائع ۴۵۱/۳ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے مار پیٹ کرنے کی وجہ سے نکاح ثانی کرنا

سوال (۱۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص نکاح کرنے کے بعد تقریباً ۱۰ مہینے تک گھر سے غائب رہا، اس دوران اُس کی اہلیہ اپنے میکہ میں رہی، اس کے بعد وہ گھر آیا اور اپنی بیوی کو رخصت کرا کے اپنے گھر لے آیا، اور تھوڑی سی بات پر اس کے ساتھ بے مروتی سے مار پیٹ کی، حتیٰ کہ کچھ دیر تک باندھ کر بھی رکھا، لڑکی والوں نے معاملہ کو سلجھانے کے لئے بیچ کو بٹھایا، لڑکے نے لڑکی کو قتل اور شدید مار پیٹ کی دھمکی دی

اور اس بات پر مجبور کیا کہ تم سب کے سامنے یہ کہنا کہ میں لڑکے (شوہر) کے یہاں نہیں رہنا چاہتی، مجھے طلاق دلوانی جائے۔ الغرض پنچایت اس بات پر ختم کر دی گئی کہ سنجیدگی کے ساتھ لڑکی سے تفتیش کی جائے گی، اس کے بعد وہ لڑکا پھر دوبارہ گھر سے چلا گیا، اور تقریباً ۷ مہینہ سے اب تک نہیں آیا، اور نہ ہی وہ اپنی بیوی کی خیر و خیرت معلوم کرتا ہے، نہ ہی نان و نفقہ برداشت کرتا ہے، اس وقت لڑکی اپنے میکہ ہی میں ہے، لڑکے کا اس سے منشاء معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی سے دست بردار ہو جائے؛ لیکن وہ اس بات کو ظاہر نہیں کرتا۔ الغرض معلوم یہ کرنا ہے کہ از روئے شرع اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں یقیناً شوہر کی طرف سے زیادتی ہے؛ لیکن جب تک شوہر طلاق نہ دے یا شرعی طریقہ پر زوجین میں تفریق نہ ہو جائے، اس وقت تک لڑکی کا نکاح کسی اور جگہ جائز نہیں ہے۔

أمانکاح منکوحۃ الغیر - إلی قولہ - لم یقل أحد بجوازہ، فلم ینعقد أصلاً. (شامی مع الدر ۵۱۶/۳ کراچی، ۲۷۴/۴ زکریا، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ ۲۸۰/۱، البحر الرائق / باب العدة ۲۴۲/۴ زکریا، بدائع الصنائع ۴۵۱/۳ بیروت)

ولا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ. (الفتاویٰ الہندیۃ ۲۸۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۱/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے ہندو ظاہر ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہو جانا؟

سوال (۱۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندو نے زید نو مسلم سے شادی کی، ہندو اور زید کا قریب پانچ سال سا تھ رہا، جس سے دو بچے ہیں؛ لیکن زید جو کہ بظاہر نو مسلم تھا، ساڑھے چار سال سے قبل اچانک اپنی بیوی سے یہ کہہ کر غائب ہو گیا کہ یہ بھی ایک مثال رہے گی کہ ایک ہندو سے دو بچے ہوئے، اس دن سے آج تک

اس کا کوئی پتہ نہیں ہے، جس کو ساڑھے چار سال کا عرصہ بیت چکا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر واپس ہو گیا، اب ہندہ اگر دوسرا نکاح کرنا چاہے، تو کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال فرید نو مسلم کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ ”یہ بھی ایک مثال رہے گی کہ ایک ہندو سے دو بچے ہوئے“۔ اس بات کا اقرار ہے کہ یا تو وہ مسلمان ہی نہیں ہوا تھا؛ بلکہ محض دھوکہ دے کر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا رہا، یا یہ کہ وہ مسلمان تو ہو گیا تھا؛ لیکن پھر دوبارہ لوٹ کر مرتد ہو گیا، بہر صورت اب اس کا ہندہ سے زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہا، اب وہ کسی بھی مسلمان سے نکاح کر کے باعصمت زندگی گزار سکتی ہے۔

إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما في ظاهر الرواية في الحال، ولا يتوقف على قضاء القاضي، سواء كانت المرأة مدخولاً بها أو لم تكن.
(الفتاوى التاتارخانية ۵۶۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر نکاح کے کسی عورت کو بیوی کی طرح رکھنا؟

سوال (۱۷۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کو بغیر نکاح کے رکھ کر زنا کریں، تو اس کی سزا کیا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی شخص کے لئے غیر منکوحہ اجنبیہ عورت سے جسمانی تعلقات قائم کرنا قطعاً حرام ہے، اگر یہ شخص پہلے سے شادی شدہ ہو، پھر زنا کا ارتکاب کرے اور اس کا شرعی طور پر ثبوت ہو جائے، تو اسلامی حکومت میں اس کی سزا سنگسار کرنا ہے، یعنی مجرم کو میدان میں کھڑے ہو کر اتنے پتھر مارے جائیں کہ وہ زندہ نہ رہے۔ اور اگر یہ شخص کنوارا ہے

تو اسے برسر عام سو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْنَاءَ، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ

سَبِيلًا﴾ [بني اسرائيل: ۳۲]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جاء ما عز الأُسلمي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إنه قد زنى، فأعرض عنه، ثم جاء من الشق الآخر، فقال: إنه قد زنى، فأعرض عنه، ثم جاء من الشق الآخر، فقال: يا رسول الله! إنه قد زنى، فأمر به في الرابعة، فأخرج إلى الحرة فزجم بالحجارة، فلما وجد مس الحجارة فريشتد، حتى مر برجل معه لحي جمل فضربه به، وضربه الناس حتى مات، فذكروا ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم أنه فرحين وجد مس الحجارة ومس الموت، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هَلَّا تَرَ كَتَمُوهُ. رواه الترمذي وقال: حسن (۱۷۱/۱) وفي نيل الأوطار (۱۷۱/۷) رجال إسناده ثقات. (إعلاء السنن / باب أن الإقرار أن يقر المقر على نفسه بالزنا أربع مرات في أربعة مجالس ۵۵۲/۱۱-۵۵۳ رقم: ۳۵۹۸ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبان بن عثمان قال: تعرف الزناة بنتن فرو وجههم يوم القيامة. (المصنف

لابن أبي شيبة ۴۷/۴ رقم: ۱۷۶۳۱ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مسروق قال: إن أكبر ما يصيب الناس من الذنوب الزنا، وهو شهوة وليس

له ربح ولا يكاد تقام حدوده. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۷/۴ رقم: ۱۷۶۳۲ دار الكتب العلمية بيروت)

ويرجم محصن في فضاء حتى يموت. (الدر المختار) وفي الشامية: أشار

إلى أنه لا بأس لكل من زنى أن يتعمد قتله؛ لأنه واجب القتل. (شامي ۱۳/۶-۱۴

زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۳۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پانچ سال سے لاپتہ شوہر کی بیوی کا نکاحِ ثانی کرنا؟

سوال (۱۷۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ریشمہ پروین کا نکاح ۲۲ سال کی عمر میں محمد افتخار کے ساتھ ہوا تھا، جن کی عمر بوقتِ نکاح ۲۵ سال تھی، ۳ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۸ مارچ ۲۰۰۲ء میں منعقد ہوا تھا، نکاح کے بعد ریشمہ پروین اپنے شوہر کے ہمراہ چھ ماہ رہیں، اس کے بعد شوہر میکہ میں چھوڑ کر لاپتہ ہو گئے، تلاش بسیار کے باوجود کوئی سراغ نہیں لگ سکا، اور محمد افتخار کے لاپتہ ہونے کے اب پانچ سال کے قریب ہو گئے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ریشمہ پروین اس صورت میں نکاحِ ثانی کر سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کے گم ہو جانے کی وجہ سے نکاح ختم نہیں ہو جاتا،

اس لئے صورتِ مسئلہ میں ریشمہ پروین کا نکاح محمد افتخار کے ساتھ بدستور قائم ہے، اور شوہر کے گم ہونے کے چھ مہینے کے بعد جس بچہ کی پیدائش ہوئی ہے، اس کا نسب بھی شوہر سے ثابت ہے، اب جب کہ ریشمہ پروین نکاحِ ثانی کی متمنی ہے، تو اسے چاہئے کہ اپنا معاملہ قریبی محکمہ شرعیہ میں پیش کرے اور محکمہ شرعیہ اگر شرعی اصولوں کے پیش نظر تفریق کا فیصلہ کر دے، تو اس کی عدت گزارنے کے بعد ریشمہ پروین دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اس کاروائی کے بغیر ریشمہ پروین کے لئے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: انوار رحمت ۴۵۳-۴۵۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکوحہ عورت کا نامحرم کے ساتھ غائب ہونا؟

سوال (۱۷۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: فاطمہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے غیر محرم کے ساتھ چلی گئی، اور ایک ماہ تک کوئی اطلاع نہیں دی ہے، نہ ہی رابطہ کیا، پھر ایک ماہ کے بعد فاطمہ بکے سکے بھائی کے ذریعہ اطلاع ملی کہ

وہ اپنے بہن بہنوئی کے ساتھ ہے، کیا فاطمہ کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ وہ گنہگار ہے یا نہیں؟ کیا اس کے نکاح میں کوئی خلل پڑے گا؟ کیا بہنوئی خاتون کے لئے محرم ہے یا غیر محرم؟ اگر غیر محرم ہے تو کیوں؟ جب کہ بہنوئی سے نکاح کرنا حرام ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں فاطمہ کا نامحرم کے ساتھ نکل کر ایک

مہینہ تک غائب رہنا نہایت سخت گناہ اور بدترین جرم ہے؛ تاہم اس کی وجہ سے وہ شوہر کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی، اور بہنوئی یقیناً نامحرم ہے؛ اس لئے کہ منکوحہ بہن کے نکاح میں نہ رہنے کی صورت میں اس کے لئے فاطمہ سے نکاح ممکن ہو سکتا ہے، گویا بہنوئی سے نکاح کی حرمت دائمی نہیں ہے؛ بلکہ عارضی ہے اور اس عارضی حرمت کی وجہ سے وہ محرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: المرأة

عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذی ۲۲۲/۱ رقم: ۱۱۷۳، مسند بزار -

البحر الذخائر رقم: ۲۰۶۱، صحیح ابن خزيمة / باب اختیار صلاة المرأة فی بیتها رقم: ۱۶۸۵، صحیح

ابن حبان / ذکر الأخبار عما یجب علی المرأة رقم: ۵۵۹۸)

عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم: إياکم والدخول علی النساء. (صحیح مسلم رقم: ۲۱۷۲)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار مع الشامی ۳۶۸/۶ کراچی)

المحرم بالفتح من حرم نکاحه علی التابید بنسب أو مصاهرة أو رضاع

أو بوطء حرام. (قواعد الفقہ ۴۷۰)

وحقه علیها أن تطیعه فی کل مباح یأمر به. (الدر المختار / باب الرضاع ۳۸۸/۴ زکریا)

وتمنع المرأة الشابۃ من کشف الوجه بین الرجال..... لخوف الفتنة

کمسہ، وإن أمن الشهوة (الدر المختار) والمعنی: تمنع من الکشف لخوف أن

یرى الرجال وجهها، فتقع الفتنة؛ لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة.

(الرد المحتار / باب شروط الصلاة ۴۰۶/۱ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کاتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۱۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے بھائی سے بیوی کا ناجائز تعلقات قائم کرنا؟

سوال (۱۸۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میری بیوی کے میرے چھوٹے بھائی سے غلط تعلقات ہو گئے، جس پر کافی انتشار اور جھگڑا ہوا، والدہ نے اس کو میکہ پہنچا دیا، اب وہ میرے پاس آنا چاہتی ہے، جب کہ بھائی بھی اس مکان میں رہتا ہے، میرے چھ بچے ہیں۔ آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ میں اس کو گھر میں رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی نے آپ کے چھوٹے بھائی سے ناجائز تعلقات قائم

کر کے اگرچہ سخت ترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے، جس کی وجہ سے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے؛ لیکن اس سے آپ کے رشتہ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، آپ بیوی کو اپنے گھر لاسکتے ہیں؛ لیکن چھوٹے بھائی سے سخت پردہ کرنا لازم ہے، اور اس کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے؛ تاکہ آئندہ کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔

لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه، و جاز له وطؤها عقب الزنا. (شامی

۱۰۹/۴ زکریا)

والمزني بها لا تحرم على زوجها، وفي شرح المنظومة: إذا زنت المرأة

لا يقربها زوجها حتى تحيض لا حتمال علوقها من الزنا، فلا يسقي ماءه زرع

غيره. (البحر الرائق / باب العدة ۲۳۵/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کاتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲/۲/۶ھ

منکوحۃ الغیر کے دوسرے کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد
شوہر کا انتقال ہو گیا؟

سوال (۱۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: زید نامی ایک شخص نے شادی کی، اور زید کی بیوی عمرو نامی شخص کے ساتھ فرار ہو گئی، عمرو نامی
شخص کے ساتھ اپنی بیوی کے فرار ہو جانے کے باوجود زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دی، واقعہ یہ
ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد زید نامی شخص کا انتقال ہو گیا، پھر اور کچھ دنوں کے بعد عمرو کا بھی انتقال ہو گیا،
اب عورت کیا کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عمرو کے ساتھ فرار ہونے کی وجہ سے مذکورہ عورت کا
نکاح زید سے ختم نہیں ہوا؛ لہذا زید کے انتقال کے بعد اس کی عدت (چار ماہ دس دن) گزرنے
کے بعد وہ عورت کسی بھی شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذُرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ
أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۴]

أما ركن الطلاق فهو هذه اللفظة الصادرة من الزوج. (الفتاوى التاتارخانية /
كتاب الطلاق ۳۷۷/۴ جزء رقم: ۶۴۷۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

واماد کا ساس کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی کا بغیر
طلاق کے دوسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ زید کے اپنی ساس سے ناجائز تعلقات ہو گئے تھے، اپنی ساس سے نکاح بھی کر لیا، جس سے حرمتِ مصاہرت پیدا ہو گئی، اب زید کی بیوی سلمیٰ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، حالاں کہ زید نے اس کو طلاق نہیں دی ہے، یہ واقعہ پیش آنے کے تین سال بعد نکاح کیا اور زید سلمیٰ کو چھوڑنے کی صراحت کئے بغیر اپنی ساس کو لے کر بھاگ گیا تھا، اور سلمیٰ نے دوسرا نکاح کرنے کے وقت زید سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا، اور بغیر اُس کی اجازت کے دوسرا نکاح کر لیا، اور فی الحال زید حیات میں نہیں ہے، کئی سال پہلے مر گیا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کی حیات میں سلمیٰ کا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اب کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرمتِ مصاہرت کے

ثبوت کے بعد زید نے اپنی بیوی سے باقاعدہ متارکت نہیں کی، اور ساس کو لے کر غائب ہو گیا، تو اس صورتِ حال میں اُس کی بیوی سلمیٰ نے جو دوسرا نکاح کیا ہے، وہ شرعاً منعقد نہیں ہوا؛ کیوں کہ وہ حکماً و قانوناً متارکت اور تفریق سے پہلے تک زید کی زوجیت میں داخل تھی، پھر جب زید کا انتقال ہوا تو اُس کی بیوی پر عدت و فوات لازم ہوئی، جو حسبِ تحریر سوال گذر چکی ہے، اب سلمیٰ کے دوسرے شوہر پر لازم ہے کہ وہ از سر نو نکاح کرے، نکاح کے بغیر اُن دونوں کا ساتھ رہنا قطعاً حرام ہے؛ تاہم اس دوران اگر کوئی اولاد پیدا ہوئی ہو تو اُن کا نسب دوسرے شوہر سے ہی ثابت ہوگا۔

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (الدرالمختار) وفي الشامي: أن النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع؛ بل يفسد. (شامي ۱۱۴/۴ زکریا)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل. (بخانية ۳۶۶/۱)

الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱، شامي ۲۷۴/۴ زکریا)

عدة الحرة في الوفات أربعة أشهر وعشر أيام. (الفتاوى الهندية ۵۳۹/۱، الهداية

فأبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة، وإن جهلت المرأة بهما، أي بالطلاق والموت. (شامي ۲/۲۰۲ زكريا، الهلاية ۲/۲۰۵، الفتاوى الهندية ۱/۱۵۳ زكريا)

لآخر أن يخطبها إذا انقضت عدتها من الأول؛ لأنها في عدته، ولا يخطبها غيره. (فتح القدير ۴/۳۲۶، البحر الرائق ۴/۱۴۳ زكريا)

إن انعقاد الفراش بنفس العقد، إنما هو بالنسبة إلى النسب؛ لأنه يحتاط في إثباته أحياءً للولد. (شامي ۱۹۷/۱۰ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لا علمی میں غیر مطلقہ سے نکاح؟

سوال (۱۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی ”نازیہ“ ساکنہ محلہ بروالان مراد آباد کا نکاح زید سے ہوا تھا، نکاح کے بعد لڑکی اپنی سسرال میں کافی دن تک رہی؛ لیکن کسی وجہ سے لڑکی اپنے والدین کے یہاں آگئی اور سسرال جانا نہیں چاہتی تھی، کافی دنوں تک وہ لڑکی اپنے والدین کے یہاں رہی، اس سلسلہ میں لڑکی کے گھر والوں نے عدالت میں لڑکے کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا، ابھی تک چل رہا ہے، دوران مقدمہ آج سے آٹھ ماہ قبل اس لڑکی کا نکاح لڑکی کے والدین نے میرے (محمد شاہ) کے ساتھ یہ بتا کر کر دیا کہ وہ لڑکی مطلقہ ہے، جب کہ اُس کے سابق شوہر نے ابھی تک اُسے طلاق نہیں دی ہے، میرے ساتھ اُس لڑکی کا نکاح بہت سے لوگوں کے سامنے ہوا، آٹھ ماہ تک لڑکی میرے پاس رہی، آٹھ مہینے کے بعد اُس کے سابق شوہر کے ذریعہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ لڑکی ابھی تک سابق شوہر کے نکاح میں ہے؛ لہذا میں نے لڑکی کو اُس کے والد کے ساتھ والد کے گھر بھیج دیا۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ نکاحِ ثانی نافذ ہو یا نہیں؟ اور نکاحِ ثانی میں پانچ ہزار روپے مہر طے ہوئے تھے، کیا مہر کی ادائیگی میرے اوپر واجب ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لاعلمی میں جس غیر مطلقہ عورت کا نکاح آپ کے ساتھ

ہو گیا ہے، فوری طور پر اس عورت کو چھوڑنا آپ پر واجب ہے۔ اور اس نکاحِ فاسد کی وجہ سے مہر بہر حال ادا کرنا آپ پر لازم ہوگا؛ ہاں البتہ اتنا خیال رکھا جائے کہ اس لڑکی کا مہر مثل کیا بنتا ہے اور پھر پانچ ہزار روپیہ اور مہر مثل میں سے جو کم ہو رہا ہو، ادا کرنا لازم ہوگا، اگر مہر مثل پانچ ہزار سے کم ہے، تو مہر مثل لازم ہوگا اور اگر مہر مثل پانچ ہزار سے زیادہ ہے تو پھر متعین شدہ پانچ ہزار روپیہ لازم ہوگا، اور آپ کے چھوڑنے پر اس لڑکی کے لئے تین ماہواری گزارنا بھی ضروری ہے، اس عدت کے دوران اس کا پہلا شوہر اس سے جماع وغیرہ نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۱۰۲)

عن ابراہیم قال: من وطئ فرجاً بجهالة ردئ عنه الحد، وضمن العقر.

(سنن سعید بن منصور / باب الرجل يتزوج المرأة فيدخل عليها ومعها نساء فوقع على امرأة منهن ۲۴۹/۱

رقم: ۱۰۱۳)

والموطوءة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها. (الدر المختار مع

الشامي ۱۹۸/۵ زكريا)

والموطوءة بشبهة وأم الولد الحيض للموت وغيره، أي عدة هؤلاء

ثلاث حيض في الحرة التي تحيض ووجوبها لسبب أن الشبهة تقام مقام

الحقيقة في موضع الاحتياط، وإيجاب العدة من باب الاحتياط، وللموطوءة

بشبهة أن تقيم مع زوجها الأول، ونفقتها وسكنها على زوجها الأول؛ لأن النكاح

بينهما قائم إنما حرم الوطء. وقيد الوطء بشبهة؛ لأنه لو تزوج امرأة الغير عالمًا

بذلك ودخل بها لا تجب العدة عليها حتى لا يحرم على الزوج وطؤها وبه

يفتي؛ لأنه زنا والمزني بها لا تحرم على زوجها. (البحر الرائق / باب العدة ۲۳۵/۴ زكريا)

وفي النكاح الفاسد إنما يجب مهر المثل بالوطاء ولم يزد على المسمى؛ لأن المهر فيه لا يجب بمهر العقد لفساده وإنما يجب باستيفاء منافع البضع..... ولهذا لو كان مهر المثل أقل من المسمى وجب مهر المثل فقط. (البحر الرائق / باب المهر ۲۹۴/۳ زكريا، كذا في الدر المختار / باب المهر ۲۷۵/۴ زكريا)

وروي عن أبي حنيفة رحمه الله قال: تفسير العقر هو ما يتزوج به مثلها، وعليه الفتوى..... وسئل عن حمير الوبري عن وطئ المرأة بشبهة ملك يمين أو نكاح ماذا يجب عليه؟ قال: إن كان بملك النكاح لا يوجب إلا عقراً واحداً،..... وسئل عن تقدير عقر؟ فقال: في حق الحرة بمثل المهر. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح / نوع منه في وجوب المهر بلا نكاح ۲۳۴/۴-۲۳۵ رقم: ۶۰۶۶-۶۰۶۷ زكريا) فإن دخل بها فلها مهر مثلها ولا يزد على المسمى عندنا. (الهداية ۳۳۲/۲) عدة المذكورات ثلث حيض، إن كن من ذوات الحيض، وإلا فالأشهر أو وضع الحمل. (شامی ۱۹۹/۵ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۲/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کے ساتھ خلوت ہو جانے کے بعد باپ سے نکاح؟

سوال (۱۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کی نکاح سے قبل زید کے ساتھ شہوۃ خلوت ہوئی، اس کے بعد ہندہ کا نکاح زید کے والد سے ہوا، تو کیا یہ نکاح باطل ہے؟ اس سے حقوق مرتب ہوتے ہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نکاح سے قبل زید کے ساتھ ہندہ کا شہوت کے ساتھ بوس و کنار وغیرہ پایا گیا ہے، تو ہندہ کا نکاح زید کے والد کے ساتھ درست نہیں ہوا، اب اگر وہ

رخصت ہو کر زید کے والد کے یہاں چلی گئی ہے، اور زید کے والد اور ہندہ میں خلوت صحیحہ پائی گئی ہے، تو زید کے والد پر مہر واجب ہے اور یہ دیکھا جائے گا کہ مقررہ مہر اور اس عورت کے مہر مثل میں کس کی مقدار کم ہے، وہی شوہر پر واجب ہوگا، اور اگر خلوت یا وطی نہ ہوئی ہو تو مہر واجب نہ ہوگا۔

والزنا واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة. (البحر الرائق ۹۸/۳ کوئٹہ)

وأراد بحرمة المصاهرة المحرمات الأربع حرمة المرأة على أصول الزاني

وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً. (البحر

الرائق ۱۰۱/۳ کوئٹہ)

إذا وقع النكاح فاسداً، فإن كان قد دخل بها فلها الأقل مما سمي لها

ومن مهر المثل إن كان ثمة مسمى، وإن لم يكن ثمة مسمى فلها مهر المثل بالغاً

ما بلغ. (الفتاوى التاتارخانية / الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه ۷۷/۴ رقم: ۵۵۷۰ زکریا)

ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء لا بغيره. (الدر المختار) وفي

الخنانية: لو تزوج محرمة لا حد عليه عند الإمام، وعليه مهر مثلها بالغاً ما بلغ.

(الدر المختار مع الشامي / باب المهر ۲۷۴/۴-۲۷۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۳/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نا بالغہ منکوحہ کا بلوغ کے بعد بغیر طلاق کے دوسرا نکاح کرنا؟

سوال (۱۸۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک لڑکی ۷-۸ یا ۹ سال کی تھی، اس لڑکی کا نکاح باپ نے اپنے بھتیجے (لڑکی کے تائے زاد

بھائی) کے ساتھ لڑکے کے وارثین کی رضامندی سے کر دیا تھا، جب لڑکی کی عمر ۱۶ سال کی ہوئی تو

آپس میں بگاڑ پیدا ہو گیا، جس کی وجہ سے لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد محلہ کے چند

لوگوں نے ماں باپ کی غیر موجودگی میں دوسری جگہ لڑکی کا نکاح کر دیا، یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں؟ یعنی

پہلے نکاح کی طلاق نہیں ہوئی، تو دوسرا نکاح صحیح ہوایا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ نے لڑکی کی کم سنی میں جو نکاح کیا ہے وہ شرعاً منعقد ہو چکا ہے، اس نکاح کے باقی رہتے ہوئے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا قطعاً حرام اور ناجائز ہے، نکاح ثانی کرانے والے سخت گنہگار ہیں، آپسی بگاڑ کو ختم کر کے پہلے نکاح کے مطابق لڑکی کی رخصتی کر دینی چاہئے، یا پھر پہلا شوہرا اگر بالغ ہو تو اس سے طلاق دلا کر دوسرے سے از سر نو نکاح کرایا جائے۔

وتعلق حق غیر بنکاح أو عداة. (الدر المختار مع الشامی ۲۸۱۳ کراچی)

لا يجوز لرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۸۰۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۱۱/۱۴۱۱ھ

داماد کے نو سال تک جدارہنے کی وجہ سے لڑکی کا نکاح ثانی کرانا؟

سوال (۱۸۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا، تقریباً ۱۲ یا ۱۳ روز ایک ساتھ رہے، اس کے بعد کچھ لین دین کے متعلق سر سے نا اتفاقی ہوگئی، اسی وجہ سے زید دہلی کام کرنے کی غرض سے گیا، ایک سال گذرا، پھر گھر واپس آیا، گھر اپنی بیوی ہندہ سے ملاقات نہیں کی، اسی طرح چار سال تک گھر اور دہلی آمد و رفت جاری رہی، مگر ہندہ سے مطلقاً ملاقات نہ کی، مگر اس چار سال کے بیچ میں ایک دو بار خرچ کے لئے کچھ زید نے دی تھی، چار سال کے بعد ہندہ کے والد نے زید پر مقدمہ دائر کر دیا، اور جان کی دھمکی بھی دی خلع کرانے کے لئے، جس کی وجہ سے زید مزید اور چار سال تک گھر نہیں آیا، مگر گھر والوں کی سرال والوں سے ملاقات ہوتی رہی، اس بیچ میں زید پکڑا گیا، اور تھانہ میں بند بھی رہا، تو کل ملا کر زید کو اپنی بیوی سے ملے ہوئے تقریباً ۹ سال کچھ مہینے ہو گئے، حالات سازگار نہیں ہوئے، اور نہ ہی زید کے سسر نے زید کی کوئی شرط پوری کی، اور زید کے بغیر طلاق دئے ہندہ کے

والد نے ہندہ کا دوسرا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ ہوا یا نہیں، اگر نہیں ہو تو ان کے والد پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے، اور زید ہندہ کو اپنے گھر لاسکتا ہے یا نہیں، اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں زید سے شرعاً طلاق و تفریق حاصل

کئے بغیر ہندہ کا بکر کے ساتھ کیا ہوا فرضی نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا، اس طرح بکر اور ہندہ کا آپس میں رہن سہن زنا کاری و بدکاری ہے، ہندہ و بکر کے والدین پر اور بااثر لوگوں پر ضروری ہے کہ اس فرضی نکاح کو ختم کر کے دونوں کے درمیان جلد از جلد تفریق و جدائیگی کرا کر اپنے کو غضب الہی سے بچائیں، اور اس عمل بد سے توبہ و استغفار کریں۔

أما منكوحة الغير - لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامی ۲۷۴/۴ زکریا)

زید ہندہ کو اپنے گھر لاسکتا ہے، اس طور پر کہ درمیان میں بااثر لوگوں کو ڈال کر صلح و صفائی کر لیں اور پھر ہندہ کو اپنے گھر لے آئے؛ کیوں کہ ہندہ زید کی بیوی ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَا، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ

سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۳۲]

واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة علی الفور

لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي علی مسلم)

کتاب التوبة ۳۵۴/۲، روح المعانی ۲۸ ۱۵۹ دار احیاء التراث العربی بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۲۱/۱۱/۲۷ھ

بغیر طلاق کے ڈھائی سال بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرنا

سوال (۱۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں محمد شمشاد ولد ابرار حسین کا اپنی بیوی شاداب بیگم سے پانچ سال سے جھگڑا چل رہا تھا۔ ڈھائی سال پہلے میری بیوی اور اس کے گھر والوں نے مل کر مجھے میرے گھر سے نکال دیا، اب میں دوسرے مکان میں رہتا ہوں، ڈھائی سال پہلے سے میری اپنی بیوی سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ میں نے اس کو کوئی طلاق دی۔ میں نے ایک آدمی کو بھیج کر اس کو بلوایا، تو اس نے جواب دیا کہ میں نے دوسرا نکاح کر لیا ہے۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ میری بیوی ہے یا نہیں؟ اور اس کا دوسرے شخص سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال جب کہ آپ نے طلاق نہیں دی تو ڈھائی سال تک بیوی سے ملاقات نہ کرنے سے آپ کی بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوئی؛ لہذا اس درمیان اس کا دوسرے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ دوسرے شخص کے ساتھ رہے گی تو سراسر حرام کاری ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ عطف علی أمہاتکم یعنی حرمت علیکم المحصنات من النساء أي ذوات الأزواج لا یحل للغير نکاحهن ما لم یمت زوجها أو یطلقها وتنقضی عدتها من الوفاة أو الطلاق. (تفسیر مظہری ۶۴۱۲)
أما نکاح منکوحۃ الغیر - إلی قوله - لم یقل أحد بجوازہ فلم ینعقد أصلاً. (شامی ۱۳۲۱۳ کراچی، الفتاویٰ الہندیہ ۲۸۰/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



محرماتِ نسبیہ

سویتی نانی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور ہندہ میاں بیوی ہیں، ہندہ کے بطن سے خالدہ پیدا ہوئی، پھر خالدہ اور بکر کی شادی ہوئی، خالدہ کے بطن سے عمر پیدا ہوا، اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہو گیا، پھر زید نے دوسری شادی آمنہ سے کی، اس کے بعد زید کا بھی انتقال ہو گیا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمر اور آمنہ کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں نسبی رشتہ کے اعتبار سے آمنہ عمر کی والدہ خالدہ کی سویتی ماں یعنی عمر کی نانی ہے؛ لہذا اس کا نکاح آمنہ سے جائز نہیں ہے۔

ولا بامرأة أביہ وأجدادہ لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاءُكُمْ﴾

(الہدایۃ / باب المجرمات ۳۰۸/۲، کذا فی مجمع الأنہر ۱/۴۱۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وتسحرم علیہ جداتہ من قبل أبیہ وأمہ، وإن علون بدلالة النص. (بدائع

الصنائع / المجرمات بالقرابۃ ۵۳۰/۱۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۵/۲۳ھ

باپ شریک بھائی بہن میں نکاح؟

سوال (۱۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، ایک بیوی کے لڑکا اور دوسری بیوی کی لڑکی، تو کیا ان دونوں کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ دونوں لڑکا لڑکی چوں کہ باپ شریک بھائی بہن ہیں،

لہذا ان دونوں میں نکاح حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ﴾ [النساء: ۲۲]

وتحرم أخته لأب وأم أو لأحدھما. (مجمع الأنهر / باب المحرمات ۳۲۳/۱ دار

إحياء التراث العربي بیروت)

حرم تزوج أمه و بنته، وإن بعدتا و أخته. قوله: و أخته، للنص الصريح

و دخل فيه الأخوات المتفرقات. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۶۴/۳ زکریا)

قال رحمه الله: و أخته لأن حرمتھن منصوص علیھما في هذه الآية،

و يدخل الأخوات المتفرقات. (تبیین الحقائق / فصل في المحرمات ۶۰/۲ دار الكتب العلمية

بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۶/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں شریک بہن کی بیٹی سے نکاح؟

سوال (۱۹۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کا زینب سے نکاح ہوا، اور ان دونوں سے ایک بچہ عمر پیدا ہوا، پھر زینب کا انتقال ہو گیا،

زینب کے انتقال کے بعد زید نے فاطمہ سے نکاح کیا، فاطمہ اپنے ساتھ پہلے شوہر کی ایک لڑکی عائشہ

ساتھ لے کر آئی۔ پھر زید کی پہلی بیوی زینب سے پیدا ہوئے لڑکے کے عمر کا فاطمہ کے پہلے شوہر کی لڑکی

عائشہ کے ساتھ نکاح ہو گیا، جس سے ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی، اور زید کی دوسری بیوی فاطمہ سے ایک

لڑکا بکر پیدا ہوا، اب زید اور فاطمہ اپنے اس بچے بکر کا عمر اور عائشہ کی لڑکی رقیہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا بکر اور رقیہ کے درمیان رشتہ مناکحت جائز ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں بکر اور رقیہ کے درمیان نکاح کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ رقیہ بکر کی بھانجی (یعنی ماں شریک بہن عائشہ کی بیٹی) ہے اور ماموں بھانجی میں نکاح جائز نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَإِخْوَاتِكُمْ﴾ سواء كن لأب وأم أو لأب وأم لإطلاق اسم الأخت . (بدائع الصنائع / المحرمات بالقرابة ۵۳۰/۲ زکریا)

فكل شخصین لا يجوز لأحدهما أن يتزوج الآخر لو كان أحدهما ذكراً، والآخر أنثى لأجل القرابة لا يجوز الجمع بينهما لتأدية ذلك إلى قطعية الرحم القرابية. (إعلاء السنن / باب من تحرم من أهل قرابة المرأة ۳۷/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت) وحرّم تزوج أمه وأخته وبناتها وبنات أخيه وعمته وخالته للنص الصريح، ودخل فيه الأخوات المتفرقات وبناتهن الأخوان المتفرقين. (بدائع الصنائع ۹۳/۳ زکریا، الهدایة ۳۰۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۸/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

علاقی بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا؟

سوال (۱۹۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی شادی ہو گئی ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کے بعد زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا، پھر زید نے دوسری شادی کر لی، کچھ وقت بعد اس کی بیوی گھر سے چلی گئی اور کافی وقت کے بعد پھر واپس گھر آ گئی، معلوم ہوا کہ اس کا چال وچلن اچھا نہیں ہے، اور اب زید کی دوسری بیوی سے چار بچے پیدا

ہوئے، بات پورے یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ چار بچے زید سے ہی پیدا ہیں اس کے چال چلن کی وجہ سے، زید نے اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دی، زید کی پہلی بیوی سے پیدا ہوئی لڑکی کی بھی شادی ہوگئی اور پھر اس لڑکی سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی، زید کی دوسری بیوی جو بدچلن تھی اس نے چار بچوں کو بانٹ دیا کہ بچہ جو ۱۰ مہینہ کا تھا اس کو فاروق نے گود لے لیا، اور فاروق کا بیٹا بالغ ہو گیا اور زید کی پہلی بیوی کی لڑکی کی لڑکی سے فاروق کا بیٹا محبت کرنے لگا، اور یہ محبت کافی حد تک پروان چڑھ گئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لڑکی زید کی نو اسی ہے، کیا فاروق کا بیٹا اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں زید کا وہ لڑکا جسے فاروق نے اپنا

لے پا لک بنایا ہے، جس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے یہ لڑکی اس کی علاقائی بہن (زید کی پہلی بیوی کی لڑکی) کی بیٹی یعنی اس کی بھانجی ہے، اور اپنی بھانجی سے نکاح حرام ہے؛ لہذا یہ لڑکا مذکورہ لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا۔

وابنة الأخ حرام، وهي على ثلاثة أصناف: ابنة الأخ لأب وأم، وابنة الأخ

لأب، وابنة الأخ لأم، الأخ والأخت وإن سفلت بالاجماع. (بدائع الصنائع ۳/۶۱۳)

ويحرم بنت أخته لأب وأم أو لأحدهما لقوله تعالى: ﴿وَأَخَوَاتِكُمْ﴾ وفيها

لقوله تعالى: ﴿وَبَنَاتُ الْأَخْتِ﴾ وابنة أختيه لأب وأم، أو لأحدهما لقوله تعالى:

﴿وَبَنَاتُ الْأَخِ﴾ وإن سفلن لعموم المجاز أو دلالة النص أو الإجماع. (مجمع

الأنهر ۳۲۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

پاؤں سے معذور بھانجی کا ماموں سے نکاح

سوال (۱۹۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک لڑکی جو کہ پاؤں سے معذور ہے، اور اس لڑکی کے سگے ماموں نے اپنی بھانجی سے اسی معذوری کے سبب نکاح کیا، تو کیا معذوری کے سبب ماموں کا بھانجی کے ساتھ نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماموں کا سگی بھانجی سے نکاح قطعاً حرام ہے؛ لہذا

مسئلہ صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، دونوں میں فوراً تفریق لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ
وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾. [النساء، جزء آیت: ۲۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حقیقی بھانجی کی لڑکی سے نکاح

سوال (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص نے اپنی حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے نکاح کیا، کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی شخص کا اپنی سگی بہن کی نواسی سے نکاح قطعاً حرام

ہے؛ کیوں کہ یہ لڑکی اس شخص کے لئے رشتہ میں بھانجی کی لڑکی لگتی ہے، اور بھانجی کی اولاد سے

ماموں کا نکاح جائز نہیں، اُن دونوں میں فوراً تفریق لازم ہے ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (مستفاد:

فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۱۳۰، ۱۶/۳۳۸-۳۳۹ میرٹھ)

فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات، وإن

نزلن. (شامی ۲۸/۳ کراچی)

وتحرم عليه بنات الأخ بالنص، وهو قوله تعالیٰ: ﴿وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ

الْأُخْتِ﴾ وإن سفلن بالإجماع. (بدائع الصنائع ۵۷/۲، الفتاویٰ الہندیہ ۲۷۳/۱ زکریا)

ويحرم بنت أخته لأب وأم أو لأحدهما، لقوله تعالى: ﴿وَأَخَوَاتِكُمْ﴾
وفيهما لقوله تعالى: ﴿وَبَنَاتُ الْأَخْتِ﴾ وابنة أختيه لأب وأم، أو لأحدهما، لقوله
تعالى: ﴿وَبَنَاتُ الْأَخِ﴾ وإن سفلن، لعموم المجاز أو دلالة النص أو الإجماع.
(مجمع الأنهر ۳۲۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سگے نواسے سے کرنا؟

سوال (۱۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید سے دو بیویوں کی اولاد ہے، پہلی بیوی کی اولاد سے وہ نواسی نواسوں والا ہے، اب وہ
خود اپنی ہی لڑکی اپنے نواسے کو دینا چاہتا ہے، جو کہ خود اس کا سگے نواسہ ہے، کیا شرعی اعتبار سے ایسا
ممکن ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کا اپنی سگی لڑکی کا سگے نواسے سے نکاح کرنا قطعاً

حرام ہے، اس لئے کہ زید کی لڑکی اس کے نواسے کی سگی خالہ ہوتی ہے، اور خالہ سے نکاح قطعاً جائز
نہیں ہے۔

وتحرم علیہ أخواتہ وعماتہ وخالاتہ بالنص، وهو قوله عز وجل:

﴿وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَّاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ﴾ (بدائع الصنائع ۵۳۰/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ شریک بہن کی پوتی سے نکاح

سوال (۱۹۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: قطب الدین نامی شخص کا اپنی باپ شریک بہن کی پوتی کے ساتھ تعلق بہت دنوں سے چلا آ رہا ہے، جب اس واقعہ کا علم لڑکی کے والدین کو ہوا، تو انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی قطب الدین کے ساتھ کر دی، شرعاً کرنا کیسا ہے؟ اس بات کو جاننا چاہا، مفتی حضرات سے استفتاء کیا گیا تو سبھوں نے قطب الدین کے نکاح کو اس لڑکی کے ساتھ حرام قرار دیا، والدین نے اس شادی سے انکار کر دیا، مگر لڑکی بضد رہی اور اس نے کہا کہ میری شادی اگر ہوگی تو اسی قطب الدین سے، ورنہ میں جان دے دوں گی، لڑکا یعنی قطب الدین کئی اور لوگوں کے تعاون سے لڑکی کو اس کے گھر سے بھگا کر ایک اور جگہ لے گیا، ایک کورٹ میں قطب الدین کی شادی اس لڑکی کے ساتھ ہو گئی، اور اس شہر میں ایک مولوی صاحب نے اس کا نکاح قطب الدین کے ساتھ کر دیا، قطب الدین اب اس لڑکی کے ساتھ اپنے گھر میں بیوی شوہر کے بطور رہ رہا ہے، اس بات کی خبر جب بستی والوں کو ہوئی تو انہوں نے فوراً اُن کا مکمل بائی کاٹ کر دیا، مگر اب ہمیں اس طرح خبر مل رہی ہے کہ کئی شخص اب بھی قطب الدین سے تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ قطب الدین کا نکاح اس کی باپ شریک بہن کی پوتی سے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ شریک بہن بھی رشتہ میں سگی بہن کے مانند ہے؛ لہذا بہن کی پوتی قطب الدین کے بھانجے کی لڑکی ہوئی، اور قطب الدین اس لڑکی کا ماموں قرار پایا، بریں بنا قطب الدین کا نکاح اپنی باپ شریک بہن کی پوتی سے قطعاً حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾. [النساء، جزء آیت: ۲۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وفروع أبيه وإن نزلن فتحرم بنات الإخوة والأخوات، وبنات أولاد الإخوة والأخوات وإن نزلن. (شامی ۹۹/۴ زکریا)

ويحرم أخته لأب وأم، أو لأحدهما، لقوله تعالى: ﴿وَأَخَوَاتُكُمْ﴾ وبناتها

لقوله تعالى: ﴿وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ وابنة أخيه؛ لأب وأم أو لأحدهما لقوله تعالى:

﴿وَبَنَاتُ الْأَخِ﴾ وإن سفلتا. (مجمع الأنهر ۳۲۳/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت)

أما الأخوان فالأخت لأب وأم والأخت لأب والأخت لأم، وكذا بنات

الأخ والأخت وإن سفلن. (الفتاوى الهندية ۲۳/۱ زكريا)

وبنات الأخ وبنات الأخت وإن سفلن بالإجماع. (بدائع الصنائع ۵۳۰/۲)

القسم الأول: المحرمات بالنسب وهن الأمهات والبنات والأخوات

والعمات والخالات، وبنات الأخ وبنات الأخت، فهن محرمات نكاحاً ووطاً

ودواعيه على التبايد وكذا بنات الأخ والأخت وإن سفلن. (الفتاوى الهندية

۲۴۳/۱ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲۳۰/۲/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



محرماتِ رضاعت

مدتِ رضاعت

سوال (۱۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت کتنی ہے؟ جس میں دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، اور حضراتِ صاحبین اور امام شافعی کا اس میں کیا اختلاف ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بچہ کو دودھ پلانے کی مدت ڈھائی سال ہے، جب کہ حضراتِ صاحبینؒ و دیگر ائمہ کے نزدیک مدتِ رضاعت دو سال ہے، دونوں قول مفتی بہ ہیں؛ لیکن قوتِ دلیل اور احتیاط کے اعتبار سے اس مسئلہ میں صاحبین کا قول مختار ہے؛ لہذا قانونی طور پر اسی بچہ سے حرمتِ رضاعت کا تعلق ہوگا جس نے دو سال کے اندر اندر دودھ پیا ہو۔ تاہم اگر دو سال کے بعد اور ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسی رضاعی رشتہ داروں میں باہم مناکحت نہ ہو؛ لیکن اگر رشتہ ہو گیا تو اسے ناجائز نہیں کہا جائے گا۔
(مسائل بہشتی زیور وغیرہ)۔

اسی طرح اگر کوئی بچہ کمزور ہو تو امام صاحبؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے ضرورتاً ڈھائی سال تک دودھ پلایا جاسکتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ

يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۳]

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم: لا رضاع إلا ما كان في الحولين. (سنن الدار قطني ۱۰۳/۴ رقم: ۴۳۱۸، السنن

الكبرى للبيهقي ۷۶۰/۷ رقم: ۱۵۶۶۳)

عن ابن عباس رضي الله عنهما يقول: ما كان في حولين وإن كانت مصّة

واحدة تحرم. (الموطأ لإمام محمد ۲۷۶)

وكان أبو حنيفة يحتاط بستة أشهر بعد الحولين فيقول: يحرم ما كان في

الحولين وبعدها إلى تمام ستة أشهر، وذلك ثلاثون شهراً، ولا يحرم ما كان

بعد ذلك، ونحن لا نرى أنه يحرم، ونرى أنه لا يحرم ما كان بعد الحولين.

(الموطأ لإمام محمد / باب الرضاعة ۲۷۶)

لو استغني في حولين حل الإرضاع بعدها إلى نصف ولا تأثم.....

ومستحب إلى حولين وجائز إلى حولين ونصف. (شامي ۲۱۱/۳ كراچی)

وحولان فقط عندهما وهو الأصح، "فتح" وبه يفتى كما في تيسير

القدوري عن العون. (الدر المختار مع الشامي ۲۹۲/۴ بيروت، ۳۹۳/۴-۳۹۴ زكريا، الفتاوى

الهندية ۲/۱، الفتاوى التاتارخانية ۳۶۶/۴ رقم: ۶۴۲۵ زكريا)

وفي الشامي قال في البحر: لا يخفى قوة دليلهما، فإن قوله تعالى:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ﴾ [البقرة: ۲۳۳] يدل على أنه لا رضاع بعد التمام. (شامي

۲۹۴/۴ دار إحياء التراث العربي بيروت، ۲۰۹/۳ كراچی، ۳۹۷/۴ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرمت رضاعت کی علت

سوال (۱۹۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مدت رضاعت میں اگر کوئی بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے، تو اس کی وجہ سے اُن کے درمیان

حرمت کیوں ثابت ہوتی ہے؟ شریعت میں حرمتِ رضاعت کی کیا بنیاد اور علت ہے؟ اور اس کی کیا حکمت ہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حجتہ اللہ البالغہ“ میں اس کی کیا کیا حکمتیں بیان فرمائی ہیں؟ اس کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس طرح نسبی رشتہ میں زوجین کے نطفہ کو اصل قرار دے کر نسبی حرمتیں جاری کی گئی ہیں اسی طرح ایامِ رضاعت میں بچہ کو دودھ پلانے کو بھی اس کے لئے نشوونما کا بنیادی ذریعہ قرار دے کر اس سے جزئیت ثابت کی گئی ہے، اور یہ اسلام کی طرف سے رشتوں کے احترام کی اور انسانیت کی تعظیم کا بہترین نمونہ ہے؛ کیوں کہ اسلام اس کو گوارہ نہیں کرتا کہ جس بچے یا بچی کی تعمیر اور بنیادی نشوونما میں جس عورت یا مرد کا جزء شامل رہا ہو اسے نظر انداز کر دیا جائے؛ بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جیسے حقیقی ماں باپ کے بنیادی احسان کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح جس عورت نے ایامِ رضاعت میں اپنا دودھ (خونِ جگر) پلایا ہو، اور جو مرد (مرضعہ کا شوہر) اس دودھ کے اترنے کا سبب بنا ہو، اسے بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، اور آئندہ رشتہ داریوں میں ان کے احترام کو تقریباً اسی طرح ملحوظ رکھا جائے گا جیسے حقیقی ماں باپ کے رشتہ داروں میں اسے ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

والمعنى في ذلك أن الماء أصل في التكوين، واللبن أصل في النماء
والزيادة فجرى الماء من أصل التكوين مجرى الوصف من الأصل ومجرى
الحق من الحقيقة، والحرمان مما يحتاط في اثباتها، فالحق ألحق بالحقيقة
والوصف بالأصل. (المحيط البرهاني ۹۳/۴)

علاوہ ازیں اس بارے میں حضرت الاستاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
دامت برکاتہم مزید افادات کے ساتھ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی
ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اور حرمتِ رضاعت کی تین وجوہ ہیں:

پہلی وجہ: - - - علاقہ جزئیت و بعضیت - جس عورت نے دودھ پلایا ہے وہ ماں کے مشابہ ہے؛ کیوں کہ اس کے دودھ سے بچے کے جسم کے اخلاط اور اس کا ڈھانچہ تیار ہوا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ماں نے بچہ کو پیٹ میں رکھ کر پالا ہے اور اتنا (رضاعی ماں) نے باہر بچہ پر دودھ بہایا ہے، اور بچہ کی شروع زندگی میں اس کی حیات کا سامان کیا ہے، پس دونوں کے جسم کے اجزاء سے بچہ کا جسم تیار ہوتا ہے، یہی علاقہ جزئیت و بعضیت ہے، اور جزء سے انتفاع حرام ہے، اس لئے رضاعت سے حرمت پیدا ہوتی ہے۔ پس اتنا بھی دوسرے درجہ کی ماں ہے، اور اس کی اولاد دوسرے درجہ کے بھائی بہن ہیں، اور یہی حال دوسرے رشتوں کا ہے۔

دوسری وجہ: - - - ماں جیسی بے تکلفی - دودھ پلانے والی (ماں) بچے کی پرورش میں مشقت برداشت کرتی ہے، اور بچے کے ذمہ اس کے حقوق ثابت ہوتے ہیں، اور اتنا بچپن میں بچہ کے جسم کا ہر جزء دیکھ چکی ہے، غرض اس سے ماں جیسی بے تکلفی رہ چکی ہے، پس ایسی عورت کو نکاح میں لانا اور اس کو جو رو بنانا فطرتِ سلیمہ کے خلاف ہے۔ بعض چوپایوں تک کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی ماں یا دودھ پلانے والی کی طرف جنسی التفات نہیں رکھتے، انسان تو انسان ہے؟ پس اس کے لئے یہ بات کیسے روا ہو سکتی ہے کہ اپنی اتنا یا اس کے اصول و فروع کو اپنی جو رو بنائے؟

تیسری وجہ: - - - عربوں کے تصورات کا لحاظ - عرب اپنی اولاد کو قبائل میں دودھ پلواتے تھے، بچہ ان میں جوان ہوتا تھا، اور محارم کی طرح ان کے ساتھ میل جول رکھتا تھا، چنانچہ عربوں کے تصورات میں دودھ پلانا بھی نسب ہی کی طرح کا رشتہ تصور کیا جاتا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ ان تصورات کا لحاظ کیا جائے، اور رضاعت کو نسب پر محمول کیا جائے، یعنی اس کو بھی بحکم نسب رکھا جائے۔ حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا: دودھ پینے سے وہ سب رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں، یعنی رضاعت بحکم ولادت ہے۔ (ماخوذ: رحمۃ اللہ

ومنها: الرضاعة: فإن التي أرضعت تُشبه الأم، من حيث أنها سبب اجتماع أشاج بنيته وقيام هيكله، غير أن الأم جمعت خِلقته في بطنها، وهذه ردت عليه سدَّ رَمَقِه في أول نشأته، فهي أم بعد الأم، وأولادها إخوة بعد الإخوة. وقد قاست في حضانتها ما قاست، وقد ثبت في ذمته من حقوقها ما ثبت، وقد رأت منه في صغره ما رأت، فيكون تملُّكها والوثوبُ عليها مما تمُّجُّه الفطرة السليمة، وكم من بهيمة عجماء لا تلتفت إلى أمها أو إلى مرضعتها هذه اللفتة، فما ظنك بالرجال؟

وأيضاً: فإن العرب كانوا يسترضعون أولادهم في حي من الأحياء، فيشَبُّ فيهم الوليد، ويخالطهم كمخالطة المحارم، ويكون عندهم للرضاعة لُحمة كلحمة النسب: فوجب أن يُحمل على النسب، وهو قوله صلى الله عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". (حجة الله البالغة مع رحمة الله الواسعة ۸۹/۵ مكبہ حجاز دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعت کی بنیاد پر حرام عورتیں؟

سوال (۱۹۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: رضاعت کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں کون کون ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رضاعی قرابت کی بنیاد پر درج ذیل عورتیں حرام قرار

پاتی ہیں:

(۱) رضاعی ماں، دادی، نانی (اوپر تک) (۲) رضاعی لڑکی، پوتی، نواسی (نیچے تک)۔

عن علي رضي الله عنه أنه قال: لا تنكح من أرضعته امرأة أبيك، ولا امرأة أخيك ولا امرأة ابنك. (بدائع الصنائع / كتاب الرضاع ۶۸/۵، دار الكتب العلمية بيروت)

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً، حتى أن المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غيره، قبل هذا الإرضاع، أو بعده، أو أرضعت رضيعاً أو ولدت لهذا الرجل من غير هذه المرأة، قبل هذا الإرضاع أو بعده، أو أرضعت امرأة من لبنه رضيعاً، فالكل إخوة الرضيع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته. (الفتاوى الهندية / كتاب الرضاع ۳۴۳/۱ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ۳۶۲/۴ رقم: ۶۴۲۲ زكريا)

ويثبت أمومية المرضعة للرضيع، وأبوّة زوج مرضعة، إذا كان لبنها منه

له، وإلا لا. (الدر المختار / باب الرضاع ۲۱۳/۳ كراچی)

(۳) رضاعی بہن، خواہ حقیقی ہو یا علانی (باپ شریک) ہو یا اخیانی (ماں شریک)۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم في

بنت حمزة: لا تحل لي، يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، هي بنت أخي

من الرضاعة. (صحيح البخاري، الشهادات / باب الشهادة على الأنساب والرضاع المستفيض ۳۶۰/۱

رقم: ۲۵۷۳، صحيح مسلم، الرضاع / باب تحريم الرضاعة من ماء الفحل ۴۶۷/۱ رقم: ۱۴۴۵)

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما سئل عن رجل كانت له امرأتان،

فأرضعت إحداهما غلاماً، وأرضعت الأخرى جارية، فقيل: يتزوج الغلام

الجارية، فقال: لا، اللقاح واحد. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الرضاع / باب يحرم من

الرضاع ۴۵۱/۱۱ رقم: ۱۶۰۴۲)

ولا حل بين الرضیعة وولد مرضعتها. (شامي ۲۱۷/۳ كراچی، البحر الرائق ۲۲۸/۳ كوثه)

(۳) رضاعی بہتی، بھانجی (نیچے تک)۔

۲۶۰ (۵) رضاعی پھوپھی اور خالہ اور اپنے ماں باپ کی پھوپھی اور خالہ خواہ حقیقی ہوں یا اعلاتی یا اخیانی، اسی طرح دادا و دادیوں کی اولادیں۔ (اوپر تک)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **إِنَّ الرِّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يُحَرِّمُ الْوِلَادَةَ**. (صحيح البخاري ۷۶۴۱۲ رقم: ۴۹۰۸، صحيح مسلم ۴۶۶۱۱ رقم: ۳۵۴۷، سنن النسائي ۶۷۱۲ رقم: ۳۲۵۱)

كل امرأة حرمت من النسب حرم مثلها من الرضاع وهن الأمهات والبنات والأخوات والعمات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت ولأن الأمهات والأخوات منصوص عليهن والباقيات يدخلن في عموم لفظ سائر المحرمات ولا نعلم في هذا خلافاً. (المغني لابن قدامة ۴۷۶۱۷، إعلاء السنن ۱۲۳۱۱)

(۶) اگر دودھ پینے والا بچہ ہے تو اس کی بیوی بچہ کے رضاعی باپ پر حرام ہوگی، اور اگر دودھ پینے والی بچی ہے تو اس کا شوہر بچی کی رضاعی ماں پر حرام ہوگا۔

وامرأة الرضيع حرام على الرجل. (الفتاوى الهندية ۳۴۳۱۱، الفتاوى التاتارخانية ۳۶۲۱۴ زکریا)

(۷) دودھ پینے والے بچہ کی اولادیں مرضعہ کے اصول و فروع پر حرام ہیں۔

(۸) اپنی منکوحہ عورت کی رضاعی اصول سے بھی نکاح حرام ہے۔ (علم الفقہ ۵۱۶)

نوٹ :- بعض فقہاء نے رضاعی رشتہ داریوں کے بارے میں فارسی کا ایک نہایت جامع شعر نقل کیا ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے:

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ❖ و از جانب شیرخوارہ زوجان و فروع

ترجمہ :- دودھ پلانے والی عورت کی طرف سے اس کے نسب خاندان والے رشتہ دار

بن جاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچہ کی طرف سے وہ خود اور دونوں میاں بیوی اور ان کی اولادیں

محرم رشتہ دار بنتی ہیں۔ (شرح وقایہ، کتاب الرضاع ۶۷۲، علم الفقہ، از امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب

لکھنوی ۵۰۶، مجموعہ قوانین اسلامی ۵۵)

اب اسی اصول کے اعتبار سے فقہاء نے بہت ساری صورتیں نکالی ہیں جن میں حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، مثلاً: رضاعی بچے کے نسبی ماں باپ یا رضاعی بہن کی نسبی یا رضاعی بھائی بہن وغیرہ، اس اعتبار سے دسیوں صورتیں نکالی جاسکتی ہیں۔ (تفصیل دیکھئے: درمختار مع الشامی زکریا ۴۰۸/۲، غایۃ الاوطار ۹۲۴-۹۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی باپ سے نکاح؟

سوال (۱۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نیتِ رضاعت میں ایک عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے مرضعہ اور رضیع کا رضاعی ماں اور بیٹا بن کر اسی طرح دودھ پینے والوں کا آپس میں رضاعی بہن بھائی بن کر حرام ہونا سمجھ میں آتا ہے کہ ان میں مرضعہ اور رضیع یا ایک مرضعہ کے دو رضاعی اولاد کی طرح ہو کر حرمت ہے؛ لیکن مرضعہ کے شوہر سے شریعت میں رضیع کی حرمت کیوں ہے؟ جب کہ مرضعہ کی دوسری اولاد جو رضیع کے ساتھ رضاعت میں شریک نہ ہوں کے درمیان حرمت نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شوہر عورت کے دودھ اترنے کا سبب بنے، مثلاً اس کے جماع سے اس کی بیوی کے یہاں بچہ کی پیدائش ہوئی ہو، تو اگر یہ عورت ایامِ رضاعت میں کسی دوسرے بچے یا بچی کو دودھ پلا دے گی تو اس عورت کا مذکورہ شوہر اس دودھ پینے والے بچے یا بچی کا رضاعی باپ قرار پائے گا اور اس سے اور اس کے اصول و فروع سے نکاح حلال نہ ہوگا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: استأذن علی أفلح فلم أذن له، فقال: أتحنین منی وأنا عمک؟ فقلت کیف ذلک؟ فقال: أرضعتک امرأة أخی بلبن أخی، فقالت: سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: صدق أفلح إذ ذنی

له. (صحيح البخاري، الشهادات / باب الشهادة على الأنساب والرضاع المستفيض ۳۶۰/۱ رقم: ۲۵۷۰)

زوج مرضعة لبنا منه أب للرضيع، وابنه أخ للرضيع، وإن كان من امرأة أخرى، وبنته أخت وأخوه عم له، وأخته عمه له. (فتح المعين / كتاب الرضاع ۹۸/۲ کراچی، بحوالہ: تعليقات فتاویٰ محمودیہ ۳۴۸/۱۱ ثابہیل)

والتحریم بالرضاع كما یثبت من جانب المرأة یثبت من جانب الرجل، وهو الزوج الذي نزل لبنها بوطئه وتسمیه الفقهاء لبن الفحل، وبیانه أن المرأة إذا أرضعت بلبن حدث من حمل رجل فذلک الرجل أب الرضيع، لا یحل لذلک الرجل نکاحها إن كانت أنثی. (المحیط البرهانی ۹۴/۴، الفتاویٰ تارتاخانیة ۳۶۲/۴

رقم: ۶۴۲۴ زکریا، الفتاویٰ الہندیة ۳۴۳/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۳۳۶ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

منکوحہ عورت کا ولادت کے بغیر کسی بچہ کو دودھ پلانا؟

سوال (۲۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کو شادی کے بعد دودھ اتر آیا، جب کہ ابھی اس کے لطن سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، اور وہ دودھ اس نے کسی بچی کو پلادیا، تو اس بچی اور عورت کے شوہر کے درمیان حرمت رضاعت ہو جائے گی، اور کیا اس کا شوہر بچی کا رضاعی باپ بن جائے گا؟ اور رضاعت کی بنیاد پر حرام ہونے والے رشتوں کی حرمت اس سے ثابت ہو جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عورت منکوحہ تھی؛ لیکن اتفاقاً ولادت کے بغیر اس کا دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچے یا بچی کو دودھ پلادیا، تو ایسی صورت میں اس عورت کا شوہر اس دودھ پینے والے بچے کا رضاعی باپ نہ بنے گا، اور شوہر کے اصول و فروع بچے پر حرام نہ ہوں گے؛

لیکن ماں سے حرمتِ رضاعت کا رشتہ حسبِ قاعدہ ثابت ہوگا۔

و كذلك إذا تزوج امرأة ولم تلد منه قط ثم نزل لها اللبن، فإن هذا اللبن من هذه المرأة دون زوجها حتى لو أرضعت صبياً لا يحرم على ولد هذا الزوج من غير هذه المرأة. (الفتاوى التاتارخانية ۳۶۳/۴ رقم: ۶۴۲۶ زكريا، الفتاوى الهندية ۳۴۳/۱ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۳۳۶ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بن بیابہ ہی عورت کا دودھ بھی موجبِ حرمت ہے

سوال (۲۰۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی کنواری لڑکی کی پستانوں میں شادی سے پہلے ہی دودھ اُتر آیا، اور وہ دودھ اُس نے کسی بچے کو پلا دیا، تو کیا اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی؟ اگر اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے، تو اس کی حرمت کہاں ظاہر ہوگی؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر باکرہ (بن بیابہ) عورت کا دودھ اتر آئے بشرطیکہ اس کی عمر ۹ سال سے زیادہ ہو، اور وہ کسی بچے یا بچی کو ایامِ رضاعت میں دودھ پلا دے تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

پس اگر مذکورہ باکرہ عورت کا بعد میں کسی مرد سے نکاح ہو تو اگر وہ تنہائی سے قبل اُسے طلاق دیدے، تو اس مرد کے لئے مذکورہ عورت سے دودھ پینے والی بچی سے نکاح حرام نہ ہوگا؛ لیکن اگر اس عورت سے دخول ہو جائے تو اب وہ بچی اس مرد کے لئے حرام ہوگی؛ کیوں کہ یہ اس کی ربیبہ بن جائے گی۔

والبکر إذا نزل لها لبن تعلق به من الحرمة ما يتعلق بلبن الشيب. (المحيط البرهاني

۹۷/۴، الفتاویٰ تاتارخانیہ ۳۶۸/۴، رقم: ۶۴۳۹ زکریا، الفتاویٰ لہندیہ ۳۴۴/۱، البحر الرائق ۲۲۱/۳

قال في الأجناس: وفائدته لو تزوج بزواج وطلقها قبل أن يدخل بها له أن يتزوج بهذه الصبية، ولو دخل بها والمسئلة بحالها لا يجوز له أن يتزوج بهذه الصبية؛ لأنها الربية المدخولة. (المحيط البرهاني ۹۷/۴، الفتاویٰ التاتارخانیہ ۳۶۸/۴ رقم: ۶۴۳۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچہ کے منہ میں نلکی یا چمچہ سے عورت کا دودھ ڈالنا؟

سوال (۲۰۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر بچہ یا مرضعہ کی بیماری یا فطری طریقہ پر بچہ کے دودھ پینے سے عاجز ہونے کی وجہ سے کسی عورت کا دودھ برتن میں نکال کر یا نلکی وغیرہ کے ذریعہ بچہ کے منہ میں ڈالا جائے، تو اس سے ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی، یعنی اگر کئی بچوں کو یہ دودھ پلایا جائے، تو کیا سب ایک دوسرے کے رضاعی بہن بھائی ہو کر حرام ہو جائیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی عورت کا دودھ برتن میں نکال کر بچہ کو (شیشی

وغیرہ کے ذریعہ) پلایا گیا تو بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر عورت کا دودھ نکال کر بچہ کی ناک میں نلکی کے ذریعہ پڑکایا گیا تو اس سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

عن الشعبي قال: ما كان من رضاع أو سعو ط في السننتين فهو رضاع، وما

كان بعد فليس برضاع. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح / باب من قال لا يحرم من

الرضاع إلا ما كان في الحولين ۲۹۷/۹ رقم: ۱۷۳۴۷، سنن سعيد بن منصور، كتاب الرضاع / باب ما

جاء في ابنة الأخ من الرضاعة ۲۴۱/۱ رقم: ۹۷۳)

وتثبت حرمة الرضاع بالسعوط والوجور؛ لأنه مما يتغذى الصبي
فالسعوط يصل إلى الدماغ فيتقوى به والوجور يصل إلى الجوف، فيحصل به
النشوء. (المحيط البرهاني ۹۷/۴، الفتاوى التاتارخانية ۳۶۸/۴ رقم: ۶۴۴۱ زكريا، الفتاوى الهندية

۳۴۴۱/۱ زكريا، البحر الرائق ۲۲۹/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کے دودھ کا دہی یا پنیر بنا دیا؟

سوال (۲۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: اگر خالص دودھ کے بجائے عورت کے دودھ کو پکا کر اس کی دہی یا پنیر وغیرہ بنا لیا جائے تو
کیا اس دہی اور پنیر کے کسی بچہ کے کھانے کی وجہ سے حرمت رضاعت کا تحقق ہوگا یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عورت کا دودھ نکال کر اس کی دہی یا پنیر وغیرہ بنا دیا
پھر بچہ کو کھلایا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

ولو جعل اللبن محيصاً أو رائباً أو شيرازاً أو جنبناً أو أقطاً أو مصلاً فتناوله
الصبي لا يثبت التحريم؛ لأن اسم الرضاع لا يقع عليه. (فتاوى الهندية ۴۵۲/۱ زكريا)
الأول أن يكون مائعاً بحيث يصح أن يقال فيه: إن الصبي قد رضعه أما إذا
عمل جنبناً أو قشدة أو رائباً أو نحو ذلك وتناوله الصبي فإنه لا يتعلق به التحريم
لأن اسم الرضاع لا يقع عليه في هذه الحالة فلا يقال إن الصبي رضع هذا اللبن
وإنما يقال له أكله. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ۹۱۹، البحر الرائق ۲۲۸/۳ كوثه، شامي
۳۰۳/۴ بيروت، ۴۱۳/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۳۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کے دودھ کا بینک قائم کرنا؟

سوال (۲۰۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں کے دودھ کا بینک قائم کرنا کیسا ہے؟ جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں یہ طریقہ رائج ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آج مغربی ممالک میں بکثرت بچوں کے اسپتالوں

میں عورتوں کا دودھ نکلا کر رکھا جاتا ہے، اور ضرورت کے وقت اسپتال میں داخل بچوں کو قیمت فروخت کر کے پلایا جاتا ہے، تو شریعت میں اس طرح انسانی دودھ جمع کرنا اور بے احتیاطی کے ساتھ بچوں کو پلانا اور بیچ و شراء کرنا جائز اور پسندیدہ نہیں ہے، خاص کر اس لئے بھی کہ اس کی وجہ سے حرمت رضاعت کے معاملات مشتبه ہو سکتے ہیں؛ کیوں کہ جن عورتوں کا دودھ بچوں کو پلایا جائے گا ان سب سے بچہ کا رشتہ رضاعت ثابت ہو جائے گا، اور بڑے ہونے کے بعد کچھ امتیاز نہ رہے گا۔ (مخلص: مسائل بہشتی زیور ۵۰۴)

اس بارے میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے چوبیسویں فقہی سیمینار (منعقدہ ۱-۳ مارچ ۲۰۱۵ء بمقام کیرالہ) نے درج ذیل الفاظ میں تجویز منظور کی ہے، ملاحظہ ہو:

”انسانی دودھ کا بینک قائم کرنا جائز نہیں، اگر بینک قائم ہو، تو اس میں دودھ جمع کرنا اور اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں ہے۔“

المستفاد: والواجب علی النساء أن لا یرضعن کل صبی من غیر ضروریۃ، وإذا أَرْضَعْنَ فَلْيَحْفَظْنَ ذَلِكَ وَلْيَشْهَرْنَ وَيَكْتَبْنَهُ احتیاطاً. (شامی ۲۹۶/۴)

بیروت، ۲۰۱۴ء زکریا، البحر الرائق ۲۲۲/۳ زکریا، الفتاویٰ الہندیہ ۳۴۵/۱ زکریا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محض پستان بچے کے منہ میں ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال (۲۰۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک عورت جو شادی شدہ ہے، اس کو آخری بچہ کی ولادت ۱۹۷۰ء میں ہوئی، اس وقت اس عورت کی عمر ۳۹ سال تھی، اس کے بعد ۱۹۸۳ء میں اس نے اپنے شوہر کے پوتے کو مدت رضاعت میں ڈیڑھ سال دودھ پلانے کے لئے اپنے پستان سے اس کو بار بار لگایا، اب وہ مرضہ ۲۰۰۷ء میں ایسا کہتی ہے کہ ”میں نے اس بچہ کو اپنا پستان منہ میں دیا کرتی تھی، مگر اس وقت میرا دودھ خشک اور بند ہو چکا تھا، اس لئے بچہ اگر چہ میرا پستان منہ میں لیا کرتا تھا، مگر میرا دودھ بند اور خشک ہو جانے کی وجہ سے اس نے پیا نہیں ہے“ مذکورہ صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور یہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں شمار ہوگی یا نہیں؟

نوٹ:- مذکورہ بچہ کا رشتہ نکاح اس کے نسبی چچا کی لڑکی سے کرنے کی گفتگو جاری ہے؛

لہذا امید ہے کہ زحمت فرما کر جو اللہ کتب کے ساتھ جلد از جلد جواب ارسال فرمائیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی دودھ پیتے بچے کے منہ میں کسی عورت کا اپنا

پستان ڈال دینا حرمت رضاعت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؛ بلکہ یہ تحقیق ضروری ہے کہ بچے کے پیٹ میں اس عورت کا دودھ داخل ہوا ہے یا نہیں؟ اور مسئلہ صورت میں چوں کہ خود عورت اس بات کی مدعی ہے کہ جب میں بچے کے منہ میں اپنا پستان ڈالتی تھی اس وقت میرا دودھ بند ہو چکا تھا، اور بظاہر اس کے دعویٰ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے یہاں آخری بچہ کی ولادت اس واقعہ سے تیرہ سال پہلے ہوئی ہے، اس لئے اس عورت کے دعویٰ کو قبول کیا جائے گا، اور یہ عورت اس بچہ کی رضاعی ماں شمار نہیں ہوگی، اور اس بچے کا اپنی نسبی چچا کی لڑکی سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

امراة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم، ثم تقول: لم يكن في

ثديي لبن حين ألقمتها ثديي، ولم يعلم ذلك إلا من جهتها جاز لابنها أن يتزوج

بهذه الصببية. (شامي ۴۰۱/۴ زكريا، كذا في البحر الرائق ۲۲۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی بہن کی بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۰۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: غلام رسول کی ماں کا دودھ حسینہ (جو اس کی خالہ زاد بہن ہے) نے مدت رضاعت میں پیا تھا، تو

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا غلام رسول کے لئے حسینہ کی دوسری بہن سے شادی کرنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غلام رسول اپنی رضاعی بہن حسینہ کی بہن سے نکاح

کر سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

ولو لم ترضع التي لها البنات ولكن أرضعت المرأة التي لها البنون بنتاً من

بنات المرأة الأخرى، فلا يجوز لأحد من البنين أن يتزوج بتلك البنت خاصة

ولهم أن يتزوجوا بسائر البنات ويجوز للرجل أن يتزوج بأخت أخيه من

الرضاع؛ لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب، وذلك مثل الأخ من

الأب، إذا كان له أخت من أمه جاز؛ لأنه من أبيه أن يتزوجها. (الفتاوى التاتارخانية

۳۶۵/۴ زكريا، مجمع الأنهر ۵۵۴/۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۲/۱۴۲۹ھ

رضاعی بہن سے نکاح جائز نہیں

سوال (۲۰۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شہناز اور گلناز دو بہنیں ہیں، شہناز نے گلناز کی لڑکی خنسا خاتون کو دودھ پلایا تھا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شہناز کے بڑے لڑکے تو قیر عالم سے خنسا کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ چھوٹے لڑکے تو صیف عالم کو مدت شیر خوارگی میں دودھ پلایا گیا ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں تو قیر عالم کا نکاح اپنی رضاعی بہن خنسا کے ساتھ جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ خنسا شہناز کی سگی بیٹی کے درجہ میں ہے، اور شہناز کے کسی لڑکے کا اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔

ولا حل بین رضیعی امرأة لكونہما أخوین، وإن اختلف الزمن (الدر المختار) حتی لو كان أحدهما أنثی لا یحل النکاح بینہما، كما ذکرہ مسکین۔ (شامی ۴۱۰/۴ زکریا)

كل صبيین اجتمعا علی ثدي امرأة واحدة، لم یجز لأحدهما أن یتزوج بالأخری. (الهدایة / کتاب الرضاع ۳۵۱/۲ شركة علمية، كذافی الرد المحتار، کتاب النکاح / باب الرضاع ۳۱۷/۳ کراچی، وکذافی ملتقى الأبحر / کتاب الرضاع ۵۵۴/۱ کوئٹہ)

وكل صبيین (یرید صبیاً وصبیة فغلب المذکر فی التشبة كالقمرین اجتمعا علی ثدي امرأة واحدة لم یجز لأحدهما أن یتزوج بالأخری. (فتح القدير / کتاب الرضاع ۴۵۰/۳ بیروت، الدر المختار مع الشامی / کتاب الرضاع ۲۱۷/۳ دار الفکر بیروت، الهدایة ۳۵۱/۲، مجمع الأنهر ۵۵۴/۱ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

آپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: انور حسین شاہ و منزل حسین شاہ دونوں حقیقی بھائی ہیں، شاہدہ بیگم نے اپنی بیٹی زرین اور منزل حسین کو ایام رضاعت میں دودھ پلایا تھا، اب شاہدہ بیگم اپنی بیٹی زرین کی شادی انور حسین موصوف کے ساتھ کرنے جا رہی ہے، ایک ملاجی نے اُس کو جائز کہا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: انور حسین شاہ اپنے بھائی منزل حسین شاہ کی رضاعی

بہن زرین سے نکاح کر سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، یہاں حرمت رضاعت صرف منزل حسین شاہ تک محدود ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۱۲۲-۱۱۲۴، بہشتی زیور ۱۹۷۴، امداد الاحکام ۱۱۵/۴)

ویجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع. (الهدایة ۱/۲ ۳۵)

وتحل أخت أخیه رضاعاً. (الدر المختار علی هامش الرد المحتار ۱۰/۴ زکریا،

الفتاویٰ الہندیہ ۳۴۳/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

تائی کا اپنی بیٹی کو دودھ پلا کر اپنے لڑکے کی اس سے شادی کرنا؟

سوال (۲۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: تائی نے اپنی حقیقی بیٹی کو دودھ پلایا اور پرورش کی، اب وہ اس لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کرنا چاہتی ہے، تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تائی کے جس لڑکے نے چچا کی اس لڑکی کے ساتھ

دودھ پیا ہے، ان دونوں کا آپس میں نکاح ناجائز ہے؛ کیوں کہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہو گئے۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳۹۷/۷)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

بحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة. (مشكاة المصابيح / باب المحرمات، الفصل الأول

۲۷۳/۲، سنن ابن ماجه / باب ما يحرم من الرضاع وما يحرم من النسب ۳۹)

فيحرم منه: أي بسبب ما يحرم من النسب. (الرد المحتار / باب الرضاعة ۲۱۳/۳

کراچی، و کذا فی إعلاء السنن / کتاب الرضاع ۱۲۳/۱۱ کراچی)

يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (الهداية ۱۳۱/۲، شامي ۴۰۲/۴ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھوپھی کا دودھ پینے کے بعد اس کی لڑکی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۱۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے پانچویں نمبر کی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی پھوپھی کا دودھ پیا، اب زید اپنی پھوپھی رضاعی ماں کی نوں لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً دونوں کے مابین یہ نکاح درست ہو سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پھوپھی کا دودھ پینے کی وجہ سے زید کی پھوپھی اس کی

رضاعی ماں بن گئی ہے، اور پھوپھی کی سب لڑکیاں اس کی رضاعی بہنیں قرار پائی ہیں؛ لہذا زید کا اپنی پھوپھی کی کسی بھی لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً حلال نہیں ہے۔

ولا حل بين الرضیعة وولد مرضعتها أي التي أرضعتها (المر المختار) لم

یکن للابن المرتضع من أم البنات أن یتزوج واحدة منهن. (شامي ۳۰۱/۴ بیروت)

ولا حل بين رضیع وولد زوج لبنا: أي لبن المرضعة منه: أي من الزوج

بأن نزل بوطئه فهو: أي ذلك الزوج أب للرضیع، وابنه: أي ابن زوج المرضعة

أخ للرضيع، وإن كان من امرأة أخرى وبنته أخت للرضيع وإن كانت من امرأة أخرى. (مجمع الأنهر / كتاب الرضاع ۳۷۷/۱-۳۷۸ طر إحياء التراث العربي بيروت) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۳/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالت کفر میں دودھ پی کر بننے والے رضاعی ماموں سے بھانجی کا نکاح؟

سوال (۲۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: خالدہ اور رشید کی شادی ہوئی، جن سے ایک لڑکی حسینہ ہوئی، کچھ عرصہ بعد خالدہ نے اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک غیر مسلم مرد کے ساتھ شادی کر لی اور اس کے اس شادی میں بھی ایک لڑکا ہوا، گویا کہ یہ غیر مسلم لڑکا خالدہ کے پہلے شوہر سے جو لڑکی حسینہ تھی، اس کا دودھ شریک بھائی ہے؛ کیوں کہ دونوں کی ماں ایک ہی ہے، اگرچہ حسینہ نے ایمان کی حالت میں اور مذکورہ لڑکے نے کفر کی حالت میں خالدہ سے دودھ پیا ہو، کچھ عرصہ بعد حسینہ کی شادی ہوئی اور اس میں ایک لڑکی ہوئی، جس کا نام واجدہ ہے، مسئلہ یہ پیش آیا کہ خالدہ کی جو دوسری شادی میں لڑکا تھا وہ حسینہ کو بہن کہہ کر پکارتا اور اس کے گھر آتا جاتا رہتا تھا، اسی دوران واجدہ سے اس کے ناجائز تعلقات ہو گئے، جس کی وجہ سے واجدہ حاملہ بھی ہو گئی اور وضع حمل بھی ہو گیا، اب وہ غیر مسلم لڑکا جو کہ لڑکی کا رضاعی ماموں بھی بنتا ہے (چوں کہ واجدہ اس کی دودھ شریک بہن کی لڑکی ہے) مسلمان ہو کر واجدہ سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا مذکورہ صورت میں واجدہ سے اس کی شادی جائز ہے؟ اشکال اس بات پر ہے کہ کیا اختلاف دینی کی حالت میں رضاعی قرابت ثابت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں واجدہ کا نکاح اپنے رضاعی ماموں

سے جائز نہیں ہے، حرمت رضاعت بحالت کفر بھی ثابت ہو جاتی ہے، جیسا کہ نبی آخر الزماں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے رضاعی بھائی تھے، حالاں کہ انہوں نے ثوبیہ کا دودھ اسلام لانے سے قبل پیا تھا۔ (اسد الغابہ ۱/۵۲۸)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة، رواه البخاري. (مشكاة المصابيح / باب المحرمات، الفصل الأول ۲/۲۷۳)

فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب. (لرلد لمحتار / باب الرضاع ۲۱۳/۳ کراچی) کل امرأة حرمت من النسب حرم مثلها من الرضاع، وهن الأمهات وبنات الأخ وبنات الأخت. (إعلاء السنن / كتاب الرضاع ۱۲۳/۱۱ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۱۳/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

خودکشی کرنے کی دھمکنی دے کر رضاعی بہن سے نکاح کرنے پر اصرار کرنا؟

سوال (۲۱۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو بہت دل و جان سے چاہتے ہیں، اور ان کے بیچ خاندانی تعلقات درج ذیل ہیں: کچھ حالات کے تحت دو میاں بیوی میں لڑائی ہوگئی اور لڑکے کے والد لڑکے کو ماں سے الگ لے گیا، جب کہ لڑکا صرف چار دن کا تھا، مگر لڑکے کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور اسے دوسری عورت کا دودھ پلایا گیا، مگر بچہ کی طبیعت اور خراب ہوگئی جس کی گود میں لڑکی تھی، اوپر جس لڑکی کا ذکر ہے وہ اس کے بعد تیسرے نمبر پر پیدا ہوئی، جس سے شادی کی بات مذکورہ لڑکے سے چلی تھی، ایک سال بعد انکار ہو گیا، مگر انکار کے بعد لڑکے نے خودکشی کرنے کی کوشش کی، اور مرتے مرتے بچا ہے، اب بھی لڑکا اسی لڑکی نمبر ۳ سے شادی کرنا چاہتا ہے، اور نہ ہونے پر خودکشی کر لینے کا اندیشہ ہے، اور لڑکی بھی خودکشی کرے گی۔

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں مذکورہ لڑکا اور لڑکی دونوں رضاعی

بھائی بہن ہیں؛ لہذا ان دونوں کا آپس میں نکاح قطعاً حرام ہے، خودکشی کی دھمکی دینے سے شریعت کا حکم نہیں بدلا جاسکتا۔

وبین مرضعة وولد رضعتها؛ لأنهما أخوان من الرضاة أيضاً. (تبیین الحقائق

/ کتاب الرضاع ۶۳۷/۲ دارالکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ۳۹۷/۳ زکریا)

قال العلامة ابن نجيم: يحرم أي أخته، وبناتها و بنت أخيه، وعمته وخالته

للنص الصريح، ودخل فيه الأخوات المتفرقات، وبناتهن وبنات الإخوة

المتفرقين. (البحر الرائق / کتاب النکاح ۱۶۴/۳ زکریا)

ولا حل بين رضيعي امرأة لكونهما أخوين، وإن اختلف الزمن والأب.

(الدر المختار مع الشامی ۴۱۰/۴)

وفي الخلاصة: ويحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما

وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً. (الفتاوى التاتارخانية / کتاب الرضاع ۳۶۲/۴ زکریا)

قال: الزوج مرضعة لبنها منه أب للرضيع، وابنه أخ، وبنته أخت، وأخوه

عم، وأخته عممة الخ. (تبیین الحقائق / کتاب الرضاع ۶۳۶/۲ دارالکتب العلمیة بیروت، وکذا فی

الفتاوى الهندية / کتاب الرضاع ۳۴۳/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۰/۱۲ھ

پستان پچی کے منہ میں دیا؛ لیکن دودھ نہیں نکلا، کیا حکم ہے؟

سوال (۲۱۳): کیا فوماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا؛ لیکن کوشش کے باوجود دودھ نہیں نکلا، اور وہی عورت

اپنے لڑکے کے لئے اس لڑکی سے رشتہ چاہتی ہے، عمر کہتا ہے کہ رشتہ ہو جائے گا، اور بکر کہتا ہے کہ اس صورت میں رشتہ نہیں ہوگا؛ لہذا آپ سے درخواست ہے کہ مسئلہ کا حل فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر بچہ کے پیٹ میں واقعہ دودھ

نہیں پہنچا، تو اس عورت کے لئے اپنے لڑکے سے اس لڑکی کا نکاح کر لینا درست ہے؛ کیوں کہ دونوں کے درمیان رضاعت کا تعلق قائم نہیں ہوا۔

وفي القنیه: امرأة كانت تعطي ثديها صبیه واشتھر ذلك بينهم ثم تقول:

لم يكن في ثديها لبن حين أقمعتها ثدي، ولم يعلم ذلك إلا من جهتها، جاز

لابنها أن يتزوج بهذه الصبیه. (شامی ۴۰۲/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۱/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد رضا اللہ عنہ

رضاعی بیٹی بھتیجی سے نکاح؟

سوال (۲۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مشفقین شرعاً متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے بچپن میں ہی میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا، والدہ کے انتقال کے بعد میرے والد صاحب نے میری حقیقی خالہ کے ساتھ نکاح کیا، جو تادم تحریر حیات ہیں، میرے حقیقی مرحومہ والدہ سے ہم تین بھائی بہن ہیں، میرا ایک لڑکا حافظ عمران ہے اس کا رشتہ میرے حقیقی بھائی کی لڑکی یعنی حقیقی بھتیجی نور جہاں سے طے ہوا ہے، اب یہ بات ہمیں معلوم ہوئی ہے کہ میرے لڑکے حافظ عمران کو، میری مذکورہ خالہ جو حقیقت میں والدہ ہیں نے دودھ پلایا ہے، تو کیا اس سے رضاعت ثابت ہوگی، اور عمران اور نور جہاں کے درمیان نکاح صحیح ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حافظ عمران نے جب اپنی سوتیلی دادی سے مدت

رضاعت یعنی ڈبھائی سال کے اندر اندر دودھ پی لیا ہے، تو حافظ عمران سوتیلی دادی کا رضاعی بیٹا بن گیا ہے، اور نو جہاں کا رضاعی چچا بن گیا ہے، اور نور جہاں حافظ عمران کی رضاعی بھتیجی بن گئی ہے، اور جس طرح نسبی بھتیجی سے نکاح درست نہیں ہے، ویسا ہی رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲۱۸/۷)

وأصله يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب. (شامی ۴۰/۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

سوال (۲۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: خالد کا رشتہ اس کے چچا بکر کی بڑی لڑکی سے ہونا طے پایا ہے، اب خالد کی دادی فاطمہ نے بتایا کہ میں نے تم کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہے، صورت حال یہ ہے کہ خالد کی دادی فاطمہ کے علاوہ کسی بھی طرح کا کوئی گواہ موجود نہیں ہے، جو دودھ پینے اور پلانے کے سلسلہ میں گواہی دے، ایسی صورت میں صرف خالد کی دادی فاطمہ کے تنہا کہنے کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ اور خالد کا رشتہ اس کے چچا کی لڑکی سے جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دادی فاطمہ نے اگر واقعہ اپنے پوتے کو دودھ پلایا

ہے، تو خالد اس کے رضاعی بیٹے کے درجہ میں آ گیا، اور خالد کے چچا اس کے رضاعی بھائی قرار پائے اور چچا کی لڑکی اس کی رضاعی بھتیجی قرار پائی؛ لہذا اس بنیاد پر خالد کا اپنی چچا کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہے، اور اگرچہ اس دودھ پلانے پر کوئی اور گواہ موجود نہ ہوں؛ لیکن اگر دادی کے قول کی سچائی کا گمان غالب ہے، تو اس کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا، اور اس نکاح سے احتراز کیا جائے گا۔

ولا حل بین الرضیعة، وولد مروضتها التي أرضعتها وولدھا؛ لأنه ولد

الأخ. (شامی ۴۱۰/۴ زکریا)

وإن كان المنخبر واحداً، ووضع في قلبه أنه صادق، فالأولى أن يتنزه
ويأخذ بالثقة وجد الأخبار قبل العقد أو بعده، ولا يجب عليه ذلك. (الفتاوى
الهندية ۳۴۷/۱ زکریا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۲/۱۳۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رضاعی بھانجی سے نکاح؟

سوال (۲۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: زید اور عمر دو بھائی ہیں، زید بڑا ہے عمر چھوٹا ہے، اب زید کی شادی ہوتی ہے، پھر عمر کی شادی
ہوتی ہے، زید کی بیوی کے لڑکا پیدا ہوتا ہے، اور عمر کی بیوی کے لڑکی پیدا ہوتی ہے، عمر کی بیوی کا
اچانک انتقال ہو جاتا ہے، پھر عمر کی دوسری شادی ہوتی ہے، زید کے جو لڑکا ہے اس کا اور عمر کی جو
لڑکی ہے اس کا آپس میں نکاح کر دیا جاتا ہے، عمر کے نو اسی پیدا ہوتی ہے سلمیٰ، اب عمر کی جو دوسری
بیوی ہے اس کا دودھ بکرنے پیا ہے، اور بکر جو ہے وہ عمر کا بڑا بھائی زید کی لڑکی کا لڑکا ہے، کیا بکر کا
نکاح عمر کی پہلی بیوی کی لڑکی کی لڑکی جو سلمیٰ ہے اس سے نکاح ہو جائے گا؟
وضاحت چوں کہ بکر نے عمر کی دوسری بیوی کا دودھ پیا ہے، تفصیلی جواب تحریر فرما کر ممنون
و مشکور فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں بکر نے چوں کہ عمر کی بیوی کا دودھ
مدت رضاعت میں پیا ہے، تو عمر بکر کا رضاعی باپ بن گیا اور عمر کی نو اسی سلمیٰ بکر کی رضاعی بھانجی
بن گئی، اس لئے بکر اور سلمیٰ میں نکاح جائز نہیں ہوگا۔

ويثبت أبوة زوج مرضعة إذا كان نسبا منه الخ، فيحرم منه أي سببه ما

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۹/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح اور ولادت کے بعد معلوم ہوا کہ زوجین میں حرمت رضاعت ہے

سوال (۲۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا نکاح فاطمہ سے ہوا، اور تقریباً چار سال ہو گئے، اُن کا ایک لڑکا بھی ہے، اب اُن کو بہشتی زیور کے مطالعہ سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ رضاعت سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زید کے لئے فاطمہ اپنے ماموں کی لڑکی ہے؛ لیکن اتفاق کی بات دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے، فاطمہ کو زید کی ماں نے کئی بار دودھ پلایا تھا، اور اُن کو یہ مسئلہ حرمت کا معلوم نہیں تھا، چنانچہ دونوں میں شادی ہو گئی، اب دونوں بہت پریشان ہیں، آخر ہمارا کیا مسئلہ ہوگا، کتاب و سنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زید کا نکاح فاطمہ سے ایسی حالت میں ہوا کہ حرمت

رضاعت کا علم نہیں تھا؛ لہذا یہ نکاح فاسد ہوا، جو لڑکا فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے وہ صحیح النسب ہے، اب چوں کہ رضاعت کا علم ہو چکا ہے، اس لئے زید پر ضروری ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے فاطمہ سے تعلق زوجیت ختم کر دیا ہے، پھر عدت گزار کر فاطمہ دوسری جگہ نکاح کر لے، اُس کا زید کے ساتھ رہنا جائز نہیں۔

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل له التزوج باخو إلا بعد

المتاركة وانقضاء العدة. (الدر المختار) النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع؛ بل يفسده قوله إلا بعد المتاركة أي وإن بقي عليها سنون كما في

البزازية، وعبارة الحاوي إلا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة، وقد علمت أن النكاح لا يرتفع؛ بل يفسد، وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول: إن كانت مدخولا بها كتركتك، أو خلعت سبيلك. (شامي)

۱۱۴۱۴ زکریا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خالہ زاد بہن سے نکاح کے بعد رضاعت کا ثبوت ہوا؟

سوال (۲۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عمر کی شادی خالہ کی لڑکی سے ہوئی ہے اور عمر نے نانی کا دودھ پیا ہے، حالاں کہ اس کا علم عمر کو تھا کہ میں نے نانی کا دودھ پیا ہے؛ لیکن مسئلہ کے بارے میں معلوم نہیں تھا، جب معلوم ہوا تو اس نے فتویٰ لیا، اُس میں کہا گیا ہے کہ فوراً دونوں علیحدہ ہو جائیں، عمر نے جب اس کے بارے میں لوگوں کو بتایا، تو سارے لوگ پریشان ہو گئے، اور عمر کی نانی نے دودھ پلانے کے متعلق انکار کر دیا، حالاں کہ اس کا علم عمر کو بچپن سے ہی ہے، تو اب عمر کیا کرے؟ ایک لڑکا بھی ہے، شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب کہ عمر کو اس بات کا یقین ہے کہ اس نے اپنی نانی کا

دودھ پیا ہے، تو اس کی منکوختہ خالہ زاد بہن اُس کی رضاعی بھانجی قرار پائی ہے، جس سے رشتہ زوجیت قائم رکھنا قطعاً حرام ہے؛ لہذا عمر پر بیوی سے فوراً متارکت لازم ہے، ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں؛ تاہم بچے کا نسب عمر ہی سے ثابت ہوگا۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة. (صحيح مسلم ۴۶۶۱)

وتحرم عليه بنات الابن وبنات الأخت بالنص، وهو قوله تعالى: ﴿وَبَنَاتُ
الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ (بدائع الصنائع ۲/۵۳۰ زکریا)

رجل مسلم تزوج بمحارم فجنن بأولاد ويثبت نسب الأولاد منه عند أبي
حنيفة. (الفتاوى الهندية ۱/۴۰۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرضعہ کا رضاعی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح کرنا؟

سوال (۲۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ: سرمدی اور انوری دو سگی بہنیں ہیں، بارہ سال قبل سرمدی کے لڑکے سے انوری کی لڑکی کی شادی
ہوگئی، جب کہ انوری سرمدی کے لڑکے کو چار یا پانچ ماہ کی عمر میں دودھ پلا چکی تھی، ایک بچہ ہو چکا،
جس کی عمر تین سال ہے، ان لوگوں کو یعنی عورتوں کو دودھ پلانے کا علم تھا، مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے
دونوں بہنوں نے شادی کے وقت ظاہر نہیں کیا، سرمدی کے شوہر نے جب مسئلہ رضاعت کو علماء
کرام سے سنا، تو اپنی سالی انوری سے تحقیق کی، تو اُس نے کہا کہ میں نے دودھ پلایا ہے، میں قسم
بھی کھا سکتی ہوں؛ لیکن میں رشتہ نہیں توڑوں گی، جب کہ لڑکا اور اس کی ماں سرمدی اور اس کا باپ
سبھی چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ نہ چلے تو:

(۱) لڑکا لڑکی کا رضاعی بھائی ہوگا۔

(۲) اگر بھائی ہے تو کیا دونوں کامیاں بیوی بن کر رہنا جائز ہے؟

(۳) انوری کا کہنا ہے کہ میں اپنی لڑکی کو جدا نہیں کروں گی، کہاں تک درست ہے؟

(۴) اگر دونوں جدا نہیں ہوتے تو سرمدی اور ان کے شوہر لیاقت اپنے لڑکے سے کیا برتاؤ

کریں؟

(۵) نیز تین سال کا بچہ دونوں کے بیچ ہے وہ ثابت النسب ہے یا نہیں؟

(۶) اور نسب کس سے ثابت ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) جب یہ بات ثابت ہے کہ انوری نے سردی کے لڑکے کو بچپن میں دودھ پلایا ہے، تو اس لڑکے سے انوری کی لڑکی کا نکاح حلال نہیں، کیوں کہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں؛ لہذا دونوں میں فوری طور پر جدائی لازم ہے۔

ولا حل بین رضیعی امرأة لکونہا أخوین، وإن اختلف الزمن والأب. (الدر

المختار مع الشامی ۱/۴ ۳۰ بیروت)

(۳) مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود انوری کا رضاعی بھائی بہن کے نکاح کو باقی رکھنے پر اصرار کرنا بڑی جسارت کی بات ہے، اسے اس بات سے توبہ کرنی چاہئے، اور دونوں پر فوری طور پر تفریق کر دینی چاہیے۔

والواجب علی النساء أن لا یرضعن کل صبی من غیر ضرورة، وإذا أرضعن فلیحفظن ذلک ویشہرنہ ویکتبنہ احتیاطاً. (الدر المختار مع الشامی ۴/۹۶ بیروت)

(۴-۵-۶) حرمت رضاعت کی بنا پر یہ نکاح فاسد ہوا ہے، دونوں میں جدائی لازم ہے، جس وقت سے جدائی ہوگی اس وقت سے عورت عدت گزارے گی اور جو بچہ نکاح فاسد کے دوران ہوا ہے، احتیاطاً اس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا۔

وتجب العدة بعد الوطء من وقت التفریق ویثبت النسب احتیاطاً بلا دعوة. (الدر المختار) أما الإرث فلا یثبت فیہ. (شامی ۲۰۵/۴ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بچوں کا دودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال (۲۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے اپنی بیوی کے پستان اپنے منہ میں ڈال کر اس سے جو دودھ نکلا وہ پی لیا، کیا اس کے اس فعل سے نکاح کے اندر کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مدت رضاعت گذر جانے کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی؛ لہذا صورتِ مسئلہ میں زید کا نکاح تو باطل نہیں ہوا؛ البتہ اس نے دودھ پی کر ایک امر حرام کا ارتکاب کیا ہے، وہ سخت گنہگار ہے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۳]

وقال تعالیٰ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف، جزء آیت: ۱۵]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ما كان بعد حولين فإنه يحرم وإن

كان مصة، وقال عمر: لا رضاع إلا في الحولين في الصغير. (السنن الكبرى / باب ما جاء في تحديد ذلك بالحولين ۱/ ۴۶۶ رقم: ۱۶۰۹۲، ۱۶۰۸۸)

ويثبت التحريم في المدة فقط (در مختار) وتحتته في الشامي: أما بعدها

فإنه لا يوجب التحريم. وفي الدر: ولم يبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء الدم

والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح. (الدر المختار على هامش الرد المحتار

۲۱۱/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۱۱/۱۴۱۰ھ



حُرْمَتِ مِصْاہِرَتِ كِے مَسْأَلِے

حُرْمَتِ مِصْاہِرَتِ كِے اسباب

سوال (۲۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مصاہرت کی بنیاد پر حرمت کی کیا شرائط اور تفصیلات ہیں، وضاحت فرمائیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حرمت مصاہرت (یعنی عورت سے رشتہ نکاح یا وطی یا دواعیٰ وطی کی بنیاد پر پیدا ہونے والی حرمت) کے اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) نکاح صحیح مطلقاً (مثلاً نکاح صحیح ہوتے ہی منکوحہ کی ماں اور نانی دادی کا حرام ہو جانا)

ونکاح البنات یحرم الأمہات. (الدر المختار ۸۴/۴ بیروت، ۱۰۴/۴ زکریا)

(۲) منکوحہ سے وطی، اگرچہ نکاح فاسد ہی کیوں نہ ہو (مثلاً بیوی سے وطی کرتے ہی اس

کی بیٹی یا پوتی وغیرہ کا حرام ہو جانا)

لما تقرران و طء الأمہات یحرم البنات. (الدر المختار مع الشامی ۸۴/۴ بیروت،

۱۰۴/۴ زکریا)

فالفساد لا یحرم إلا بمس بشهوة ونحوہ. (شامی ۸۴/۴ بیروت، ۱۰۴/۴ زکریا)

(۳) اپنی مملوکہ باندی سے جماع۔

سواء كان بنکاح أو ملک. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۷۴/۱ زکریا)

(۴) شبہ کی وطی (مثلاً اجنبی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کر لی)

وتثبت بالوطء حلالاً كان أو عن شبهة أو زنا. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۸۴/۱ زکریا)

(۵) زنا (یعنی بلا کسی شبہ کے اجنبی عورت سے جماع کرنا)

ولو من زنی. (الدر المختار مع الشامی ۱۰۱/۴ زکریا، ۸۱/۴ بیروت)

لأن الزنا وطء مكلف في فرج مشتهاة ولو ماضياً خالٍ عن الملك

وشبهته. (شامی ۸۶/۴ بیروت، ۱۰۷/۴ زکریا)

(۶) کسی مرد کا عورت سے بوس و کنار کرنا یا عورت کا مزد کا شہوت سے بوسہ لینا۔

تثبت بالمس والتقبيل. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۷۴/۱ زکریا)

(۷) بلا کسی حائل کے پستان یا پوشیدہ اعضاء کو چھونا۔

وعلى هذا ينبغي أن يكون مس الفرج كذلك بل أولى لأن تأثير المس

فوق تأثير النظر. (شامی ۸۷/۴ بیروت، ۱۰۹/۴ زکریا)

(۸) شہوت کے ساتھ بدن کے کسی حصہ کو چھونا۔

وأصل ممسوسته بشهوة الخ. (الدر المختار ۸۶/۴ بیروت، ۱۰۸/۴ زکریا)

(۹) شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کے پوشیدہ اعضاء کو دیکھ لینا۔

لأن المس والنظر سببٌ داعٍ إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الاحتياط.

(شامی ۸۶/۴ بیروت، ۱۰۷/۴ زکریا)

وحرَم أيضاً بالصهرية أصل مزنية: قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة

الحرمات الأربع حرمة المرأة على أصل الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها

وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً، كما في الوطء الحلال. (شامی ۱۰۷/۴ زکریا)

نوٹ :- اگر مرد و عورت کے پوشیدہ اعضاء فوٹو یا آئینہ کے عکس میں دیکھے گئے تو اس سے

حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

ولو نظر في امرأة ورأى فيها فرج امرأة فنظر عن شهوة لا تحرم عليه أمها

وابنتها؛ لأنه لم ير فرجها وإنما رأى عكس فرجها. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۷۴/۱ زکریا)

شامی ۱۱۰۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۲۰۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیٹی کو چھونے سے نواسی میں بھی حرمت ہو جائے گی؟

سوال (۲۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے اپنی بیٹی صالحہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، جس کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت کا فتویٰ علماء نے دیا تھا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ صالحہ اپنی اولاد کا نکاح اپنی سگی بہن کی اولاد سے کر سکتی ہے یا نہیں؟ نیز صالحہ اپنی سگی بہن کے داماد سے پردہ کرے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسئلہ صورت میں حرمتِ مصاہرت کی وجہ سے زید کی

بیوی تو اس پر حرام قرار پائے گی؛ لیکن اس حرمت کا اثر زید کی بیٹی صالحہ کی اولاد اور اس کی بہن کی اولاد کے درمیان رشتہ داری پر نہیں پڑے گا؛ لہذا صالحہ اپنی اولاد کا نکاح اپنی بہن کی اولاد کے ساتھ کر سکتی ہے۔ اور صالحہ کی بہن کا داماد اگر کوئی غیر محرم ہے، تو صالحہ کے لئے اس سے پردہ کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: بدائع الصنائع ۲/۲۹۳)

لو زنا بامرأة حرمت علیہ أصولها وفروعها، وحرمت المزنیة علی أصوله

وفروعه، ولا تحرم أصولها وفروعها علی ابن الواطی وأبیہ. (مجمع الأنهر ۱/۴۸۱)

مکتبہ فقیہ الامت)

ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بہا وفروعہا. (البحر الرائق /

فصل فی المحرمات ۱۷۹/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۲۰۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی پوتی کو شہوت کے ساتھ چھونے سے حرمتِ مصاہرت

سوال (۲۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی آدمی اپنی بیٹی یا پوتی یا نواسی جن کی عمریں گیارہ، بارہ سال کی ہوں، اور ان کو ماہواری بھی نہیں ہوئی ہو، تو ان سے اپنی نفسانی خواہش کے لئے اپنے عضو کو ان کے بدن سے جو چھوا ہوا تھا رگڑ کر پوری کر لی، اب وہ توبہ کر رہا ہے کہ اب کبھی ایسا نہیں کروں گا، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اس آدمی کا اپنی بیوی سے کوئی واسطہ رہا یا نہیں؟ اس معاملہ میں اُسے کیا کرنا چاہئے؟ تاکہ وہ اپنی بیوی سے واسطہ رکھ سکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اس شخص نے لڑکی، پوتی یا نواسی سے باقاعدہ جماع نہیں کیا؛ بلکہ شرم گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ عضو کو رگڑ کر اسی حالت میں شہوت پوری کر لی، یعنی انزال ہو گیا، تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی اور اُس شخص کی بیوی اُس پر حرام نہیں ہوئی۔

لیکن اگر بیٹی یا پوتی سے باقاعدہ جماع کیا ہے، یا انہیں چھوتے وقت انزال نہیں ہوا، تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی، اب اُس شخص کا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا حلال نہ ہوگا۔

سوال سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُس شخص نے بیٹی وغیرہ سے باقاعدہ جماع نہیں کیا ہے اور چھونے کی حالت میں انزال ہو گیا ہے، اگر ایسا ہی واقعہ ہو تو اُس کی بیوی اُس پر حرام نہیں ہوئی، باقی یہ عمل نہایت گھناؤنا اور شریعت اور انسانیت سے گرا ہوا ہے، اُسے سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے۔

فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة، به يفتى (الدر المختار) لأنه بالإنزال

تبين أنه غير مفضٍ إلى الوطء. الدر المختار مع الشامى ۳۳/۳ كراچى، ۱۰۹/۴ زكريا

و حرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته وأصل ممسوسة بشهوة. (الدر المختار

۳۲/۳ كراچى، ۱۰۷/۴ زكريا)

والزنا والدمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة (کنز) قال ابن نجيم: وأطلق المصنف ولم يقيد المس والنظر بشهوة بغير الإنزال للاختلاف فيما إذا أنزل فقليل يوجب الحرمة، وفي الهداية: والصحيح أنه لا يوجبها؛ لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطء، وفي غاية البيان وعليه الفتوى. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ زكريا)

وشرطه أن لا ينزل حتى لو أنزل عند المس أو النظر لم تثبت حرمة المصاهرة، كذا في التبيين. قال الصدر الشهيد: وعليه الفتوى، كذا في الشنمى شرح النقاية. ولو مسّ فأنزل لم تثبت به حرمة المصاهرة في الصحيح؛ لأنه تبين بالإنزال أنه غير داع إلى الوطء، كذا في الكافي. (الفتاوى الهندية / القسم الثاني المحرمات بالصهرية ۲۷۵/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۲۹ھ

بیوی سے صحبت کرتے ہوئے ۷ سالہ بچی کو ہاتھ لگنے

سے حرمت کا ثبوت؟

سوال (۲۲۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید پلنگ پر لیٹا ہوا ہے، اُس کے پیروں کی جانب تقریباً ۷ سالہ اُسی کی معصوم بچی سوئی ہوئی ہے، بیوی بھی آئی اور دودھ پینے والی بچی گود میں تھی، بیوی زید کے برابر میں لیٹ گئی، اور بچی کو ایک طرف کر دیا، یعنی بیوی درمیان میں لیٹ گئی، گفتگو کے دوران جوانی کی خواہش ہوئی، بچوں کی احتیاط کی غرض سے لیٹے لیٹے کروٹ سے صحبت شروع کی؛ لیکن قرب و اتحاد کی وجہ سے اور بغیر نیت کے دودھ پینے والی اور سوئی ہوئی بچی سے معمولی ہاتھ پاؤں ٹکرائے؛ لیکن اس میں شہوت کی آمیزش قطعاً قطعاً نہیں ہوئی، تو کیا زید اس صورت میں شرعاً گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: حرمتِ مصاہرت کے ثابت ہونے کی شرطوں میں سے دو شرطیں یہ بھی ہیں: (۱) لڑکی مشتہاۃ ہو (۲) اور جس کو ہاتھ لگایا جا رہا ہے، شہوت بھی بالقصد اسی پر ہو، اور صورتِ مسئلہ میں سات سال کی بچی نہ تو مشتہاۃ ہے اور نہ ہی اُس کے لئے شہوت پیدا ہوئی ہے؛ لہذا صحبت کے وقت اس کو ہاتھ لگانے سے زید پر اُس کی بیوی حرام نہیں ہوئی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۷/۳۷۷، امداد الفتاویٰ ۲/۳۱۳)

ولا كذلك الصغيرة وقال الفقيه أبو الليث: ما دون تسع سنين لا تكون مشتہاۃ وعليہ الفتوى. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۶۳ زکریا)
ويشترط أن تكون المرأة مشتہاۃ، كذا في التبيين، والفتوى على أن بنت تسع محل الشهوة لا ما دونها، كذا في معراج الدرزية. (الفتاوى الهندية / القسم الثاني المحرمات بالصهرية ۲۷۴۱ زکریا)

وبنت سنہا دون تسع ليست بمشتہاۃ به يفتى. (الدر المختار ۱۱۴۱۴ زکریا)
قلت ويشترط وقوع الشهوة عليها لا على غيرها لما في الفيض لو نظر إلى فرج بنته بلا شهوة فتمنى جارية مثلها فوقت له الشهوة على البنت تثبت الحرمة، وإن وقعت على تمنها فلا. (شامي ۱۰۸۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۵/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو کپڑوں کے ساتھ مس کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی

سوال (۲۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ہندہ کی پیٹھ کو اپنی پنڈلی سے شہوت کے ساتھ مس کیا، زید کی پنڈلی سوتی کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی، نیز ہندہ کی پیٹھ بھی کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی، یعنی زید کی پنڈلی اور ہندہ کی پیٹھ

کے درمیان دو کپڑے حائل تھے، کیا صورتِ مسئلہ میں دونوں کے درمیان حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی، زید ہندہ کی لڑکی سے نکاح کا بہت خواہش مند ہے، کیا زید کے لئے ہندہ کی لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً درست ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بظاہر یہ دو کپڑے احساسِ حرارت سے مانع ہیں، اس

لئے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی، زید ہندہ کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔

ثم المس إنما یوجب حرمة المصاهرة إذا لم یکن بینہما ثوب، أما إذا کان بینہما ثوب، فإن کان صفیقا لا یجد الماس حرارة الممسوس لا تثبت حرمة المصاهرة، وإن انتشرت آلتہ بذلك، وإن کان رفیقا بحيث تصل حرارة الممسوس إلى یدہ تثبت کذا فی الذخیرة. (الفتاویٰ الہندیة / القسم الثانی المحرمات بالصہریة ۲۷۴/۱ زکریا)

وانصرف اللمس إلى أي موضع من البدن بغير حائل، وأما إذا کان بحائل، فإن وصلت حرارة البدن إلى یدہ تثبت الحرمة وإلا فلا، کذا فی اکثر الكتب. فما فی الذخیرة من أن الشیخ الإمام ظہیر الدین یفتی بالحرمة فی القبلة علی الفم والذقن والنخد والرأس، وإن کان علی المقنعة محمول علی ما إذا كانت المقنعة رقیقة تصل الحرارة معها كما قدمناہ. (البحر الرائق / فصل فی المحرمات ۱۷۷/۳ زکریا)

وأصل ممسوسہ بشهوة ولو لشعر علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارة أي ولو بحائل الخ، فلو کان مانعا لا تثبت الحرمة، کذا فی اکثر الكتب. (الدر المختار مع الشامی / فصل فی المحرمات ۱۰۸/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۳/۲۱ھ

سسر کے بہو سے زنا کرنے پر بچہ کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

سوال (۲۲۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے اپنے لڑکے عمر کی بیوی کے ساتھ زنا کیا، اب عمر کے لئے اس کی بیوی حرام ہوگئی یا نہیں؟ اور عمر کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اگر نکاح ٹوٹ گیا تو عمر کو بیوی کو دین مہر دینا پڑے گا یا نہیں؟ نیز زید عمر کی بیوی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر زید سے عمر کی بیوی کو حمل ٹھہر جائے تو اس حالت میں کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں اگر شوہر کو اس کا یقین ہو کہ اس کے

باپ نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے، اور وہ اس کی تصدیق بھی کرے، تو اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہو جائے گی، اور اس کا مہر دینا شوہر پر لازم ہوگا، وہ عورت نہ تو شوہر کے نکاح میں واپس آسکتی ہے اور نہ ہی اس کے باپ کے نکاح میں رہ سکتی ہے، حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ شوہر کی طرف ہی منسوب ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الولد

للفراش وللعاھر الحجر. (سنن النسائي، كتاب الطلاق / باب إلحاق الولد بالفراش ۱۱۰/۲ رقم:

۳۴۷۹ دار الفكر بيروت)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال: الولد للفراش وللعاھر الأثلب، قيل: وما الأثلب؟ قال: الحجر. (المصنف لابن

أبي شيبة ۵۲/۴ رقم: ۱۷۶۸۱ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الهندية: رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الأب امرأة ابنه بشهوة،

وهي مكرهة وأنكر الزوج أن يكون بشهوة، فالقول قول الزوج، وإن صدقه

الزوج وقعت الفرقة، ويجب المهر على الزوج. (الفتاوى الهندية / باب المحرمات

بالصهرية ۲۷۶/۱ زکریہ، وکذا فی الشامیة ۳۳/۳

وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها ويقع في أكبر رايه صدقها، وعلی
هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم علی أبيه و ابنه إلا أن يصدقها أو يغلب علی
ظنه صدقها. (لبحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في لمحرمت ۱۷۷/۳ زکریہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۱۰/۱۱/۲۰ھ

لڑکے کی ساس سے زنا کرنے سے پیٹے کی بیوی کا حکم؟

سوال (۲۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: خالد کا نکاح زینب کے ہمراہ ہو چکا ہے اور رخصتی بھی ہو چکی ہے۔ بکر کا نکاح فاطمہ کے ساتھ
ہوا ہے؛ لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، اور عمر کا خالدہ کے ساتھ صرف رشتہ طے ہوا ہے، ابھی نکاح
نہیں ہوا ہے، تو مذکورہ بالا تینوں شکلوں میں خالد کے باپ نے زینب کی ماں سے، بکر کے باپ نے
فاطمہ کی ماں اور عمر کے باپ نے خالدہ کی ماں سے زنا کر لیا؛ لہذا مذکورہ صورت میں نکاحوں کے
بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ تینوں صورتوں میں بالترتیب خالد بکر اور عمر کا
نکاح اپنی بیویوں کے ساتھ شرعاً درست ہے، باپ اگر اپنے لڑکے کی بیوی کی ماں سے جماع
کر لے تو اس سے لڑکے پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی۔

و أما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (کذا فی الدر المختار ۳۱/۳)

لو زنا بامرأة حرمت عليه أصولها وفروعها، وحرمت المزنية علی أصوله
وفروعها، ولا تحرم أصولها وفروعها علی ابن الواطي وأبيه. (مجمع الأنهر ۴۸۱/۱)
مکتبہ فقہ الامت)

ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزنبي بها وفروعهها. (البحر الرائق)

فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱۰/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کو باپ نے شہوت کے ساتھ بوسہ دیا ہو، اس سے نکاح؟

سوال (۲۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عرض ہے کہ ایک عورت جس کا نام الطفر ہے، عمر ۳۱ سال ہے، اس کے اپنے شوہر سے دو

بچے ہیں، ایک لڑکا جس کی عمر ۱۲ سال ہے، اور ایک لڑکی جس کی عمر ۸ سال ہے، الطفر کا شوہر

شراب پی کر کبھی کبھی مار پیٹ کرتا تھا، ہو سکتا ہے اس کی کچھ غلطی ہو الطفر نے شادی اس شوہر سے

عشق میں کی تھی، نکاح سے پہلے اس شوہر کا الطفر کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا، دس سال تک وہ شوہر

الطفر کے ساتھ رہتا رہا، پھر اس کے بعد وہ شوہر سعودی عرب چلا گیا ٹیچری کے لئے، اور یہ عورت

ٹیوشن پڑھانے میرے گھر آئی تھی، اس بیچ میرے بیٹے محمد زید چھوٹے تھے چند سال گزرنے کے

بعد وہ کبھی کبھی بطور مہمان کے ہمارے گھر آتی تھی، الطفر کا روزگار ٹیچری اور ٹیوشن پڑھانے پر

موقوف تھا، ٹیوشن پڑھانے کے زمانے میں زید کے والد نے اسے ریلوے اسٹیشن بلا لیا اور وہاں

آئی اسے پتہ نہیں تھا، کیوں اسے بلایا ہے، زید کے والد نے اسے عام ہوٹل میں لے جا کر سمجھایا کہ

آپ اپنے شوہر کے ساتھ مل جل کر رہو، یہ عورت کبھی کبھی فون کیا کرتی تھی، میرے بیٹے زید جب

۲۳ سال کے ہوئے تب یہ ہماری گھر آئی اور کمپیوٹر سیکھنے کی درخواست کی، اس وقت الطفر کی عمر

۳۱ سال کی تھی، زید کے والد نے الطفر کو زید سے کمپیوٹر سیکھنے کی اجازت دیدی، الطفر نے ایک

مہینہ سے زیادہ کمپیوٹر سیکھا، اس کے بعد الطفر نے زید کو ای میل بھیجا، اس میں لکھا تھا کہ آپ ایک

بے مثال شوہر بن سکتے ہو، مجھے آپ سے محبت ہے؛ لیکن آپ مجھے غلط نہ سمجھئے اس ای میل کا علم زید

کے والدین کو نہیں تھا، ای میل کے بعد زید اور الطفر برابر ملتے رہے اور فون پر بات کا سلسلہ برابر

باری رہا، الطفر کے شوہر سے دو بچے تھے، زید ان سے محبت کا نائٹک رچاتا رہا اور الطفر اپنے شوہر کے نکاح میں تھی، پھر الطفر نے اپنے شوہر سے خلع کی درخواست کی، اس درخواست کی بنا پر شوہر نے دو طلاقیں دیدی، پھر وہ سعودی عرب سے ممبئی آیا، اس عورت سے دوبارہ نکاح کر لیا، پھر اس عورت نے اپنے شوہر سے خلع کی درخواست کی، زید کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا اور الطفر کے گھر پر رات گزارنا جب کہ الطفر اپنے گھر اکیلی تھی، اور اس کے دو بچے تھے، زید اپنے والد کے گھر رات کو کم رہنے لگا، زید کے قول کے مطابق فیکس کے ذریعہ الطفر کے اپنے شوہر سے خلع مانگنے کے بعد شوہر نے فیکس کے ذریعہ اس کو طلاق دیدی، جب کہ زید نے اس عورت سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے شوہر سے طلاق لے لے میں تجھ سے نکاح کر لوں گا، قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ طلاق صحیح ہے یا نہیں، زید کے والدین اس عمل سے شروع ہی سے ناراض رہے اور روکتے رہے بالآخر زید نے سمجھانے پر اپنے والدین کے ساتھ مار پیٹ کا معاملہ کیا۔

نوٹ :- قابل ذکر بات ہے کہ محمد زید کے نکاح کرنے سے پہلے زید کے والد نے الطفر کو شہوت کے ساتھ پکڑا اور بوسہ بھی لیا، مگر اللہ نے زنا سے بچا لیا، اس وقت زید کا معاملہ الطفر سے موبائل پر تھا، قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں؟ بدل جواب سے نوازیں۔

(۱) زید کے والد کو مسامہ مذکورہ کو شہوت کے ساتھ پکڑنے اور بوسہ لینے کے بارے میں اقرار ہے، اور مسامہ مذکورہ کو شہوت کے ساتھ پکڑنے کے بارے میں اقرار ہے اور بوسہ لینے کے بارے میں نہ اقرار ہے نہ انکار ہے۔

(۲) زید کے والد اللہ کو حاضر رکھتے ہوئے اپنی دین داری سے یہ کہتے ہیں کہ ہاں مذکورہ باریک پتلے کپڑے پہنے ہوئے تھی، یا ستر کا کپڑا پہنے ہوئے تھی، مذکورہ کے گھر کا پتہ معلوم نہیں ہے، اس لئے اس کے دستخط ممکن نہیں۔ بجز وہ بھی اس بات کا اقرار زید کو کر چکی ہے، براہ کرم جواب سے نوازیں، عنایت ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ بات صحیح ہے کہ زید کے والد نے مذکورہ عورت

الطفر کو شہوت کے ساتھ پکڑا اور بوسہ لیا ہے، تو یہ عورت زید کے لئے کبھی بھی حلال نہیں ہو سکتی، اور زید کے ساتھ اس کا نکاح قطعاً درست نہ ہوگا، اور رہ گئی یہ بات کہ الطفر کی طلاق پہلے شوہر سے ہوئی ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں شرعی ثبوت یا شوہر کا اقرار لازم ہے، محض زید کے قول سے کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

عن عمر بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في خطبته: البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه. (سنن الترمذي ۲۴۹/۱)
و كما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل بالشهوة.
(الفتاوى الهندية ۲۷۴/۱ زكريا)

و حرم أيضا بالصهرية أصل ممسوسته بشهوة وأصل ماسته
وفروعهن مطلقاً. (الدر المختار ۱۰۷/۴ زكريا)

فإن طلاقه صحيح لإقراره بالطلاق؛ لأن الإقرار خبر. (مجمع الأنهر ۳۸۴/۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا اس کی لڑکی سے نکاح؟

سوال (۲۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) زید نے ایک مرتبہ کچھ دوری سے ہندہ کو غسل کرتے ہوئے دیکھ لیا، اس حال میں کہ ہندہ کے جسم پر کپڑے نہیں تھے۔ ایک مرتبہ زید اسی ہندہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہندہ کے پیر زید کے پیر سے چھورے تھے، جس کی وجہ سے زید کے جسم میں مستی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ اور ایک مرتبہ زید نے ہندہ کے سینہ پر ہاتھ پھیر دیا جب کہ ہندہ سوئی ہوئی تھی، ان سب واقعات کو ہوئے کئی سال گذر گئے، اب ہندہ زید کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ ان سب

واقعات کے بعد زید کی شادی ہندہ کی لڑکی کے ساتھ درست ہوگی یا از روئے شرع ممانعت ہے؟
(۲) زید نے ہندہ کے پستان پر ہاتھ لگایا، تو کیا ہندہ کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) مسئلہ صورت میں چوں کہ زید نے متعدد مرتبہ

ہندہ سے شہوت انگیز حرکتیں کی ہیں، اور اس کے بعض اعضاء ہندہ سے شہوت کے ساتھ مس ہوئے ہیں؛ لہذا ان دونوں میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی، اب ہندہ کی لڑکی سے زید کا نکاح حلال نہیں ہے۔

حرم أيضاً بالصهرية أصل من نيته الخ. (الدر المختار) قال في البحر: أراد

بحرمة المصاهرة الحرمت الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه

نسباً ورضاعاً، وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً، كما في

الوطء الحلال. ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها الخ.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / فصل في المحرمات ۳۲/۳ کراچی، کذا في البحر لرائق / فصل في

لمحرمات ۱۷۹/۳ کراچی، وکذا في الفتاوى لتاتارخانية، كتاب النكاح / أسباب لتحريم ۶۲۶/۲ کراچی)

من مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها وبناتها، وقال الشافعي: لا تحرم،

وعلى هذا الخلاف [مسه امرأة بشهوة ونظره إلى فرجها]. (الفتاوى التاتارخانية ۵۷/۴

رقم ۵۵۱۸ زکریا)

وحرم أيضاً بالصهرية..... أصل ممسوسة بشهوة ولو بشعر على الرأس

..... وفروعهن مطلقاً. (الدر المختار ۱۰۷/۴-۱۰۸)

(۲) اگر زید نے ہندہ کے پستان پر کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگایا، اور کپڑا اتنا دبیز تھا کہ

بدن کی حرارت کا اندازہ جا نہیں کونہ ہوسکا، تو اس طرح اوپر سے ہاتھ لگانے کی وجہ سے حرمت

مصاہرت ثابت نہیں ہوتی؛ لیکن اگر پستان پر اس طرح ہاتھ لگایا کہ کپڑا حائل نہ تھا یا کپڑا اتنا تھا؛

لیکن وہ اتنا باریک تھا کہ حرارت کے اندازہ سے مانع نہیں ہوا، تو اس صورت میں حرمت مصاہرت

ثابت ہو جائے گی، اور زید کے لئے ہندہ کی بیٹی سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہوگا۔

ثم المس إنما یوجب حرمة المصاهرة إذا لم یکن بینہما ثوب، أما إذا کان بینہما ثوب صفیقا لا یجد الماس حرارة الممسوس لا تثبت حرمة المصاهرة، وإن انتشرت التہ بذلک وإن کان رقیقا بحيث تصل حرارة الممسوس إلی یدہ تثبت، کذا فی الذخیرة. (الفتاویٰ الہندیة ۲۷۵/۱ زکریا، کذا فی البحر الرائق ۱۷۷/۳ زکریا، الدر المختار مع الشامی ۱۰۸/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ساس سے چھیڑ خانی میں انزال ہو گیا؟

سوال (۲۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید جس کی شادی کم عمری میں ہوئی تھی، ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی کہ زید ایک بار اپنی سسرال گیا تھا، اور رات میں سویا تھا کہ اچانک زید کی ساس آئی اور زید کے ساتھ چھیڑ خانی کی، جس سے زید کو بھی کچھ شہوت ہوئی، زید اپنی ساس سے چپٹ گیا جس سے زید کو انزال ہو گیا؛ لیکن زید نے اپنی شرم گاہ کو اپنی ساس کی شرم گاہ میں داخل نہیں کیا تھا، اور زید کی ساس نے اپنے کپڑے بھی جسم سے علیحدہ نہیں کئے تھے، زید اُس وقت بالکل نادان تھا، مسائل سے بھی بالکل واقف نہیں تھا، اب جب کہ زید کی شادی کو تقریباً ۱۶ سال ہو گئے ہیں اور زید کے ۶ بچے بھی ہیں اور حرمتِ مصاہرت سے متعلق مسائل معلوم ہوئے، تو زید بہت پریشان ہے، توبہ، استغفار کرتا رہتا ہے، اور ابھی یہ بات بالکل پوشیدہ ہے، اس راز کے ظاہر ہونے پر زبردست خون خرابے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی زید کے لئے حرام تو نہیں ہوئی؟ حکم شرعی بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورتِ مسئلہ میں چوں کہ جماع سے قبل زید کو انزال ہو گیا، اس وجہ سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی، اور زید کی بیوی زید کے لئے حلال ہے؛ تاہم دونوں پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲۳۸/۵)

وحریم أصل ماسته وفروعهن، هذا إذا لم ينزل، فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة. (الدر المختار) قال الشامي: لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطء. (الدر المختار مع الشامي ۱۰۸/۴-۱۰۹ زکریا)

والزنا واللمس والنظر بشهوة حرمة المصاهرة (کنز) قال ابن نجيم: وأطلق المصنف ولم يقيد المس والنظر بشهوة بغير الإنزال للاختلاف فيما إذا أنزل فقليل يوج الحرمة، وفي الهداية: والصحيح أنه لا يوجبها؛ لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطء، وفي غاية البيان وعليه الفتوى. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ زکریا)

وشرطه أن لا ينزل حتى لو أنزل عند المس أو النظر لم تثبت حرمة المصاهرة، كذا في التبيين. قال الصدر الشهيد: وعليه الفتوى، كذا في الشنمى شرح النقاية. ولو مس فأنزل ثم تثبت به حرمة المصاهرة في الصحيح؛ لأنه تبين بالإنزال أنه غير داع إلى الوطء، كذا في الكافي. (الفتاوى الهندية / القسم الثاني المحرمات بالصهرية ۲۷۵/۱ زکریا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲۲۵/۸/۵
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

سأس کے ساتھ جماع کرنے سے بیوی ہمیشہ کیلئے حرام ہوگئی

سوال (۲۳۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا، تو ان کی بیوی پر طلاق پڑی یا نکاح ٹوٹ گیا،

یا حرام ہوگی؟ وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر سکے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ساس کے ساتھ جماع کرنے سے بیوی ہمیشہ کے لئے

حرام ہوگی، اب اس آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا قطعاً حرام ہوگا فوراً متازکت لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۳]

أي وحرمت عليكم أمهات نساءكم. (بدائع الصنائع ۵۳۲/۲ زکریا)

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أنه قال: إذا نکح الرجل امرأته..... ليس له أن يتزوج الأم. وفي رواية: عن

عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

أيما رجل تزوج امرأة..... فلا يحل له أن يتزوج أمها. (السنن الكبرى للبيهقي / باب قوله

تعالى: وأمّهات نساءكم ۱۶۰/۷، كذا في البدائع الصنائع ۵۳۲/۲ زکریا)

عن عمران بن الحصين في الرجل يقع على أم امرأته، قال: تحرم عليه

امرأته. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۹/۳ رقم: ۱۶۲۲۶ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي هانئ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:

من نظر إلى فرج امرأة لم تحل له أمها ولا ابنتها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۹/۳ رقم:

۱۶۲۲۹ بيروت)

عن شعبة قال: سألت الخكم وحماداً عن رجل زنى بأم امرأته، قالوا: أحب

أن يفارقها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۹/۳ رقم: ۱۶۲۳۳ دار الكتب العلمية بيروت)

أسباب التحريم أنواع قرابة ومصاهرة (الدر المختار) كفروع نسائه

المدخول بهن، وإن نزلن، وأمّهات الزوجات وجداتهن بعقد صحيح، وإن

علون، وإن لم يدخل بالزوجات. (الدر المختار مع الشامي / فصل في المحرمات ۹۹/۴ زکریا)

لما تقرر أن وطئ الأجنبيات يحرم البنات. (الدر المختار ۳۱/۳ کراچی)

لا يحل أن يتزوج بأم امرأته. (الهداية / فصل في المحرمات ۳۰۷۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سگی یا سوتیلی ساس یا سالی سے زنا کرنے پر بیوی کا حکم؟

سوال (۲۳۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کسی شخص نے اپنی ساس یا سالی کے ساتھ صحبت کی، تو کیا اُس کی بیوی اُس کے نکاح سے خارج ہوگی؟ اور اگر یہ رشتہ حقیقی نہ ہو یعنی جس کے ساتھ صحبت کی وہ بیوی کی سوتیلی ماں تھی یا سوتیلی ہی تھی، تو کیا ایسی حالت میں بھی بیوی نکاح سے خارج ہوگی؟ اگر ایسا ہے تو ایسی صورت حال میں ایسے شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے شریعت کے اعتبار سے کیا کرنا چاہئے؟ اسلام میں اس بارے میں کیا احکام وارد ہوئے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی کی سگی ماں سے صحبت کرنے کی وجہ سے بیوی

ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے، اگر ایسا واقعہ پیش آ گیا ہو تو بیوی کو فوری طور پر الگ کرنا لازم ہے، اور ایسے شخص کے لئے بیوی اور اس کی ماں دونوں ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، ان سے زندگی میں کبھی بھی ازدواجی تعلق قائم نہیں ہو سکتا؛ البتہ اگر بیوی کی سوتیلی ماں ہو تو اُس سے جماع کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی، اسی طرح اگر بیوی کی بہن یعنی سالی سے زنا کیا ہے تو اس کی وجہ سے بھی بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوگی؛ تاہم زنا کاری بدترین قابل لعنت گناہ ہے، اس پر سچے دل سے توبہ واستغفار لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَاءِكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۳]

و حرم أيضاً بالصهرية أصل من نيتته، وتحتة في الشامية: أراد بحرمه

المصاهرة حرمت الأربع حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعها نسباً ورضاعاً

وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً. (شامی ۱۰۷/۷ زکریا)
 وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر إلا بعد
 المتاركة وانقضاء العدة. (شامی ۱۴/۴ زکریا)

وطى أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته، وتحتة في الشامية، قال في
 البحر: لو وطى أخت امرأته بشبهة تحرم امرأته ما لم تنقض عدة ذات الشبهة.
 (شامی ۱۰۹/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۳۲ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سویتی ماں سے زنا

سوال (۲۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زاہد نے اپنی سویتی ماں سے قصداً جماع کر لیا، یہاں تک کہ حمل بھی قرار پا گیا، تو اب زاہد
 کے والد کے لئے زاہد کی سویتی ماں کا کیا حکم ہے، وہ خارج نکاح ہوئی یا نہیں؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زاہد نے اپنی سویتی ماں کے ساتھ زنا کر کے جرم عظیم
 کا ارتکاب کیا، خواہ حمل ٹھہرا ہو یا نہ ٹھہرا ہو، اُس پر صدق دل سے توبہ کرنا لازم ہے، اور اس عمل بد
 سے سویتی ماں اپنے شوہر یعنی زاہد کے باپ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، ان دونوں کے درمیان
 تفریق واجب ہے۔ (کفایت المفتی ۱۸۶/۵)

وتحرم موطوءات آباءه وأجداده وإن علوا ولو بزنی، والمعقودات لهم
 علیهن بعقد صحیح. (شامی ۹۹/۴ زکریا)

فمن زنی بامرأة حرمت علیہ أمها وإن علت، وابتها وإن سفلت، وكذا
 تحرم المزني بها على آباء الزاني وأجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا. (الفتاویٰ
 الہندیة / المحرمات بالصہریة ۲۷۴/۱ زکریا)

وأراد بحرمة المصاهرة الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه

نسباً ورضاعاً. (البحر الرائق / فصل في المحرمات ۱۷۹/۳ زكريا)

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا

بعد المتاركة وانقضاء العدة. (الدر المختار / فصل في المحرمات ۱۷۱۳ كراچی، البحر الرائق

۴۰۰۱۳ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا ہو اس کی بہن سے نکاح؟

سوال (۲۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص نے کسی لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کیا اور وطی و دخول کے سوا بوس و کنار کیا،

صرف دخول نہیں کیا، پھر اسی لڑکی کی چھوٹی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ شخص نے اجنبی عورت سے چھیڑ چھاڑ کر کے سخت

گناہ کا ارتکاب کیا ہے، جس پر سچے دل سے توبہ لازم ہے؛ تاہم اس عمل کے باوجود مذکورہ لڑکی کی

بہن سے اس کا نکاح شرعاً درست ہے۔

عن الزهري قال: إذا زنى الرجل بأخت امرأته فإنها لا تحرم عليه، لا

يحرم حرام حلالاً. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۸۰/۳ رقم: ۱۶۳۴۵ دار الكتب العلمية بيروت)

وطي أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته. (الدر المختار مع الشامى ۱۰۹/۴ زكريا)

فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۷/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہنوئی کے ساتھ خلوت کرنے سے بہن کے نکاح کا حکم؟

سوال (۲۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو بہنوں کی شادی ہو چکی ہے، اور دونوں کے شوہر بھی موجود ہیں، اب چھوٹی بہن اپنی بڑی بہن کے شوہر کے ساتھ کہیں چلی گئی، پھر دونوں پندرہ یا بیس روز کے بعد آئے، شرعاً ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اب چھوٹی بہن اپنے شوہر کے پاس رہ سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں چھوٹی بہن کا بہنوئی کے ساتھ رہنا

یقیناً حرام اور قابل لعنت عمل ہوا، جس پر سچے دل سے توبہ و استغفار ضروری ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے اس کا نکاح اپنے شوہر سے ختم نہیں ہوا؛ لہذا اگر شوہر چاہے تو اسے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: المرأة

عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذی ۲۲۲/۱ رقم: ۱۱۷۳، مسند بزار -

البحر الذخار رقم: ۲۰۶۱، صحیح ابن خزيمة / باب اختیار صلاة المرأة فی بیتها رقم: ۱۶۸۵، صحیح

ابن حبان / ذکر الأخبار عما یجب علی المرأة رقم: ۵۵۹۸)

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا

یخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثها الشيطان. (سنن الترمذی ۲۲۱/۱)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: جاوز حرمین إلی حرمة ولم تحرم

علیہ امرأته. (المصنف لابن أبی شیبہ ۴۸۰/۳ رقم: ۱۶۳۴۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

الخلوة بالأجنبية حرام، وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا

تخلو بوجہ شاباً أو شیخاً. (الدر المختار مع الشامی ۵۲۹/۹ زکریا)

اتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية

مغیرة أو كبیرة. (روح المعانی ۲۳۶/۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھانجے کو بوسہ دینے والی ممانی کی لڑکی سے بھانجہ کا نکاح؟

سوال (۲۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ زید اپنے بچپن سے اپنے ماموں ممانی کی پرورش میں تھا، اور جیسا کہ ہوتا ہے کہ ماں اپنی اولاد کو محبت کی بنیاد پر بوسہ دیتی ہیں، زید نے چوں کہ بچپن کی مہدی زندگی ممانی کی گود میں گزاری، تو زید کے ساتھ اس کی ممانی بھی ماں کی طرح زید کو بوسہ وغیرہ محبت میں دیتی تھیں؛ لیکن جب زید بالغ ہو گیا تب بھی ممانی اس کو بچپن ہی کی طرح بوسہ دیتی تھیں، اور اب زید نے اپنے ماموں کے احسانات کی بنیاد پر ماموں کی لڑکی سے شادی کر لی ہے، شادی کے بعد جب اُن کو ایک عالم سے سابقہ پڑا، تو عالم نے بتایا کہ تمہارا نکاح ممانی کی لڑکی سے صحیح نہیں ہوا ہے، جب کہ زید کو اپنی ممانی کی لڑکی سے ایک لڑکا بھی پیدا ہو گیا ہے، تو کیا ایسی صورت میں زید کو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہئے یا دونوں میاں بیوی کے ایک ساتھ رہنے کی کوئی گنجائش ہے۔ واضح رہے کہ زید نے ممانی کا دودھ بھی نہیں پیا ہے، صرف پرورش میں رہا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ بات تحقیق اور یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ بوسہ

لیتے وقت کبھی بھی ممانی میں یا خود زید میں شہوت نہیں پائی گئی؛ بلکہ محض شفقت میں یہ عمل ہوتا رہا، جیسا کہ سگی ماں اپنی اولاد کو پیار کرتی ہے اور جانین سے کوئی شہوت نہیں ہوتی، تو اس صورت میں کوئی حرمت ثابت نہ ہوگی، اور اگر یہ عمل کبھی بھی شہوت کے ساتھ ہوا ہو، تو اس ممانی کی بیٹی سے زید کا نکاح حلال نہیں ہو سکتا۔

وإذا قبلها، ثم قال لم یکن عن شہوة یفتی بالحرمة ما لم یتبین أنه بلا

وتكفي الشهوة من أحدهما. (الدر المختار مع الشامي ۱۱۳/۴ زکریا)

والشهوة تعتبر عن المس والنظر حتى لو وجدوا بغير شهوة ثم انتهت بعد
الترك لا تتعلق به الحرمة ووجود الشهوة من أحدهما يكفي. (الفتاوى الهندية

۲۷۵/۱ زکریا)

و كما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل بشهوة، كذا

في الذخيرة. (الفتاوى الهندية ۲۷۴/۱ زکریا)

واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة. (البحر الرائق / فصل في

المحرمات ۱۷۳/۳ زکریا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۲۱/۵/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سالی سے زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی

سوال (۲۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے اپنی سالی سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی، اس حالت میں زید کی بیوی زید پر حرام ہو گئی
یا نہیں؟ نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں زید کی بیوی اس کے نکاح سے خارج

نہیں ہوئی؛ البتہ جب تک زید کی سالی کا وضع حمل نہ ہو جائے، اس وقت تک اسے اپنی بیوی سے
بہبستری وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔

قال قتادة: لا يحرمها ذلك عليه غير أنه لا يغشى امرأته حتى تنقضي

عدة التي زنى بها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۸۰/۳ رقم: ۱۶۳۴۸ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الخلاصة: وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته، وتباحت في الشامي: قوله: ولا تحرم أي لا تثبت حرمة المصاهرة، فالمعنى: لا تحرم حرمة مؤبدة، وإلا فتحرم إلى اقتضاء عدة الموطوءة لو بشبهة، قال في البحر: لو وطئ أخت امرأته بشبهة تحرم امرأته ما لم تنقض عدة ذات الشبهة. (الدر المختار مع الشامي / فصل في المحرمات ۳۴۱۳ کراچی، ۱۹۰۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۱۱/۱۴۱۰ھ

بیوی کو طلاق دیئے بغیر شادی شدہ سالی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۳۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں شہناز بنت نہو ساکن مینا ٹھہر ضلع مراد آباد کی رہنے والی ہوں، میری شادی ۱۴ سال پہلے اظہار ولد حاجی حیار کے ساتھ ہوئی تھی، اظہار سے میرے دو بچے ہیں (لڑکا محمد ریاض اور لڑکی نور صبا) میری چھوٹی سگی بہن شاکرین کی شادی ناظم ولد چاند محمد بہر بیٹھا کے ساتھ ہوئی تھی، میرے شوہر اظہار نے اپنی سالی (میری سگی چھوٹی بہن شاکرین سے ناجائز تعلقات بنائے، اور مجھے بنا طلاق دئے اپنے گھر سے مع بچوں کے نکال دیا، اور اپنی سالی یعنی میری سگی چھوٹی بہن کو بغیر طلاق کے بھگا کر لے گیا، اور اسے اب بھی بطور بیوی اپنے گھر میں رکھے ہوئے ہے، میرے شوہر اظہار کا کہنا ہے کہ میں نے شاکرین سے شادی کر لی ہے، یہ بتایا جائے کہ میرے شوہر اظہار اور میری سگی چھوٹی بہن کی شادی جائز ہے یا نہیں؟ شاکرین اور اظہار سے پیدا شدہ اولاد کا اظہار کی جائیداد میں حصہ ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال شہناز کے نکاح میں رہتے ہوئے اس

کی چھوٹی بہن شاکرین کے ساتھ اظہار کا نکاح کرنا قطعاً حرام اور بدترین گناہ ہے۔ مزید یہ کہ وہ

چھوٹی بہن بھی خود شادی شدہ اور غیر مطلقہ ہے، اس لئے حرمت کا حکم اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے، اس ناجائز تعلق سے اظہار اور شا کرین کی جو اولاد ہوگی وہ اظہار کی طرف منسوب نہیں کی جائے گی، اور اظہار کی جائیداد میں اس کی اولاد کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْجَا، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ

سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۳۲]

﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ أي وحرّم علیکم الجمع بین الأختین معاً

فی التزوّج. (تفسیر ابن کثیر ۳۷۳/۲ بیروت)

وأما السنة فما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: من كان

يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمعن ماءه في رحم أختين. (نصب الراية ۱/۶۸۳، كذا

في البدائع ۵۴۲/۲ زكريا)

وإن تزوجها في عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد، ويجب عليه أن يفارقها.

(الفتاوى الهندية ۲۷۷/۱ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱ زكريا)

أما الإرث فلا يثبت فيه. (شامي / باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد ۲۷۷/۴ زكريا)

أن نكاح المحارم باطل أو فاسد.....، ولذا لا يثبت النسب ولا العدة في

نكاح المحارم. (شامي / باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد ۲۷۴/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۵/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر پر بیٹی کو بشہوت چھونے کا الزام لگوا کر بغیر طلاق کے

دوسرے سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص شافعی المسلمک ہے اس کی بیوی ایک نو مسلمہ عورت ہے، جو اسی کے ہاتھ پر ایمان لے آئی، اُس کے اعمال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی شافعی المسلمک ہے، موصوفہ کی ایک لڑکی نے اپنی ماں اور ایک دوسرے شخص کے سامنے یہ بیان دیا کہ میرے والد صاحب کبھی کبھی مجھے شہوت کے ساتھ چھو لیتے ہیں، اس بیان کے بعد میاں بیوی کے درمیان چار مہینہ یا اُس سے زیادہ جدائیگی رہی، اور شوہر طلاق دئے بغیر سفر پر چلا گیا، اسی درمیان بیوی نے اپنے بیٹے اور داماد کے سامنے یہ راز ظاہر کیا کہ میرے غیر مرد کے ساتھ کچھ گناہ (زنا) سرزد ہو گئے ہیں، میں اس گناہ کی تلافی کی صورت یہ سمجھتی ہوں کہ میرا اُس کے ساتھ نکاح ہو جائے، چنانچہ اُن کے لاکھ سمجھانے کے باوجود اُس نے بیٹے اور داماد کی موجودگی میں نکاح کر لیا، دوسرا شوہر اُس کے ساتھ ڈیڑھ ماہ گزار کر سعودی عرب چلا گیا، اُس کے بعد پہلا شوہر سفر سے واپس آیا، اور یہ حالت دیکھ کر کہا کہ اولاً میرے اُس بچی کے ساتھ کبھی بھی اس قسم کے تعلقات نہیں رہے، اگر تعلقات رہے بھی تو میں شافعی المسلمک ہوں، ہمارے مسلک میں حرمتِ مصاہرت کسی بھی طرح ثابت نہیں ہوتی؛ لہذا وہ میری بیوی ہے، میں اُس کو کبھی جد نہیں کر سکتا، جب کہ بیوی کا کہنا یہ ہے کہ میں ایک نو مسلمہ ہوں، میں کسی کا مسلک نہیں مانتی اور میں اُس شخص کے نکاح میں رہنا بھی نہیں چاہتی، اب بیٹی کافی الحال یہ کہنا ہے کہ میں نے ماں کے اُکسانے پر پہلے جھوٹ کہہ دیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ والد صاحب کی میرے ساتھ اس قسم کی حرکات کبھی سرزد نہیں ہوئیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شوہر کے طلاق دئے بغیر دوسرے مرد سے نکاح صحیح ہو یا نہیں؟ نیز شوہر کا یہ کہنا کہ میں شافعی المسلمک ہوں، ہمارے مسلک میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی، اس کا قول کہاں تک درست ہے؟ کیا اس قول کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان نکاح بحالہ باقی رہے گا؟ اور بیوی کا یہ کہنا کہ میں کسی مسلک کو نہیں مانتی، اس مسئلہ پر کوئی اثر پڑے گا؟ اگر بیوی رہنے پر راضی نہ ہو اور شوہر رکھنے پر مصر ہو تو شرعاً کس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق چوں کہ شوہر

اول نے اپنی بیچی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے کا کبھی اقرار نہیں کیا؛ بلکہ خود بیچی نے بھی بعد میں اپنے الزام کو جھوٹا قرار دیا ہے؛ لہذا کسی بھی امام کے نزدیک اُن کے مابین حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی، اور مذکورہ عورت بدستور شوہرِ اول کے نکاح میں برقرار رہی، اب اس شوہر کے سفر پر چلے جانے کے بعد اس نے حرمتِ مصاہرت کے جھوٹے الزام کو بنیاد بنا کر جو دوسرے شخص سے نکاح کیا ہے وہ قطعاً باطل اور حرام ہے، اس عورت پر لازم ہے کہ وہ فوراً دوسرے شخص سے جدائیگی اختیار کر کے پہلے شوہر کے پاس چلی جائے، ورنہ مسلسل حرام کاری اور گناہ میں مبتلا رہے گی، جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دے دے یا اس سے شرعی تفریق نہ ہو جائے، اس وقت تک اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہرگز جائز نہ ہوگا۔ اس حکم میں حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

عن الزهري عن سعيد ابن المسيب قال: ذوات الأزواج، يرجع ذلك إلى أن الله تعالى حرم الزنا. (المصنف لابن أبي شيبة ۵۳۰/۱۳ رقم: ۱۶۸۸۶ دار الكتب العلمية بيروت)

عن إبراهيم قال: كل ذات زوج عليك حرام إلا ما أصبت من السبايا.

(المصنف لابن أبي شيبة ۵۳۰/۱۳ رقم: ۱۶۸۸۸ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غير ۵. (الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱ زكريا)

ومنها أن لا تكون منكوحه الغير لقوله تعالى: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾

وهن ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع ۴۸۱۲ ۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۷/۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

چچی زاد پھوپھی سے زنا کرنے سے پھوپھی اپنے شوہر پر حرام نہ ہوگی

سوال (۲۴۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کسی شخص نے اپنی چچی زاد پھوپھی سے زنا کیا اور لڑکا غیر شادی شدہ ہے، اور ان کی پھوپھی

چار اولاد والی ہے؛ لہذا وہ پھوپھی ان کے پھوپھا کے لئے جائز رہی یا نہیں؟ جب کہ پھوپھی ہی نے

لڑکے سے محبت کی ہے، لڑکا ان کو نہیں چاہتا تھا۔ اگر لڑکا ان سے شادی کرنا چاہے تو شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ سب باتیں ان کے پھوپھا کو معلوم نہیں ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں اس منکوحہ عورت نے زنا کر کے انتہائی گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے، جس کی سزا اسلامی حکومت میں سنگ ساری ہے، اس پر لازم ہے کہ انتہائی تضرع و زاری کے ساتھ اپنے گناہ سے توبہ کرے؛ تاہم اس زنا کی وجہ سے وہ اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی، اس کے نکاح میں رہتے ہوئے اس عورت کا نکاح زانی یا کسی بھی شخص سے ہرگز جائز نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانَا﴾ [الإسراء، جزء آیت: ۳۲]

أخرج البيهقي عن ابن عباس رضي الله عنهما حديثاً فيه..... قال: كان الرجل إذا زنى أو أذى في التعبير وضرب النعال فأنزل الله عز وجل بعد هذا: الزانية والزاني فاجلدوا كل رجماً في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهذا سبيلهما الذي الذي جعل الله لهما. (السنن الكبرى للبيهقي، الحدود / باب ما يستدل به لخ ۲ / ۱۶ / ۴۱ رقم: ۱۷۳۸۸)

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إن امرأتي لا تمنع يد لامس، قال غربها قال: إني أخاف أن تتبعها نفسي قال: فاستمتع بها. (سنن أبي داؤد / أول كتاب النكاح ۲۸۰ / ۱ رقم: ۲۰۴۹، سنن النسائي، كتاب النكاح / باب كراهية تزويج العقيم ۷۰ / ۲ رقم: ۳۲۲۶، كتاب لطلاق / باب ما جاء في الخلع ۱۰۶ / ۲ رقم: ۳۴۶۱)

لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه و جاز له وطؤها عقب الزنا. (شامي ۳۴ / ۳)

کراچی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۱۲/۲۱ھ



محرمات بسبب جمع

بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا

سوال (۲۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکے نے شادی کی، اُس بیوی سے اولاد بھی ہے، اب وہ چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کی بہن سے شادی کرے اور ایک ہی ساتھ دونوں کو رکھنا چاہتا ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا قطعاً حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ [النساء: ۲۳]

والجمع بين الأختين لا يجوز، فإذا تزوج أختين معاً فسد نكاحهما.

(الفتاوى التاتارخانية ۶۱/۴ رقم: ۵۵۳۱ زکریا)

وقال الضحاک بن فیروز عن أبیه قال: قلت یا رسول اللہ! إن أسلمت

وتحتي أختان، قال: طلق أیتھما شئت. (سنن أبي داود ۳۰۵۱/۱، سنن الترمذي ۲۱۴۱/۱، سنن

ابن ماجه ۱۴۰/۱)

وحرّم الجمع بين المحارم نكاحاً أي عقداً صحيحاً (درمختار) وفي

الشامی: ولا فيما إذا تزوجهما على التعاقب و كان نكاح الأولى صحيحاً؛ فإن

نكاح الثانية والحالة هذه باطل قطعاً. (شامی ۳۸۱/۳ کراچی)

ولا بجمع بين اختين نكاحاً ولا بملك يمين . (الهداية مع الفتح ۲۱۴/۳

بيروت) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی عدت گذرنے سے پہلے سالی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہندہ اور خالدہ دو سگی بہن ہیں، زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، کچھ مدت کے بعد زید نے ہندہ کو طلاق دے دی اور ہندہ عدت میں ہے، تو اس کی عدت کے درمیان زید کی شادی خالدہ سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہندہ مرگئی تو زید خالدہ سے تین ماہ کے درمیان نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں جب تک ہندہ کی عدت طلاق نہ

گذرے زید کے لئے ہندہ کی بہن خالدہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

عن سلیمان بن یسار أن عمرو رضي الله عنه قال: للتي نكحت في عدتها:

فرق بينهما، وقال: لا يتناكحان أبداً، وجعل لها المهر بما استحلت من فرجها،

وأمرها أن تعتد من هذا وتعتد من هذا.

وغن الشعبي أن علياً رضي الله عنه فرق بينهما، وجعل لها الصداق بما استحلت

من فرجها، وقال: انقضت عدتها إن شاء تزوجته فعلت. (سنن سعيد بن منصور، كتاب

النكاح / باب المرأة تزوج في عدتها ۱۸۹/۱ رقم: ۶۹۸-۶۹۹)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو زوج

بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان

يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها.

(الفتاوى التاتارخانية ۶۶/۴ رقم: ۵۵۴۴ زكريا)

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالمدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زناً، كما في القنية وغيرها. (الرد المحتار، باب المهر / مطلب في النكاح الفاسد ۱۳۲/۳ كراچی، وكذا في البحر الرائق / باب العدة ۲۴۲/۴ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة. (الفتاوى الهندية،

كتاب النكاح / الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير ۲۸۰/۱ زكريا، كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير ۱۳/۴۵ دار الكتب العلمية بيروت، الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء / باب المرأة المتروجة ۶۶۴۶/۹ رشيدية، وكذا في التفسير المظهر ۶۲/۲ كوثه)

وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً وعلّة ولو من طلاق بائن. (شامي ۱۱۶/۴ زكريا)
اگر ہندہ کی وفات ہو جائے تو زید اس کی بہن سے فوراً نکاح کر سکتا ہے، اس میں عدت وغیرہ کی شرط نہیں ہے۔

إذا ماتت امرأته له التزوج بأختها بعد يوم من موتها. (شامي ۱۱۶/۴ زكريا)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۹
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سالی سے وطی بالشبہ کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی

سوال (۲۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص کی ابھی نئی شادی ہوئے تین دن ہوئے تھے اور اسے اپنی بیوی سے روشناسی ٹھیک سے نہیں ہوئی تھی کہ ایک دوپہر کو وہ اپنی سسرال میں سو رہے تھے اور بیوی کے انتظار میں تھے، اتنے میں ان کی ایک سالی آئی جو ان کی بیوی کی بالکل ہم شکل تھی، انہوں نے اس سے ہم بستری کر لی اور وہ سالی کچھ نہیں بولی، تو کیا یہ وطی بالشبہ میں داخل ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ صورت وطی بالشبہ کی ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس شخص کی بیوی اس پر حرام تو نہیں ہوئی؛ البتہ سالی سے جماع کے بعد اس وقت تک اس کے لئے اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا جائز نہیں ہے جب تک کہ موطوءہ بالشبہ کی عدت (ایک حیض) نہ گزر جائے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ورفعه أنه قال: لا توطأ حامل حتى تضع حملها، ولا غير ذات حمل حتى تحيض حيضة. (سنن أبي داود / باب في وطئ

السبايا ۲۹۳/۱ رقم: ۲۱۵۷)

عن رويغ بن ثابت رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسقي ماءه ولد غيره. (سنن الترمذي / باب الرجل

يشترى الحارية وهي حامل ۲۱۴/۱ رقم: ۱۱۴۰)

لو وطئ أخت امرأته بشبهة تجرم امرأته ما لم تنقض عدة ذات الشبهة.

(شامی ۳۴/۳ کراچی)

أما عدة الأقراء فلو جوبها أسباب: منها الوطئ عن شبهة النكاح بأن زفت إليه غير امرأته فوطئها؛ لأن الشبهة تقام مقام الحقيقة في موضع الاحتياط؛

وإيجاب العدة من باب الاحتياط. (بدائع الصنائع / في بيان حكم التوابع للطلاق لعدة ۳۰۳/۲ زكريا)

وفي التبیین: وعدة المنكوحه نكاحاً فاسداً و الموطوءه بشبهة، الحيض

للموت وغيره. (تبیین الحقائق ۵۱۶/۳-۵۱۸، ۲۵۶/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱/۲۹ھ

سالی سے زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال (۲۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

۳۱۴ میں کہ: اگر کسی شخص نے اپنی سالی سے زنا کر لیا، تو کیا اس کی بیوی نکاح میں رہے گی یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سالی سے سالی سمجھ کر زنا کیا ہے، تو یہ بہت بڑا گناہ اور سخت معصیت ہے؛ البتہ اس سے بیوی نکاح سے نہیں نکلے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۳۰۹، ڈاؤن لوڈ: ۱۱/۳۰۹)۔
قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَةَ﴾ [الإسراء، جزء آیت: ۳۲]

أخرج البيهقي عن ابن عباس رضي الله عنهما حديثا فيه قال: كان الرجل إذا زنى أو أذى في التعبير وضرب النعال فأنزل الله عز وجل بعد هذا: الزانية والزاني فاجلدوا كل رجما في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهذا سبيلهما الذي جعل الله لهما. (السنن الكبرى للبيهقي، الحدود / باب ما يستدل به الخ ۱۶/۱۲ رقم: ۱۷۳۸۸)

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إن امرأتي لا تمنع يد لامس، قال غربها قال: إني أخاف أن تتبعها نفسي قال: فاستمتع بها. (سنن أبي داؤد / أول كتاب النكاح ۲۸۰/۱ رقم: ۲۰۴۹، سنن النسائي، كتاب النكاح / باب كراهية تزويج العقيم ۷۰/۲ رقم: ۳۲۲۶، كتاب الطلاق / باب ما جاء في الخلع ۱۰۶/۲ رقم: ۳۴۶۱)

وطى أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته، ووجهه أنه لا اعتبار لماء الزاني. (الرد المحتار / فصل في المحرمات ۳۴/۳، كذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح / الفصل الثاني ۷۱۲ لاہور فقط واللہ تعالیٰ اعلم)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۱۳/۹/۱۵ھ

بڑی بہن کو طلاق دے کر چھوٹی بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کسی نے ایک بڑی بہن کو طلاق دے دی اور پھر اس کی دوسری چھوٹی اور سگی بہن سے نکاح کر لے، تو کیا اس صورت میں نکاح مانا جائے گا؟ اسی طرح اگر بیوی طلاق کو نہ مانے اور عدت پوری نہ کرے، تو کیا اس دوران اُس کی چھوٹی بہن سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بڑی بہن کو طلاق دینے کے بعد جب تک اس کی

عدت (تین ماہواری یا وضع حمل) نہ گزر جائے، مذکورہ شخص کے لئے اُس کی سگی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں اور عدت گزرنے کے بعد نکاح کرنے میں حرج نہ ہوگا، اور بڑی بہن کی طرف سے طلاق کو نہ ماننے یا باقاعدہ عدت میں نہ بیٹھنے سے مسئلہ پر کوئی فرق نہ پڑے گا؛ کیوں کہ عدت گھر میں بیٹھنے کا نام نہیں؛ بلکہ تین ماہواری کا وقت گزرنے کا نام ہے؛ لہذا اگر یہ وقت گذر چکا ہے تو دوسری بہن سے نکاح صحیح ہوا، اور اگر یہ وقت نہیں گذرا تو دوسری بہن سے نکاح صحیح نہیں ہوا، اس کی تحقیق کر لی جائے۔

و حرم الجمع بين المحارم نکاحا و عدة ولو من طلاق بائن و هي في

حق حرة تحيض ثلاث حيض كواامل، وفي حق الحامل وضع جميع حملها.

(شامی مع الدر المختار ۱۱۵/۱۱۶-۱۸۲-۱۸۹-۱۹۰، و کذا فی فتاویٰ الہندیہ ۲۶/۱ زکریا)

أما تفسیر العدة و بیان وقت و جوبہا: فالعدة في عرف الشرع اسم لأجل

ضرب لانقضاء ما بقي من اثار النکاح، وهذا عندنا وعند الشافعي: هي اسم

لفعل التربص والدليل على أنها اسم للأجل لا للفعل أنها تنقضي من غير

فعل التربص بأن لم تجتنب عن منحظورات العدة حتى انقضت المدة، ولو

كانت فعلاً لما تصور انقضاءها مع ضدها وهو الترك وكذا تنقضي بدون

العلم به. (بدائع الصنائع / فصل في حكم التوابع للطلاق العدة ۱۱۳، ۳۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امامہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲۵/۱۲۳۲ھ

بہن کے نکاح میں رہتے ہوئے بہنوئی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنے بہنوئی سے شادی کرنا چاہتی ہوں؛ کیوں کہ میری بہن ٹی بی کی مریض ہیں، اور ایک سال ہو گیا ہے اس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ایک چار سال کا، دوسرا ڈیڑھ سال کا ہے، اور ہم دونوں خدا کو حاضر ناظر جان کر ایک دوسرے کو شوہر بیوی مان چکے ہیں، اور شوہر بیوی کی طرح ہی رہتے ہیں، ایک دوسرے کے ہر راز سے بھی واقف ہیں، اور میری بہن بھی اس کے لئے خوش ہے، مگر میرے چچا اور ماں باپ راضی نہیں ہیں، مہربانی کر کے بتلائیے کہ کیا میں خدا کو حاضر و ناظر مان کر ان کو نیا شوہر مان چکی ہوں، تو کیا میں ان کی بیوی بن گئی یا نہیں؟ میں ان کو سب کچھ مانتی ہوں، اور اپنے ماں باپ اور بھائی سے بھی زیادہ چاہتی ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب تک آپ کی بہن آپ کے بہنوئی کے نکاح میں ہے، آپ کا بہنوئی سے زن و شوئی کا تعلق قطعاً حرام ہے، یہ کھلی ہوئی زنا کاری ہے، جس کی شریعت میں نہایت سخت سزا ہے، اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، آپ کو اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے فوراً اس بدترین معصیت سے باز آنا چاہئے، اور بہنوئی سے الگ ہو جانا چاہئے، اور سچے دل سے اللہ رب العزت سے توبہ اور استغفار کرنا چاہئے۔

و حرم الجمع بین المحارم نکاحاً. (الدر المختار مع الشامی ۳۸۱۲ کراچی، ۱۱۰۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۹/۲ھ

دو حقیقی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال (۲۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی مسلمان دو حقیقی بہنوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے؟ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کی

موجودگی میں اپنی بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کر لیا تو کیا ایسا کرنا از روئے شرع درست ہے؟ اگر کوئی شخص ایسا کرنے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہے گی؟ کیا اس دوسری منکوحہ کو علیحدہ کرنے کے لئے طلاق دینی ہوگی؟ اُس شخص نے اپنی بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کر کے اُس کے ساتھ وظیفہ زوجیت بھی ادا کر لیا ہے، تو اُس کے گناہ کی معافی کی کیا طریقہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی مسلمان کے لئے بیک وقت دو حقیقی بہنوں کو

ایک نکاح میں جمع کرنا ہرگز جائز نہیں اور ایک بہن کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی دوسری حقیقی بہن سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہے اور یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا، اس بہن سے ازدواجی تعلق بلاشبہ حرام کاری ہے؛ لہذا مسئلہ صورت میں مذکورہ شخص سخت گنہگار ہے، اس پر لازم ہے کہ فوراً دوسری بہن سے علیحدگی اختیار کر لے اسے طلاق دینے کی بھی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ نکاح ہی نہیں ہوا؛ تاہم دوسری بہن سے نکاح کی وجہ سے پہلی بہن کا نکاح ختم نہیں ہوا؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ دوسری بہن سے علیحدگی کے بعد جب تک اسے ایک ماہواری نہ آجائے اُس وقت تک پہلی بہن (بیوی) سے جسمانی تعلق قائم نہ کرے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۳]

وإن تزوجها في عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد، ويجب عليه أن يفارقها.

(الفتاوى الهندية ۲۷۷/۱، هداية ۳۲۸/۲، الفتاوى التاتارخانية ۶۱/۴، فتح القدير ۴/۳، ۲۱، بلائع الصنائع

۵۴۰/۲، البحر الرائق ۹۶/۳ زکریا)

وطي أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته (الدر المختار) لوزنی یا حدی الأختین

لا يقرب الأخرى حتى تحيض الأخرى حیضة. (شامی ۱۰۹/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ



غیر مسلموں سے نکاح

اہل کتاب کی لڑکیوں سے بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کرنا؟

سوال (۲۴۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا اہل کتاب کی لڑکیوں سے بغیر کلمہ وغیرہ پڑھائے نکاح صحیح ہے، اور اگر بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کر لیا جائے، تو کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہودی اور نصرانی لڑکیاں اگر اپنے مذہب پر قائم ہوں،

تو ان سے کلمہ پڑھے بغیر بھی نکاح شرعاً درست ہے؛ لیکن آج کل کے پرفتن ماحول میں جب کہ برائی کا اثر قبول کرنے میں اضافہ روز افزوں ہے، اور عام طور پر حال یہ ہے کہ مرد کا اثر بیوی پر قائم ہونے کے بجائے شاطر لڑکیاں مردوں کو اپنا تابع دار بنا لیتی ہیں، نیز اہل کتاب ماؤں کے فاسد اثرات اولاد پر بھی بہت زیادہ پڑتے ہیں، اس لئے جواز کے باوجود اہل کتاب لڑکیوں سے نکاح نہ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، خود سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی بعض مصالِح کی وجہ سے کتابی عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۶۳/۳)

عن نافع عن ابن عمر أنه كان يكره نكاح نساء أهل الكتاب ولا يرى

بطعامهن بأساً. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۳/۳ رقم: ۱۶۱۵۹ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن عمر أنه كره نكاح نساء أهل الكتاب وقرأ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا

الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوْا﴾ [البقرة: ۲۲۱] (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۳/۳ رقم: ۱۶۱۶۰ بيروت)

عن غصيف بن الحارث قال: كتب عامل لعمر بن الخطاب: إن ناساً من

قبلنا يدعون السامرة يسبتون يوم السبت ويقرؤون التوراة ولا يؤمنون بيوم
البعث، فما ترى يا أمير المؤمنين في ذبائحهم؟ قال: فكتب: هم طائفة من أهل
الكتاب، ذبائحهم ذبائح أهل الكتاب. (السنن الكبرى للبيهقي، النكاح / باب من دان دين
اليهود والنصارى من الصابئين والسامرة ۴۲۶/۱۰، رقم: ۱۴۲۱۵)

تزوج حذيفة بيهودية فكتب إليه عمر رضي الله عنه. إن خل سبيلها
فكتب إليه حذيفة أحرام هي؟ فكتب إليه عمر لا، ولكن أخاف أن توقعوا
المومسات منهن. (أحكام القرآن للحصاص ۳۲۴/۲)

ونكاح الكتابية جائز للمسلم، سواء كانت حربية أو غير حربية. (الفتاوى

التاتارخانية ۷۰/۱۴ زكريا)

وكل من يعتقد دينا سماوياً وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث
وزبور داؤد عليه السلام، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأهل
ذبائحهم. (الفتاوى الهندية / القسم السابع المحرمات بالشرك ۲۸۱/۱ زكريا، وكذا في البحر الرائق /
فصل في المحرمات ۱۸۳/۱۳ زكريا، الدر المختار / فصل في المحرمات ۴۵۱۳ كراچی) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا الله عنه

اسلام کے بعد عیسائیت اختیار کرنے کا حکم

سوال (۲۴۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: آج سے پندرہ سال قبل ایک عیسائی لڑکی کے ایمان قبول کرنے کے بعد اس سے میرا نکاح
ہوا، اور اس سے چار بچیاں ہیں، آج سے سات مہینہ قبل قرآن کریم کو غصہ میں آ کر پھینکا، اور
کھانے کے وقت عیسائی مذہب کے مطابق آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھتی ہیں، اس کے بعد کھانا
شروع کرتی ہیں، جب میں پوچھتا ہوں کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ تو وہ بولتی ہیں کہ جو شادی سے پہلے

میرا مذہب تھا، اب وہی میرا مذہب ہے، اب آیا اس صورت میں اُس سے نکاح میرا باقی رہا یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس وقت آپ کی بیوی نے قرآن کریم کو غصہ میں پھینکا اور یہ اقرار کیا کہ شادی سے پہلے جو میرا مذہب تھا، اب بھی وہی مذہب ہے، اسی وقت وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہوگئی، اور آپ کا اس سے ازدواجی تعلق باقی نہیں رہا، اب دونوں میں فوری طور پر جدائیگی لازم ہے، اور جب تک وہ دوبارہ صدق دل سے ایمان نہ لائے اور اُس سے آپ کا دوبارہ نکاح نہ ہو، اُس وقت تک وہ آپ کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

عن الحسن قال: إذا ارتد المرتد عن الإسلام انقطع ما بينه وبين امرأته، فقال الثوري: والرجل والمرأة سواء. (المصنف لعبد الرزاق ۱۶۱/۷ رقم: ۱۲۶۱۷ بیروت)
إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما في الحال. (الفتاوى التاتارخانية ۲۶۸/۴ رقم: ۶۱۵۰ زکریا)

إذا ارتد أحد الزوجين المسلمين بانت منه امرأته مسلمة؛ لأن الردة تنافي النكاح، ويكون ذلك فسخاً عاجلاً. (الموسوعة الفقهية ۱۹۸/۲۲ بیروت)
وارتداد أحدهما أي الزوجين فسخ، وتحتته في الشامية: فلو ارتد مراراً وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح على قول أبي حنيفة تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان. (الدر المختار مع الشامي / باب نكاح الكافر ۳۶۶/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندو شخص کا مسلم لڑکی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۵۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی ہندو شخص اپنے مذہب کو تبدیل کئے بغیر کسی مسلم لڑکی سے نکاح کرنا چاہے، تو کیا اس

کا نکاح مسلم شرائط پر ہو سکتا ہے؟ اور اگر کوئی قاضی ہندو لڑکے کا مسلم لڑکی سے نکاح کرادے تو کیا قاضی کے نکاح پڑھانے سے یہ نکاح منعقد ہو جائے گا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی ہندو شخص کا اسلام لائے بغیر کسی مسلم لڑکی سے نکاح قطعاً حلال نہیں۔ اور اگر کوئی قاضی ہندو کا نکاح مسلمان لڑکی سے کر دے تو وہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ [البقرة: ۲۲۱]

ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز نكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ [البقرة، جزء آیت:

[۲۲۱] (بدائع الصنائع، کتاب النکاح / فصل فی علم نکاح الکافر المسلمة ۴۶۵/۳ دار الکتب العلمیة بیروت، الفتاویٰ الہندیة / القسم السابع: المحرمات بالشرك ۲۸۲/۱ زکریا، وکذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح / الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر ۶۶۵/۲۹ رشیدیة)

ولا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا کتابی، کذا فی السراج الوہاج. (الفتاویٰ الہندیة / المحرمات بالشرك ۲۸۲/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۳/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمان لڑکے کے لڑکی کا نکاح مشرک کے ساتھ حرام ہے

سوال (۲۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسلم لڑکے یا لڑکی کا غیر مسلم کے ساتھ نکاح جائز ہے؟ اُن کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ کیا جائیداد موروثی میں اُن کا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسلمان لڑکے کے لڑکی کا نکاح غیر مسلم مشرک کے ساتھ

قطعاً حرام ہے، اس رشتہ سے پیدا شدہ اولاد کا نسب مسلمان سے ثابت نہ ہوگا، اور یہ اولاد اس کی وارث بھی نہ ہوگی؛ البتہ اگر مسلمان لڑکا اور عیسائی یا یہودی لڑکی ہو تو نکاح کی گنجائش ہے گو کہ بہتر نہیں ہے، اور اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوْا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۱]

أخرج عبد الرزاق عن الحسن بن محمد بن علي رضي الله عنه قال: كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مجوس هجر يدعوهم إلى الإسلام، فمن أسلم قبل منه الحق، ومن أبى كتب عليه الجزية، ولا تترك كل لهم ذبيحة، ولا تنكح منهم امرأة. (المصنف لابن عبد الرزاق، كتاب أهل الكتاب / أخذ الجزية من المجوس ۶۹/۶ رقم: ۱۰۰۲۸)

نکح کافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه، ولا تجب العدة؛ لأنه نكاح باطل. (شامی ۲۷۴/۴ زکریا)

قال تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [المائدة: ۵]

وصح نکاح کتابیہ وإن کره تنزیها مؤمنہ بنبی مقررة بکتاب. (شامی

۱۲۵/۴-۱۳۴ زکریا)

لأن النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد. (الهداية /

باب ثبوت النسب ۳۰۹/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۹/۳/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمان لڑکے کا غیر مسلم لڑکی سے زنا کرنا اور بغیر اسلام

کے نکاح کرنا؟

سوال (۲۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک مسلم لڑکا شہر سے باہر ایک مقام پر ایک بندو لڑکی کو اپنی کمائی سے خریدی ہوئی جگہ پر سات یا آٹھ سال سے رکھ رہا ہے، اس بیچ میں ایک لڑکا جس کی عمر لگ بھگ پانچ سال ہے، اس لڑکے اور اسی لڑکی سے پیدا ہوا ہے، جس کا پتہ چل چکا تھا کہ یہ دونوں بغیر شادی شدہ ہیں، لڑکے سے کہا جاتا تھا کہ تم اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لے لو، مگر لڑکا کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں ہے، اگر وہ لڑکا اس لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے راضی ہو تو بتائیں اس نکاح کو کس طریقہ سے عمل میں لائیں جو دین اور آخرت کے لئے ثواب کا باعث بنے، اور اگر وہ لڑکا اس لڑکی سے بالکل نکاح ہی نہ کرے تو کیا کرنا چاہئے؟ اور یہ بتائیں کہ جو بچہ ان دونوں سے پیدا ہوا ہے اس کو شرع میں کس طریقہ سے لایا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زنا کاری بدترین جرم ہے، مسئلہ صورت میں اگر ہندو

لڑکی اسلام قبول کر لے، تو اس کا نکاح مذکورہ لڑکے سے کر دینا چاہئے، اور اگر لڑکی اسلام قبول نہ کرے، تو اس کا نکاح کسی مسلمان سے نہیں ہو سکتا، اور جو بچہ حرام تعلق سے پیدا ہوا ہے اس کا نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ مسئلہ صورت میں لڑکے کو حکمت اور ترغیب و ترہیب کے ذریعہ راہ راست پر لانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ یا تو وہ اس لڑکی سے لا تعلق ہو جائے یا شرعی شرائط کے مطابق اس سے نکاح کر لے، بشرطیکہ وہ لڑکی مسلمان ہو جائے۔

عن عمر رضي الله عنه قال: قضی رسول الله صلى الله عليه وسلم بالولد

للفراش. (المصنف لابن أبي شيبة ٥٢٤ رقم: ١٧٦٧٩ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال: الولد للفراش وللعاهر الأثلب، قيل: وما الأثلب؟ قال: الحجر. (المصنف لابن

أبي شيبة ٥٢٤ رقم: ١٧٦٨١ دار الكتب العلمية بيروت)

ومنها أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً فلا يجوز للمسلم

أَنْ يَنْكَحَ الْمُشْرِكَةَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ تُؤْمِنَ. وَلَا أُمَّةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ﴾ [البقرة: ۲۲۱] (كذافي البدائع ۵۵۲/۲ زكريا)

ولذا لو صرح بأنه من الزنى لا يثبت قضاءً أيضاً. (شامی ۴۹۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

اسلام لا کر مرتد ہونے والے کی بیوی کیا کرے؟

سوال (۲۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے اسلام قبول کرنے کا فریب کیا اور ایک مسلم عورت سے شادی بھی کی، پھر زید کفر کی طرف لوٹ گیا، اب زن دوسری شادی کرنا چاہتی ہے، تو کیا بغیر عدت کے نکاح ہوگا یا کوئی اور حکم قرآن و احادیث کا ہے؟ نیز زید سے زن کا پانچ سال سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے، اور نہ زید کا کوئی پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے؟ زن کو اب کیا کرنا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں عورت کو چاہئے کہ وہ اپنا معاملہ

قربی دار القضاء یا شرعی عدالت میں پیش کرے اور اس کے فیصلے کے مطابق عمل کرے اور جب تک فیصلہ نہ ہو کسی سے نکاح نہ کرے۔ (الحمیلة الناجزہ ۱۴۵۵ جدید) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے قادیانی ہو جانے سے نکاح کا حکم

سوال (۲۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص قادیانی مرزائی فتنہ میں مبتلا ہو گیا، اس کے بھائیوں نے اسے آبائی وراثت سے بے دخل کر دیا؛ لیکن زوجہ بدستور حق زوجیت ادا کر رہی ہے، اس عورت کا اس کے ساتھ رہنا کیسا

ہے؟ عورت اس سے طلاق طلب کرے یا طلاق پڑچکی؟

(۲) مذکورہ عورت اگر اس شخص سے جدا نہ ہونا چاہے، تو اس عورت کے مانگہ والوں کو اس

کے ساتھ تعلق رکھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کے قادیانی مرتد ہوتے ہی اس کا نکاح بیوی سے

فوراً فسخ ہو چکا ہے؛ اس لئے اس عورت کا قادیانی مرتد کے ساتھ رہنا قطعاً حرام ہے، فوراً اس سے

الگ ہونا لازم ہے، ورنہ مسلسل سخت گناہ ہوگا۔ (مستفاد: انوار رحمت ۴۷۴، بحوالہ: الخلیلہ الناجزہ ۱۳۵ جدید)

مذکورہ عورت کو ہر ممکن طریقہ پر مرتد شوہر سے جدا کرنے کی ضرورت ہے، اگر وہ الگ نہ ہو

تو خاندان والے اس سے مقاطعہ بھی کر سکتے ہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ [ہود، جزء آیت: ۱۱۳]

عن المحسن قال: إذا ارتد المرتد عن الإسلام انقطع ما بينه وبين امرأته،

فقال الثوري: والرجل والمرأة سواء. (المصنف لعبد الرزاق ۱۶۱/۷ رقم: ۱۲۶۱۷ بیروت)

إذا ارتد أحد الزوجين وقعت الفرقة بينهما في الحال. (الفتاوى التاتارخانية

۲۶۸/۴ رقم: ۶۱۰۰ زکریا)

إذا ارتد أحد الزوجين المسلمين بانت منه امرأته مسلمة؛ لأن الردة

تنافى النكاح، ويكون ذلك فسخاً عاجلاً. (الموسوعة الفقهية ۱۹۸/۲۲ بیروت)

وارتداد أحدهما أي الزوجين فسخ، وتحتة في الشامية: فلو ارتد مراراً

وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح عابى قول أبي حنيفة تحل امرأته من غير

إصابة زوج ثان. (الدر المختار مع الشامي / باب نكاح الكافر ۳۶۶/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ لڑکی سے نکاح؟

سوال (۲۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شادی ہونے والی ہے جس میں لڑکا سنی ہے اور لڑکی شیعہ ہے؛ لیکن لڑکی سنی بننے کے لئے تیار ہے؛ لہذا آنجناب سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں بتائیے کہ کیا یہ نکاح درست ہے؟ اور اس نکاح میں کھانا وغیرہ کھانا درست ہے کہ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں شیعہ لڑکی اگر سچے دل سے ایمان لا کر سنی مذہب قبول کر لے اور مذہب شیعہ کے طور و طریقہ اور رسوم سے برأت اور اظہار بیزاری کرے تو فی نفسہ ایسی لڑکی سے شرعاً نکاح درست ہوگا اور اگر محض دکھاوے کے لئے یا شادی کی غرض سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرے اور حقیقت میں شیعہ ہی رہے، تو ایسی لڑکی سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں، اور شیعہ لوگ چوں کہ عموماً سنیوں سے اور ان کے اکابر یعنی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین سے نفرت رکھتے ہیں؛ اس لئے ان کے یہاں تقریبات میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہئے، احتیاط اسی میں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۳۱/۶)

ومنها أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة لقوله تعالى: ﴿وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ تُؤْمِنَ. وَلَا مِمَّنْ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ﴾ [البقرة: ۲۲۱] (كذافي البدائع ۵۵۲/۲ زكريا)

ولو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر بالله ومن أنكر إمامة أبي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر وكذلك من أنكر خلافة عمر رضي الله عنه في أصح الأقوال ويجب إكفار الروافض بقولهم إن جبرائيل عليه السلام غلط في الرعي إلى محمد صلى الله عليه وسلم دون علي ابن أبي

طالب رضي الله عنه . (الفتاوى الهندية ۲۶۴/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۳۲۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ لڑکے کا سنی لڑکی سے باہمی رضامندی کے ساتھ نکاح کرنا؟

سوال (۲۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شیعہ لڑکے کا نکاح سنی لڑکی سے ہو گیا، نکاح سے پہلے لڑکے کو معلوم تھا کہ لڑکی سنی ہے، اسی طرح لڑکی کو معلوم تھا کہ لڑکا شیعہ ہے، آپس میں لڑکی والوں نے یہ طے کر دیا تھا کہ لڑکی پر شیعہ مذہب سے متعلق کوئی دباؤ نہیں بنایا جائے گا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح شریعت اسلامیہ کی رو سے صحیح ہو یا نہیں؟ اب دونوں ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستان میں پائے جانے والے اکثر شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہیں، جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات شیخین (سیدنا حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) اور ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور ان مقدس شخصیات پر تبرا کرتے ہیں، اس لئے ایسے کفریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ لڑکے کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح قطعاً حلال نہیں ہے؛ لہذا مسئلہ صورت میں مذکورہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، اور دونوں کے لئے ساتھ رہنا بالکل جائز ہی نہیں ہے، فوری طور پر تفریق لازم ہے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ ۷۳/۱۷۱ میرٹھ، امداد الفتاویٰ ۲۲۲/۲ زکریا)

ومنها اسلام الرجل إذا كانت الرجل مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ [البقرة، جزء آیت:

[۲۲۱] (بائع الصنائع ۲۷۱/۲ کراچی)

إن الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر. (شامي ۳۷۷/۶ زکریا)

لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة أو أنكر صحبة الصديق
(شامی ۳۷۸/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۱۰/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعوں سے نکاح کرنا اور ان کے کفن و دفن میں شریک ہونا؟

سوال (۲۵۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کے صوبہ مدھیہ پریش کے سنی حضرات شیعوں کے کفن و دفن میں شریک ہوتے ہیں، نیز ان کے ساتھ نکاح بھی کرتے ہیں، کیا یہ دفن میں شرکت و نکاح دونوں چیزیں درست ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کفریہ عقائد والے شیعوں کے ساتھ مناکحت اور ان

کے کفن و دفن میں شرکت جائز نہیں، اس لئے سنی حضرات کو ان لوگوں سے راد و رسم قائم کرنے سے پہلے ان کے عقائد کی تحقیق ضرور کر لینی چاہئے، کیوں کہ ہندوستان میں پائے جانے والے اکثر شیعہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ سے تعلق رکھتے ہیں، جن کو علماء اہل سنت نے ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر قرار دیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲/۲۵، ۲/۳۵، احسن الفتاویٰ ۹۰۷۵)

وهؤلاء القوم خارجون من ملة الإسلام، وأحكامها أحكام المرتدين.

(الفتاویٰ الہندیہ ۲/۲۶۴ زکریا)

ولا يصلح أن ينكح مرتداً ومرتدة أحداً من الناس مطلقاً. (الدر المختار مع

الشمس ۲۰۰/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

المادة: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کس قسم کے شیعہ سے سنی کا نکاح حرام ہے؟

سوال (۲۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

کہ: (۱) میں اپنی بڑی بہن سے ملنے گئی تو وہاں میری بہن نے آپ کا رسالہ ”تحفہ خواتین“ ماہ فروری ۲۰۰۹ء پڑھنے کو دیا، انہوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھ تو نے رافضی سے شادی کی ہے، تیرے لئے کیا حکم ہے، اس کو پڑھ کر اپنی عاقبت سنوار لے، میں رسالہ گھر لے آئی اس میں ص: ۱۸ پر آپ نے شیعہ سے نکاح کے متعلق جواب دیا ہے، یہ جواب میری سمجھ میں نہیں آیا، اس کی وضاحت چاہتی ہوں؛ تاکہ میں دیکھوں کہ یہ باتیں میرے شوہر میں ہیں یا نہیں؟ پہلے میں سوال و جواب نقل کر رہی ہوں۔

سوال: - میرے شوہر شیعہ ہیں، اور وہ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں ان کے مسلک کے

مطابق نماز پڑھوں، اور وہ مجھے یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ مسلک قبول کر لو، میں کیا کروں شوہر کے شیعہ ہونے سے میرا نکاح ختم تو نہیں ہوا، اور ان تمام باتوں میں کیا اطاعت ضروری ہے؟

جواب: جو شخص شیعہ کفریہ عقائد رکھتا ہو مثلاً ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو، یا حضرات شیخین سیدنا حضرت ابوبکر و سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا منکر ہو، یا قرآن کریم میں کمی بیشی کا قائل ہو، تو ایسے شخص سے کسی مسلمان لڑکی کا نکاح قطعاً حرام ہے، اور کسی مسلمان کے لئے شیعہ مسلک کے مطابق نماز پڑھنا یا کوئی بھی عبادت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

إن الرافضی إذا کان یسب الشیخین یلعنہما فہو کافر. (شامی ۳۷۷/۶ ذکرہا)

لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ عنہا أو أنکر صحبة

الصدیق. (الفتاویٰ الہندیہ، فتاویٰ محمودیہ ۴۰۳/۱۱، کفایت المفتی ۱۹۰/۵)

(۲) آپ نے تحریر کیا ہے کہ جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتا ہو، یہاں سوال یہ ہے کہ کفریہ عقائد

کیا ہیں؟ ان کی تفصیل آپ نے نہیں لکھی، دوسری چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ ام المؤمنین سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو، آخر وہ تہمت کیا ہے؟ تیسری چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ سیدنا حضرت ابو بکر اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا منکر ہو۔ یہاں پر غور طلب یہ ہے کہ وہ تو تھے ہی صحابی کسی کے انکار سے صحابیت ختم تھوڑے ہی ہوگی، پھر وہ کس بنیاد پر صحابیت کا منکر ہوگا اور کیوں؟ چوتھی چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ شیعہ مسلک کے مطابق نماز پڑھنا، یا کوئی بھی عبادت کرنا ہرگز جائز نہیں، یہاں پر سوال یہ ہے کہ ان کی عبادت میں وہ حرام کام کیا ہیں، جن کی بنا پر ان کی نماز یا عبادت میں ان کی تائسی کرنا جائز نہیں؟

میں اپنی بات بتاؤں (مسئلہ میں نہیں کے اصول کے تحت) یہ ہے کہ میں نے محلہ میں رہنے والے شیعہ سے عشقیہ شادی ضرور کی ہے؛ لیکن مجھے معلوم ہوا تھا (اور میرے شوہر نے بھی کہا تھا) کہ شیعہ مسلمان ہیں، اور ایک مسلمان سے نکاح ہو سکتا ہے، آپ کے اس جواب نے میری نیند اڑادی ہے، جلد از جلد تفصیل سے جواب دیجئے؛ تاکہ میں کوئی فیصلہ کروں اور اپنی آخرت کو سنواروں۔
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو عقیدہ قرآن کریم اور متواتر احادیث شریفہ سے

ثابت ہو، اُس کا انکار موجب کفر ہے، اور قرآن پاک میں اُم المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں، جو سورہ نور میں مذکور ہیں؛ لہذا اس برأت کے باوجود کوئی دریدہ دہن شخص حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت باندھے اور ان سے بدظنی رکھے، تو یہ قرآن کا انکار اور موجب کفر ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور شیعوں کے بہت سے فرقے مختلف کفریہ عقائد رکھتے ہیں، مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت والی صفت اپنے ائمہ میں ثابت کرنا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا، یہ صحیح ہے کہ ان کی صحابیت کے انکار سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا؛ لیکن جو حقیقت قرآن سے اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے مستفاد ہے، اُس کا انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً کفر کا حکم ہوگا، جیسے کوئی شخص کسی نبی کی نبوت کا

انکار کر دے، تو اس سے اگرچہ نبی کی نبوت ختم نہیں ہوتی؛ لیکن منکر کا فر قرار پاتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۷۲/۱۷۷ میرٹھ، امداد الفتاویٰ ۲/۲۲۷)

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ، لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ؛ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ. لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُبِينٌ. لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ. وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ. إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ وَتَقُولُونَ بَافْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ. وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ [النور:

(۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶)

وقال الله تعالى: ﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [النور: ۲۶]

لو استحل السب أو القتل فهو كافر لا محالة..... سب الصحابة و الطعن فيهم إن كان مما يخالف الأدلة القطعية كفر، كقذف عائشة رضي الله عنها وإلا فبدعة وفسق. (شرح الفقه الأكبر ۸۶)

وقال الله تعالى أيضا: ﴿ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ [التوبة، جزء آيت: ۴۰]

ومنها: إسلام الرجل إذا كانت الرجل مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا﴾ [البقرة: ۲۲۱] (بدائع

الصنائع ۲/۲۷۱ کراچی)

شیعہ مذہبِ اسلام سے بالکل الگ مذہب ہے، اس کے عقائد اور اصول و فروع سب جدا گانہ ہیں، نماز کے طریقے میں بھی فرق ہے؛ لہذا کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا صحیح طریقہ چھوڑ کر باطل مذہب کا طریقہ اپنائے۔

وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين.

(الفتاویٰ الہندیہ ۲۶۴/۲ زکریا)

وإن أنکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بهاء، فلا یصح الإقتداء به

أصلاً. (الدر المختار مع الشامی ۳۰۰/۲ زکریا)

اب آپ کے لئے دو ہی راستے ہیں، یا تو آپ اپنے شوہر کو صحیح عقائد اور اعمال کی طرف لا کر اس سے از سر نو نکاح کریں اور شیعیت کے ماحول سے نکل کر الگ جگہ رہیں، اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو فوری طور پر اس شیعہ شوہر سے جدائی حاصل کر کے اس سے الگ زندگی گزاریں، شوہر کے شیعہ رہتے ہوئے آپ کا اس کے ساتھ رہنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳۹۰/۸، کفایت المفتی ۲۷۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ سنی کا نکاح پڑھانے والے کا حکم؟

سوال (۲۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک سنی لڑکے کا نکاح ایک شیعہ لڑکی سے پڑھایا ہے، یہ لڑکی اثنا عشریہ فرقہ سے تعلق رکھتی ہے، اور اس فرقہ پر کفر کا فتویٰ لائن ہو چکا ہے، عبد اللہ عالم اور مسجد کا امام ہے، جس وقت عبد اللہ نکاح پڑھانے جا رہا تھا، ایک شخص نے کہا کہ آپ کو یہ نکاح نہ پڑھانا چاہئے، تو عبد اللہ نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ یہ کافر ہے، میں نکاح نہ پڑھاؤں گا؛ بلکہ صرف شرکت ہی کروں گا، مگر عبد اللہ نے وہاں جا کر نکاح پڑھایا، اس ضمن میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں، کیا عبد اللہ نے شیعوں

کا کافر ہونے کا یقین ہونے کے باوجود نکاح پڑھایا غائباً جائز سمجھ کر یا پیسوں کے لالچ میں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عبد اللہ نے جو نکاح پڑھایا ہے وہ جائز سمجھ کر نہیں؛ بلکہ کسی اور مقصد سے پڑھایا ہے، اس لئے عبد اللہ پر سچی اور سچی توبہ لازم ہے، اور جو سنی اس نکاح میں شریک ہوئے ان پر بھی توبہ لازم ہے۔

عن النواس بن سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ. رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ. (مشكاة المصابيح / كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني ۳۲۱/۲)

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف. متفق عليه. (مشكاة المصابيح / كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول ۳۱۹/۲)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على صحيح مسلم / كتاب التوبة ۳۵۴/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

**شیعہ لڑکی کا سنی لڑکے سے نکاح پڑھوانا اور نکاح خواں
کا امامت کرنا؟**

سوال (۲۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک سنی لڑکے کا نکاح ایک شیعہ لڑکی سے پڑھا دیا ہے (یہ لڑکی اثنا عشری فرقہ سے تعلق رکھتی ہے، اور اس فرقہ پر کفر کا فتویٰ لاحق ہو چکا ہے) زید عالم اور مسجد کا امام بھی ہے، جس

وقت زید نکاح پڑھانے جا رہا تھا، اس وقت ایک شخص نے کہا کہ آپ کو یہ نکاح نہیں پڑھانا چاہئے، تو زید نے جواب دیا، ہاں مجھے معلوم ہے کہ یہ کافر ہے، اور میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا؛ بلکہ صرف شرکت ہی کروں گا، مگر زید نے وہاں جا کر نکاح پڑھا دیا، اس ضمن میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) زید نے شیعہ لڑکی کے کافر ہونے کا یقین ہونے کے باوجود نکاح پڑھایا، غالباً جائز سمجھ کر یا پیسوں کے لالچ میں؟

(۲) منع کرنے والے شخص سے جھوٹ بولا کہ میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا پھر بھی پڑھایا؟

(۳) زید کے نکاح پڑھانے کی وجہ سے سنی لڑکا شیعہ لڑکی سے جو صحبت کرے گا وہ جائز ہوگی یا نہیں؟

(۴) زید کو لوگ عالم اور امام سمجھ کر اس قسم کے نکاح کو جائز سمجھنے لگیں گے، اس طرح کے حالات کے پیش نظر زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں، اگر زید اب توبہ کرے تو وہ نمازیں جو نکاح سے اب تک پڑھائی ہیں ان کا کیا ہوگا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شیعہ اثنا عشریہ جو خلاف شرع عقائد رکھتے ہیں، ان کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، ایسا نکاح منع ہی نہ ہوگا، الا یہ کہ لڑکی اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے اور پھر کوئی صحیح العقیدہ شخص ان دونوں کا نکاح کرائے۔

بریں بنا صورتِ مسئلہ میں زید نے شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح پڑھا کر سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس نکاح پڑھانے سے شیعہ لڑکی سنی لڑکے کے لئے حلال نہ ہوگی، زید پر توبہ واستغفار لازم ہے جب تک توبہ نہ کرے گا اس کی امامت مکروہ ہوگی؛ تاہم جو نمازیں توبہ سے قبل پڑھائی ہیں ان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۴۶۹ دیوبند، فتاویٰ دارالعلوم ۲۷۰/۷)

رجل أم قومًا شهراً ثم قال: كنت مجوسياً، فإنه يجبر على الإسلام ولا

يقبل قوله، وصلاتهم جائزة ويضرب ضرباً شديداً، وكذا لو قال: صليت بكم
المدة على غير وضوء، وهو ما جن لا يقبل قوله، وإن لم يكن كذلك واحتمل
أنه قال: على وجه التورع والاحتياط أعادوا صلاتهم، وكذا إذا قال: كان في
ثوب قدر، كذا في الخلاصة. وكذا إذا أبان أن الإمام كافر أو مجنون أو امرأة أو
خنثى أو أمي أو صلى بغير إحرام أو محدثاً أو جنباً، هكذا في التبيين. (الفتاوى

الهندية / الفصل الثالث: في بيان من يصلح إماماً لغيره ۸۷/۱ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



ولایتِ نکاح سے متعلق مسائل

شریعت کی نظر میں لڑکی کب بالغ ہوتی ہے؟

سوال (۲۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شریعت کے اعتبار سے عموماً لڑکیاں کتنی عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں
جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت کی نظر میں لڑکی میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں:

(۱) احتلام ہونا (۲) حیض آنا (۳) حاملہ ہو جانا۔ ان میں سے جو علامت بھی پائی جائے گی، لڑکی کو بالغ قرار دیا جائے گا، اور اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی بالفرض نہ پائی جائے، تو پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر بہر حال اس کو بالغ قرار دیا جائے گا، اور مشاہدہ یہ ہے کہ نو سال کے بعد ہی لڑکیوں میں یہ علامات پائی جاتی ہیں، اس سے پہلے نہیں پائی جاتیں۔

وبلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال..... والجارية بالاحتلام

والحیض والحبل..... فإن لم يوجد فیہا شیء فحتى يتم لكل منهما خمس

عشرة سنة به یفتی. (الدر المختار مع الشامی ۲۲۵/۹ زکریا، تبیین الحقائق ۲۰۳/۵ ملتان، البحر

الرائق ۸۴/۸ کوئٹہ، الہدایۃ ۲/۳ ۳۴، عنایۃ علی ہامش تکملۃ فتح القدیر ۲۷۰/۱۷)

قال رحمہ اللہ: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، وإلا فحتى يتم

سنة، والحیض، والجارية بالاحتلام والحبل، وإلا فحتى يتم لها

سنة، ویفتی بالبلوغ فیہما بخمس عشرة سنة..... الخ. (تبیین الحقائق،

کتاب الحجر / فصل: بلوغ الغلام ۲۷۵/۶-۲۷۶ دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار، کتاب الحجر / فصل بلوغ الغلام بالاحتلام ۱۵۳/۶ کراچی، البحر الرائق، کتاب الإکراه / باب الحجر، فصل فی حد البلوغ ۱۵۳/۸ زکریا، کذا فی ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الحجر / فصل فی بیان أحكام البلوغ ۴۴۴/۲ دار إحياء التراث العربی بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۹ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر علامات ظاہر نہ ہوں تو شرعاً لڑکا کب بالغ ہوگا؟

سوال (۲۶۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مشتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: لڑکے کا سن بلوغ کیا ہے؟ اور وہ کب بالغ قرار دیا جاتا ہے؟ کیا بلوغ اس کی علامات پر مبنی ہے یا عمر پر؟ اگر عمر کی کوئی تحدید ہوتی ہے تو بالغ ہونے کی عمر لڑکے کے لئے کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بارہ سال کے بعد بلوغ کی کوئی علامت احتلام

وغیرہ پائی جائے، تو اسی وقت سے وہ بالغ ہو جائے گا، ورنہ پندرہ سال پورے ہونے پر اسے بالغ قرار دیا جائے گا۔

یحکم ببلوغ الغلام بالاحتلام أو الإنزال أو الإحبال و ببلوغ الجارية

بالحيض أو الاحتلام أو الحبل فإن لم يوجد شيء من ذلك فإذا تم له ثماني

عشرة سنة، ولها سبع عشرة سنة عنده، وعندهما إذا تم خمسة عشر سنة فيهما،

وهو رواية الإمام، وبه قالت الأئمة الثلاثة، وبه يفتى وأدنى مدته له ثنتا عشرة

سنة، ولها تسع سنين، الخ. (ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الحجر / فصل فی بیان

أحكام البلوغ ۴۴۴/۲ دار إحياء التراث العربی بیروت، البحر الرائق، کتاب الإکراه / باب الحجر، فصل فی

حد البلوغ ۱۵۳/۸ زکریا، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب لحجر / الفصل الثانی فی معرفة حد البلوغ ۶۱/۵ زکریا)

بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والأصل هو الإنزال، والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شيء، فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى. (الدر المختار، كتاب الحجر / فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام ۱۵۳/۶ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

اولاد کا شرعی ولی کون ہے؟

سوال (۲۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر میاں بیوی کے بیچ طلاق ہو جائے، اور ان کی صرف ایک اولاد نابالغ لڑکی عمر قریب چار سال کی ہو، جو اپنے باپ کے پاس رہتی ہو، اُس کی ذات کا شرعی ولی ماں باپ، دادا دادی میں سے کون ہوگا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ بچی کا ولی اُس کا باپ ہے، اور بلوغ تک پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

والولی هو العصبۃ. (الہدایۃ ۳۱۶/۲، البحر الرائق / بلب الأولیاء والأکفاء ۶۳/۲۰-۲۱۱ زکریا)
أی المراد بالولی هنا الولی فی النکاح، سواء کان له ولایۃ فی المال ایضاً کالأب والجد والقاضی، أو لا کالأخ لا الولی فی المال فقط. (شامی / باب الولی ۱۹۱/۴ زکریا، ۷۶/۳ کراچی)

والولی هو العصبۃ نسباً وسبباً علی ترتیب الإرث. (مجمع الأنهر ۴۹۸/۱ بیروت)
أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها ثم أم لأم. (البحر الرائق ۱۶۷/۴ زکریا، شامی ۲۶۲/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے

سوال (۲۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو حقیقی بھائی ہیں جن کے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اور ان کی والدہ نے نکاحِ ثانی کر کے گھر چھوڑ دیا ہے اور بیٹوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، بڑے بھائی کی شادی ہو چکی ہے اور ایک بچہ بھی ہے، چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس اُس کی کفالت اور نگرانی میں رہتا ہے؛ کیوں کہ وہ نابالغ ہے، ان بھائیوں کا چچا بھی برابر میں رہتا ہے، اُن کے دادا دادی وغیرہ اور کوئی سرپرست نہیں ہے، بس چھوٹے نابالغ بھائی کا کفیل و سرپرست بڑا بھائی ہی ہے۔ تو استفتاء یہ ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے یا نہیں؟ یا پھر کون اس کا ولی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں نابالغ بھائی کا اُس کا بڑا بھائی شرعاً

ولی ہے۔

يقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق. (شامی / باب الولی ۱۹۲/۴، کنا فی مجمع

الأنهر / باب الأولیاء والاکفاء ۴۹۷/۱ بیروت)

الولی فی النکاح لا المال العصبہ بنفسہ علی ترتیب الإرث والحجب أي

المراد بالولی هنا الولی فی النکاح، سواء كان له ولاية في المال أيضًا كالأب والجد

والقاضي، أو لا كالأخ لا الولی فی المال فقط. (شامی / باب لولی ۱۹۱/۴ زکریا، ۷۶/۳ کراچی)

فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته، ولو تحولت الولاية

إليه لم یجز إلا بإجازته بعد التحول. (الدر المختار / باب الولی ۱۹۹/۴ زکریا، کنا فی

المحیط البرهانی / فی معرفة الأولیاء ۱۵۷/۳ غفاریہ کوئٹہ، الفتاویٰ الہندیہ / الباب الرابع فی الأولیاء

۲۸۵/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اولاد کے نکاح کی ذمہ داری باپ پر ہے

سوال (۲۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا زید کی بیوی زید کے بچوں کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کر سکتی ہے یا نہیں؟ براہ کرم شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ کی موجودگی میں بیوی بچوں کے نکاح کی ذمہ داری اور اس بارے میں مناسب فیصلہ کا حق ماں کو حاصل نہیں؛ بلکہ باپ کو اختیار ہے۔ وہ جہاں چاہے اپنے بچے بچیوں کا رشتہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر ماں کا اپنی مرضی سے رشتہ کرنا صحیح نہیں ہے۔
مستفاد: وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبراً ولو ثيباً، ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفاء أن كان الولي أباً أو جدّاً. (الدر المختار مع الرد المختار ۱۷۰/۴ - ۱۷۱ زکریا)

ولزم النكاح بلا توقف أجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب
والجد والموالی. (شامی ۱۷۱/۴ زکریا)

وان كان المزوج غيرهما أي غير الأب وأبيه ولو الأم إلى لا يصح النكاح
من غير كفوء أو بغبن فاحش. (وتحتہ فی الشامیة) ولو الأم أو القاضی هو الأصح؛
لأن ولايتهما متأخرة عن ولاية الأخ والعم فإذا ثبت الخيار في الحجاب ففي
المحبوب أولى بحر والقصور الرأي في الأم. (شامی ۱۷۳/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ دادا کا نابالغی کی حالت میں کیا ہوا نکاح لازم ہو جاتا ہے

سوال (۲۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر لڑکی نابالغ ہے، اور والدین یا ولی شرعی نے نابالغ لڑکی کا نکاح کسی شخص سے کر دیا، اب لڑکی قریب البلوغ یا بالغ ہونے کے بعد نکاح کو فسخ کرتی ہے کہ میں اس نکاح کو نہیں مانتی، اور اسی حالت میں لڑکی کو زبردستی اس لڑکے (جس سے نکاح ہوا ہے) کے ساتھ رخصت کر دیا، قریب قریب تین ماہ لڑکی اُس کے ساتھ رہی؛ لیکن یہ دن لڑکی نے زبردستی پورے کئے، تین ماہ کے درمیان صحبت وغیرہ سب کچھ ہوا، اب لڑکی اپنے گھر (میکے) میں آنے کے بعد کسی دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہو کر کورٹ میرج (عدالتی کارروائی) کر کے دوسرے شخص کے ساتھ رہ رہی ہے۔ مذکورہ بالا صورت میں نابالغ لڑکی کا جو نکاح ہوا تھا، جس کو لڑکی بعد البلوغ قبول نہیں کر رہی تھی، اور جبراً لڑکی کو رخصت کر دیا گیا تھا، تو وہ نکاح درست ہو یا غلط؟ نیز عدالتی کارروائی سے جس دوسرے کے ساتھ لڑکی رہ رہی ہے، اُس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر لڑکی کا نکاح والد یا دادا نے کیا ہے، تو اُس کا نکاح

منعقد اور لازم ہو چکا ہے، اور اُسے خیار بلوغ بھی حاصل نہیں ہے؛ لہذا پہلے نکاح میں رہتے ہوئے اُس لڑکی کا دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنا قطعاً حرام اور باطل ہے، شرعاً وہ پہلے شوہر کی ہی بیوی ہے۔

عن عبد اللہ بن دینار عن حماد بن عمار عن الحسن قال: قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم: إذا أنکح الرجل ابنه وهو کارۃ فلیس بنکاح، وإذا زوجہ وهو

صغیر جاز نکاحہ. (المصنف لابن ابی شیبہ ۴۴۹/۳ شیئہ ۴۴۹/۳ رقم: ۱۶۰۰۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عن عطاء قال: إذا أنکح الرجل ابنه وهو صغیر، فنکاحہ جائز ولا طلاق

لہ. (المصنف لابن ابی شیبہ ۴۴۹/۳ شیئہ ۴۴۹/۳ رقم: ۱۶۰۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عن الحسن أنه کان یقول: نکاح الأب جائز علی ابنتہ، بکراً کانت أو ثیباً

کرہت لو لم تکرہ. (المصنف لابن ابی شیبہ ۴۴۶/۳ شیئہ ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عن ابن طاؤس عن أبیہ قال: لا یکرہ الرجل ابنتہ الشیب علی نکاح ہی

تکرہ۔ (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۶۹ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مالك بن انس قال: كان القاسم وسالم يقولان: إذا زوج أبو البكر البكر فهو لازم لها وإن كرهت. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۷۰ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي حنيفة عن حماد قال: النكاح جائز ولا خيار لها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۸/۳ رقم: ۱۶۰۰۰ دار الكتب العلمية بيروت)

وللولي: نكاح الصغير والصغيرة، ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفو إن كان الولي أباً أو جداً. (الدر المختار مع الشامي ۶۶/۳ كراچی)

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء (كنز) أي للصغير والصغيرة إذا بلغا، وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة، وهذا عند أبي حنيفة ومحمد..... بخلاف ما إذا زوجها الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما؛ لأنهما كامل الرأي وافر الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما، كما إذا باشراه برضاهما بعد البلوغ. (البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ۲۱۱/۳ زكريا، كذافي مجمع الأنهر ۳۳۵/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱۵ھ

وکیل بنایا کہ میری لڑکی کا نکاح کرا دو پھر وکیل نے اپنے

بیٹے سے نکاح کرا دیا؟

سوال (۲۶۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک مجلس میں کم از کم چالیس شخص موجود تھے، اس مجلس میں مسکین علی نے اپنی لڑکی کے اذن

محمد اسرائیل کو دیئے بطور امانت، جب مسکین علی نے اپنی لڑکی کے اذن اسرائیل کو دیئے، تو اس وقت مسکین علی نے قاضی بھی رکھا اور وکیل بھی اور گواہ بھی رکھے تھے، کچھ دنوں کے بعد مسکین علی کی امانت محمد اسرائیل نے اپنے لڑکے کو دی، یعنی مسکین علی کی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ قاضی وکیل وغیرہ کی موجودگی میں کر دیا، تو یہ نکاح ہو گیا یا نہیں؟ بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے، مگر کچھ کہتے ہیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا؛ لہذا برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب مسکین علی نے اپنی لڑکی کا نکاح کرانے کی اجازت محمد اسرائیل کو دی، اور انہوں نے اپنے ہی لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا، تو یہ نکاح مسکین علی کی اجازت پر موقوف ہوگا، وہ اگر اجازت دے دیں تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

عن الحسن قال: إذا اختلف الولي والمرأة نظر السلطان، فإن كان الولي مضاراً زوجها وإلا رده أمرها إلى وليها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۸/۳ رقم: ۱۶۰۰۲ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو زوجها من أبيه أو ابنه لم يجز عنده، وفي كل موضع لا ينفذ فعل الوكيل، فالعقد موقوف على إجازة المؤكل. (شامي ۲۲۳/۴ زكريا)

الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة، إذا كان لها مجيز حالة العقد جازت، وإن لم يكن تبطل. (فتح القدير / فصل في الوكالة بالنكاح ۲۰۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۲۶/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

وکیل بالنکاح کا دوسرے کو اپنا وکیل بنانا؟

سوال (۲۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نکاح میں وکالت علی الوکالت جائز ہے؟ یعنی لڑکی نے ایک شخص کو اپنی طرف سے نکاح

کا وکیل بنایا، پھر اس وکیل نے کسی دوسرے شخص کو اس لڑکی کے نکاح کا وکیل بنا دیا، اور یہ تیسرا شخص اس لڑکی کا نکاح کرادے، تو کیا شرعاً یہ نکاح جائز اور درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وکیل بالنکاح اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا؛ لیکن اگر وکیل بنا دیا اور دوسرے نے اصل وکیل کی موجودگی میں نکاح پڑھایا، تو یہ نکاح وکالتاً منعقد ہو جائے گا، اور اس میں کوئی خرابی نہیں رہے گی؛ البتہ اگر وکیل اپنی جگہ دوسرے کو وکیل بنا کر خود مجلس سے غیر حاضر رہا اور اس کی غیر موجودگی میں نکاح پڑھایا گیا، تو یہ نکاح وکالتاً منعقد نہیں ہوگا؛ بلکہ فضولی کے طور پر منعقد ہوگا، اور بعد میں اگر لڑکی اس پر کسی بھی طرح رضا مندی ظاہر کر دے یا بخوشی رخصت ہو کر شوہر کے گھر چلی جائے، تو انجام کار یہ نکاح نافذ ہو جائے گا۔

الوكيل بالتزويج ليس له أن يوكل غيره، فإن فعل فزوج الثاني بحضرة

الأول جاز. (الفتاوى الهندية ۲۹۸/۱ زکریا)

كل عقد صدر من الفضولي وله قابل يقبل، سواء كان ذلك القابل فضولياً آخر أو وكيلاً أو أصيلاً. انعقد موقوفاً، هكذا في النهاية. (الفتاوى الهندية

۲۹۹/۱ زکریا)

وتثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل كذا في البحر الرائق.

(الفتاوى الهندية ۲۹۹/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۸/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کا بیٹی سے اجازت لے کر بغیر وکیل بنائے مجلس نکاح

میں نکاح پڑھوانا؟

سوال (۲۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مجلسِ نکاح میں باپ موجود ہے، باپ نے اپنی بیٹی سے اجازتِ نکاح کے لئے کسی کو وکیل اور گواہ نہیں بنایا؛ بلکہ خود ہی لڑکی سے اجازت لے کر مجلسِ نکاح میں نکاح خواں سے نکاح پڑھوایا، مجلسِ نکاح میں تقریباً ۵۰ آدمی تھے، یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں؟ اور رجسٹر میں جو وکیل اور گواہوں کے نام درج ہوتے ہیں، اور دستخط لئے جاتے ہیں، اب رجسٹر کے اندر وکیل اور گواہوں کے خانہ میں کس کو لکھیں یا مجلسِ نکاح میں جو حضرات موجود ہیں، ان میں سے دو گواہوں کے نام لکھیں، ارکانِ نکاح میں جو ایجاب و قبول اور حضور شہدین آتا ہے، اُس سے مجلسِ نکاح کے گواہ مراد ہیں، یا لڑکی سے اجازت لیتے وقت جو وکیل اور گواہ جاتے وہ مراد ہیں؟ اس سلسلہ میں دارالافتاء سے تسلی بخش تفصیل مطلوب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ کا اپنی بیٹی سے اجازت لے کر دوسرے کو وکیل

بنائے بغیر اُس کا نکاح مجلسِ نکاح میں پڑھوانا بلاشبہ جائز اور درست ہے، اور مجلسِ نکاح کے بھی حاضرین اس نکاح کے گواہ سمجھے جائیں گے، رجسٹر میں جن دو گواہوں کا نام لکھا جاتا ہے وہ صرف ایک رسمی کارروائی ہے؛ لہذا ضرورت کے وقت اُن کے علاوہ دیگر حاضرین مجلس بھی نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن دینار عن حماد بن الحسن قال: قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم: إذا أنکح الرجل ابنه وهو کارۃ فلیس بنکاح، وإذا زوجہ وهو

صغیر جاز نکاحہ. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۹/۳ شیبة ۴۴۹/۳ رقم: ۱۶۰۰۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن عطاء قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا خطب أحداً من

بناتہ جلس إلی جنب خدرها، فقال: إن فلاناً یخطبُ فلانةً، فإن سکتت زوجها

وإن طعنت بیلهما، وأشار حفص بیده السبابة، أي تطعن فی الخدر، لم یزوجها.

(المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۵/۳ رقم: ۱۵۹۶۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

ولو بعث مريدُ النکاح (أقواماً للخطبة، فزوجها الأب) أو الولي

(بحضرتہم، صحیح) فیجعل المتکلم فقط خاطباً والباقي شهوداً به یفتی. (الدر المختار وعالیہ الفتوی؛ لأنه ضرورة في جعل الكل خاطباً، فیجعل المتکلم فقط والباقي شهوداً. (الدر المختار مع الشامي، کتاب النکاح / مطلب في عطف الخاص على العام ۷۷۱۳ کراچی، ۹۷-۹۸ زکریا)

رجل زوج ابنته من رجل في بيت وقوم في بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم، إن كان من هذا البيت إلى ذلك البيت كوة رأوا الأب منها، تقبل شهادتهم رجل بعث أقواماً لخطبة امرأة إلى والدها، فقال الأب: زوجت، وقبل عن الزواج واحد من القوم، لا يصح النکاح، وقيل: يصح، وهو الصحيح وعليه الفتوى. (الفتاوى الهندية، کتاب النکاح / الباب الأول في تفسيره شرعاً الخ ۲۶۸/۱ زکریا) ووقت حضور الشهادة وقت الإيجاب والقبول لا وقت الإجازة. (الفتاوى الهندية ۲۶۹/۱ زکریا) فقط واللہ تعالی اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۶/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے اور لڑکی نابالغی میں نکاح کرنے کے بعد ولی کی اجازت سے پہلے بالغ ہو گئے؟

سوال (۲۷۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکے اور لڑکی نے نابالغی میں نکاح کیا اور اس سے پہلے کہ ولی اجازت دے یا رد کرے دونوں بالغ ہو گئے، تو کیا ان کا ایجاب وقبول درست سمجھا جائے گا، یا دوبارہ ایجاب وقبول کرنا ہوگا؟ یا ابھی اس نکاح کے نافذ ہونے کے لئے ولی کی اجازت ضروری ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نابالغی میں از خود کیا گیا نکاح موقوف رہے گا، اگر ولی

کی اجازت یا رد کرنے سے پہلے دونوں بالغ ہو گئے، تو بلوغ کے بعد ان کی اجازت کافی ہوگی، ولی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہوگا، اور دوبارہ ایجاب و قبول کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

عن سَلْم بن أَبِي الذِّيَال قال: كتب عمر بن عبد العزيز في اليتيمين: إذا زوجا وهما صغيران إنهما بالخيار. (المصنف لابن أبي شيبة ٤٤٨/٣ رقم: ١٥٩٩٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال في الصغيرين: هما بالخيار إن شبا. (المصنف

لابن أبي شيبة ٤٤٨/٣ رقم: ١٥٩٩٩ دار الكتب العلمية بيروت)

صغيرة زوجت نفسها ولا ولي ولا حاكم ثمه توقف ونفذ بإجازتها بعد

بلوغها؛ لأنه له مجيز وهو السلطان. (الدر المختار مع الشامي ١٩٨/٤ زكريا)

أما إذا كان: أي وجد سلطان أو قاض في مكان عقد الفصولي عن المجنونة

أو اليتيمة فيتوقف: أي وينفذ بإجازتها بعد عقلها أو بلوغها؛ لأن وجود المجيز

حالة العقد لا يلزم كونه من أولياء النسب. (شامي ٢٢٦/٤ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغی کا نکاح بلوغ کے بعد کیسے نافذ ہوگا؟

سوال (۲۷۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک مسئلہ یہ لکھا گیا ہے کہ اگر ولی قریب کے رہتے ہوئے ولی بعید نے نکاح کر دیا، تو ولی

قریب کی اجازت کے بعد ہی نافذ ہوگا، اور اگر اس درمیان عاقدین بالغ ہو جائیں تو خود ان کی

اجازت سے نکاح نافذ ہو جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ نکاح کے ایجاب و قبول کی طرح عاقدین

کے لئے اس اجازت کا ”تکلم باللسان“ ہی ضروری ہوگا، یا قلم کے ذریعہ رضامندی کا اظہار یا

رجعت کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ ایسا عمل جو میاں بیوی ہی کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ

جائز ہے، بھی کافی ہوگا؟

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نابالغہ باکرہ کے ساتھ یہ صورت پیش آئی ہے تو بالغ ہونے کے بعد اگر وہ خاموش رہی تو یہ خاموشی ہی اس کی طرف سے اجازت سمجھی جائے گی زبان سے اجازت دینا لازم نہیں؛ البتہ اگر نابالغہ ثیبہ کے ساتھ یہ صورت پیش آئی ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس کا خاموش رہنا اجازت کے لئے کافی نہیں؛ بلکہ زبانی طور پر رضامندی کا اظہار یا کوئی ایسا فعل جو رضامندی پر دلیل ہو اس کا صدور ضروری ہے اس کے بغیر اجازت معتبر نہ ہوگی۔

إن غیر الأب والجد إذا زوج الصغيرة فبلغت وهي بکر، فسکت ساعة بطل خيارها، وجعل سکوتها بمنزلة الرضا صریحاً، ولو كانت ثیباً لا یكون رضا إلا إذا وجد قول أو فعل یستدل به علی الرضا. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۴۸/۳)

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء (کنز) أي للصغیر والصغيرة إذا بلغا، وقد زوجا أن یفسخا عقد النکاح الصادر من ولی غیر أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة، وهذا عند أبي حنیفة ومحمد..... بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما؛ لأنهما کامل الرأي وافر الشفقة فیلزم العقد بمباشرتهم، كما إذا باشره برضاهما بعد البلوغ. (البحر الرائق / باب الأولیاء والأکفاء ۲۱/۳ زکریا، کذافی مجمع الأنهر ۳۳۵/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وینطل بسکوتها إن علمت بکراً لا بسکوته ما لمی قل رضیت، ولو دلالة أي ویبطل خيار البلوغ بسکوت من بلغت إلى آخره، اعتباراً لهذه الحالة بحالة فی ابتداء النکاح، وأراد بالعلم العلم بأصل النکاح. (البحر الرائق / باب الأولیاء والأکفاء ۲۱/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۳۳۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بچپن میں باپ کے کئے ہوئے نکاح کو بلوغ کے بعد
لڑکی فسخ کر سکتی ہے

سوال (۲۷۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے اس لڑکی کے بچپن میں کر دیا تھا، اب وہ لڑکی بالغ
ہو گئی ہے، کیا وہ لڑکی اپنے اس نکاح کو منسوخ کر کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر والد خود اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرائے تو بلوغ کے
بعد اس بچی کو وہ نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا، لہذا مسئلہ صورت میں جب تک یہ نکاح باقی
ہے، اس لڑکی کے لئے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ (کفایت المشتی ۹۸/۵)

فان زوجہما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغها. (الفتاویٰ الہندیہ ۲۸۰/۱ زکریا)
ولزم النکاح..... إن كان الولي..... أباً أو جداً. (شامی ۶۶/۳ کراچی) فقط
واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۲/۱۳۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچی کا نابالغی کی حالت میں کئے ہوئے نکاح سے بلوغ
کے بعد انکار کرنا

سوال (۲۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: میں نے اپنی لڑکی کا نکاح شمیم احمد سے کر دیا تھا، لڑکی نکاح کے وقت نابالغ تھی، اب جوان
ہونے پر لڑکی وہاں جانے پر یعنی شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے، اور کہتی ہے کہ جس وقت
نکاح کیا تھا میں نا سمجھ تھی، میں ہرگز وہاں نہ جاؤں گی، اگر زبردستی کی تو زہر کھا کر مر جاؤں گی، اب

صورتِ مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس بچی کا نکاح نابالغی کی حالت میں خود باپ کرائے

تو بالغ ہونے کے بعد اس بچی کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا؛ لہذا مسئلہ صورت میں بچی کا نکاح بدستور اپنے شوہر سے قائم ہے جب تک وہ طلاق نہ دے یا شرعی طور پر اس سے تفریق واقع نہ ہو جائے، اس بچی کا نکاح کسی اور جگہ جائز نہیں ہے۔

عن الحسن أنه كان يقول: نكاح الأب جائز على ابنته، بكرة كانت أو ثيباً

كرهت لو لم تکرهه. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۶۸ دار الكتب العلمية بيروت)

عن مالك بن أنس قال: كان القاسم وسالم يقولان: إذا زوج أبو البكر البكر

فهو لازم لها وإن كرهت. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۷۰ دار لكتب العلمية بيروت)

وللبولي إنكاح الصغير والصغيرة جبراً، ولزم النكاح، وفي الشامي: أي

بلا توقف على إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد. (شامي ۱۷۱/۴

زكريا، كذا في البحر الرائق ۲۱۱/۳ زكريا، مجمع الأنهر ۳۳۵/۱ بيروت)

بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما؛

لأنهما كامل الرأي وافر الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما، كما إذا باشره

برضاهما بعد البلوغ. (البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ۲۱۱/۳ زكريا، كذا في مجمع الأنهر

۳۳۵/۱ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذا معتدته. (الفتاوى الهندية

۲۸۰/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۱۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغ ہونے کے بعد لڑکی کا دو گواہوں کے سامنے نکاح سے انکار کرنا؟

سوال (۲۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہنور بانو بنت محمد اسلم ساکن رام پور، پرتاب گڈھ کا نکاح غیر ولی نے نابالغی ۱۲ برس کی عمر میں کر دیا؛ لیکن اس وقت جب کہ اس کی عمر پندرہ سال ہوئی، تو اُس نے دو آدمیوں کے سامنے انکار کر دیا کہ یہ نکاح ہمیں منظور نہیں ہے، تو اب مسئلہ کی شکل کیا بنے گی، نکاح برقرار مانا جائے گا یا کہ انکار کی صورت میں نکاح ختم مانا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بر تقدیر صحت سوال اگر واقعی مذکورہ لڑکی شہنور بانو کا

نکاح ولی اقرب (باپ یا دادا) کے علاوہ کسی اور نے نابالغی کی حالت میں کر دیا تھا، تو اس صورت میں اُس لڑکی کو بالغ ہوتے ہی اس بات کا اختیار ملے گا کہ وہ اپنے شوہر سے نکاح فسخ کر دے اور ہندوستان جیسے ممالک میں اُس کی شکل یہ ہوگی کہ بالغ ہوتے ہی وہ دو گواہوں کے سامنے یہ اظہار کرے کہ مجھے اس نکاح میں رہنا منظور نہیں ہے، اُس کے بعد اپنا مقدمہ قریبی محکمہ شرعیہ میں پیش کرے اور پھر محکمہ شرعیہ تحقیق کے بعد اُن کے مابین تفریق کر دے، اس کے بعد حسب شرائط وہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۱۵۹۱ ڈا بھیل)

عن سلّم بن ابي الذیال قال: كتب عمر بن عبد العزيز رحمه الله تعالى

في اليتيمين: إذا زوّجا وهما صغيران إنهما بالخيار. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۸۱۳

رقم: ۱۵۹۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال في الصغيرين: هما بالخيار إن شأ. (المصنف

لابن أبي شيبة ۴۸۱۳ رقم: ۱۵۹۹۹ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وإن زوّجها غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء

أقام على النكاح، وإن شاء فسخ، يشترط فيه القضاء. (الهداية ۳۱۷/۲)

ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء أي
 للصغير والصغيرة ولو ثيبًا؛ فإن كان أبًا وجدًا لزم، وإن كان غيرهما فلهما
 الخيار، إذا بلغا أو علما بالنكاح بعد البلوغ أي إن كان المزوج غيرهما فلكل
 واحد منهما خيار الفسخ، سواء كانا عالمين قبل البلوغ بالعقد أو علما بعد
 البلوغ في أظهر الروايتين عند الإمام وهو قول محمد. (مجمع الأنهر ۱/۴۹۴ بیروت،
 شامی ۱۷۳/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۵/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغ لڑکی کا بالغ ہونے کے بعد باپ کا دیا ہوا مہر واپس کر کے نکاح فسخ کرنا؟

سوال (۲۷۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نابالغ لڑکی کے والد حقیقی نے حق مہر مقرر کر کے مسلمانوں کی مجلس جن کو دعوت دے کر بلایا گیا
 تھا، حق مہر مقررہ سے ایک عدد زور حاصل کر کے بقیہ یعنی غیر مؤجل تین عدد زورات اور دس ہزار
 نقدی برائے بینک طے پایا، اور پھر کپڑے بوٹ ہندی بھی حاصل کر لی اور دودھ مٹھائی مجلس میں رکھ
 کر نابالغہ کا اذن ایک نابالغ لڑکے کے لئے اس کے والد کو دیا، جس نے مجلس میں قبول کیا اور پھر
 نوعانہ کلمات بھی قاضی نے ادا کئے، حلوہ چائے اور کھانا بھی کھلایا گیا، جو لڑکی والوں ہی کی طرف
 سے تھی، اس کے بعد دوسرے دن لڑکی نابالغہ کو اس کے سر اور ساس کے ساتھ بھیجا گیا، جو ۸-۱۰
 دن وہاں رہی، اُس کے بعد تعلیم حاصل کرنے کے لئے پھر میکہ چلی آئی، اُس کے بعد سر سے
 ایک بوٹ اور اٹیچی بھی یہ کہہ کر لڑکی کے والد نے لی کہ یہ تمہاری بہو ہے، اسے ہاسٹل جانا ہے، آپ
 ہی دے دیں، اور اب ساڑھے چار سال گزر گئے، لڑکی شرعی طور پر بالغ بھی ہے، ان دونوں کنبوں
 میں اختلاف ہو گیا، تو لڑکی کے والد نے زور اور ایک عدد اٹیچی واپس کرنے کے لئے تیسرے آدمی

کے پاس رکھی، اس نیت کے ساتھ واپس کرنے سے نکاح فسخ ہو جائے گا، اور ساتھ میں شرعی قانون کے خلاف سہارا حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہا ہے، کیا یہ عقد درست ہے؟ اور حق مہر ادا شدہ واپس کرنے سے فسخ نکاح ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا ہے تو کیا غیر شرعی قانون کی آڑ میں وہ دوسری جگہ لڑکی کا عقد کرے، تو وہ جائز ہے یا حرام ہے؟ اور قاضی علاقہ نے اس حقیقت کو صدر انجمن کے پاس بھیجا اور بروئے بیانات گواہان متذکرہ بالا معاملہ ثابت ہو گیا، کیا صدر انجمن یا قاضی (مولوی) کو حق حاصل ہے کہ مسئلہ کو بروئے در مختار تحریر کر کے فریقین کو آگاہ کرے کہ والد اور دادا کو ولایت اجبار حاصل ہے، بعد بلوغت کے بھی لڑکی لڑکانا بالغہ اور بالغ اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، اور ولی جائز کی رضامندی و طریقہ سے ہوتی ہے: یا تو ولی کہہ دے کہ میں نکاح سے راضی ہوں یا ایسے فعل کا سرزد ہونا ثابت ہو کہ حق مہر مقرر کرے، یا حق مہر کا مطالبہ کرے یا عورت کو سسرال روانہ کرے، یہ دلالتِ رضامندی ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حقیقی والد کے ذریعہ نابالغہ لڑکی کا نکاح شرعاً نافذ اور لازم ہو جاتا ہے، اور لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اسے اس نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں رہتا، اور نہ ہی اس کا باپ اسے فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے؛ لہذا مسئلہ صورت میں والد کا ادا شدہ مہر واپس کرنے کو فسخ سمجھنا صحیح نہیں ہے، اور جب تک مذکورہ لڑکی کا بالغ شوہر طلاق نہ دے، یا ان دونوں کے درمیان تفریق واقع نہ ہو، اس وقت تک اس لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح قطعاً جائز نہ ہوگا، اگر لڑکی کا باپ اس مسئلہ کے خلاف اقدام کرے، تو ذمہ دار حضرات کو مناسب انداز میں اسے روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

عن الحسن أنه كان يقول: نكاح الأب جائز على ابنته، بكرة كانت أو ثيباً

کرہت لو لم تکرہ. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عن مالک بن أنس قال: كان القاسم وسالم يقولان: إذا زوج أبو البكر البكر

فهر لازم لها وإن کرہت. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۷۰ دار لکتب العلمیہ بیروت)

فإن زوجها الأب أو الجد، يعني الصغير والصغيرة، فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (لهدایہ ۳۱۷/۲، کذا فی البحر لرائق ۲۱۱/۳ زکریا، للرمختار / باب الولی ۶۶/۳ کراچی)

جعل الإسلام الطلاق من حق الرجل وحده الخ. (فقه السنة بحواله: فتاویٰ

محمودیه ۱۷۱/۱۳ ذابھیل)

وللولی إنکاح الصغير والصغيرة ولو ثیباً ولزم النکاح، أي بلا توقف علی إجازة أحد، وبلا ثبوت خيار الصغير والصغيرة ولو ثیباً..... فإن کان أباً أو حداً لزم العقد، فلیس لهما خيار الفسخ بعد البلوغ. (مجمع الأنهر ۳۳۵/۱ بیروت)

لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتبرة. (الفتاویٰ الهندیة

۲۸۰/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں باپ کے شادی میں تاخیر کرنے کی وجہ سے بالغ لڑکے لڑکی کا از خود نکاح کرنا؟

سوال (۲۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: لڑکا یا لڑکی اگر بالغ ہو جائیں اور ماں باپ اُن کی شادی میں تاخیر کریں، تو بالغ لڑکا یا لڑکی اپنے طور پر نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب بچے شادی کے قابل ہو جائیں اور نکاح کی

وسعت بھی ہو، تو والدین کو اُن کے نکاح کی فکر کرنا لازم ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تاکید فرمائی ہے؛ لیکن اگر توجہ دلانے کے باوجود والدین نکاح پر آمادہ نہ ہوں اور لڑکا لڑکی عاقل، بالغ اور مکلف ہو کر اپنی ازدواجی ذمہ داریاں بخوبی ادا کرنے کے اہل ہو جائیں، تو انہیں

والدین کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح خود کرنے کی بھی اجازت ہے؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ والدین کو راضی کر لیا جائے۔

عن بحریة بنت ہانی بن قبیصة قالت: زوجت نفسي القعقاع بن شور،
وبات عندي ليلة، وجاء أبي من الأعراب فاستعدى علياً، وجاءت رسلة،
فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم، فأجاز النكاح. (سنن الدارقطني،
النكاح ۲۲۳/۳ رقم: ۳۸۳۷-۳۸۴۰)

عن الشعبي قال: إن كان كفواً جاز. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح / باب ما أجازہ
بغير ولي ولم يفرق ۳۱۱۹ رقم: ۱۶۰۰)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضاء ولي، والأصل أن كل من تصرف في
ماله تصرف في نفسه. (شامي ۱۵۰/۴ زكريا، كذا في كنز الدقائق على البحر الرائق / باب الأولياء
والأكفاء ۱۹۲/۳ زكريا)

الحرّة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفولها أو ليس بكفو
لها، وفي الخانية: بكرة كانت أو ثيباً، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة
رحمه الله وهو قول أبي يوسف آخرًا. (الفتاوى التاتارخانية ۱۰۰/۴ رقم: ۵۶۴۴ زكريا، كذا
في الهداية ۳۱۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغہ کا اپنی مرضی سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: لڑکی کی عمر ۲۵ سال ہے، والدین حیات ہیں، دو بھائی بڑے شادی شدہ ہیں، ایک بڑی
بہن بھی شادی شدہ ہے، لڑکی اپنی مرضی سے کسی لڑکے سے باعزت نکاح کرنا چاہتی ہے، دیگر رشتہ

دار بھی اس رشتہ سے راضی ہیں؛ لیکن دونوں بھائی راضی نہیں؛ سخت ناراض ہیں، اور ساری پر اپنی کے مالک ہیں، لڑکی کے پاس کچھ نہیں ہے، ایسی صورت میں لڑکی کے سگے تائے، چچا، خالو اور بہنوئی نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ رشتہ مناسب ہے اور کفو میں ہے اور خاندانی

اعتبار سے کسی مصلحت کے خلاف نہیں ہے، تو لڑکی کی رضامندی اور تائے چچا کی سرپرستی میں یہ نکاح درست ہوگا، اور بھائیوں کی ناراضگی کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور لڑکیوں کا جو بھی حق باپ کے ترکہ میں سے بنتا ہے وہ انہیں دینا ضروری ہے، اگر بھائی بہنوں کے حق کو غصب کریں گے، تو ان سے آخرت میں سخت مواخذہ ہوگا۔

عن بحریۃ بنت ہانئ بن قبیصۃ قالت: زوجت نفسي القعقاع بن شور،

وبات عندي ليلة، وجاء أبي من الأعراب فاستعدى علياً، وجاءت رسلة،

فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم، فأجاز النكاح. (سنن الدارقطني،

النكاح ۲۲۳/۳ رقم: ۳۸۳۷-۳۸۴۰)

عن الشعبي قال: إن كان كفوً أجاز. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح / باب ما أجازہ

بغير ولي ولم يفرق ۳۱/۹ رقم: ۱۶۰۰)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن كل من تصرف في

ماله تصرف في نفسه. (شامي ۱۵۵/۴ زكريا، كذا في كنز الدقائق على البحر الرائق / باب الأولياء

والأكفاء ۱۹۲/۳ زكريا)

ويثبت للأبعد من أولياء النسب التزويج بعض الأقرب، أي بامتناعه عن

التزويج إجماعاً، أي من كفاء بمهر المثل. (الدر المختار مع الشامي ۲۰۱/۴ زكريا)

الحرّة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو

لها، وفي الخانية: بكرة كانت أو ثيباً، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف آخرًا. (الفتاوى التاتارخانية ۱۰۰/۴ رقم: ۵۶۴۴ زكريا، كذا في الهداية ۳۱۳/۲) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۱۹/۱۳۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغ لڑکا لڑکی کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا؟

سوال (۲۷۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک بالغ لڑکا اور بالغ لڑکی اپنے ولی کی رضا مندی کے بغیر نکاح کرے تو نکاح ہو جاتا ہے یا باطل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عاقل بالغ لڑکا لڑکی اگر شرائط نکاح کی رعایت کرتے ہوئے نکاح کر لیں، تو ان کا کیا ہوا نکاح منعقد ہو جاتا ہے، خواہ والدین کی رضا مندی ہو یا نہ ہو؛ البتہ اگر لڑکی نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے، تو اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے، وہ اس معاملہ میں قریبی محکمہ شرعیہ سے رجوع کر سکتے ہیں۔

عن معمر قال: سألت الزهري عن امرأة تزوج بغير ولي، فقال: إن كان

كفوًا جاز. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۳/۳ رقم: ۱۵۹۴۴ دار الكتب العلمية بيروت)

عن علي رضي الله عنه أنه أجاز نكاح امرأة بغير ولي أنكحتها أمها

برضاها. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۳/۳ رقم: ۱۵۹۴۶ دار الكتب العلمية بيروت)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله

تصرف من نفسه، وله أي للولي إذا كان عصبه الاعتراض في غير الكفاءة. (الدر المختار

مع الشامي ۱۵۵/۴-۱۵۶ زكريا، مجمع الأنهر ۴۸۸/۱ ديوبند، الفتاوى التاتارخانية ۱۰۲/۴ زكريا)

نفذ نکاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة..... والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه يجوز نكاحه على نفسه. (البحر الرائق ۱۰۹/۳ كونه)

في الهداية: وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، وإن لم يعقد عليها ولي بكرة كانت أو ثيباً - إلى قوله - ثم في ظاهر الرواية: لا فرق بين الكفوء وغير الكفوء، لكن للولي الاعتراض في غير الكفوء. (الهداية ۳۱۴/۲)

وتحته في الفتح القدير: فتحصل أن الثابت الآن هو إتفاق الثلاثة على..... الجواز مطلقاً من الكفوء وغيره. (فتح القدير ۲۵۶/۳ بيروت) فقط والله تعالى اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی عمر کی زیادتی کی وجہ سے اگر مناسب رشتہ نہ ملے، تو کیا سرپرست گنہگار ہوں گے؟

سوال (۲۷۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کسی لڑکی کی عمر پچاس کے قریب پہنچ چکی ہو، تو کیا اس کو نکاح کے لئے مجبور کرنا سرپرستوں کا فرض ہے؟ کیا دوسری صورت میں سرپرست گنہگار ہوں گے؟ یا یہ کہ بغیر نکاح رہنے کا کوئی وبال پڑے گا؟ آں جناب سے گزارش ہے مسئلہ ہذا کا قرآن و شریعت کی روشنی میں بالوضاحت جواب تحریر فرمادیں؟ جزاکم اللہ۔ اللہ رب العزت آپ کے مراتب کو مزید بلند فرمائیں، آمین۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہی ہے کہ کوئی عورت بے نکاحی نہ رہے؛ اس

لئے سرپرستوں کو چاہئے کہ مناسب جوڑ نلنے پر مذکورہ لڑکی کا نکاح کر دیں؛ لیکن اگر کوشش کے

باوجود لڑکی کے لئے مناسب رشتہ نہ ملے، تو سرپرستوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور عمر زیادہ ہونے پر لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنا صحیح نہیں؛ بلکہ اس کی رضامندی ضروری ہے۔

قال الله تعالى: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۲]

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي! ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنابة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفوا. (سنن الترمذي، النكاح / باب ما جاء في تعجيل الجنابة ۲۰۶/۱ رقم: ۱۰۸۱)

عن عبد الله بن دينار عن حدثه عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أنكح الرجل ابنه وهو كازة فليس بنكاح، وإذا زوج وهو صغير جاز نكاحه. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۹/۳ رقم: ۱۶۰۰۴ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال: لا يكره الرجل ابنته الشيب على نكاح هي تکرهه. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۴۶/۳ رقم: ۱۵۹۶۹ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح؛ لانقطاع الولاية بالبلوغ. (لدرلمختار ۱۵۹/۴)

ولا يزوج البكر البالغة أبوها على كره منها. (الفتاوى التاتارخانية ۲۳/۳، خانبة

۳۵۸/۱ فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۳۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغہ لڑکی کا والدین کی مرضی کے بغیر اپنے تعلق دار

لڑکے سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۸۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں ایک پڑھی لکھی اور عقل مند بالغ لڑکی ہوں، میں اپنے سگے چچا زاد بھائی کو پسند کرتی

ہوں، اور اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں، سماجی اعتبار سے لڑکے کے والدین یعنی میرے چچا

اور چچی رشتہ لے کر آئے، پر میرے والدین نے لڑکی کی مالی حیثیت کچھ کم ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا، جب کہ میرے والدین میری مرضی سے اچھی طرح واقف ہیں، اور میں لڑکے کی حیثیت کو جانتے ہوئے بھی اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں؛ کیوں کہ میرا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے، میں عورت ذات ہوں، سوائے خدا اور رسول کے فرمان کے دائرے میں رہ کر میں اپنے لئے اور کسی طرح انصاف نہیں کروا پاؤں گی، کیا مجھے اپنی مرضی کا کوئی حق نہیں ہے؟ اور کیا میں اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتی ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بالغہ مسلمان عورت اپنی مرضی سے کفو میں نکاح کرنے

کی شرعاً مجاز ہے، والدین کو بھی اپنی بالغ اولاد کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے، اور اولاد کو بھی چاہئے کہ والدین کی منشاء کے خلاف اقدام کرنے سے گریز کریں، ان باتوں کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے طرح طرح کے خاندانی مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی ولہ، أي للولی الاعتراض فی غیر

الکفو. (شامی ۱۵۶/۴ زکریا)

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی؛ لأنها تصرفت فی خالص حقها وهي من

أهلہ لكونها عاقلة بالغة والأصل هنا أن کل من يجوز تصرفه فی ماله بولاية

نفسه يجوز نکاحه علی نفسه. (البحر الرائق ۱۰۹/۳ کوئٹہ)

ثم إنما یحتاج إلى الولی فی الصغیر والصغیرة والمجنونة إذا زال الصغیر

زال الولاية عندنا. (الفتاوی التاتاریخانیة ۸۷/۴ رقم: ۵۶۰۸ زکریا)

یستحب للمرأة تفویض أمرها إلى ولیها کما لا تنسب إلى الوقاحة. (شامی

۱۵۴/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۲۰۱۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

حکومت کے غیر شرعی قانون کے دباؤ کی وجہ سے لڑکی کی عمر زیادہ لکھنا؟

سوال (۲۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری عدالت لڑکی کو اٹھارہ سال میں بالغ مانتی ہے، اور شرعی رو سے لڑکی حیض آنے سے بالغ مانی جاتی ہے، جس کی مدت ۹- تا- ۱۵ سال ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح کے وقت لڑکی شرعاً بالغ ہے؛ لیکن سترہ سال سے کم ہے؛ لہذا رجسٹر پر کرتے وقت سرکاری عمر ۱۸ سال لکھیں یا جو عمر فی الوقت ہے اُس کو لکھیں؟ اگر عمر سرکاری اعتبار سے کم لکھتے ہیں اور اتفاق سے جھگڑے کی نوبت عدالت میں پہنچتی ہے، تو وہاں پر عمر ۱۸ سال سے کم ہونے کی بنا پر لڑکی نابالغ ہے، جب کہ شرعی اعتبار سے وہ بالغ شمار ہوگی؛ لہذا رجسٹر پر کرتے وقت کونسی عمر لکھیں، شرعی یا عدالتی؟ نیز شریعت میں رجسٹر کا پر کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے وقت لڑکی کی جتنی عمر ہے اتنی ہی لکھنی چاہئے اور حکومت کے غیر شرعی قانون سے نہ ڈرنا چاہئے۔ اور نکاح کے وقت رجسٹر پر کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أؤتمن خان. (صحيح

البخاري، كتاب الإيمان / باب علامة المنافق ۱۰/۱ رقم: ۳۳)

عن منصور بن المعتمر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم: تحروا الصدق، وإن رأيتم أن الهلكة فيه فإن فيه النجاة. (رواه ابن

أبي الدنيا في كتاب الصمت رقم: ۴۴۹)

عن أبي بكر رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

الكذب مجانب الإيمان. (شعب الإيمان لليهقي رقم: ۴۸۰۵)

عن النواس بن سمرعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم قال: كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثاً هو لك مصدق، وأنت

له كاذب. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ۱۸۳/۴، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب الأدب /

الترغيب في الصدق والترهيب من الكذب ۶۱۸ رقم: ۴۶۰ بيت الأفكار الدولية)

والكذب محظور. (الفتاوى الهندية ۳۵۲/۵ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۱۵ھ



جبریہ نکاح سے متعلق مسائل

اسلام میں عاقلہ بالغہ پر نکاح کیلئے جبر واکراہ کی اجازت نہیں

سوال (۲۸۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا جبر و باؤ کی مختلف حالتوں میں شریعت نے فرق کیا ہے، اور کیا جبر و باؤ کے ساتھ نکاح جیسا معاملہ انسانی آزادی کے مطابق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت اسلامی عاقلہ بالغہ پر جبر واکراہ کی اجازت

نہیں دیتی؛ بلکہ منکوحہ کی رضا ضروری قرار دیتی ہے؛ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر منکوحہ زبانی یا بروقت خاموش رہ کر بھی رضا کا اظہار کر دے، تو مختلف مصالحوں کی بنا پر اسے معتبر مان لیا جاتا ہے؛ کیوں کہ نکاح و طلاق جیسے معاملات میں شریعت نے ظاہر کا اعتبار کیا ہے، دلی جذبات کا لحاظ نہیں رکھا، ورنہ بعد میں سخت فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ مثلاً کوئی لڑکی نکاح کے وقت زبانی قبول کرے اور بعد میں کہنے لگے کہ میں دل سے راضی نہیں تھی، تو اس دعویٰ کا اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ کہا جائے گا کہ تمہیں اگر دل سے منظور نہ تھا، تو نکاح کے وقت ہی انکار کرنا چاہئے تھا، نکاح کے وقت اقرار اور بعد میں انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے، بہر حال شریعت کا حکم اپنی جگہ صحیح ہے اور مصلحت کے عین مطابق ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

ثلاث جدهن جد وهنلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة. (مشكاة المصابيح ۲۸۴)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال: لا يكره الرجل ابنته الشيب على نكاح هي

تكرهه. (المصنف لابن أبي شيبة ۴۶۱/۳ رقم: ۱۵۹۶۹ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ثابت بن قيس الغفاري قال: كتبت إلى عمر بن عبد العزيز في جارية من جهينة زوجها وليها رجلاً من قيس، وزجها أخوها رجلاً من جهينة، فكتب عمر بن عبد العزيز أن ادخل عليها شهوداً عدولاً ثم خيرها، فأيهما اختارت فهو زوجها. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح / في الوليين يزوجان ٥٦/٩ رقم: ١٦٢٤٩)

لا يجوز نكاح أحد علي بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكرة كانت أو ثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كما في السراج الوهاج. (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح / الباب الرابع في الأولياء ٢٨٧/١ زكريا)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية على البلوغ، فإن استأذنها هو أي الولي وهو السنة (الدر المختار) وإن زوجها بغير استيمار فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها، بحر عن المحيط. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب الولي ١٩٤/٣ كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح / باب الأولياء والأكفاء ١٩٤/٣ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۶/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جبریہ نکاح کی شرعی حیثیت

سوال (۲۸۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ملک میں عاقلہ بالغہ لڑکیوں نیز لڑکوں کے جبری طریقہ پر ہورہے نکاح کی فقہ کی رو سے قانونی حیثیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر جبر کے باوجود لڑکی زبان سے یا عمل سے قبول

کر لے تو یہ نکاح شرعاً منعقد اور نافذ ہو جاتا ہے؛ لیکن والدین کو چاہئے کہ زبردستی دباؤ ڈال کر نکاح نہ کرائیں؛ کیوں کہ ایسا کرنے سے ازدواجی زندگی کامیاب نہیں ہو پاتی اور جلد ہی ناچاقی کی نوبت آجاتی ہے، سب نکاح زوجین کی رضامندی ہی سے ہونے چاہئیں۔

وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار / كتاب النكاح

۶۹/۴ زکریا)

نکاح المکره صحیح. (شامی ۸۷/۴ زکریا)

طلاق وإيلاء وظهار ورجعة ونكاح..... يشمل ما إذا أكره الزوجة أو

الزوج على عقد النكاح كما هو مقتضى إطلاعهم. (الرد المختار، كتاب الطلاق / مطلب

في المسائل التي تصح مع الإكراه ۲۳۶/۳ کراچی)

قوله: يستحق رضاها أي يصدر ما من شأنه أن يدل على الرضاء؛ إذ

حقيقية الرضاء غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (الرد المختار،

كتاب النكاح / مطلب: التزوج بإرسال كتاب ۲۱/۳ کراچی، کذا في حاشية الطحطاوي على الدر

المختار / كتاب النكاح ۱۰/۲ دار المعرفة بيروت)

رکن النکاح: الإيجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۳/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے دین گھرانہ میں نکاح کرنے پر لڑکے کا انکار کرنا

اور والد کا اصرار کرنا؟

سوال (۲۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید ایک عالم شخص ہے اس کے نکاح کے لئے ایک پیغام آیا، اس کے والد صاحب نے قبول

کا ارادہ کر لیا مگر زید نے صراحتاً منع کر دیا کہ آپ شادی نہ طے کریں، میں وہاں نکاح نہیں کروں گا،

والد صاحب نے کہا کہ میں شادی وہیں طے کروں گا، چاہے تم نکاح کرنا یا نہ کرنا، گویا کہ زبردستی طے کر لیا اور اس رشتہ پر والد اور ایک بھائی کے علاوہ گھر کا کوئی بھی فرد اور کوئی رشتہ دار راضی نہ تھے، خیر والد صاحب نے بات پکی کر لی، زید نے بادل ناخواستہ چند دنوں کے بعد کہا کہ اگر آپ لوگ زبردستی نکاح کرنا ہی چاہتے ہیں، تو میں کر لوں گا؛ لیکن چار مہینہ کے بعد زید نے بالمشاہدہ خفیہ طور سے لڑکی کے گھر اور اس کے گھر والوں کا جائزہ لیا، تو معلوم ہوا کہ اس گھر میں دین داری اور نماز وغیرہ کا کوئی بھی خیال نہیں ہے، اب زید نے اپنی عالمانہ اور دینی غیرت کی بناء پر اس نکاح سے دوبارہ انکار کر دیا، حتیٰ کہ طے شدہ رشتہ اب بالکلیہ ختم ہو چکا ہے، اس میں دراصل انکار کی وجہ دین داری کا لڑکی والوں میں فقدان اور لڑکی کے حالات کا علم تو کچھ بھی نہیں ہے، اس انکار کے نتیجہ میں اب تک زید کے والد زید سے ناراض ہیں، بات چیت بھی نہیں کرتے، زید باہر رہتا ہے، برابر تقریباً چار ماہ سے اپنی اس انکار کی غلطی پر معافی نامہ لکھ کر بھیجتا رہا، مگر والد صاحب کوئی جواب نہیں دیتے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ نوعیت کے رشتہ سے زید کا انکار کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں درج شدہ باتیں صحیح ہوں، تو زید کا مذکورہ

نوعیت کے رشتہ سے انکار کرنا شرعاً درست ہے، والد کو زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۳۳۴/۸، احسن الفتاویٰ ۹۳/۵)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، وجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، النكاح / باب الأكفاء في الدين ۷۶۲/۲ رقم: ۴۸۹۹، صحيح مسلم، الرضاع / باب استحباب نكاح ذات الدين ۴۷۴/۱ رقم: ۱۴۶۶)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تخيروا لنطفكم وأنكحوا الأكفاء وأنكحوا إليهم. (سنن ابن ماجه، النكاح / باب الأكفاء ۱۴۱/۱ رقم: ۱۹۶۸، المستدرک للحاکم / النکاح ۱۰۱۱/۳ رقم: ۲۶۸۷)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية. (الدر المختار) وفي

الشامية: ولا الحر البالغ. (شمسي ۱۵۹/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی سخت ناراضگی کے باوجود جبراً کئے ہوئے نکاح کا حکم

سوال (۲۸۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ریحانہ کا رشتہ راشد کے ساتھ طے پایا، دونوں ہی جے پور میں نوکری کرتے تھے، رشتہ کے بعد فون اور ملاقات کا سلسلہ شروع ہو گیا، ریحانہ راشد کے مزاج کے بارے میں اپنی والدہ کو بتایا کرتی تھی، کچھ دنوں کے بعد ہی ریحانہ کی والدہ نے رشتہ ختم کر دیا، ریحانہ نے گھر والوں کو سمجھایا کہ میں راشد کے علاوہ کسی دوسرے سے شادی نہیں کروں گی؛ لیکن گھر والوں نے ایک نہ سنی اور اس کا رشتہ عارف کے ساتھ کر دیا، عارف کو ساری حالت کا علم تھا، وہ ریحانہ کی والدہ کے مطابق چلنے لگا، ریحانہ کسی حال میں راضی نہیں ہوتی تھی اس نے راشد کے ساتھ ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا، ریحانہ کی شادی کی تاریخ ۲۲/۱۰/۱۰ طے کر دی اور حالات کو دیکھتے ہوئے ریحانہ کو دماغ کے ڈاکٹر کی دوائیں دی جانے لگیں جس کی وجہ سے وہ زیادہ وقت سوتی رہتی اور غصہ کو کم کیا جانے لگا، طے پایا کہ شادی کی تاریخ ۲۲/۱۰/۱۰ سے ۳ روز قبل ۱۹/۱۰/۱۰ کو بلا کر نکاح کر دیا جائے جس سے شادی والے دن کوئی ہنگامہ نہ ہو، ۱۹/۱۰/۱۰ کو عارف ایک اپنے بہنوئی اور تین دوستوں کے ساتھ ریحانہ کے گھر پر آ گیا، ریحانہ بہت رو رہی تھی کہ میں منع کر دوں گی، ریحانہ نے دوا کھا رکھی تھی، والد وکیل بنے، بھائی گواہ اور عارف کا بہنوئی گواہ نمبر دو، ریحانہ سے اجازت لی گئی دو مرتبہ تو خاموش رہی تیسری مرتبہ میں ریحانہ نے روتے ہوئے جی کہا، پھر بھائی نے نکاح نامہ پر دستخط کرائے، باقی نکاح مردوں کے درمیان مکمل ہوا، عارف اپنے دوستوں کے ساتھ چلا گیا، ریحانہ نے بہت شور مچایا اور بعد میں بہت روئی اپنے ہاتھ کی نس تک کاٹنے کی کوشش کی، عارف کو فون پر ریحانہ نے کہا کہ

میرا معاملہ ابھی آ کر صاف کرو، مگر عارف نہیں آیا، ریحانہ کہہ رہی تھی میں نے پاپا کی عزت کی وجہ سے جی کہا تھا، دل سے نہیں کہا تھا، تین دن بعد ہوٹل میں بارات آئی، دونوں ہی طرف کے لوگ جمع تھے، سب کو دکھانے کی غرض سے ایک نکاح اور ہوا، اس میں والد نے قاضی صاحب کو اجازت دی ہوئی بتائی، پھر ریحانہ کی رخصتی ہو جاتی ہے، ریحانہ کی دوائیں برابر چلتی رہیں، ریحانہ کا راشد سے فون پر سلسلہ برابر جاری تھا، رخصتی سے چند گھنٹہ پہلے تک ریحانہ نے راشد سے بات کی، ریحانہ عارف کے پاس بہت کم جاتی، زیادہ وقت اپنے والد کے گھر رہتی اور بہت دباؤ میں عارف کے پاس جاتی، چار ماہ میں کبھی ۶ دن، کبھی ۵ دن، کبھی ۳ دن، تو کبھی ۴ دن کے لئے وہ عارف کے پاس رہی ہوگی، اور برابر ہی عارف سے طلاق مانگتی رہی، عارف کے ساتھ رہنے کو کسی حال میں راضی نہ ہوتی، اس درمیان ریحانہ کے حمل ٹھہر گیا، جو اس نے ختم کر دیا، بہت پریشان ہو کر عارف نے ایک ای میل ۱۴ فروری کو ریحانہ کو بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ: ”جاؤ ریحانہ میری طرف سے تم آزاد ہو، میں نے تم کو بہت سمجھایا؛ لیکن تم نہ مانی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، جو جی میں آئے وہ کرو۔“

یہ خبر فون پر عارف نے ریحانہ کو دی کہ ایک ای میل بھیج دیا ہے، ای میل پڑھنے کے بعد جیسے ریحانہ کی زندگی ہی بدل گئی، وہ رونے لگی کہ مجھے معاف کر دو، میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتی، اب ریحانہ نے دباؤ بنایا کہ میرا دوبارہ نکاح کرایا جائے، وہ روتی تڑپتی رہتی تھی، ریحانہ کی والدہ نے عارف کو سمجھایا، یہ اپنے کئے پر بہت پشیمان ہے، کچھ مولا نالوگوں سے معلوم کیا، انہوں نے کہا جو نکاح ہوا ہے، ہوا ہی نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ریحانہ کی مرضی کے خلاف اور زبردستی ہوا ہے؛ اس لئے اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اب دوبارہ نکاح ریحانہ اور عارف کا ہو گیا ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا ریحانہ اور عارف کا جو نکاح پہلا ہوا تھا وہ صحیح تھا، کیا دونوں کے درمیان طلاق ہو چکی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ریحانہ اور عارف کا پہلا نکاح بلاشبہ درست ہو چکا تھا؛

اس لئے کہ نکاح میں دل کے ارادہ کا اعتبار نہیں ہوتا؛ بلکہ ایجاب و قبول کا اعتبار ہوتا ہے اور بر تقدیر صحت سوال جب کہ عارف نے ”ای میل“ کے ذریعہ تین طلاقیں دے دی ہیں؛ تو ریحانہ پر طلاق مغلطہ واقع ہوگئی ہے، اب حلالہ شرعیہ کے بغیر ان دونوں میں ازداجی تعلق ہرگز قائم نہیں ہو سکتا۔

وینعقد بإيجاب من أحدهما، وقبول من الآخر. (الدر المختار علی الشامی ۶۸/۴)

زکریا، الفتاویٰ الہندیہ ۲۷۰/۱ زکریا)

کل تصرف یصح من الهزل كالطلاق والعتاق والنکاح یصح مع الإکراه.

(البحر الرائق ۷۵/۱۸ زکریا، الفتاویٰ الہندیہ ۳۳/۵ زکریا، الدر المختار علی الشامی ۱۸۹/۹ زکریا)

الکتابة علی نوعین: إن كانت مرسومة یقع الطلاق نوا أو لم ینو. (خانیہ

۴۷/۱۱، الفتاویٰ الہندیہ ۳۷۸/۱ زکریا، شامی ۴۵۵/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کی رضا مندی کے بغیر جبراً نکاح نامہ پر انگوٹھا لگوانا؟

سوال (۲۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہندہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے، اب ہندہ کی عدت گزرنے کے بعد شوہر کے بھائیوں نے رات میں ایک کاغذ پر انگوٹھا جبراً لیا، جس کا ہندہ کو پتہ نہیں کہ کس بات کا انگوٹھا لیا گیا ہے، صبح کو یہ شہرت ہوگئی کہ ہندہ کا نکاح دیور کے ساتھ ہو گیا ہے، جب کہ ہندہ کی طرف سے نکاح کی اجازت نہ کل تھی اور نہ آج ہے، ہندہ نکاح پر راضی نہیں ہے، آیا ہندہ کی بغیر اجازت نکاح جس نے پڑھا یا وہ قاضی یا قاضی اور وکیل یا جو بھی شریک ہوئے، ان سب کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر ہندہ سے نکاح کی اجازت لیتے وقت صرف انگوٹھا

لگوایا گیا ہے اور اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا، تو اس طرح زبردستی انگوٹھا لگوانے سے نکاح نہ

ہوگا، اور جو لوگ بھی قصداً ایسے معاملہ میں پیش پیش رہے ہیں، وہ سب سخت گنہگار ہوں گے، ان پر توبہ و استغفار لازم ہے۔

عن خنساء بنت حذام أن أباهما زوجها وهي ثيب فكرهت ذلك، فأتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فرد نكاحها. (مشكاة المصابيح ۲۷۰، صحيح البخاري

رقم: ۷۷۱/۲، ۴۹۴۵، ف: ۵۱۳۸)

عن ابن عباس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رد نكاح بكر و ثيب أنكحها أبوهماء، وهما كارهتان فرد النبي صلى الله عليه وسلم نكاحها. (سنن الدار قطني ۱۶۴/۳ رقم: ۳۵۲۳)

فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد، والأظهر أن يقول: قالت قبلت الخ، إذا الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة. (شامي ۷۳/۴ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عننا اللہ عنہ

دلی رضا مندی کے بغیر دباؤ میں نکاح کی اجازت دینا؟

سوال (۲۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کوئی لڑکی دل سے نکاح کے لئے راضی نہ ہو؛ لیکن مجبوری میں یا کسی قسم کے دباؤ میں آ کر نکاح کر لے، تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح صحیح نہیں، دل سے راضی ہونا ضروری ہے، جتنی مدت بھی وہ میاں بیوی کی طرح رہیں، اُن کا عمل زنا میں شمار ہوگا، کیا یہ بات صحیح ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی لڑکی دل سے نکاح کے لئے راضی نہ ہو؛ لیکن

زبان سے اجازت دیدے یا کنواری ہونے کی صورت میں اجازت لیتے وقت انکار نہ کرے، تو

اس کا نکاح شرعاً درست ہو جائے گا، دل سے راضی نہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

ثلاث جدهن جمد وهزلهن جمد، النكاح والطلاق والرجعة. (مشكاة المصابيح ۲/۲۸۴)

إذا أكره على أن يعقد عقدا من العتود فهو على وجهين: إن كان عقدا لا

يبطله الهزل مثل الطلاق والنكاح..... جاز العقد ولا يبطل بالإكراه. (تنقيح الفتاوى

الحامدية ۲/۱۵۶، البحر الرائق ۸/۱۳۶ زكريا)

والأصل أن تصرفات المكره كلها منعقدة عندنا إلا..... وما لا يحتمل

الفسخ كالطلاق والعتاق والنكاح، فهو لازم. (الفتاوى الهندية / نكاح المكره ۳۰۱۵

زكريا، شامي ۲/۱۳ کراچی)

قوله: يتحقق أي يصدر ما من شأنه أن يدل على الرضاء، إذ حقيقة الرضاء

غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل. (شامي، النكاح / هل ينعقد النكاح

بألفاظ المصحفة ۴/۸۶ زكريا، ۲/۱۳ کراچی) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۳۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا دعویٰ کہ میری شادی میری مرضی کے خلاف کی گئی؟

سوال (۲۸۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کوئی عورت شادی کی پہلی ہی رات سے اپنے شوہر سے یہ کہنے لگے کہ میری شادی آپ کے

ساتھ میرے بھائیوں نے زبردستی اور میری مرضی کے خلاف کرائی ہے، اور اپنے بھائیوں کو برا کہتی

ہے اور کوستی بھی رہتی ہے، اور اپنے شوہر سے دوسرے مرد کا نام بار بار لیتی ہے کہ میں ان کے لئے

چار چار دن بھوکا رہی، میں ان سے شادی کرنا چاہتی تھی، اور شادی کی پہلی ہی رات سے شوہر کی

مرضی کے خلاف چوری سے بچہ نہ ہونے کی دواؤں کا استعمال کر رہی تھی، اور ان دواؤں کو دو مہینہ

بعد جب شوہر نے پکڑ لیا، تو اپنے گھر جا کر بیٹھ گئی اور وہاں سے طلاق مانگ رہی ہے، کیا ان حالات میں نکاح ہوا بھی یا نہیں؟ اگر نکاح ہوا تھا تو طلاق مانگنے پر ایسی عورت اپنے مہر لینے کی حق دار ہے یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر مذکورہ عورت نے نکاح کے

وقت اپنی ناراضگی ظاہر نہیں کی تھی، تو یہ نکاح شرعاً معتقد ہو چکا ہے، اب بعد میں وہ بلا کسی وجہ کے طلاق مانگتی ہے تو شوہر کو حق ہے کہ وہ مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دینے پر آمادگی ظاہر کرے، اگر بلا شرط طلاق دے دی تو مہر دینے پڑیں گے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا

أَفْتَدَتْ بِهِ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۹]

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدي

نفسها منه بمال يخلعها به. (الهداية، كتاب الطلاق / باب الخلع ۴۱۲، ۴۰. مكتبة شركة علمية

ملتان، الدر المختار على تنوير الأبصار، كتاب الطلاق / باب الخلع ۳۱۳، الفتاوى الهندية ۴۸۸/۱ زكريا)

وبطل خيار البكر بالسكوت. (الدر المختار مع الشامي ۱۸۷/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۵/۱۴۲۵ھ



کفایت سے متعلق مسائل

مسئلہ کفایت اور حضرت تھانویؒ

سوال (۲۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: امداد الفتاویٰ ۲/۳۵۵، باب کتاب النکاح ”کفایت میں حرفۃ اور چال چلن کا معتبر ہونا“ کے عنوان میں درج سوال نمبر ۴۵۰ کے جواب میں اپنے فتویٰ کے ذریعہ مسلمانوں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے، ایک شریف و بڑی قوم (سید، شیخ، مغل، پٹھان) دوسرے ذلیل قومیں و چھوٹی قومیں مثل جولاہاوتیلی، سوال و جواب درج ذیل ہے:

سوال نمبر ۴۵۰: مسلمانوں میں جو تفریق ذاتوں کی ہے، مثلاً شیخ، سید، مغل، پٹھان، جولاہا، تیلی گوجر، جاٹ وغیرہ، معاملہ اخروی میں اگرچہ کچھ تفریق معتبر نہیں عمل کی ضرورت ہے، مگر امور دنیوی مثلاً نکاح وغیرہ میں یہ سب ایک سمجھے جاویں گے یا کچھ تفاخر کو اس میں دخل ہے، زید کہتا ہے کہ شیخ سید کے سوا سب ایک ذات ہے کچھ تمیز نہ کرنی چاہئے، عمر کہتا ہے کہ علاوہ شیخ سید و دیگر اقوام جو شریف ہیں، مثلاً مغل، پٹھان وہ ہم پلہ ہرگز ذلیل قوم مثل جولاہاوتیلی کے نہیں ہیں، نکاح وغیرہ میں سب کا معاملہ ایک ساتھ ہونا چاہئے، اور کفو غیر کفو ہونا علاوہ شیخ سید دوسری قوموں میں باعتبار پیشہ اور چال چلن دنائت وغیرہ کے دیکھا جاوے گا، اور ایسا تفاخر اور چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے، اب علماء شرع سے سوال ہے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ اور نسب و حسب میں کیا فرق ہے، جیسا فخر نسب پر ہو سکتا ہے، کیا شرعاً حسب پر بھی جائز ہے؟

الجواب: أخرج الدار قطنی ثم البیہقی فیہ التفاخر بالدنیا فافہم.

(سنن الدار قطنی ۲/۵۲۸)

ان روایات حدیثیہ و فقہیہ سے ثابت ہوا کہ قول عمرو کا صحیح ہے اور یہ کہ مبنی اس کا عرف پر ہے جس کا حدیث میں بھی اعتبار کیا گیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہم عجم میں جو نسباً کفایت معتبر نہ ہونا فقہاء نے لکھا ہے، یہ بھی مقید ہے، اس کے ساتھ کہ جب عرف میں اس تفاوت کا اعتبار نہ ہو، ورنہ ان میں بھی باعتبار نسب و قومیت کے معتبر ہوگا۔ کما مر من الاستثناء الخ۔ (امداد الفتاویٰ)

اب مذکورہ سوال و جواب کی روشنی میں علماء شرع سے سوال ہے کہ:

سوال (۱):- یہ فتویٰ قرآن حکیم و سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ رجمۃ الوداع کے

خلاف ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو قرآن کریم کی کس آیت کریمہ اور کس حدیث شریف سے ثابت ہے؟

سوال (۲):- قرآن حکیم اور حدیث شریف میں کن کن قوموں کو شریف و بڑی قومیں اور

ذلیل و چھوٹی قومیں کہا گیا ہے؟ اگر نہیں تو مولانا تھانویؒ کا یہ فتویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے یا نہیں؟

سوال (۳):- مثل جو لا ہا و تیلی میں مثل سے مراد کیا ہے؟ مولانا کے نزدیک اور کون کون

قومیں ذلیل و چھوٹی قوموں میں شامل ہیں؟

سوال (۴):- شیخ مغل اور پٹھان قوموں و مثل جو لا ہا و تیلی قوموں کا ظہور اسلام میں کب

ہوا؟

سوال (۵):- اسلام میں کون کون قومیں شریف قوموں اور کون کون قومیں ذلیل و چھوٹی

قوموں میں شامل ہیں؟ یا مولانا کا فتویٰ غلط بیانی پر مبنی ہے؟

سوال (۶):- ”چھوٹی قوم سے نکاح وغیرہ میں عار کرنا شرعاً جائز ہے“؟ پر فتویٰ دینا

قرآن و حدیث کے مطابق صحیح ہے، یا غلط بیانی پر مبنی ہے؟

سوال (۷):- مولانا تھانویؒ کا فتویٰ ہندوستان کی تمام پیشہ ور برادر یوں کی دل آزاری

کرنے والا ہے یا نہیں؟

سوال (۸):- مولانا تھانویؒ کا مسلمانوں کی تمام پیشہ ور برادر یوں پر ذلیل و چھوٹی

قوموں کا فتویٰ احترام آدمیت، اسلام کے اصول مساوات کو پارہ پارہ کرنے والا اور اشاعت

اسلام میں رکاوٹ ہے یا نہیں؟

سوال (۹):- آقا نامدار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن پیشوں کو پسند فرمایا اور ان پر عمل کر کے دکھایا ہے، اور کن کن پیشوں کو ذلیل پیشہ فرمایا ہے، اور کن کن پیشوں سے عار کرنے کے لئے فرمایا ہے؟

سوال (۱۰):- علماء دیوبند اور ہندوستان کے دارالافتاویٰ کو مولانا کے فتویٰ کو رد کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مولانا تھانویؒ کے اسلام میں شریف قوم (سید، شیخ، مغل، پٹھان) اور ذلیل قوم (تمام جائز پیشہ کرنے والی برادریاں) کی تقسیم کے مشن اور تعلیمات کو آگے بڑھانے، اس کی تبلیغ کرنے اور اس تعلیم کو مسلمانوں کے گھر گھر میں پہنچانے کی سعی کرنی چاہئے یا نہیں؟ اب تک علماء دیوبند نے اس سلسلہ میں کیا سعی فرمائی؟

سوال (۱۱):- مولانا تھانویؒ کا مسلمانوں کو شریف و ذلیل قوموں میں تقسیم کرنا مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اللہ تبارک و تعالیٰ کی نظر میں انسانوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کا مدار خاندان نہیں ہے؛ بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے، نیز اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ فاضلہ ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ﴾ اس لئے کسی بھی انسان کو برادری یا رنگ و نسل کی بنیاد پر حقیر سمجھنا قطعاً جائز نہیں ہے؛ البتہ عقدِ نکاح کا تعلق چوں کہ معاشرتی زندگی سے ہے اور معاشرتی زندگی میں کامیابی اور پائیداری کے لئے زوجین اور متعلقہ خاندانوں کے درمیان طبعی موافقت کی ضرورت ہوتی ہے؛ اس لئے شریعت نے انتظامی طور پر نکاح میں کفایت کا لحاظ رکھا ہے، یہ کوئی ایسا ضروری امر نہیں کہ اس کو پیش نظر رکھے بغیر نکاح ہی صحیح نہ ہو؛ کیوں کہ اگر فریقین راضی ہوں تو کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والے زوجین میں نکاح منعقد ہو سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے فتویٰ کا تعلق بھی اسی

انتظامی امر سے ہے، اس سے کسی برادری کی توہین مقصود نہیں ہے، اور آپ نے سوال میں جن برادریوں کی نشان دہی کی ہے، اُن کا ذکر ”امداد الفتاویٰ“ میں حضرت کے جواب میں نہیں ہے؛ بلکہ سائل نے اپنے سوال میں اس کا ذکر کیا ہے، جس کی ذمہ داری حضرت حکیم الامت پر نہیں ڈالی جاسکتی ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: يا بني بياضة! أنكحوا أبا هند، وانكحوا إليه، قال: وكان حجاما.
(السنن الكبرى للبيهقي / باب لا يرد نكاح غير الكفو الخ ١٣٦٧، المستدرک للحاکم ١٧٨١٢، المعجم الكبير ٣٢١/٢٢ رقم: ٨٠٨)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتاكم من ترضون خلقه ودينه فانكحوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (المستدرک للحاکم ١٧٩١٢ رقم: ٢٦٩٥)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كرم المؤمن دينه، ومروءته عقله، وحسبه خلقه. (المستدرک للحاکم ١٧٧١٢ رقم: ٢٦٩١)
عن سماك بن حرب قال: جاء رجل إلى علي رضي الله عنه، فقال: امرأة أنا وليها تزوجت بغير إذني، فقال علي رضي الله عنه: تنظر فيما صنعت إن كانت تزوجت كفواً أجزنا ذلك لها، وإن كانت تزوجت من ليس لها كفواً جعلنا ذلك إليك. (سنن الدارقطني ١٦٦١٣ رقم: ٣٥٣١)

الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه أو لصحته. (الدر المختار مع الشامي ٢٠٦١٤ زكريا)

وتعتبر الكفاءة نسبا وحرية وإسلاماً وديانةً ومالاً وحرقةً. (الدر المختار مع الشامي ٢٠٩١٤-٢١٥ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۲۶ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر خاندان میں نکاح؟

سوال (۲۹۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی نشاط پروین جس کی عمر تقریباً پچیس سال شمسی برادری سے تعلق رکھتی ہے، عرض یہ ہے کہ اب سے دو ماہ قبل میری بیٹی اچھی صحت مند تھی کہ اچانک عید الاضحیٰ سے دس بارہ دن قبل طبیعت خراب ہو گئی، حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ تک کا ہوش نہ رہا، یعنی دماغی توازن درست نہ رہا، دوا کے ساتھ ساتھ دعا کے واسطے بھی مظفر نگر باغوں والی حضرت جی میاں موسیٰ صاحب جن سے میں علاج و معالجہ کے تعلق سے پہلے بھی وابستہ رہی ہوں، ان کے پاس مذکورہ بیٹی کو لے کر حاضر ہوئی، تو انہوں نے بتایا کہ اس لڑکی کا دل و دماغ اور ناف باندھ رکھی ہے، جب تک اس کا علاج نہ ہو جائے، نہ اس کے اوپر نماز فرض اور نہ ہی اس کا نکاح واجب ہے؛ کیوں کہ ہوش و حواس درست نہیں ہیں، اسی دوران ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً چھبیس سال شمسی برادری سے تعلق رکھتا ہے، اس لڑکی سے محبت کرتا تھا، اس لڑکے نے اپنے گھر کی عورتوں کو بھی رشتہ کے سلسلہ میں میرے گھر بھیجا تھا، ان عورتوں نے رسم و رواج کے مطابق میری بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پیار کیا اور کہنے لگیں کہ رشتہ اچھا ہے لڑکا اچھا ہے، تو اس سے نکاح کر لے ورنہ یہ لڑکا تجھے بھگا کر لے جائے گا؛ لیکن میں لڑکی کی والدہ اور میرے دونوں لڑکوں کی قطعاً مرضی نہیں تھی، صرف برادری کی وجہ سے اور میرے شوہر لڑکی کے والد کی بھی بالکل مرضی نہیں تھی کہ میں اپنے بچوں کا رشتہ کسی غیر برادری میں کروں ہرگز نہیں، میرے شوہر لڑکی کے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اب گھر کی ذمہ داری میرے اور میرے دونوں بیٹوں پر عائد ہوتی ہے، محمد عدنان جن کی عمر ۲۳ سال اور محمد امان ۲۰ سال ہے اور مذکورہ میری بیٹی ایک اسکول میں ٹیچر ہے، اس لڑکی سے محبت کرنے والا لڑکا محمد ندیم اسکول کے داخلی وقت یعنی چھٹی سے قبل بستی سے ۵-۶ کلومیٹر دوری پر لے جا کر مسجد میں ایک امام صاحب سے نکاح پڑھوا کر خاموشی سے اسکول کی چھٹی کے وقت لڑکی میرے گھر پہنچ گئی، اس نکاح کی کسی کو بھی خبر نہ ہوئی، اس کے بعد روزانہ اسکول اور گھر آتی جاتی رہی، اسکول کے وقت کے علاوہ کسی دن یا کسی رات میں تنہائی کا کوئی موقع بھی نہیں

ملا، مذکورہ لڑکا نکاح کے دس دن کے بعد سعودی عرب چلا گیا اور میری بیٹی نشاط پروین میرے گھر ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح درست ہو یا نہیں؟ جیسا کہ بہشتی زیور حصہ چار ص: ۶ ولی کا بیان مسئلہ ۳ میں مرسوم ہے ”البتہ اپنے سے کم ذات والے سے نکاح کر لیا اور ولی ناخوش ہے، تو نکاح درست نہ ہوگا“؛ لہذا لڑکی اور لڑکی کا خاندان ستمی برادری سے تعلق رکھتا ہے، لڑکا سیفی برادری کا ہے سیفی برادری ستمی برادری سے نیچی سمجھی جاتی ہے اور یہ نکاح خفیہ طریقہ سے ہو چکا ہے، گھر میں کسی کی مرضی نہیں ہے کہ اس نکاح کو برقرار رکھا جائے۔ مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ نکاح درست ہو یا نہیں؟ اور اس نکاح کو توڑا جائے، تو شریعت کی رو سے کوئی حرج ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح لڑکی کے ہوش

وحواس کی درستگی کی حالت میں رضا مندی سے ہوا ہے اور لڑکی خود عاقلہ بالغہ ہے؛ لہذا نکاح شرعاً منعقد ہو گیا اور چوں کہ ستمی اور سیفی دونوں برادریاں عجمی ہیں؛ لہذا دونوں ایک دوسرے کی کفو بن سکتی ہیں، ولی کو اعتراض کا حق نہیں، اور زریحہ معاملہ میں بہشتی زیور میں لکھا گیا مسئلہ منطبق نہیں ہوگا۔

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولي بکرا

كانت أو ثيباً عند أبي حنيفة وأبي يوسف في ظاهر الرواية. (الهداية باب في الأولياء

والأكفاء ۲۹۳/۲ رشیدیہ، ۳۳۵/۲ بلال دیوبند)

ونفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي الخ ولا تجبر البالغة البكر على

النكاح الخ. (الدر المختار / باب الولي ۵۵/۳ کراچی)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي. (النهر الفائق / باب الأولياء ۲۰۲/۲ بیروت)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من

أهلها لكونها عاقلةً بالغةً.... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح: أي لا ينفذ عقد

الولي عليها بغير رضاها عندنا الخ. (البحر الرائق / باب الأولياء والأكفاء ۱۹۲/۳ زکریا،

و کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ / الباب الرابع فی الأولیاء ۲۸۷۱۱ زکریا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

دھوکہ دے کر غیر کفو میں نکاح کرانا

سوال (۲۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: محبوب عالم نے اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کیا کہ لڑکا شادی شدہ نہ ہو، اور ہماری برادری شیخ ہے، اگر تمہاری برادری شیخ نہ ہوئی یا شادی شدہ ہو، تو ہم نکاح نہیں کریں گے، لڑکے والوں نے جواب دیا کہ اگر لڑکا شادی شدہ ہو یا ہماری برادری شیخ نہ ہوئی، تو آپ کا جوتا ہوگا اور ہمارا سر ہوگا۔ اب رشتہ ہونے کے بعد نکاح کا وقت آیا، تو صرف وکیل صاحب نے اجازت لڑکی سے لی اور گواہ بھی کوئی نہیں تھا، اجازت کے وقت تو لڑکی نے صرف اجازت کنوارے لڑکے کے لئے دی، اب وکیل صاحب نجیب آباد سے دہلی گئے اور وہاں دو گواہ بنائے اور نکاح ہو گیا، دس دن کی رخصتی طے ہوئی، مگر دس دن کے اندر معلوم ہوا کہ لڑکا شادی شدہ ہے اور دو نکاح پہلے کر چکا، جن کا مقدمہ چل رہا ہے اور قوم کا بھی انصاری ہے، اور وہ ایسے ہی دوسری لڑکیوں سے بھی نکاح کرتا ہے، اور پھر ان سے پیسے لے کر طلاق دیتا ہے، جب فریب پورا معلوم ہو گیا تو لڑکی نے جانے سے انکار کر دیا اور نہ رسید پر اپنے دستخط کئے، اور لڑکی نے کہا کہ یہ تو میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے، میں نے اجازت نہیں دی تھی، یہ شادی شدہ ہے، اور قوم کا انصاری ہے، اس لئے آپ حضور والا سے درخواست ہے کہ وضاحت فرمائیں کہ یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں چوں کہ بالغ لڑکی نے وکیل کو نفس

نکاح کی اجازت دی ہے اور اجازت لیتے وقت گواہ موجود نہ ہوں؛ لیکن مجلس نکاح میں حسب تحریر

سوال دو گواہ موجود تھے، اس لئے شرعاً یہ نکاح منعقد ہو گیا، اور نکاح سے پہلے کی شرطیں پوری نہ

ہونے کے باوجود اس کو منعقد قرار دیا جائے گا؛ اس لئے کہ نکاح کا مدار ایجاب و قبول پر ہوتا ہے، شرطوں پر نہیں ہوتا، اور مسئلہ صورت میں لڑکا متعین اور مشخص ہے، مجہول نہیں ہے، اس لئے اس کے بارے میں غیر برادری یا شادی شدہ ہونے کے متعلق لاعلمی صحت نکاح سے مانع نہ ہوگی؛ تاہم چوں کہ دھوکہ دے کر غیر کفو میں نکاح کیا گیا ہے، اس لئے لڑکی کو اور اس کے گھر والوں کو حق فسخ حاصل ہے، اگر وہ اس نکاح کو فسخ کرانا چاہیں تو قریبی محکمہ شرعیہ میں درخواست دائر کر کے نکاح فسخ کرا سکتے ہیں، باقاعدہ فسخ و تفریق کئے بغیر اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔ (مستناد: کفایت المفتی ۱۹۷۵ء از کریا، الحلیۃ الناجزۃ ۱۷۰)

أما إذا شرطوا أو أخبروهم بالكفاءة فزوجوها على ذلك، ثم ظهر أنه غير كفوء كان لهم الخيار. (الفتاوى الهندية ۲۹۶/۱ زکریا، الفتاوى التاتارخانية ۱۳۶/۴ رقم: ۵۷۴۵، الفتاوى الولوالجية ۳۲۲/۱)

ولو زوجها برضاها ولم يعلموا لعدم الكفاءة، ثم علموا الاخير لأحد، إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك، ثم ظهر أنه غير كفء كان لهم بالخيار. (الدر المختار مع الشامی ۲۰۸/۴-۲۰۹ زکریا)

ولو أظهر رجل نسبه لامرأة فزوجت نفسها منه ثم ظهر نسبه على خلاف ما أظهره، فالأمر لا يخلو أن المكتوم مثل المظهر وإن كان أدون منه بأن أظهر أنه قرشي ثم ظهر أنه عربي فلها الخيار. (بلائع الصنائع ۶۲۹/۲ زکریا، ومثله في الفتاوى الهندية ۲۹۶/۱ زکریا)

وله أي للولي إذا كان عصبه الاعتراض في غير الكفوء فيفسخه القاضي.

(شامی ۵۶/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کے جھوٹے اوصاف بیان کر کے نکاح کرانا

سوال (۲۹۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک لڑکی سے نکاح کیا نکاح کے وقت سر پرستوں نے کہا کہ لڑکی صحت مند ہے، اسے کوئی بیماری نہیں ہے، قرآن پڑھی ہوئی اور بارہویں جماعت پاس ہے، اس بنیاد پر اس لڑکی سے نکاح کر لیا گیا، نکاح کے بعد واضح ہوا کہ لڑکی کو لہسٹریا کی بیماری ہے جس میں اس لڑکی کو پاگل پن کے دورے آتے ہیں، اور وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے اور خودکشی کرنے کی کوشش کرتی ہے، اس طرح اس لڑکی کو لکوریہ (سفید پانی) کی بیمار ہے جس میں بے حد بدبودار پانی نکلتا ہے، اور اس سے شوہر کی طبیعت متنفر ہو جاتی ہے، اور وہ لڑکی نہ قرآن پڑھنا جانتی ہے اور نہ اسکول پڑھی ہوئی ہے، حالانکہ نکاح کے وقت اسے صحت مند، تعلیم یافتہ اور قرآن خواں بتایا گیا تھا، اس لڑکی کا حتی الامکان علاج کرایا گیا ہے، لیکن افاقہ نہیں ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس لڑکی سے نکاح درست ہو یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان دونوں میں ہونے والی بدکاری کا گناہ کس پر ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں مذکورہ لڑکی کا نکاح درست ہو گیا

ہے، البتہ جن لوگوں نے نکاح سے پہلے اس کے جھوٹے اوصاف بیان کئے ہیں وہ دھوکہ دینے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوں گے، تاہم اس کی وجہ سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من غشنا فليس منا. (رواه البزار في كشف الاستار ۶، ۱۲۵، والطبراني في الكبير والصغير ۱/۲۶۱،

مسند أحمد بن حنبل ۲/۵۰، سنن أبي داؤد ۲/۱۳۱، صحيح مسلم ۱/۷۰)

وينعقد بالإيجاب والقبول فإذا قال لها: أتزوجك بكذا قالت: قبلت يتم

النكاح. (الفتاوى الهندية ۱/۲۷۰، زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر برادری میں شادی کرنے کو برا سمجھنا؟

سوال (۲۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سبھی اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی اپنی برادری میں ہی کرنا چاہتے ہیں، کیا ایسا کرنا اسلام میں ہے، کیوں کہ جو لوگ دوسری برادری میں شادی کر دیتے ہیں، ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟ ایسے نکاح کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے لئے برادری کی شرط لگانا انتظامی امور میں سے ہے؛ تاکہ زوجین میں ہم مزاجی اور ہم فکری پائی جائے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسری برادری میں رضامندی سے نکاح کرنا برا ہے؛ کیوں کہ اگر فریقین راضی ہوں، تو برادری سے باہر نکاح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس کو برا سمجھنا غلط ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶۰۵/۱۱-۶۱۰ ذیابھیل، کفایت المفتی ۲۰۳/۵ جدید پاکستان)

لا یزوج بنتہ من غیر کفء أو بغین فاحش إلا لمصلحة تزيد علی هذا الضرر، کعلمہ بحسن العشرة معها، وقلة الأذى ونحو ذلك. (الرد المحتار، کتاب النکاح / باب الولی ۶۷۱۳ کراچی، البحر الرائق، کتاب النکاح / فصل فی الکفاءة ۲۳۷۱۳ زکریا) ولزم النکاح إن کان الولی أباً أو جدّاً لم یُعرف منهما سوء الاختیار، وإن عرف لا یصح. (الرد المحتار، کتاب النکاح / باب الولی ۶۷۱۳ کراچی)

ولو زوج طفله من غیر کفء أو بغین فاحش صح، ولم یجز ذلك لغير الأب والجد..... وأطلق فی الأب والجد، وقیده الشارحون و غیرهم بأن لا یكون معروفاً بسوء الاختیار..... إذا کان عالماً بأنه لیس بکفء، علم أنه تأمل غاية التأمل، وعرف هذا العقد مصلحة فی حقها. (البحر الرائق، کتاب النکاح / الباب الخامس فی الأكفاء ۲۳۷۱۳-۲۳۸ زکریا)

إذا زوجه من غير كفوء فعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى يجوز؛ لأن الأب كامل الشفقة وافر الرأي، فالظاهر أنه تأمل غاية التأمل ووجد غير الكفوء أصلح من الكفوء: (الفتاوى الهندية، كتاب النكاح / الباب الخامس في الأكفاء ۲۹۱/۱ زكريا) فقط والله تعالى أعلم
 املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۳۳۳ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کی ویب سائٹ کے فارم پر برادری کے خانہ میں صرف مسلمان لکھنا؟

سوال (۲۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص خالص مسلمان لڑکے و لڑکیوں کا رشتہ طے کرانے کے لئے ایک ویب سائٹ چلاتا ہے، اور باضابطہ نظم و نسق کے ساتھ یہ کام انجام پاتا ہے، اسی کے لئے انہوں نے ایک فارم بنا رکھا ہے، اس پر خاندان کے خانہ میں صرف مسلمان لکھا تھا، جس کی وجہ سے رشتہ کے خواہش مند لوگوں کو بے حد پریشانی ہوتی تھی؛ کیوں کہ اس سے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ لڑکا یا لڑکی کا حسب و نسب کیا ہے؟ کس برادری اور خاندان سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے ان لوگوں کی پریشانی کا لحاظ رکھتے ہوئے برادری سسٹم کو واضح کر دیا گیا ہے، اب آسانی سے لوگ یہ جان سکتے ہیں کہ لڑکا لڑکی کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟ لیکن کچھ لوگ یہ کہہ کر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اسلام کی تقسیم ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ اعتراض کرنا درست ہے؟ کیا اس صورت میں اسلام کو تقسیم و تفریق کرنا مانا جائے گا؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعی اعتبار سے نکاح ایسا عقد ہے جس میں مضبوطی اور استحکام مطلوب اور پسندیدہ ہے، اس لئے زوجین میں کفو یعنی خاندانی برابری وغیرہ کا لحاظ رکھنے کا حکم ہے؛ کیوں کہ ہم مزاج افراد میں رشتہ جتنا کامیاب ہوتا ہے، نامانوس لوگوں میں اتنا کامیاب نہیں ہو پاتا۔ بریں بنا اگر اس قصد سے مسئلہ صورت میں معلوماتی فارم میں حسب و نسب کی

صراحت کر دی جائے، تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اسے مسلمانوں کو بائٹنا نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ یہ صرف تعارف کی ایک شکل ہے۔

قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾ [الحجرات، جزء آیت: ۱۳]

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي! ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنابة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفواً. (سنن الترمذي، النكاح / باب ما جاء في تعجيل الجنابة ۲۰۶/۱ رقم: ۱۰۸۱)

قوله عليه السلام: ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء ولا يزوجن الأكفاء.

(حاشية: الرد المحتار ۲۰۴/۳)

الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه، أو لصحته. (الرد المحتار ۲۰۶/۳)

نوٹ :- واضح رہنا چاہئے کہ شریعت کی نظر میں رشتہ ناطہ کے لئے باقاعدہ کمیٹی بنانا مطلوب اور پسندیدہ نہیں ہے، اور موجودہ زمانہ میں اس کام میں بڑے مفاسد پائے جاتے ہیں، اس لئے اصولی طور پر ایسے کاروبار سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کی مرضی کے خلاف بالغہ کا غیر برادری میں نکاح کرنا؟

سوال (۲۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بالغ لڑکی والدین کو مطلع کئے بغیر کسی غیر برادری کے لڑکے کے ساتھ نکاح کر لے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بعد نکاح لڑکی کے والدین اظہار ناراضگی کریں، تو کیا نکاح قائم ہے یا اس میں شرعاً کوئی کمی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں حنفیہ کی ظاہر الروایت میں یہ نکاح

منعقد ہو چکا ہے؛ البتہ اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے، یعنی وہ اگر چاہیں تو عدالت شرعیہ یا محکمہ شرعیہ میں مقدمہ دائر کر کے اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے حسن بن زیاد کی روایت یہ ہے کہ اولیاء کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا ہے، بہت سے متأخرین فقہاء نے اسی روایت پر فتویٰ دیا ہے؛ لیکن موجودہ مخلوط ماحول میں اس روایت کے بجائے ظاہر الروایت پر فتویٰ دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عن عبد الله بن بريدة عن أبيه قال: جاءت فتاة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: إن أبي زوجني ابن أخيه ليرفع بي خسيصة، قال: فاجعل الأمر إليها، فقالت: قد أجزت ما صنع أبي، ولكن أردت أن أعلم النساء أن ليس إلى الآباء من الأمر شيء. رواه ابن ماجه ورجال الصحيح. (نيل الأوطار ۳۵، إعلاء السنن ۹۰/۱۱ رقم: ۳۱۴۸ دار الكتب العلمية بيروت)

دلالتہ علی الجزء الأول من حيث إنه صلى الله عليه وسلم خيرها بعد النكاح، وظاهر أنه كان لعدم الكفو، لقوله: "ليرفع بي" الخ. (إعلاء السنن ۹۰/۱۱ دار الكتب العلمية بيروت)

فنفس نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا، وله أي للولي إذا كان عصبة الخ، الاعتراض في غير الكفو الخ، ويفتي في غير الكفو بعدم جواز أصلاً، وهو المختار للفتوى (الدر المختار) هذه رواية الحسن عن أبي حنيفة. (الدر المختار مع الشامي ۱۵۷/۴ زكريا)

إن المرأة إذا زوجت نفسها من كفو لزم على الأولياء، وإن زوجت من

غير كفو لا يلزم أو لا يصح. (شامي ۸۴/۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۲/۳

پروسی مسلمان کا گوجر لڑکی کو اغواء کر کے اس سے نکاح کرنا؟

سوال (۲۹۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسٹی مائی پسوان قوم گوجر برادری نے ایک حافظ عابد علی خاں صاحب جو کہ بلند شہر کا رہنے والا تھا، قوم کا ایسی تھا معلوم نہیں کس برادری کس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا؟ البتہ مسلمان تھا، اور حافظ قرآن تھا، مازوں تھا، بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے مائی پسوان نے رکھا تھا، اور بچوں کو تعلیم دیتا تھا، مائی پسوان کی جوان لڑکی مسماہ بولو مصر بی بی کو حافظ عابد علی اغواء کر کے لے گیا، اور بلند شہر جا کر مسماہ بولو مصر بی بی سے حافظ عابد علی نے لڑکی کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا۔ مسماہ مذکورہ کی عمر تقریباً ۲۵ سال تھی؛ لہذا یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق صورت مسئولہ میں حافظ عابد علی کا نکاح مائی پسوان گوجر کی لڑکی سے درست ہو گیا ہے، اب اسے کسی کو فتح کرنے کا اختیار نہیں رہا، جب یہ ہے کہ اولاً عجمی قبائل میں نسب کا اعتبار نہیں ہوتا؛ بلکہ باپ دادا کا دونوں جانب مسلمان ہونا کافی ہے۔ ثانیاً اگر حرفت و صنعت کا لحاظ رکھا جائے، تو بھی عابد علی کے حافظ ہونے کی بناء پر وہ لڑکی سے برتر ہوگا۔

تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ حافظ عابد علی نے لڑکی کو بلا اجازت و لدین اغوا کر کے نہایت بے غیرتی اور بے حیائی کا ثبوت دیا ہے، وہ اپنے اس عمل کی بناء پر سخت گنہگار ہوگا۔

وَأَمَّا فِي الْعَجْمِ فَتَعْتَبِرُ حُرِّيَّةَ وَإِسْلَامًا. (الدر المنثور / باب الكفاءة ۸۷/۳ کراچی،

الفتاوى الهندية / الباب لخامس في الكفاءة ۲۹۰/۱ زكريا، البحر لرائق / فصل في الكفاءة ۲۲۸/۳ زكريا)

والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في

حقهم، ولذا كان بعضهم كفوءاً البعض..... الحريرا الإسلام، فهما معتبران في

حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب..... وأما السادس فالكفاءة في

الحرفة..... لأن الناس يتفاخرون بشرف الحرف، ويتعبدون بداءتها، وهي وإن
 أمكن تركها يبقى عارها..... والحائك يكون كفوءاً للعطار بالأسكارية...
 هناك من حسن اعتبارها وعدم عدّها نقصاً البتة، إلا أن يقترن بها حساسة غيرها
 الخ. (لبحر الرائق، كتاب النكاح / باب الأولياء والأكفاء، فصل في لكفاءة ۲۳۱/۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ زكريا)
 ذكر قاضي خان في جامعه، قالوا: الحسب كفوء للنسب، فالعالم
 العجمي يكون كفواً للجاهل العربي والعلوية؛ لأن شرف العلم فوق شرف
 النسب والحسب ومكارم الأخلاق. والمحيط عن صدر الإسلام: الحسب
 الذي له جاه وحشمة ومنصب الخ. (البحر الرائق، كتاب النكاح / فصل في لكفاءة ۲۳۰/۳
 زكريا، وكذا في الشامي، كتاب النكاح / باب الكفاءة ۹۲/۳ كراحي، حاشية...
 المختار، كتاب النكاح / باب الكفاءة ۴۴/۲ دار المعرفة بيروت)

والذي يظهر لي أن شرف النسب أو العلم يجبر نقص الحرف؛ بل يعرف
 سائر الحرف. (شامي ۹۰/۳ كراحي) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ ائمہ محمد سلمان منصور پوری خیرپور

۱۳۱۲/۲۸ھ

شاہ برادری کا لڑکا عالم دین، پٹھان زاد کی کا کفو ہو سکتا ہے؟

سوال (۲۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
 میں کہ: زید شاہ برادری (جو لوگوں کی نظر میں ہلکے درجہ کی شمار ہوتی ہے) سے تعلق رکھتا ہے، زید عالم
 دین اور مفتی ہے، کیا زید پٹھان زاد کی کے لئے کفو ہو سکتا ہے؟ نفی کی صورت میں صاحب درمختار کی
 مندرجہ ذیل عبارت کی کیا توجیہ ہوگی۔

کان شرف العلم أقوى من شرف النسب. (الدر المختار ۴۹۸/۲)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں عالم ہونے کی وجہ سے زید شرعاً

وإن بالعالم فكفوء؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والمال، كما جزم به البزازي وارتضاه الكمال وغيره. (الدر المختار ۹۲/۳ کراچی)

ذکر قاضی خان فی جامعہ، قالوا: الحسب کفو لل نسب، فالعالم العجمی یكون کفواً للجاهل العربی والعلویة؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب ومکارم الأخلاق. والمحیط عن صدر الإسلام: الحسب الذي له جاه وحشمة ومنصب الخ. (البحر الرائق، کتاب النکاح / فصل فی الکفء ۲۳۰/۳ زکریا، وکذافی الشامی، کتاب النکاح / باب الکفء ۹۲/۳ کراچی، حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح / باب الکفء ۴۴۱/۲ دار المعرفة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۲/۱ھ

سیدہ عورت کا غیر سید مرد سے نکاح

سوال (۲۹۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ سیدہ عورت کا نکاح غیر سید سے ہو ہی نہیں سکتا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر فریقین راضی ہوں، تو سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہونے میں کوئی حرج نہیں؛ مذکورہ صاحب کا یہ کہنا کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہو ہی نہیں سکتا، غلط ہے۔
فنقد نکاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه. (شامی ۱۰۵/۴ زکریا)

فإذا تزوجت المرأة رجلاً خيراً منها، فليس للولي أن يفرق بينهما، فإن الولي

لا يتعبر بأن يكون تحت الرجل من لا يكافؤه. (لفتاوى الهندية / الباب لخمس ۲۹۰/۱ زكريا)
وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفو مع علمه بأنه
كذلك. (شامي ۱۰۷/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۲/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں باپ کی مرضی کے خلاف شادی کرنا؟

سوال (۲۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی لڑکا یا لڑکی کسی لڑکے یا لڑکی سے پیار و محبت کرتے ہیں اور ماں باپ کی نامرضی سے شادی کر لیں تو جائز ہے یا ناجائز؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن اگر لڑکا غیر کفو ہو تو لڑکی کا ولی بذریعہ محکمہ شرعیہ ایسے نکاح کو ختم کرا سکتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔
وله أي للولي الاعتراض في غير الكفو الخ، ويفتي في غير الكفو بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوى. (الدر المختار مع الشامي ۵۶۳-۵۷-کراچی،
۱۰۶۷/۴-۱۰۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۲/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیچ وقتہ نمازی لڑکی کا بے نمازی سے نکاح کرنے سے انکار کرنا؟

سوال (۳۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کسی ایسی لڑکی کے لئے جو بجمہ اللہ نماز بیچ گانہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ پابند شرع بھی ہے، اس حدیث کی روشنی میں کہ ”جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا“، کسی بھی ایسے انسان سے

نکاح سے انکاری ہو جانا جو نماز تو پڑھے، لیکن بیچ گانہ پابند نہ ہو صحیح ہے؟ یا پھر محض خام خیالی ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بے نمازی شخص نمازی پر ہیروز گار عورت کا کفو اور جوڑ بننے کے لائق نہیں ہے؛ لہذا اگر دین دار لڑکی بے نمازی شخص سے رشتہ کا انکار کر دے، تو اسے اس نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

فلیس فاسق کفو الصالحة. (الدر المختار مع الشامی ۲/۱۳۷ زکریا)

وتعتبر في العرب والعجم (ديانة): أي تقوی، فلیس فاسق کفوًا لصالحة أو فاسقة بنت صالح، معلناً كان أولاً، علی الظاهر. (الدر المختار) والظاهر أن الصلاح منها أو من آبائها كاف لعدم كون الفاسق کفوًا لها..... إذا كانت فاسقة بنت صالح، لا يكون الفاسق کفوًا لها؛ لأن العبرة لصلاح الأب، فلا يعتبر فسقاً، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هي؛ لأن الصالح يعبر بمصاهرة الفاسق..... وقوله: بنت صالح، نعت لكل من قوله: صالحة وفاسقة، وأفرده للعطف "بأو" فرجع إلى أن المعتبر صلاح الآباء فقط. (الرد المحتار، كتاب النکاح / باب الكفاءة ۸۹/۳

کراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب النکاح / فصل في الكفاءة ۲۳۳/۳ زکریا) فقط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۳۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب لڑکے کا اپنے کو مال دار ظاہر کر کے مال دار عورت سے نکاح کرانا؟

سوال (۳۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ناظرہ بیگم کی شادی 07/06/1993 کو ہوئی، شادی ہونے سے پہلے ان کے شوہر نے ایک دوسرے کی بہت ساری جائیداد دکھائی، جیسے لوہے کی دوکان اور دیگر کاروباری لائن اور بڑی غلط بیانی سے کام لیا اور اپنے آپ کو مال دار ثابت کرنے کے لئے اور میرے والد محترم سے زر حاصل

کرنے کے لئے دوسرے کی دوکان وغیرہ بھی دکھائی، بہر حال ناظرہ بیگم کی شادی ان کے والد اور بھائی وغیرہ سے مل کر غوث شریف ابن عبدالحمید کے ساتھ کرا دی، جس کا مہر ایک ہزار ایک سو پچیس روپیہ ہے، اور ناظرہ کے والد نے ۱۹۱۹ء کو لہ سونا اور پندرہ ہزار روپیہ بھی تلک میں دیا، نیز زندگی گزارنے کے لئے سارا سامان دیا۔ بہر حال جب ناظرہ بیگم سسرال گئی، تو ان کے شوہر نے سارا مال جو کچھ کہ ناظرہ کے والد نے دیا تھا، بیچ ڈالا، جب سارا مال ختم ہو گیا، تو ان کے شوہر نے ناظرہ بیگم کو مار پیٹ کر ان کے باپ کے یہاں سے روپے منگواتا رہا، آخر کار جب ناظرہ بیگم کے والد کا انتقال ہو گیا تو غوث شریف ابن عبدالحمید جو کہ ناظرہ کا شوہر ہے، ان کی آمدنی کا ذریعہ ختم ہو گیا، آخر کار وہ گھر سے فرار ہو گیا اور جب سے غائب ہے، ناظرہ بیگم کو چھ سال کی لڑکی بھی ہے، لہذا ناظرہ بیگم چاہتی ہیں کہ اس صورت میں فسخ نکاح کر دیا جائے؛ تاکہ آئندہ زندگی کے متعلق غور و فکر کیا جائے، نیز خلاصہ کلام یہ ہے کہ فسخ نکاح کر دیا جائے، ناظرہ بیگم بھی اپنا نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ معاملہ محض فتویٰ سے حل نہیں ہو سکتا؛ بلکہ اپنا مقدمہ

کسی قریبی محکمہ شرعیہ / دارالقضاء میں دائر کریں، اور اس کے فیصلہ کے مطابق ہی عمل کریں، جب تک محکمہ شرعیہ سے باقاعدہ تفریق نہ ہوگی، آپ کا دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۰/۲۸ھ



مہر سے متعلق مسائل

نکاح میں مہر کی حکمت و مصلحت

سوال (۳۰۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کی فرضیت میں کیا حکمت ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر مقرر کرنے کا طریقہ زمانہ جاہلیت میں بھی شریف خاندانوں میں جاری تھا، اسلام نے اس کو نہ صرف برقرار رکھا؛ بلکہ اس کو ضروری قرار دیا، اس کی مصلحت بیان کرتے ہوئے صاحب بدائع الصنائع شمس العلماء علامہ علاء الدین کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

لو لم يجب المهر بنفس العقد لا يبالي الزوج عن إزالة هذا الملك بأدنى محسونة تحدث بينهما؛ لأنه لا يشق عليه إزالته لما لم يخف لزوم المهر فلا تحصل المقاصد المطلوبة من النكاح ولأن مصالح النكاح ومقاصده لا تحصل إلا بالموافقة ولا تحصل الموافقة إلا إذا كانت المرأة عزيزة مكرمة عند الزوج، ولا عزة إلا بإنسداد طريق الوصول إليها إلا بما لها خطر عندة؛ لأن ما ضاق طريق إصابته يعز في الأعين فيعز به إمساكه وما تيسر طريق إصابته يهون في الأعين فيهون إمساكه، ومتى هانت في أعين الزوج تلحقها الوحشة فلا تقع الموافقة ولا تحصل مقاصد النكاح. (بدائع الصنائع ۲۷۵/۲، الموسوعة الفقهية ۱۵۲/۳۹)

اگر محض عقد نکاح کی وجہ سے مہر لازم نہ ہو تو شوہر تھوڑی سی بھی ناچاقی پیدا ہونے پر اس

ملکیت نکاح کو ہٹانے میں کوئی تکلف نہ کرے گا؛ کیوں کہ جب اس پر مہر لازم نہیں ہے تو نکاح کو زائل کرنا اس پر گراں نہ گذرے گا، پس نکاح سے مطلوب مقاصد حاصل نہ ہو پائیں گے؛ کیوں کہ نکاح کے مقاصد و مصالح بغیر باہمی موافقت کے حاصل نہیں ہو سکتے، اور یہ موافقت اسی وقت متحقق ہو سکتی ہے جب کہ بیوی شوہر کی نظر میں قیمتی اور معزز ہو اور یہ عزت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ اس تک پہنچنے کے لئے کسی قابل قدر مال کو لازم نہ کیا جائے؛ کیوں کہ جس چیز کے حاصل کرنے کا راستہ تنگ ہوتا ہے، وہ چیز آدمی کی نظر میں باعزت ہوتی ہے، اور اس کو روک کر رکھنا اسے عزیز ہوتا ہے، اور جس چیز کا حاصل کرنا آسان ہوتا ہے، وہ نظروں میں بھی ہلکی ہوتی ہے، اور اس کو روک کر رکھنے کی بھی اہمیت نہیں ہوتی؛ لہذا اگر یہ عورت شوہر کی نظر میں کم وزن ہوگی تو اس کی وجہ سے عورت کو وحشت ہوگی، اور زوجین میں موافقت نہیں پائی جائے گی، اور نکاح کے مقاصد حاصل نہ ہوں گے۔

انہی باتوں کو حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں ذکر فرمایا ہے: چنانچہ شارح حجتہ اللہ البالغہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند حضرت شاہ صاحب کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پہلی مصلحت: - مہر سے نکاح پائدار ہوتا ہے، نکاح کا مقصد اس وقت تکمیل پذیر ہوتا ہے جب میاں بیوی خود کو دائمی رفاقت و معاونت کا خوگر بنائیں، اور یہ بات عورت کی طرف سے تو اس طرح متحقق ہوتی ہے کہ نکاح کے بعد زمام اختیار اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، وہ مرد کی پابند ہو جاتی ہے، مگر مرد با اختیار رہتا ہے، وہ طلاق دے سکتا ہے، اور ایسا قانون بنانا کہ مرد بھی بے بس ہو جائے، جائز نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں طلاق کی راہ مسدود ہو جائے گی، اور مرد بھی عورت کا ایسا اسیر ہو کر رہ جائے گا، جیسا عورت اسیر تھی، اور یہ بات اس ضابطہ کے خلاف ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اور دونوں کا معاملہ کورٹ کو سپرد کرنا بھی درست نہیں؛ کیوں کہ قاضی کے یہاں مقدمہ لے جانے میں سخت مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، اور قاضی وہ مصلحتیں نہیں جانتا جو شوہر اپنے بارے

میں جانتا ہے۔ پس مرد کو دائمی نکاح کا خوگر بنانے کی راہ یہی ہے کہ اس پر مہر واجب کیا جائے؛ تاکہ جب وہ طلاق دینے کا ارادہ کرے تو مالی نقصان اس کی نگاہوں کے سامنے رہے اور وہ ناگزیر حالات ہی میں طلاق دے، پس مہر نکاح کو پائیدار بنانے کی ایک صورت ہے۔

دوسری مصلحت:- مہر سے نکاح کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، نکاح کی عظمت و اہمیت بغیر مال کے جو کہ شرم گاہ کا بدل ہوتا ہے، ظاہر نہیں ہوتی؛ کیوں کہ لوگوں کو جس قدر مال کی حرص ہے، اور کسی چیز کی نہیں، پس مال خرچ کرنے سے نکاح کا ہتم بالشان ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ (رحمۃ اللہ الولیۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ ۵/۶۸)

ومنها أن النكاح لا تتم فائدته إلا بأن يوطن كل واحد نفسه على المعاونة الدائمة، ويتحقق ذلك من جانب المرأة بزوال أمرها من يدها، ولا جائز أن يُشرع زوال أمره أيضًا من يده، وإلا انسَدَّ بابُ الطلاق، وكان أسيرًا في يدها كما أنها عانية بيده، وكان الأصل أن يكونوا قوامين على النساء، ولا جائز أن يُعجل أمرها إلى القضاة، فإن مرافعة القضية إليهم فيها حرج، وهم لا يعرفون ما يعرف هو من خاصة أمره، فتعين أن يكون بين عينيه خسارة مال، إن أراد فكَّ النظم، لئلا يجترئ على ذلك إلا عند حاجة لا يجد منها بدءًا، فكان هذا نوعًا من التوطن.

وأيضًا: فلا يظهر الاهتمام بالنكاح إلا بمال يكون عوض البضع، فإن الناس لما تشاؤوا بالأموال شحًا لم يتشاؤوا به في غيرها: كان الاهتمام لا يتم إلا ببذلها. وبالاهتمام تقرر أعين الأولياء، حين يملك هو فلدّة أكبادهم، وبه يتحقق التمييز بين النكاح والسّفاح، وهو قوله تعالى: ﴿أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْسِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ فلذلك أبقى النبي صلى الله عليه وسلم وجوب المهر كما كان. (حجة الله البالغہ ۲/۳۳۶-۳۳۷ حجاز دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۶/۸ھ

(ندائے شاہی کتاب المسائل سے ماخوذ)

مہر معجل اور مؤجل کی تعریف

سوال (۳۰۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ عقد مسنونہ میں جو بھی مہر زوجین کی طرف سے متعین ہو اس کی ادائیگی واجب ہے؛ تاہم معجل اور مؤجل کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں، عمر کہتا ہے معجل اور مؤجل جب زوجین کی طرف سے متعین ہو چکا ہے تو اسی طرح ادائیگی واجب ہوگی، اس کے برخلاف شوہر عاصی کہلائے گا۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ شریعت مجددیہ میں معجل اور مؤجل کو کیا حیثیت حاصل ہے، معجل اور مؤجل کے شرعی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

سمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو مہر فی الحال دینا قرار پائے اسے مہر معجل کہتے ہیں اور جس مہر کو ادا کرنے کے لئے کچھ مدت مقرر کی گئی ہو یا اعلیٰ التعمین چھوڑ دیا گیا ہو، وہ مہر مؤجل کہلاتا ہے، مہر معجل کے مطالبہ کا حق عورت کو علی الفور حاصل ہوتا ہے، اور مؤجل کے متعلق حق مطالبہ مدت متعینہ یا طلاق و موت کے وقت ملتا ہے، اس سے پہلے وہ مطالبہ نہیں کر سکتی؛ لیکن اگر شوہر مہر مؤجل پہلے ہی ادا کر دے تو اسے اختیار ہے اور اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر زوجہ کی رضا مندی سے مہر معجل کو مؤجل کر دے تو بھی گناہ گار نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۸/۲۳۹)

عن الشعبي أنه كان يقول: في الآجل من المهر إلى أن يكون طلاق أو

موت. (سنن سعيد بن منصور، النكاح / باب الترويح بالعاجل والآجل ۲۱۵/۱ رقم: ۸۳۵)

عن الحسن أنه كان يقول: في الآجل من المهر هو حال إلا أن تكون له

مدة معلومة. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح / في الرجل يتزوج المرأة على صداق عاجل وآجل

رقم: ۹۰۱۹، سنن سعيد بن منصور، النكاح / باب الترويح بالعاجل والآجل ۲۱۵/۱ رقم: ۸۳۴)

ولها منعه في الوطئ لأخذ ما بين تعجيله من المهر كله أو بعضه.

(الدر المختار ۳/۱۷۳)

وفي الهندية: لإخلاف لأحد أن تأجيل المهر إلى غاية معلومة نحو شهر أو سنة صحيح، وإن كان لا إلى غاية معلومة، فقد اختلف المشائخ فيه، قال بعضهم: يصح، وهذا؛ لأن الغاية معلومة في نفسها وهو الطلاق والموت. (الفتاوى الهندية / الفصل الحادي عشر ۳۱۸/۱ زكريا، الفتاوى التاتارخانية ۱۹۱/۴ رقم: ۵۹۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۲۶/۲۳ھ

کیا حضور اور صحابہ کے زمانہ میں مہر مَوَجَل تھا؟

سوال (۳۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہر مَوَجَل کا کہیں ذکر ہے؟ اور اس کی کیا حقیقت ہے؟ کونسا مہر درست و افضل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: افضل یہ ہے کہ کل مہر معجل ادا کیا جائے؛ لیکن اگر بروقت ادائیگی کا موقع نہ ہو تو مَوَجَل بھی کر سکتے ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک تنگ دست صحابی کو آپ نے حکم دیا کہ وہ بلا مہر ادا کئے بیوی کے پاس چلے جائیں، پھر جب ان کو وسعت ہوگئی تو انہوں نے مہر ادا کیا۔

عن خيثمة بن عبد الرحمن أن رجلاً تزوج امرأة و كان معسراً فأمر نبي الله صلى الله عليه وسلم أن يرفق به فدخل بها ولم ينقلها شيئاً، ثم أيسر بعد ذلك فساق. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصداق / باب المرأة ترضي بالدخول بها الخ ۴۱۳/۷)

رقم: ۱۴۴۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہرِ معجل اور مہرِ مؤجل کا رواج؟

سوال (۳۰۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مہرِ مؤجل کی کیا بنیاد ہے؟ اس کی اصطلاح اور رواج کہاں سے آیا؟ کیا دو صحابہ میں اس کی کوئی مثال موجود ہے؟ چوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس لفظِ مؤجل اور غیر معجل نے مہر کی افادیت اور قدر کو بہت گرا دیا ہے؛ بلکہ یہ سمجھنے کے نہ دینے والا مہر ہے، جس کی ادائیگی یا تو عند اطلاق ہوتی ہے یا شوہر کی موت پر معاف کرایا جاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مہر کو نقد دینا بہتر اور افضل ہے؛ لیکن اگر نقد کا موقع نہ ہو تو بعد میں بھی دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، دو صحابہ میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ نکاح اور رخصتی کے بعد مہر کی ادائیگی کی گئی۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی اور صحابیہ کا نکاح کرایا، اور نکاح کے وقت ان کا کوئی مہر مقرر نہیں ہوا، پھر ان صحابی نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی بیوی کا مہر اس حصہ سے ادا کیا جو انہیں جہاد سے حاصل ہوا تھا، جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد میں بھی دیا جاسکتا ہے؛ لیکن جب بھی وسعت ہو ضرور ادا کرنا چاہئے، خواہ نچواہ ٹال مٹول کرنے کی اجازت نہیں۔ اور ہمارے یہاں جو یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ مہر صرف طلاق یا موت پر ادا کیا جاتا ہے، یہ محض جہالت ہے، اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ [النساء، جزء آیت: ۴]

عن عقبہ بن عامر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لرجل: أترضی أن أزوجک فلانة؟ قال: نعم، وقال للمرأة: أترضین أن أزوجک فلانا؟ قالت: نعم، فزوج أحدهما صاحبه، فدخل بها الرجل، ولم يفرض لها صداقاً، ولم يعطها شيئاً، وکان ممن شهد الحديبية، وکان من شهد الحديبية لهم سهم بخبير، فلما حضرته الوفاة قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم زوجني فلانة، ولم أفرض لها صداقاً، ولم أعطها شيئاً، وإني أشهدكم أنني أعطيتها من

صداقہا سہمی بخیر، فأخذت سہماً فباعته بمائة ألف. (سنن أبي داود، كتاب النكاح

/ باب فيمن تزوج ولم يسم صدقاً ۲۸۸/۱ رقم: ۲۱۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لوگوں کا زیادتی مہر کو اچھا اور قابل فخر سمجھنا؟

سوال (۳۰۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

آج کل مہر کے بارے میں لوگوں کا یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ مہر جتنا زیادہ ہو، اتنا ہی اچھا ہے؛ لیکن شریعت کی نظر میں مہر کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ نیز سکہ رائج الوقت کے اعتبار سے اس کی تخمینہ مقدار کیا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ خیال کرنا کہ مہر جتنا زیادہ ہو اتنا ہی اچھا ہے، یہ شرعاً

ممنوع ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہر بڑھا کر نہ باندھو؛ اس لئے کہ اگر یہ کوئی شرافت اور فخر کی چیز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ لائق تھے، لوگ اپنی شان و شوکت اور فخر و مباہات کی خاطر زیادہ سے زیادہ مہر متعین کر لیتے ہیں، اور پھر یا تو معاف کرانے کی کوشش کرتے ہیں یا ادائیگی و معاف کرائے بغیر ہی عورت کا اہم ترین حق لے کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں جو انتہائی خسارہ کی بات ہے، اس لئے اصل سنت تو یہ ہے کہ حسب استطاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور صاحب زادیوں کا مہر متعین کیا جائے، اور اگر زیادہ ہی مہر باندھنے کی بات ہے تو ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق اتنی مقدار متعین کرے جس کو بآسانی ادا بھی کر سکے؛ کیوں کہ مہر عورت کا اہم ترین حق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ کبائر کے بعد بدترین گناہ یہ ہے کہ آدمی اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس پر کسی کا قرضہ (حق) ہو؛ اس لئے اتنا مہر متعین کریں کہ جو بآسانی ادا کر سکیں، مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے، اس سے کم مہر متعین کرنا جائز نہیں۔ دس درہم کا وزن موجودہ گرام کے حساب سے ۳.۷۵ گرام ہے، جس کی قیمت بازار سے معلوم کر لی جائے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۶۲۲-۳۲۳، ایضاً المسائل ۱۲۹، جواہر لائقہ ۶۲۴)

عن العجفاء السلمي قال: خطبنا عمر رضي الله فقال: ألا لا تغالوا بضدق النساء؟ فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى عند الله، كان أولاً كم بها النبي صلى الله عليه وسلم ما أصدق رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة من نسائه ولا أصدقت امرأة من بناته أكثر من ثنتي عشر أوقية. (سنن أبي داؤد ۲۸۷/۱ رقم: ۲۱۰۶، سنن الترمذي ۲۱۱/۱ رقم: ۱۱۱۴، سنن ابن ماجه ۱۳۷/۱ رقم: ۱۸۸۷، مشكاة المصابيح ۲۷۷)

عن أبي موسى رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: إن أعظم الذنوب عند الله أن يلقاه بها عبد بعد الكبائر التي نهى الله عنها أن يموت رجل وعليه دين. (مشكاة المصابيح / باب الإفلاس ۲۵۳)

عن الشعبي عن علي رضي الله عنه: لا مهر أقل من عشرة دراهم. (السنن الكبرى للبيهقي ۲۴۰/۷، سنن الترمذي ۲۱۱/۱)

ولو سمي أقل من عشرة دراهم فلها العشرة عندنا. (الهداية ۳۲۴/۲)
وتجب العشرة إن سماها أو دونها ويجب الأكثر منها إن سمي الأكثر (قوله: ويجب الأكثر) أي بالغاً ما بلغ فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان. (الدر المختار مع الرد المحتار / باب المهر ۱۰۲/۳ كراچی، الفتاوى الهندية / الباب السابع في المهر ۳۰۳/۱ كوته، مجمع الأنهر / باب المهر ۵۰۹/۱ دار الكتب العلمية بيروت) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۲۲/۳/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ازواجِ مطہرات کا مہر کتنا کتنا تھا؟

سوال (۳۰۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کا مہر کتنا کتنا تھا؟ اور کیا کیا تھا؟ کیا سب کے مہر کی مقدار یکساں تھی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہشتی زیور میں معتبر کتب سیر و تاریخ کے حوالہ سے لکھا

ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مہر پانچ سو درہم یا اس کی قیمت کے اُونٹ تھے جو حضرت ابوطالب نے اپنے ذمہ رکھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۱۰ درہم کا کوئی سامان تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۴۰۰ درہم تھے۔ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر سب سے زیادہ یعنی چار سو دینار تھا، جو بادشاہ نجاشی نے اپنے ذمہ رکھا۔ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۴۰۰ درہم تھا۔ (بہشتی زیور ۶/۲۳۰)

دیگر ازواجِ مطہرات کے بارے میں خاص طور پر صراحت نہیں ملی؛ البتہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساڑھے بارہ اوقیہ (تقریباً ۵۰۰ درہم) سے زیادہ مہر پر نہ خود نکاح کیا اور نہ اپنی صاحبزادیوں کا کرایا۔ (مظاہر حق/ کتاب النکاح ۱۵۶۳)

عن العجفاء السلمي قال: خطبنا عمر رضي الله فقال: ما أصدق رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة من نسائه ولا أصدق امرأة من بناته أكثر من ثنتي عشر أوقية. (سنن أبي داود ۲۸۷۱۱ رقم: ۲۱۰۶، سنن الترمذي ۲۱۱۱۱ رقم: ۱۱۱۴، سنن ابن ماجه ۱۳۷۱۱ رقم: ۱۸۸۷، مشكاة المصابيح ۲۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۲۶ھ

اُمہات المؤمنین اور بناتِ طاہرات کا مہر کتنا تھا؟

سوال (۳۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور بناتِ طاہرات کے مہروں کی علیحدہ علیحدہ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کی صاحبزادیوں اور اکثر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی مہریں پانچ سو درہم تھیں، جس کی مقدار ڈیڑھ کلو ۳۰ گرام ۹۰۰ ملی گرام چاندی ہے؛

البتہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مہر دس درہم کے بقدر تھی، جو اقل مہر کا معیار ہے، اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم ہے، جسے نجاشی بادشاہ نے اپنی طرف سے ادا کیا تھا، اس کی مقدار ۱۲ کلو ۲۲۴ گرام ۹۲۴ ملی گرام چاندی ہے۔

قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ألا لا تغالوا صدقة النساء؟ فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا، أو تقوى عند الله لكان، أو لا كم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم، ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئا من نساءه ولا أنكح شيئا من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية. (سنن الترمذي ۲۱۱/۱، سنن أبي داود ۲۸۷/۱)

عن أبي سعيد رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوج أم سلمة على متاع بيت قيمته عشرة دراهم. (المعجم الأوسط ۲۸۶/۱، رقم: ۴۶۷)

عن أم حبيبة رضي الله عنها أنها كانت تحت عبيد الله بن جحش فمات بأرض الحبشة، فزوجها النجاشي النبي صلى الله عليه وسلم وأمهرها عنه أربعة آلاف، وبعث بها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم مع شرحبيل ابن حسنة. (سنن أبي داود ۲۸۷/۱، سنن النسائي ۸۷/۲، انوار نبوت ۶۰۲-۶۰۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۶/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق سے پہلے بھی بیوی مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے

سوال (۳۰۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر شوہر طلاق نہ دے پھر بھی عورت اپنے مہر جہیز طلب کرے تو مہر جہیز وغیرہ دینا پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر اور جہیز کا سامان عورت کا حق ہے اور وہ طلاق سے

پہلے بھی شوہر سے اس کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من كشف خمار امرأة ونظر إليها فقد وجب الصداق الخ. (سنن للدارقطني ۲۱۳/۳ رقم: ۳۷۸۰)
 إن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذها كلها: (شامي / مطلب في دعوى الأب أن

الجهاز عارية ۱۵۸/۳ کراچی)

وفي الثيب البالغة حق القبض لها دون غيرها. (الفتاوى الهندية ۳۱۹/۱) فقط

والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۳
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟

سوال (۳۱۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مہر فاطمی کا وزن اور مقدار کیا ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر فاطمی کی مقدار صحیح اور رائج قول کے مطابق موجودہ

گراموں کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۳۰ گرام ۹۰۰ ملی گرام چاندی ہے۔ (ایضاً المسائل ۱۰۳)

اور تولہ کے حساب سے ۱۳۱/۳ تولہ ۳ ماشہ ہے؛ لہذا ۱۰۴/۱ تولہ کا قول مرجوح ہے۔ (جواہر

الفقہ ۴۲۴/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۷/۱۶

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر فاطمی میں سکہ رائج الوقت لکھوانا؟

سوال (۳۱۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مہر فاطمی میں سکہ رائج الوقت جو لکھواتے ہیں تو کیا مہر فاطمی میں سکہ رائج الوقت دے سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر فاطمی کی مقدار ۱۳۱/۳ تولہ ۳ ماشہ چاندی ہے۔ (جواہر الفقہ

۴۲۴۱) سکہ رائج الوقت اس لئے لکھا جاتا ہے کہ ادائیگی کے وقت مذکورہ مقدار کی جو قیمت بازار میں ہوگی وہ ادا کرنی لازم ہوگی، تو اس طرح ادائیگی کی شرط میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہرِ فاطمی سے متعلق ایک روایت، اور مہرِ فاطمی کی مقدار

سوال (۳۱۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک کتاب بنام ”سچی حکایات“ صفحہ ۲۲۵ پر جامع المعجزات صفحہ ۶۲ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

”جعلت شفاعۃ امتی محمد صدق فاطمۃ“ یعنی میں نے اُمتِ محمدیہ کی شفاعت فاطمہ کا

مہر مقرر کیا۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ کیا یہ روایت صحیح ہے اور مہرِ فاطمی جو کتابوں میں درج ہے۔

کیا وہ صحیح مہر نہیں ہے، اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر کیا تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہرِ فاطمی کی صحیح مقدار پانچ سو درہم یعنی ۱۳۱۱ تولا

۳۱ ماشہ چاندی ہے۔ (جواہر اللقہ ۴۲۴۱)

اور موجودہ اوزان کے اعتبار سے اس کا وزن ایک کلو ۵۳ گرام نو سو ملی گرام ہوتا ہے، آپ

نے سوال میں جس حدیث شفاعت کا حوالہ دیا ہے وہ باوجود تتبع کے ہمیں نہ مل سکی، ہمارے کتب

خانہ میں ”جامع المعجزات“ اور ”سچی حکایات“ نام کی کتابیں نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸/۶/۱۴۱۷ھ

مہرِ فاطمی کی مقدار کے بارے میں علماء کا اختلاف اور رائج قول

سوال (۳۱۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: یہاں مہرِ فاطمی کے بارے میں کچھ اختلاف ہو گیا ہے کچھ لوگ حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے

۱۳۲/تولہ چاندی بتلاتے ہیں، تو کچھ حضرات علم الفقہ کے حوالہ سے ایک ۴۰۰/تولہ ۲ ماشہ اور بعض افراد ۱۵۰/تولہ کا قول پیش کرتے ہیں، مراجعت کتب سے علم الفقہ کے قول کی تائید معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ ایک مثقال ۱۰۰/رجو کے برابر ہے، جب کہ بہشتی زیور وغیرہ سے ایک مثقال کا ۱۴۴/رجو ہونا ظاہر ہوتا ہے، بایں طور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ اور ایک ماشہ ۸/رتی، تو ایک مثقال برابر ۳۶/رتی ہوا، اور ایک رتی برابر ۴/رجو، نتیجہ ظاہر ہے ۱۴۴/رجو ہوا، جو بظاہر نادرست معلوم ہوتا ہے، اس لئے علم الفقہ میں سیم و زر کے ساڑھے باون اور ساڑھے سات تولہ کے نصابوں کو غیر محقق بتایا گیا ہے، حالاں کہ تقریباً سارے اکابر اسی نصاب یا اس کے قریبی نصاب کے قائل ہیں؛ لہذا دریافت یہ کرنا ہے کہ ایک مثقال کا ہمارے یہاں صحیح وزن کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر فاطمی وغیرہ کی مقدار کے بارے میں واقعی اختلاف

ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جوہر الفقہ جلد اول میں تمام اختلافات کو ذکر فرما کر خود ناپ تول کر یہ ثابت کیا ہے کہ سونے کا نصاب ۷/تولہ ۶ ماشہ اور چاندی کا نصاب ۵۲/تولہ ۶ ماشہ، اسی طرح مہر فاطمی کی مقدار ۱۳۱/تولہ ۳ ماشہ ہے، اور یہی ۱۳۱/تولہ تین ماشہ ہے۔ اور یہی بات بہشتی زیور کے حاشیہ میں درج ہے؛ البتہ آپ کا یہ کہنا کہ بہشتی زیور سے ایک مثقال کا وزن ۱۴۴/رجو ہونا ظاہر ہوتا ہے، غلط اور بے بنیاد ہے؛ کیوں کہ آپ نے ایک رتی برابر ۴/رجو مان کر ایک مثقال کا وزن ۱۴۴/رجو قرار دیا ہے، حالاں کہ یہ بات بہشتی زیور میں مذکور نہیں کہ ایک رتی برابر ۴/رجو ہے؛ بلکہ صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ ایک رتی برابر نہ تو ۴/رجو ہے اور نہ پورے ۳/رجو؛ بلکہ ۳/رجو سے بھی کسی قدر کم ہے؛ لہذا ۳۶/رتی برابر ۱۰۰/رجو ہی ہوتے ہیں۔ (جوہر الفقہ

(۱۴۴/تولہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

مہرِ فاطمی کی ادائیگی میں ادا کے وقت بازاری قیمت کا اعتبار ہوگا

سوال (۳۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حنفی المسلمک مسلمان نے تقریباً ڈھائی سال قبل ایک حنفی المسلمک مسلم خاتون سے بعوض مہرِ فاطمی نکاح مسنونہ کیا، نکاح ایک مفتی دین سے پڑھایا اور رسیدات نکاح ہر دوزن و شوہر کو جاری فرمائیں، اب تقریباً دو سال قبل شوہر نے اپنی منکوحہ کو بذریعہ تحریر طلاق دے دی، بعدہ مفتی مذکور و دیگر مسلمان حضرات کی موجودگی میں تحریری طلاق کا اقرار کر لیا، مزید طلاق ثلاثہ ایک مجلسی زبانی طور پر بھی دے دی۔ اب سوال ادائیگی پر معجل (مہرِ فاطمی مذکور) کا ہے کہ مہرِ فاطمی کی رقم سکہ رائج الوقت میں کس قدر ہے، مہرِ فاطمی کا وزن سونے میں کتنے تولہ ہے اور مہرِ فاطمی کا وزن چاندی میں کتنے تولہ ہے، سونے یا چاندی کی رقم سکہ رائج الوقت میں نکالنے کے لئے سیم وزر کا نرخ تاریخ نکاح کو ذہن میں رکھ کر دیکھا جائے گا یا تاریخ طلاق پر اعتبار ہوگا یا تاریخ ادائیگی مہرِ فاطمی کو ترجیح دی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہرِ فاطمی کی مقدار ۱۳۱ تولہ ۳ ماشہ چاندی ہے۔ (جوہر الفقہ ۲۴۲/۱) اور موجودہ اوزان کے اعتبار سے اس کی مقدار ایک کلو ۵۳۰ گرام ۹۰۰ ملی گرام چاندی ہوتی ہے، ادائیگی کے دن بازار سے چاندی کا بھاؤ معلوم کر کے اس مقدار کے بقدر قیمت مہر میں دے دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر میں اشرفی طے کر کے رائج الوقت سکے کے حساب سے

اُس کی قیمت ادا کرنا؟

سوال (۳۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

میرے شادی ۱۹۳۸ء میں حاجی عبدالرحمن خاں سے ہوئی تھی، ہمارے کوئی اولاد نہیں ہے اس

لئے میرے شوہر نے مکان مسجد کے نام وقف کر کے اپنے بھتیجے کے لڑکے کو متولی بنا دیا ہے اور چار روپیہ مہینہ کرایہ قائم کیا اور اپنا کاروبار بھی اپنے بھتیجے کے نام کر دیا ہے، اس وقت میری عمر تقریباً ۷۰ سال اور میرے شوہر کی عمر ۹۰ سال ہے، میرے مہر کے ایک ہزار روپیہ اور پانچ اشرفیاں ہیں، جو کہ ۱۹۳۸ء میں لکھی گئی تھیں، کیا میں وہ لے سکتی ہوں، اشرفی کا وزن ۱۱ گرام ۶۰۰ ملی گرام ہے اور ریٹ ۴۶۵۰ روپیہ کا دس گرام ہے، ایک ہزار روپیہ جو کہ ۱۹۳۱ء میں لکھے گئے تھے اب ان کی کتنی قیمت بنی، ۱۹۳۸ء میں چاندی کا سکہ چلتا تھا اور مہر میں سکہ رائج الوقت لکھا ہوا نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو زمین آپ کے شوہر نے وقف کر دی، اس میں آپ

کا کوئی حصہ وراثت نہیں ہے، اور ۱۹۳۸ء میں مہر میں جو ایک ہزار روپیہ متعین ہوئے ہیں، وہ اس زمانہ کے رائج شدہ روپیوں کے حساب سے واجب الاداء ہوں گے، یعنی یا تو وہی سکے مہر میں دئے جائیں یا جو قیمت ان چاندی کے سکوں کی اس وقت بازار میں ہو وہ ادا کی جائے۔

ومن أطلق الثمن في البيع كان على غالب نقد البلد؛ لأنه المتعارف. (لہدایہ ۴۱۳)

اسی طرح پانچ اشرفی سونے کا جو وزن اس وقت ہے وہ بنفسہ دیا جائے، یا اس کی موجودہ

قیمت روپیوں میں ادا کی جائے، سوال میں درج ایک اشرفی کے وزن ۱۱ گرام ۶۰۰ ملی گرام کے اعتبار سے ۵ اشرفیوں کا وزن کل ۵۸ گرام ہوتا ہے، اس کی قیمت بازار سے معلوم کر لی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۱/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں باپ کی رضا مندی کے بغیر مہر فاطمی مقرر کرنا؟

سوال (۳۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: بوقت نکاح میرے بیٹے اعجاز کی شادی کے مہر بغیر میری مرضی کے اور بغیر مشورہ کے لکھادئے

گئے ہیں، اور مہر فاطمی باندھے ہیں، جس کا ہمیں بعد میں علم ہوا تو ہم نے فتویٰ مانگا تھا، جس کا جواب صاف صاف نہیں ملا، اس لئے دوبارہ فتویٰ طلب کیا جا رہا ہے، کچھ غنڈوں نے جن کے نام راحل اور اللہ بخش، امام الدین لوگوں نے ہی اسکیم کے تحت نکاح پڑھوا دیا، اور میرے دو مکان و گودام پر قبضہ کر رکھا ہے، اور دباؤ کی خاطر ہی مہر فاطمی بندھوائے ہیں، اور اس غلط صورت سے نکاح پڑھوا کر مجھے پریشان کر رکھا ہے، بد معاشوں سے دھونس دلاتے ہیں اور لڑکوں کو برباد کرنا چاہتے ہیں، انکے فعل کی بابت فتویٰ دیں؛ تاکہ ان بد معاشوں کو فتویٰ دکھا کر خوفِ خدا سے ڈرایا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر فاطمی اگر لڑکے کی رضامندی سے لکھے گئے ہیں، تو ان کی ادائیگی لڑکے پر واجب ہے، آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اور آپ کی رضامندی کے بغیر آپ کی جائیداد پر کسی کو قبضہ کرنے کا حق نہیں ہے، ناجائز قبضہ کرنے والے سخت گنہگار ہیں۔

تعریف المہر أنه اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع، إما بالتسمية أو بالعقد. (شامی ۱۰۰/۲ کراچی، ۲۳۰/۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر شرع پیغمبری؟

سوال (۳۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے مہر کے سلسلہ میں عام طور پر لفظ ”شرع پیغمبری“ بولا جاتا ہے، اس کی وضاحت اور شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کسی نے بغیر وضاحت کے ”شرع پیغمبری“ مہر باندھ دیا ہے، تو اس پر کتنا مہر واجب ہوگا؟۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”شرع پیغمبری“ سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں خاندانوں کا عرف الگ الگ ہے، بعض جگہ اس سے اقل مہر مراد ہوتا ہے، جس کی مقدار ۳ رتولہ

۶۱۸ ملی گرام چاندی ہوتی ہے، اور بعض جگہ اس سے مہر فاطمی مراد ہوتا ہے، جس کی مقدار ڈیڑھ کلو ۳۰ گرام ۹۰۰ ملی گرام چاندی ہے، اب آپ تحقیق کر کے جیسا عرف ہو اس کے مطابق عمل کریں

(ایضاح المسائل ۱۲۹، فتاویٰ محمودیہ ۹/۲۲۸، انوار نبوت ۶۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۶/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰۰ روپیہ مہر پر بھول سے نکاح پڑھایا؟

سوال (۳۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہمارے یہاں محلہ اصالت پورہ میں حلالہ کے لئے ایک نکاح ہوا، جس میں مہر کی مقدار کل سو روپیہ لکھی گئی ہے، نکاح پڑھانے والے کا کہنا ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا، مہر کی مقدار کم از کم ڈھائی تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہونی چاہئے، میں نے ایسا بھول سے کیا ہے، اب یہ نکاح ہو گیا یا نہیں؟ کیا دوبارہ سے نکاح ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں نکاح صحیح ہوگا، دوبارہ نکاح کرنے

کی ضرورت نہیں؛ ہاں البتہ اگر مہر دس درہم سے کم متعین کیا گیا ہے، جیسا کہ سوال نامہ میں اس کی صراحت ہے، تو اس پر پورے دس درہم لازم ہوں گے، اور دس درہم میں دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہوتی ہے، اور یہ موجودہ گراموں کے اعتبار سے ۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام ہوتا ہے، جس کی قیمت بازار سے معلوم کر لی جائے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

ولا مہر اقل من عشرة. (إعلاء السنن / باب لا مہر اقل من عشرة ۱۱/۸۱ إدلرۃ القرآن کراچی).

ویصح النکاح وإن لم یسم فیہ مہراً - إلی قولہ - ولو سمی اقل من

عشرة فلہا العشرة. (الہدایۃ ۲/۳۲۳-۳۳۴)

وتجب العشرة إن سماها أو دونها. (شامی ۲۳۳/۴ زکریا، البحر الرائق / باب المهر ۱۴۴۱۳ کوئٹہ، منجم الأنهر / باب المهر ۵۰۹/۱ بیروت، إيضاح المسائل ۱۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح میں دئے گئے زیورات کو مہر میں دینا؟

سوال (۳۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) جو زیورات بوقت نکاح عورت کو چڑھایا جاتا ہے کیا وہ مہر میں دیا جاسکتا ہے؟

(۲) اگر زیورات دینے کی نیت نہ تھی، تو بعد میں اس طرح کے چڑھائے ہوئے زیورات

کو مہر کہنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) دیا جاسکتا ہے، اور بہتر ہے کہ دیتے وقت مہر کی

صراحت کر دے؛ تاکہ بعد میں اختلاف نہ پیدا ہو۔

ولو بعث إلى امرأته شيئاً: أي من النقدين أو العروض أو مما يؤكل قبل

الزفاف أو بعد ما بنى بها، نهر. قوله: (ولم يذكر، الخ) المراد أنه لم يذكر المهر

ولا غيره، فقالت هو: أي المبعوث هدية، وقال: هو من المهر أو من الكسوة أو

عارية، فالقول له بيمينه والبينة لها. (الدر المختار مع الشامی، باب المهر / مطلب فيما يرسله

إلى الزوجة ۱۵۱/۳ ۱۰/۳ ۳۰۱ زکریا)

(۲) اس صورت میں عرف کا اعتبار ہوگا، اگر لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو زیورات

کے مالک بنا دینے کا عرف ہو اور دیتے وقت شوہر نے مہر کی ادائیگی کی نیت نہ کی ہو تو بعد میں اسے

مہر میں شمار نہیں کریں گے۔

مستفاد: ولم يذكر جهة عند الدفع غير المهر..... فالقول له. (التنوير مع

الدر ۱۵۱/۳ ۱۰/۳ ۳۰۱ شامی، ۱۴ زکریا)

لوقوعہ ہدیۃ فلاینقلب مہراً. (کذا فی الدر المنختر ۱۰۱/۳ کراچی، شامی ۳۰۱/۴

زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

زیورات کو مہر میں دیتے وقت رجسٹر میں درج کرنا ضروری نہیں

سوال (۳۲۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جب مہر میں زیورات دینے کی نیت تھی تو قاضی کے نکاح نامہ میں زیورات کی وضاحت ضروری تھی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ضروری نہیں تھی؛ البتہ بہتر تھا کہ وضاحت کر دی جاتی؛

تاکہ بعد میں اختلاف کا اندیشہ نہ رہتا۔

اشتری لامرأته أمتعة بأمرها بعد ما بنی بها و دفع إليها دراهم حتی اشترت

ہی أيضاً، ثم اختلفا فقال الزوج: هو من المہر، وقالت المرأة: هذه ہدیۃ،

فالقول قول الزوج، إلا أن یكون شیئاً ما کولاً. (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب النکاح / باب

المہر ۲۱۰/۴ رقم: ۵۹۹۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۶/۱/۲۸ھ

مہر متعین کی مقدار بھول جانے پر مکان مہر میں دینا؟

سوال (۳۲۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا نکاح آمنہ خاتون سے ہوا تھا، ۴۵ سال کا عرصہ ہو گیا؛ اس لئے نکاح میں جو مہر مقرر

ہوا تھا، دونوں کو یاد نہیں اور یہ بھی یاد نہیں کہ دونوں کے گھر والوں کا مہر مثل کیا ہے، اور نہ ہی گھر

والوں کو کچھ یاد ہے؛ لہذا اب زید اپنی زوجہ آمنہ کا مہر ادا کرنا چاہتا ہے، جب کہ زید کے سبھی لڑکیاں ہیں، لڑکا ایک بھی نہیں ہے، زید کے پاس ایک مکان ہے جس میں دونوں رہتے ہیں، آمنہ خاتون کہتی ہے کہ مہر میں مکان ہم کو دے دو، زید بھی دینے کو راضی ہے، کیا زید مہر میں مکان دے سکتا ہے؟ کیا اس مکان میں لڑکیوں کا حق نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ مکان کو مہر میں ماننے پر تیار ہو جائیں، تو وہ

مکان مہر قرار دیا جاسکتا ہے؛ لیکن بہتر ہے کہ آپ اپنی اولاد کو محروم نہ کریں۔

وإن تزوجها ولم يسم لها مهوراً ثم تراضيا على تسمية فهي لها. (الهداية

۳۲۵/۲، الفتاوى التاتارخانية ۱۶۱/۴ رقم: ۵۸۳۹ زکریا)

وجاء في رواية عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: إنك إن تذر

ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكفون الناس. (صحيح البخاري رقم: ۲۷۴۲،

صحيح مسلم رقم: ۱۶۲۸، كذا في مشكاة المصابيح ۲۶۵/۱)

قال الملا علي القاري: وفيه دليل على..... مراعاة العدل بين الورثة

والوصية، وأجمعوا على أن من له وارث لا تنفذ وصيته فيما زاد على الثلث.

(مرقاة المفاتيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ۲۳۱/۶ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۲/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مہر میں دیئے گئے مکان کو بیوی فروخت کر سکتی ہے؟

سوال (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: حافظ عبد الباری نے ہندوستان میں شادی کی، ہندوستان میں ہی پیدائش ہوئی، انہوں نے

نکاح میں اپنی بیوی جعفری کو ایک مکان مہر میں دیا، ۱۹۴۷ء میں یہ دونوں میاں بیوی پاکستان چلے

گئے، اب یہاں پر موجود مکان ان کی بیوی جعفری بیچنا چاہتی ہیں، ان کی دونوں بیویوں ان کی دو اولادیں ان کو مکان بیچنے پر اعتراض کرتی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں مکان مہر میں ذریعات کے رہنے کے لئے دیا جاتا ہے، بیچنے کے لئے نہیں دیا جاتا ہے، قانونی اعتبار سے بھی دونوں بہنیں ان کے پاکستان چلے جانے کے بعد مالک ہو جاتی ہیں، دونوں بہنیں مزید یہ بھی کہتی ہیں کہ بھابھی اور ہمارے بھائی کے پاس پاکستان میں سب کچھ ہے، ہم یہاں ضرورت مند ہیں؛ لہذا یہ مکان آپ ہماری ذریعت کو دیں یا ہم دونوں بہنوں کو دیں، شریعت کے حکم کے ساتھ ساتھ ان کا اخلاقی فرض کیا ہے؟ وہ بھی تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حافظ عبدالباری نے اپنی بیوی کو جو حصہ مکان مہر کے

عوض میں دیا ہے، وہ بیوی اس کی تنہا مالک ہے، اور اس کے پاکستان چلے جانے کے باوجود مکان سے اس کی ملکیت ختم نہیں ہوئی ہے؛ لہذا اگر وہ چاہے، تو اپنی ملکیت کا مکان فروخت کر کے اس کی رقم اپنے استعمال میں لاسکتی ہے، کسی شخص کو اسے روکنے کا حق نہیں ہے؛ البتہ اگر وہ بلا کسی دباؤ کے اپنی رضامندی سے مکان کی فروخت سے باز رہے اور مکان کو اپنی نندوں کے استعمال میں رہنے دے، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں؛ بلکہ یہ ایک خوش خلقی کی بات ہوگی۔

ثم المهر واجب شرعاً، وقال الشافعي: ما يجوز أن يكون ثمنًا في البيع يجوز

أن يكون مهرًا لها؛ لأنه حقها. (هداية) قوله حقها: شرعه الله تعالى لها؛ صيانة

لبعضها عن الابتذال مجاناً. (العناية ۲۰۵۱۳، مع الهداية / باب المهر ۵۳۱۳ مكتبة البشرية كراچی)

ونفذ عتق المرأة في الكل، وكذا بيعها وهبتها لبقاء ملكها في الكل الخ.

(البحر الرائق ۱۴۴۱۳) فقط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا دستخط کراتے وقت لڑکی کے سامنے مہر کا ذکر کرنا ضروری ہے؟

سوال (۳۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نکاح کے وقت لڑکی سے رجسٹر میں دستخط کروالینا کافی ہیں اور مہر کا ذکر کرنا کیسا ہے؟ اگر صرف نکاح کے رجسٹر پر دستخط کردئے، تو اس کو کافی سمجھا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی کے دستخط کرتے وقت نکاح کی صحت کے لئے مہر

کا ذکر کرنا لازم نہیں ہے؛ البتہ بہتر ہے کہ ذکر کر دیا جائے، اور فریقین کے مشورہ سے جو مہر مقرر ہوا ہے، اور لڑکی نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا ہے، اسی کی ادائیگی شوہر پر لازم ہوگی، نزاع سے بچنے کے لئے مہر کی صحیح مقدار رجسٹر پر درج کر دینی چاہئے۔

عن عبد اللہ فی رجل تزوج امرأة فمات عنها ولم يدخل بها، ولم يفرض

لها صداقاً، فقال: لها الصداق كاملاً، وعليها العدة، ولها الميراث. (سنن أبي داود،

كتاب النكاح / باب فيمن تزوج ولم يسم صداقاً حتى مات ۲۸۸/۱ رقم: ۲۱۱۴، سنن الترمذي، كتاب

النكاح / باب ما جاء في الرجل يتزوج المرأة فيموت عنها قبل أن يفرض لها ۲۱۷/۱ رقم: ۱۱۵۴)

صح النكاح بلا ذكره؛ لأن النكاح عقد انضمام وازدواج لغة يتم

بالزوجين، ثم المهر واجب شرعاً إبانة لشرف المحل فلا يحتاج إلى ذكره.

(البحر الرائق ۱۴۲/۳، فتح القدير ۳۱۶/۳)

يجب مهر المثل فيما إذا لم ينسم مهراً إذا لم يتراضيا على شيء بعد

العقد، وإلا بأن تراضيا على شيء فهو الواجب بالوطء أو الموت. (شامي ۲۴۲/۴)

زكريا، الهداية / باب المهر ۵۵/۳ مكتبة البشرية كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاضی اور گواہوں کے سامنے طے شدہ مہر ہی اصلاً شوہر کے

ذمہ لازم ہے

سوال (۳۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکا اور لڑکی کے وارثین نے مہر کی رقم طے کی اور ناکح نے لڑکی سے اجازت لیتے وقت مہر ذکر نہیں کیا اور لڑکے کے پاس مہر کے ساتھ جو دونوں کے والدین نے مقرر کیا تھا ذکر کیا، جس پر لڑکی کی طرف سے نکاح کے رجسٹر پر دستخط بھی ہیں، تو ایسی صورت میں کون سا مہر ہوگا؟ یعنی وہ مہر ہوگا جو دونوں کے والدین نے طے کیا ہے، اور مجلس نکاح میں ذکر کیا گیا ہے، اور لڑکی نے دستخط بھی کئے ہیں، یا دوسرا کوئی مہر ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قاضی اور گواہوں کے سامنے نکاح کے وقت جو مہر طے کیا گیا ہے، اصلاً شوہر کے ذمہ وہی لازم ہے، اُس کے علاوہ کا اعتبار نہیں۔

والمتبادر التسمية وقت العقد فيخرج ما فرض أو زيد بعد العقد إلا ما فرض أو زيد بتراضيها. (شامي ۲۳۵/۴-۲۴۶ ذکرہ)

فإن سمي في العقد ما لا كان المملوك بالعقد مضمونا بالمسئى.
(الفتاوى التاتارخانية ۱۵۹/۴ رقم: ۵۸۳۴ ذکرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کاتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عاقلہ بالغہ کا مہر امام اپنی مرضی سے تبدیل کر سکتا ہے؟

سوال (۳۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک صاحب نے ایک دولہا سے مسجد میں نماز نفل پڑھنے کے ۵۱ روپیہ بصد وصول کئے، بازاں قریب ہی کی تھی، امام صاحب اپنے حجرے ہی میں رہے، گواہ اور وکیل کو لڑکی کے پاس اجازت طلب

کرنے کے لئے بھیجا، لڑکی نے ۱۰ ہزار روپیہ پر ہاں کر دی، اس کے بعد گواہ وکیل امام صاحب اس محفل میں آئے، جہاں بارات بیٹھی تھی، لڑکے نے دس ہزار روپیہ پر رضا مندی کا اظہار نہیں کیا، تب وکیل نے کہا (جو لڑکی کے ماموں تھے) کہ ۹ ہزار مہر کر دو، اس پر لڑکے نے ہاں کر دی، امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا، تو لڑکی نے دس ہزار پر اور لڑکے نے ۹ ہزار پر ہاں کی، اس پر میں نے امام صاحب سے کہا، نکاح صحیح نہیں ہوا ہے، آپ لڑکی کو ۹ ہزار مہر کی اطلاع کرو، تو امام صاحب نے کہا کہ وکیل اور امام کو اتنا حق ہے کہ وہ اپنی مرضی سے تبدیل کر سکتے ہیں، اگر آپ کو شک ہے تو فتویٰ لے آئیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بعد میں لڑکی نے ۹ ہزار روپیہ پر رضا مندی ظاہر

کر دی، تو یہ نکاح درست ہو گیا؛ لیکن یہ بات یاد رکھی جائے کہ جب لڑکی عاقلہ بالغہ ہو تو اپنے مہر کی تعیین میں وہ خود مختار ہے، اس کے اولیاء کو کمی بیشی کا حق نہیں ہے، اس بارے میں امام صاحب مذکور کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

بالغة وکلت رجلاً بتزویجها من فلان بألف درہم فزوجها الوکیل
بخمس مائة، فلما أخبرت بذلك، قالت: لا یعجبني هذا لأجل نقصان المهر،
فقيل لها: لا يكون لك منه إلا ما تريدین، فقالت: رضيت، قال الفقيه أبو جعفر:
يجوز النكاح؛ لأن قولها لا يعجز ليس برد النكاح، فإذا رضيت بعد ذلك فقد
صادفت إجازتها عقداً موقوفاً فصحت الإجازة. (قاضي خان علی الہندیہ ۱/۵۱۱ ۳۴)

امراة وکلت رجلاً بأن يزوجه بأربع مائة درہم، فزوجها الوکیل وأقامت،
ثم قال الزوج: تزوجتها بدينار وصدقه الوکیل، إن أقر الزوج أن المرأة لم توكله
بدينار، فالمرأة بالخيار، إن شاءت أجازت النكاح بدينار وإن شاءت ردت. (خلاصة
لقتاوی، کتاب النکاح / الفصل لحدی عشر فی الوکله فی النکاح ۳۱۱۲ لاہور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

نکاح کے وقت نقد اور ادھار مہر کا تذکرہ کرنا بھول گیا؟

سوال (۳۲۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نکاح پڑھاتے وقت اگر مہر کے ادھار یا نقد ادا کرنے کی کوئی بات نکاح پڑھانے والے نے نہیں کہا؛ بلکہ مطلق مہر کی رقم کی مقدار بتایا، تو کیا ایسی صورت میں بیوی کو پہلی ملاقات میں ہی مہر کی رقم ادا کرنا ضروری ہے، یا اس کے بعد بھی کسی وقت بھی دے سکتے ہیں؟ نیز اگر مہر نقد ادا کرنے کی بات نکاح پڑھاتے وقت آئی ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس صورت میں پہلی ملاقات میں بیوی کو مہر ادا نہیں کیا؛ بلکہ کسی بھی وقت دینے کا ارادہ ہے، تو اس میں کوئی ممانعت تو نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل میں مہر بیوی کا حق ہے، اور اس کو پہلی فرصت میں ادا کرنا افضل اور بہتر ہے، حتیٰ کہ اگر نکاح میں مہر پیشگی ادا کرنے کی شرط لگائی گئی ہے، تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہر وصول کئے بغیر شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے؛ البتہ اگر بیوی کی طرف سے نکاح کے وقت یا بعد میں تاخیر کی اجازت ہو جائے، تو مہر بعد میں ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

عن سفیان قال: إذا لم یقم بینة فیمنہا وتأخذ مہرہا، وإذا تزوج الرجل المرأة علی مہر مسمی فهو علیہ حال کله، ولہا أن تأبی حتی یوفیہا مہرہا.
(المصنف لعبد الرزاق، کتاب النکاح / باب الرجل یتزوج المرأة ۲۹۷/۶ رقم: ۱۰۹۰۸)

ولہا منعه من الوطاء، ودواعیہ والسفر بہا، ولو بعد وطاء وخلوة رضیتہما؛ لأن کل وطأة معقود علیہا، فتسليم البعض لا یوجب تسليم الباقي لأخذ ما بین تعجیلہ من المہر کله أو بعضہ. (الدر المختار / مطلب فی منع الزوجة نفسها الخ ۲۹۰/۱۴ زکریا، کنا فی الفتاویٰ الہندیة / الفصل الحادی عشر ۳۱۷/۱، البحر الرائق / باب المہر ۳۰۸/۳ زکریا، خلاصۃ الفتاویٰ / الفصل الثانی عشر ۳۲/۲ لاہور فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلیمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۲/۲۸ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

خلوتِ صحیحہ سے مہر موکد ہو جاتا ہے

سوال (۳۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بچی کی شادی چند ماہ پیشتر محمد عادل کے ہمراہ ہوئی تھی، بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکا قطعاً نامرد اور حق زوجیت کی ادائیگی سے قاصر ہے، اس بنا پر ہم نے طلاق کا مطالبہ کیا، تو اُن لوگوں نے طلاق تو دلوادی؛ لیکن مہر ہم سے یہ کہہ کر واپس لے لئے کہ لڑکی اگر از خود طلاق مانگے تو اُس کو مہر واپس کرنے ہوتے ہیں، حالاں کہ ہم تو آج تک علماء سے یہ سنتے آئے ہیں کہ خلوت کے بعد پورا مہر لڑکی کا حق ہے جو اس سے واپس نہیں لیا جاسکتا۔ از روئے شریعت فیصلہ فرمائیں کہ کیا اُن کا مہر واپس لے لینا صحیح تھا؟ اگر نہیں تو کیا وہ مہر انہیں لڑکی کو لوٹانا ہوگا؟ واضح رہے کہ فریقین میں یہ طے ہو گیا تھا کہ کوئی فریق دوسرے فریق سے کوئی مطالبہ نہیں کرے گا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب طلاق دیتے وقت یہ طے ہو گیا کہ کوئی فریق ایک

دوسرے سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرے گا، تو ایسی صورت میں لڑکے کو طلاق دینے کے بعد مہر کا مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے، ہاں اگر طلاق دیتے وقت مہر کی واپسی کی شرط لگا دیتا تو پھر مہر واپس لینا درست ہوتا، اب جو مہر کی رقم واپس لے لی ہے، اس کا لوٹنا ضروری ہے؛ کیوں کہ مہر عورت کا حق ہے، جو خلوت سے موکد ہو گیا ہے۔

عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من کشف خمار امرأة ونظر إليها، فقد وجب الصداق، دخل بها أو لم يدخل بها. (سنن الدارقطني ۲۱۳/۳ رقم: ۳۷۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی،

الصداق / باب من قال: من أغلق باباً أو أرغى سترًا فقد وجب الصداق ۱/۱۱۱ رقم: ۱۴۸۵۰)

فإن كان البذل مسکوتاً عنہ، ففيہ روایتان: أصحهما براءة کل منهما عن

المہر لا غیر، فلا ترد ما قبضت، ولا يطالب هو بما بقي. (شامی ۴۵۳/۳ کراچی، ۱۰۵/۵ ازکریا)

ويتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج. (شامی ۱۰۳/۳، کراچی، ۲۳۳/۴)

زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کا خوش دلی سے مہر معاف کرنا یا کم کرنا؟

سوال (۳۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کسی صاحب نے زید سے یہ بتایا کہ اگر عورت مہر مؤجل معاف کر دے تو معاف ہو جائیں گے، یا رقم کے اندر کمی کر دے تو وہ بھی کم ہو جائے گی۔ کیا شریعت مطہرہ میں یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اگر شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تم مہر مؤجل معاف کر دو اور یہ کہنے پر بیوی بحسن خوبی اور خوش دلی کے ساتھ یہ کہہ دے کہ میں نے معاف کر دیا، یا یہ کہا کہ رقم کے اندر کچھ کمی کر دو اور اس نے خوش و خرم یہ کہہ دیا کہ میں نے اتنی رقم کم کر دی، دونوں فعل صحیح ہیں یا نہیں؟ اور شریعت مطہرہ اور فتویٰ کی رو سے کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آج کل مہر کی ادائیگی کے بارے میں حد درجہ کوتاہی

ہوتی ہے اور ماحول ایسا بنا دیا گیا ہے کہ بیوی کی طرف سے مہر کا مطالبہ یا اس سے معافی کی درخواست پر اسے قبول نہ کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے، اور عموماً عورت بادلِ ناخواستہ مہر معاف کرنے کا دم بھرتی ہے؛ لہذا ایسے ماحول میں محض زبانی معافی کا اعتبار نہیں، پہلے بیوی کو کل مہر ادا کر کے اسے قابض بنا دیا جائے، پھر وہ اپنی خوش دلی سے اگر واپس کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً، فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ

مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا﴾ [النساء: ۴]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ، وَأَنْ

تَعْفُوًّا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ﴿ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۷]

حدثنا المعتمر ابن سليمان عن أبيه، قال: زعم الحضرمي أن رجلاً كانوا يفرضون المهر، ثم عسي أن يدرك أحدهم العسرة، فقال: ولا جناح عليكم أيها الناس فيما تراضيتهم به من بعد الفريضة. يعني إن وضعت لك منه شيئاً فهو لك سائغ. (تفسير ابن كثير مكمل ۳۱۰ دار السلام رياض)

عن ابن جريج عن الزهري: ﴿إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ﴾ قال: الثيبات ﴿أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ ولي الكبير. (المصنف لابن أبي شيبة ۵۴۰/۳ رقم: ۱۶۹۹۵ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: رضي الله بالعمو وأمر به؛ فإن عفت عفت، وإن أبت وعفا وليها جاز وإن أبت. (المصنف لابن أبي شيبة ۵۴۰/۳ رقم: ۱۶۹۹۶ دار الكتب العلمية بيروت)

وصح حطها لكله أو بعضه عنه، وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها، ولا بد من رضاها. (الدر المختار مع لشامي ۲۴۸/۴ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب المهر ۲۶۴/۳ زكريا، تبين لحقائق / باب المهر ۱۴۱/۲ إمدادية ملتان) ولا بد في صيحة حطها من الرضا. (الفتاوى الهندية ۳۱۳/۱، كذا في البحر الرائق ۲۶۴/۳ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۳/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی رضا مندی کے بغیر شوہر کا متعینہ مہر میں سے کم کرنا؟

سوال (۳۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نذید کے گھر والوں نیز ان کے جملہ احباب و اقرباء نے ان کی شادی کی نسبت ہندہ کے گھر

والوں سے تقریباً ایک سال قبل ۹۱ ہزار روپے سکے رائج الوقت مہر دین جانبین کی رضامندی سے طے کر لیا گیا تھا، جب زید کے گھر والے شادی کی مقررہ تاریخ میں ہندہ کے گھر والے کے یہاں بارات کی صورت میں زید کے نکاح کے لئے گئے تو ہندہ کے گھر والے نے ناسازگار ماحول بنا کر جبراً و قہراً ۹۱ ہزار روپے کے بجائے ۵۱ ہزار روپے زید کا مہر مقرر کر دیا، اور ساتھ ہی ایک لاکھ روپے کا پاؤنڈ بھی بندھوا لیا، اب جب کہ دونوں طرفین کے سبھی لوگ رضامند ہیں، تو کیا ان سب کی رضامندی کی صورت میں زید کے مہر کو جو جبراً و قہراً باندھا گیا تھا، اس میں کم و بیش کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کے گھر والوں نے نکاح کے وقت پہلے سے طے شدہ مہر ۹۱ ہزار کے بجائے ۵۱ ہزار روپیہ بطور مہر قبول کر لیا تو وہ لازم ہو گیا، اور اس کا ادا کرنا واجب ہے، بعد میں لڑکی اپنی خواہش سے کچھ کم کرنا چاہے تو اس کو کم کرنے کا حق ہے؛ لیکن اگر لڑکی کم کرنے پر راضی نہ ہو تو کمی نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۴/۱۲۲)

وصحح حطها لکله أو لبعضه عنه. (الدر المختار مع الشامی ۲۴۸/۴ زکریا)

للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أو لم يدخل، وليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها، كذا في شرح الطحاوي. (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح / الباب السابع فی المہر، الفصل العاشر فی ہبۃ المہر ۳۱۶/۱ زکریا، وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح / باب ذکر مسائل المہر فصل فی حبس المرأة نفسها بالمہر ۳۸۹/۱ زکریا)

ولا بد فی صححة حطها من الرضا، حتی لو كانت مكرهة لم یصح. (البحر

الرائق / باب المہر ۲۶۴/۳ زکریا، کذا فی الدر المختار / مطلب فی حط المرأة والإبراء منه ۱۱۳/۳

کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۲/۲۰ھ

زوجین کی رضامندی سے مہر کی رقم میں اضافہ کرنا؟

سوال (۳۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر بیوی کا نکاح مہر فاطمی پر ہوا؛ لیکن کچھ دنوں بعد میں شوہر بیوی کے بیچ جھگڑا شروع ہو گیا، شوہر کی بد چلنی اور شوہر کی مار پیٹ اور جہیز کی مانگ سے پریشان عورت نے شوہر کے گھر جانے سے انکار کر دیا؛ لیکن جب معزز لوگوں نے عورت کو سمجھایا کہ آئندہ تمہارا شوہر ایسی حرکتیں نہیں کرے گا، تو عورت نے ایک شرط رکھ دی کہ میں اپنا مہر فاطمی کے بجائے ۲ لاکھ روپیہ لوں گی، اور آج سے میرا مہر دو لاکھ روپیہ ہی ہوگا، جس کو لڑکے نے پنچایت کے بیچ میں منظور کر لیا اور ایک شرائطی اسٹامپ بھی لکھ دیا گیا، اس فیصلہ کے تقریباً ۸ ماہ بعد لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق منغلظہ دے دی، تو اب شوہر اپنی بیوی کو مہر فاطمی ادا کرے گا، یا ۲ لاکھ روپیہ کے مہر ادا کرے گا؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسب تحریر سوال چوں کہ آپسی رضامندی سے مہر کی

مقدار میں اضافہ کیا گیا ہے اور باقاعدہ اس کا اسٹامپ پیپر بھی لکھ دیا گیا؛ اس لئے یہ اضافہ شرعاً معتبر ہے، اور مسئلہ صورت میں شوہر پر دو لاکھ روپے مہر ادا کرنا لازم ہے۔ (مستفاد امداد الاحکام ۳/۲۵۴)

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ﴾ [النساء: ۲۴]

أي من زيادة ونقصان في المهر، فإن ذلك سائغ عند التراضي بعد

استقرار الفريضة، والمراد إبراء المرأة عن المهر، أو توفية الرجل كامل المهر إن

طلق قبل الدخول. (الجامع لأحكام القرآن الكريم/ سورة النساء ۳/۱۱۹، المكتبة التجارية)

قال في البحر ودل وضع المسئلة على جواز الزيادة في المهر بعد العقد،

وهي لازمة له بشرط قبولها في المجلس على الأصح، كما في الظهيرية،

واستدلوا بجوازها بقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ

الفَرِيضَةُ ﴿﴾ فَإِنَّهُ يَتَنَاوَلُ مَا تَرَاوَلُوا عَلَى إِحْقَاقِهِ وَإِسْقَاطِهِ. (البحر الرائق ۱/۳، ۲۶، ومثله في
الشمسية ۲/۴، ۶، فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۳۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر ادا کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا؟

سوال (۳۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: الف مرحوم کی وفات سے ایک دن پہلے الف کے والدین بہنوں اور بھائی نے الف کی
بیوی کے ساتھ زیادتی کی، اسے مارا پیٹا اور انتہائی زیادتی کی جس کی وجہ سے وہ مسلسل بے ہوش
ہو گئی، بحالتِ مجبوری اس کے والدین اہل محلہ کے سامنے بے ہوشی کے عالم میں اسے لے آئے،
اور داخل اسپتال کیا، جہاں چار دن تک اسے ہوش نہیں آیا، دوسرے دن الف کی وفات ہو گئی،
الف کی بیوی اس کے مہر معاف نہیں کر سکی، چوں کہ وہ بے ہوشی کے عالم میں تھی نہ شریک جنازہ
ہو سکی، تو کیا الف کی بیوہ کی جانب سے اس کے والد مہر معاف کرنے کے مجاز ہیں، اگر مہر معاف
نہیں ہوئے تو وہ مہر کس سے وصول کئے جائیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: الف کی بیوی اگر مہر لینا چاہے تو اس کو حق حاصل ہے
کہ وہ الف کے والدین سے مہر کا مطالبہ کرے۔

عن ابن جریج قال: سمعت عطاء يقول: سمعت ابن عباس رضي الله عنه
سئل عن المرأة يموت عنها زوجها وقد فرض لها صداقاً، قال لها: الصداق
والميراث. (السنن الكبرى للبيهقي ۴۰۳/۷ رقم: ۱۴۴۲۵ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الكافي: وإذا مات الزوج وقد سمي لها مهر، فلورثتها أن يأخذوا
ذلك من تركة الزوج، وإن لم يكن سمي لها مهر فلا شيء لورثتها عند أبي

حنيفة، وعندهما لورثتها المسمى في الوجه الأول، ومهر المثل في الوجه الثاني. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰۳/۴ رقم: ۵۹۶۲ زكريا)

قال علمائنا رحمهم الله رحمهم الله: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: مرتبة الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله. (السراجي في الميراث ۳، كذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ۴۸۹/۸ كونه) ثم تقدم ديونه التي مطالب لها من جهة العباد ويقدم دين الصحة هو ما كان ثابتاً بالبينه مطلقاً أو بالإقرار في حال الصحة. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ۴۸۵/۱۰ زكريا، مجمع الأنهر ۴۸۵/۴ بيروت)

وتطالب أيا شاءت من زوجها البالغ أو الولي الضامن. (الدر المختار مع الشامي ۱۴۱/۳ كراچی، ۲۸۷/۴ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کا بیٹے کی طرف سے بہو کو دین مہر دینا؟

سوال (۳۳۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد صدیق کی شادی ہوئی، اور دوثلث آراضی دین مہر میں متعین کئے گئے، اب ناکح کے والد کلن عرف کریم بخش) نے اپنے بیٹے (محمد صدیق) کی جانب سے اپنی بہو (بی بی ہاجرہ) کے نام اپنی آراضی میں سے دوثلث دین مہر میں لکھ دیئے، اب زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ کیا ادائے گی دین مہر کا اختیار ناکح کو ہے یا اس کے علاوہ کسی اور کو بھی؟ اور ناکح کی جانب سے ناکح کے والد نے جو اپنی بہو کے نام دوثلث آراضی دین مہر میں لکھوا کر دیئے ہیں، تو کیا یہ دین مہر ادا ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں محمد صدیق کے والد کا اپنے بیٹے کی

جانب سے دین مہر کا ادا کرنا شرعاً درست ہے، اور محمد صدیق کے ذمہ سے دین مہر ساقط ہو گیا، اب کسی کو اس سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

وإذا زوج ابنه الصغير امرأة وضمن عنه المهر، وكان ذلك في صحته جازاً، إذا قبلت المرأة الضمان، وإذا أدى الأب ذلك إن كان الأداء في حالة الصنحة لا يرجع على الابن بما أدى استحساناً، إلا إذا كان بشرط الرجوع في أصل الضمان، كذا في الذخيرة. (الفتاوى الهندية / الفصل الرابع عشر ۳۲۶۸ زکریا)

وصح ضمان الولي مهرها. (الدر المختار) وفي الشامية: ثم إن كان بأمره رجوع وإلا فلا. (شامی ۲۸۶/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شب زفاف میں دوسرے بھائی کی بیوی سے صحبت کر لی، مہر کا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو سگے بھائی دونوں کی شادی ایک ساتھ ہوئی اور سہاگ رات منانے کے لئے دونوں بھائیوں کو الگ الگ گھر دیا گیا، دھوکہ سے بڑے بھائی کی بیوی چھوٹے بھائی کے پاس اور چھوٹے بھائی کی بیوی بڑے بھائی کے پاس پہنچ گئی، اور باضابطہ سہاگ رات منائی گئی، سہاگ رات منانے کے بعد پتہ چلا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے، پھر بعد میں اپنی اپنی بیوی کو لے کر رہنے لگے، شناخت ہونے کے بعد دونوں کے نکاح میں کچھ اثر ہوا یا نہیں؟ اور رات کی ملاقاتیں ہونے سے گنہگار ہوئے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب دونوں بھائیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ گھر متعین

کر دیا گیا، پھر دھوکہ سے بیوی میں تبدیلی ہوگئی اور دونوں بھائیوں نے اپنے گمان کے مطابق شب زفاف بھی منالی، تو امید ہے کہ وہ گنہگار نہ ہوں گے، اور نکاح پر بھی کوئی اثر نہیں پڑا؛ البتہ دونوں بھائیوں پر ایک دوسرے کی بیوی کو مہر مثل دینا واجب ہو گیا اور دونوں لڑکیوں پر بھی عدت واجب ہوگئی؛ لیکن جب دونوں بھائی عدت کے اندر ہی اپنی بیوی کو لے کر رہنے لگے، تو اس کی وجہ سے گنہگار ہوں گے؛ لہذا خداوندِ قدوس سے توبہ کریں، اللہ مغفرت کرنے والا ہے۔

عن ابراهيم قال: من وطئ فرجاً بجهالة درى عنه الحدّ وضمن العقر.

(سنن سعید بن منصور / باب الرجل يتزوج المرأة فيدخل عليها ومعها نساء، فوقع على امرأة منهن

۲۴۹/۱ رقم: ۱۰۱۳)

لا بأجنبية زفت، وقيل: هي زوجتك أي لا يحد وعليه مهر بذلك
قضى علي رضي الله عنه وبالعدة؛ لأن الوطاء في دار الإسلام لا يخلو عن الحد أو
المهر وقد سقط الحد فتعين المهر وهو مهر المثل. (البحر الرائق / كلب لحدود ۱/۵ کوئٹہ)
لو زفت إليه غير امرأته فوطئها لزمه مهر مثلها. (البحر الرائق / باب المهر
۱۷۳/۳ کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۹/۱۵ھ

جو عورت وطی کے قابل نہ ہو، اُسے خلوت کے بعد طلاق

دینے سے کتنا مہر واجب ہوگا؟

سوال (۳۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا نکاح ہوا، شب زفاف میں لڑکی نے کہہ دیا کہ میں تمہاری بیوی بن کر نہیں رہ سکتی، بہن بن کر رہ سکتی ہوں؛ کیوں کہ میں بیوی بننے کے قابل نہیں ہوں، مگر لڑکے کو یقین نہیں آیا اور اس نے صحبت کی کوشش کی، جس کے بعد وہ سمجھ گیا کہ واقعہ لڑکی نے صحیح کہا ہے، لڑکی نے ساری حقیقت

بتائی کہ اس میں بالکل خواہش نہیں ہے اور اس کی پیشاب کی جگہ میں صرف ایک سوراخ ہے، جس سے وہ صرف پیشاب کر سکتی ہے، اس لڑکی نے شادی سے پہلے والدین کو منع بھی کیا تھا، انہوں نے پھر بھی شادی کر دی، فی الحال لڑکی اس کے والدین کے ساتھ ہے اور وہ آنے کو منع کر رہی ہے، مگر والدین اپنی عزت بجانے کی غرض سے کہہ رہے ہیں کہ لڑکی بیمار ہے، اس پر آسیب کا اثر ہے، حالاں کہ عالیین کو بھی دکھا چکے ہیں، انہوں نے بھی کہہ دیا کہ لڑکی میں ایسے کچھ اثرات نہیں ہیں۔ اب مسئلہ دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق کی نوبت آگئی، تو وہ لوگ مہر کا مطالبہ کر رہے ہیں، شرعاً لڑکے پر مہر واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر واقعہ بیوی وطی کے قابل نہیں

ہے، تو یہ خلوت صحیح نہیں ہوئی، اب اگر شوہر طلاق دے گا تو اس پر صرف آدھا مہر واجب ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ

فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۷]

عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال في الرجل: يتزوج المرأة يخلو بها

فلا يمسهَا ثم يطلقها ليس لها إلا نصف الصداق؛ لأن الله تعالى يقول: ﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾

[البقرة: ۲۳۷] (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصداق / باب الرجل يخلو بامرأته ثم يطلقها قبل المسيس

۴۱۵۱۷ مكة المكرمة)

ويجب نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة. (الدر المختار مع الشامي، ۲۳۵/۴ زكريا)

ومن الموانع لصحة الخلوة أن تكون المرأة رتقاء أو قرناء أو عفلاء.

(الفتاوى الهندية ۳۰۵/۱، كذا في الدر المختار / مطلب في أحكام الخلوة ۲۵۰/۱۴) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۳/۱۳۲۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی کو مہر دینے سے پہلی بیوی کا مہر ساقط نہ ہوگا

سوال (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعت پیغمبری مہروں کا مسئلہ اور شریعت بی بی فاطمہ کا مسئلہ چاہتا ہوں، کس حساب سے ہیں؟ اور اگر لڑکے کے پاس اس وقت مہر ادا کرنے کے لئے نہیں ہوں تو لڑکا اپنی بیوی سے کس طرح مہروں کے بارے میں بات چیت کر سکتا ہے؟ اور اگر بیوی کا انتقال ہو جائے اور مہر ادا نہیں ہوئے ہوں، لڑکی کی نیت ادا کرنے کی ہو جائے تو انتقال کے بعد کس طرح مہر ادا ہو سکتے ہیں، اور اگر بچے موجود ہوں بیوی کا انتقال ہو گیا تو اس کا کیا مسئلہ ہو سکتا ہے، اور اگر لڑکے نے دوسری شادی کر لی اور اس نے دوسری بیوی کے مہر ادا کر دئے تو پہلی بیوی کا بھی کیا مسئلہ ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”شرع پیغمبری مہر“ عرف میں کم سے کم مقدار مہر کو کہتے ہیں، دس درہم ۲ رتولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی، یا ۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام چاندی ہوتی ہے، اور مہر فاطمی کی مقدار ۵۰۰ درہم ۱۵۳۰ گرام ۹۰۰ ملی گرام چاندی ہے۔ (ایضاح المسائل ۱۲۹)

اس کا حساب بازار بھاؤ سے لگا کر مہر ادا کئے جائیں، اور اگر اس وقت پیسے نہ ہوں، تو عورت سے مہلت لے لے، اور جب استطاعت ہو ادا کر دے، عورت کے انتقال کے بعد اگر مہر دینے ہوں تو اس کے شرعی ورثہ کو دینے ہوں گے، ورثہ میں بچے اور خود شوہر بھی داخل ہے اور دوسری بیوی کو مہر دینے سے پہلی بیوی کے مہر کی ادائیگی نہ ہوگی۔

وإن علم أنها ماتت أولاً فنصب الزوج من ذلك يسقط. (الفتاوى التاتارخانية

۱۲۲/۳، الفتاوى الهندية ۱/۱۱۳۲ زکریا)

إذا مات الزوجان وقد سمي لها مهرًا ثبت ذلك بالبينه أو بتصادق الورثة فلو رثتها أن يأخذوا ذلك من ميراث الزوج، هذا إذا علم أن الزوج مات أولاً، أو علم أنهما ماتا معاً أو لم تعلم الأوليه، وأما إذا علم أنها ماتت أولاً فيسقط منه

نصیب الزوج، کذا فی فتح القدیر. (الفتاویٰ الہندیۃ ۳۲۱/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۴/۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر ادا کئے بغیر شب زفاف منانا؟

سوال (۳۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے شادی کی اور مہر بھی ادا نہیں کیا، بغیر مہر ادا کئے شب زفاف منائی جاسکتی ہے یا نہیں؟
اگر اتنا مال نہیں ہے جو لڑکی کو مہر دیدے، تو اس حالت میں لڑکی کو کب مہر دینا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بیوی مہر کا مطالبہ نہیں کرتی ہے، تو شب زفاف منانا

درست ہے؛ البتہ وجوب مہر ذمہ پر باقی رہے گا؛ تا آں کہ ادا کر دے۔

لا یحل لہا وطؤها علی کرہ منہا ان کان امتناعہا لطلب المہر. (شامی

۱۴۲۱۳ کراچی، ۲۹/۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۶/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نزع کے عالم میں مہر کی معافی کا اعتبار نہیں

سوال (۳۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر شوہر زندگی میں مہر ادا نہ کرے، تو شوہر اور بیوی میں سے کسی ایک کا وفات کا وقت قریب
ہونے پر مہر معاف کرا لی جائے، تو کیا ایسے مہر معاف ہو جائی گی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایسے معاف
نہیں ہوتی ہے، قیامت کے دن شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نزع کے عالم میں مہر کی معافی کا کوئی اعتبار نہیں؛

کیوں کہ یہ محض رسمی معافی ہوتی ہے؛ البتہ اگر صحت اور ہوش حواس کی حالت میں خوش دلی سے بیوی

مہر معاف کرے، تو شوہر کا ذمہ معاف ہو جائے گا، اور آخرت میں اس سے مطالبہ نہ ہوگا۔

ففي هبة الخلاصة: خوفها الضرب حتى وهبت مهرها لم يصح لو قادرا
على الضرب، وأن لا يكون مريضة مرض الموت. (شامي / مطلب في حط المهر والإبراء
منه ۲۴۸/۴ زکریا)

وإن حطت عنه من المهر أي بأن حطت المرأة مهرها المعقود عليه بعضا
أو كلاً عن الزوج صح الحط؛ لأن المهر حقها، والحط يلاقي حقها. (مجمع الأنهر
۵۱۴، شامي ۲۴۸/۴ زکریا، البحر الرائق ۲۶۴/۳ زکریا) فقط والله تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۱/۱۳۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر ادا کرنے سے پہلے زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا؟

سوال (۳۳۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: اگر شوہر کسی مجبوری کے تحت مہر ادا نہ کر سکے اور شوہر یا بیوی میں سے کسی ایک کو اچانک موت
آجائے، تو ایسی صورت میں مہر کی ادائیگی کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر بیوی کا انتقال ہو جائے اور اس
کا مہر ادا نہیں کیا گیا تو شوہر پر لازم ہے کہ وہ مہر کی رقم بیوی کے شرعی ورثاء کو ادا کر دے، اور اگر شوہر
کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ سے بیوی کا مہر ادا کیا جائے گا؛ کیوں کہ وہ میت پر قرض ہے۔
اس کے بعد جو مال بچے گا اسے حسب حصص شرعیہ بیوی کے وارثین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

و موت أحدهما كحياتهما لا يسقط اعتباره بموت أحدهما؛ ولهذا يجب
في المفوضة مهر المثل بعد موت أحدهما بالاتفاق. (مجمع الأنهر ۵۳۰/۱)

لأنه كان دينا في ذمته فلا يسقط بالموت كالمسمى؛ فإن علم أنها ماتت

أولاً سقط منه ما بقي فلورثتها. (البحر الرائق ۳/۳۲۰، شامی ۴/۲۹۹ زکریا، السراجی فی المیراث ۴۰۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے عاجز ہونے کی وجہ سے لڑکی والوں کا اس کے بہنوئی سے مہر طلب کرنا؟

سوال (۳۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرا نکاح دو سال قبل 21000 روپیہ مہر کے عوض سائمه بی بنت حسین کے ساتھ ہوا تھا، نکاح کے ٹائم جہیز وغیرہ کے لئے کسی بھی طرح کی کوئی مانگ ہماری طرف سے نہیں کی گئی تھی، اس درمیان ایک لڑکی پیدائش ۱۱ ماہ قبل ہوئی تھی، شادی کے کچھ وقت بعد یہ بات سامنے آئی کہ لڑکی ضدی ہے، اور من مانی کرنے والی ہے، اس میں ناراضگی بھی ظاہر کی گئی اور سمجھایا بھی گیا؛ لیکن اس کی ضد والی بات ختم نہیں ہوئی، گھر اور خاندان کے دوسرے لوگوں نے سمجھایا؛ لیکن بے کار ثابت ہوا، میں نے یہ طریقہ اختیار کیا جب بھی وہ کسی بات پر اڑ جاتی اور ضد کم نہیں کرتی تو میں گھر نہیں آتا تو وہ اپنے میکہ چلی جاتی اور پھر میری بڑی بہن سے معاملہ رفع دفع کراتی، اور یہ وعدہ کرتی کہ آئندہ شکایت کا موقع نہیں دوں گی؛ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا، یہ شکایت بدستور ہوتی رہی معزز لوگوں نے بیچ میں پڑ کر سمجھایا؛ لیکن وہ نہیں مانی اور یہ بات بار بار کہی گئی کہ اگر عادت نہیں بدلی تو فیصلہ ہوگا، میں نے بیوی کو برا بھلا نہیں کہا، بس ہر بار یہی کہا کہ اب فیصلہ کرنا ہے، ایک بار وہ اپنے میکہ گئی اور اس کے ماں باپ اور بھائی بہن نے ہمارے گھر پر ہنگامہ کیا اور یہ دھمکی دی کہ گھر پر نہیں رہو گے تو جہیز ایکٹ میں رپورٹ لکھوا دی جائے گی اور یہ بھی کہ مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا ہے اور نازیبہ کلمات بھی کہے ہیں، میر طرف سے امید ختم ہوگئی بس فیصلہ کرنا باقی رہ گیا تھا، چوں کہ میں کاروبار کے اعتبار سے کمزور

تھا، اس لئے میں نے کہا کہ قرض لے کر تمہارا مہر ادا کروں گا، سسرال والے کہنے لگے کہ تمہارے بدلے تمہارے بہنوئی ادا کریں، تو کیا یہ بات درست ہے کہ میرے بدلے میرے بہنوئی مہر ادا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اگر آپ اپنی مرضی سے طلاق دیں

گے تو پوری مہر اور عدت کا نان و نفقہ ادا کرنا ہوگا البتہ اگر آپ لڑکی والوں کی طرف سے طلاق کے مطالبے پر یہ شرط لگا دیں کہ میں اسی صورت پر طلاق دوں گا جب کہ مہر معاف کر دی جائے اور یہ شرط لڑکی منظور کر لے تو ایسی صورت میں آپ پر مہر ادا کرنا لازم نہ ہوگا، اور آپ کی سسرال والوں کا یہ کہنا کہ شوہر کے بدلے اس کا بہنوئی مہر ادا کر دے یہ قطعاً درست نہیں ہے ان کو اس طرح کے کسی مطالبے کا حق حاصل نہیں ہے۔

النفقة واجبة للمعتدة. (الفتاویٰ التاتاریخانیة ۳۹۹/۵ رقم: ۸۳۰۳ زکریا)

المہر یتأكد بأحد معانی الثلاثة: الدخول والخلوۃ الصحیحۃ وموت أحد

الزوجین. (الفتاویٰ الہندیة ۳۰۳/۱)

رجل خلع امرأته بمالها عليه من المہر كان الخلع بمہرہا إن كان

المہر علی الزوج یسقط. (الفتاویٰ الہندیة ۴۸۹/۱)

إن طلقها علی مال فقبلت وقعت الطلاق ولزمها المہر و كان الطلاق

بائنا. (الفتاویٰ الہندیة ۴۹۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



جہیز سے متعلق مسائل

جہیز کی شرعی حیثیت

سوال (۳۴۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہیز کی شرعی حیثیت، نیز کون سی چیز کا لگنا کہ ان ہوگا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی والے اپنی بیٹی کو شادی کے وقت ضروریات زندگی کا جو سامان دیتے ہیں وہ شرعاً مباح ہے، اور جو سامان لڑکی کو جہیز میں دیا جاتا ہے وہ اس کی ملکیت ہے، شوہر کا اس میں کوئی حق نہیں ہے؛ البتہ لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ کرنا اور اس پر اصرار کرنا قطعاً جائز نہیں۔ (کفایت المہنتی ۱۳۱/۵، امداد الا حکام ۳۷۱/۳)

عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما زوجه فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة آدم حشوها ليف ورحائين وسقاءين. (الإصابة ۲۶۷/۸، البداية والنهاية ۶/۳، شعب الإيمان للبيهقي ۳۱۷/۷)

جہیز ابنتہ بجہاز و سلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منها ولا لورثتہ بعدہ
إن سلمہا ذلک فی صحته؛ بل تختص بہ وبہ یفتی. (تنویر الأبصار علی الدر المختار /
باب المہر ۳۰۶/۴ زکریا)

المختار للفتویٰ أن یحکم بكون الجهاز ملكا لا عارية. (شامی ۳۰۹/۴
زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۲/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز کا لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جہیز کے متعلق یہ ہے کہ جہیز کا لینا اور دینا درست ہے یا نہیں؟ اگر سنت کے موافق جہیز لیا جائے اور دیا جائے، تو اُس کی مقدار کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی والے اگر اپنی بچی کو شادی کے موقع پر اپنی حیثیت کے مطابق رسم و رواج کی رعایت رکھے بغیر بلا کسی جبر و دباؤ کے اپنی خوشی سے جو چاہیں دیں، شرعاً اُس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، ممانعت اُس صورت میں ہے جب کہ جہیز کے نام پر لڑکے والوں کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً لڑکی والوں کو زبردستی جہیز ادا کرنے پر مجبور کیا جائے، جیسا کہ عام رواج ہو گیا ہے، اُس کی شرعاً قطعاً اجازت نہیں؛ بلکہ کھلا ہوا جبر و ظلم ہے، جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

قال الإمام المرغینانی: الصحيح أنه لا يرجع على أب المرأة بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود. (الفتاوى الهندية / الفصل السادس عشر في جهاز البنت ۳۲۷/۱)

لو زفت إليه بلا جهاز يليق به، فله مطالبة الأب بالنقد، قنية. وزاد في البحر عن المبتغى: إلا إذا سكت طويلاً، فلا خصومة له؛ لكن في النهر عن البزازية: الصحيح أن لا يرجع على الأب بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود، تزوجها وأعطاه ثلاثاً آلاف دينار الدستيمان وهي بنت موسر، ولم يعط لها الأب جهازاً، أفتى الإمام جمال الدين وصاحب المحيط بأن له مطالبة الجهاز من الأب على قدر العرف والعادة وطلب الدستيمان، قال: ولهذا اختار الأئمة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ۱۵۸/۳ كراچی، ۳۱۰/۴ زكريا، بزازية على الهندية ۱۵۰/۴، البحر الرائق / باب المهر ۱۸۶/۳ كوئٹہ)

من تزوج لمالها لم يزدہ اللہ إلا فقراً. (مجمع الزوائد ۲/۵۴۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۳/۱۸ھ

شادی میں ملے ہوئے سامان کا حکم اور جائیداد میں لڑکی کا حق؟

سوال (۳۴۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی شادی بکر کی لڑکی سے ہوئی ہے، زید نے بکر سے کوئی سوال نہیں کیا، اب رخصتی ہونے کے وقت زید کو بکر نے موٹر سائیکل فریج وغیرہ دیا ہے، کیا یہ سب سامان لینا جہیز میں شمار ہوگا؟ حدیث میں جہیز لینا مسلمان کے لئے حرام قرار دیا ہے یا نہیں؟ یا زمین جو لڑکی کا حق ہے زمین کے بدلہ میں قیمت دے دی تو یہ بھی جہیز میں شمار ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بلا کسی مطالبہ کے شادی کے وقت زید نے اپنے داماد کو

جو چیزیں دی ہیں، ان کا لینا داماد کے لئے جائز ہے، اور باپ کی جائیداد میں لڑکی کا جو حق ہوتا ہے، وہ جہیز دینے سے ساقط نہیں ہو سکتا، باپ کے انتقال کے بعد لڑکی حسب حصص شرعیہ ترکہ کی مستحق ہوگی۔ (مستند: بہشتی زیور ۶/۴۳۶)

عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما زوجه

فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة آدم حشوها ليف ورحائين وسقاءين. (الإصابة

۲۶۷۱۸، البداية والنهاية ۶/۳۴، شعب الإيمان للبيهقي ۳/۱۷۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۳/۱۸ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز کا حکم؟

سوال (۳۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنی دیگر بنات طیبات کو

شادی میں جہیز کا سامان دیا تھا؟ مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زرہ فروخت کر کے اُس کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں صرف کیا تھا، اس کی کیا حقیقت ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوشہ سے روپیہ وغیرہ لے کر جہیز میں صرف کر سکتے ہیں؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی باپ بخوشی اپنی لڑکی کو شادی کے وقت کچھ

سامان دے تو یہ ممنوع نہیں ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عقد نکاح کے وقت کچھ سامان دینا اسی قبیل سے تھا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صاحبزادیوں کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ کچھ دینے کا انتظام کیا تھا، چنانچہ روایت ہے کہ جب بدر کے موقع پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر گرفتار ہوئے، جو اس وقت اسلام نہ لائے تھے، تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کی رہائی کے لئے وہ ہار بھیجا تھا، جو نکاح کے موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عطا کیا تھا، اس سے نفس نکاح میں والدین کی طرف سے بیٹی کو سامان دینے کی تائید ہوتی ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: لما بعث أهل مكة في فداء أسراءهم بعثت

زينب في فداء أبي العاص بمال وبعثت فيه بقلادة لها كانت عند خديجة أدخلتها لها

علي أبي العاص قالت لما راها رسول الله صلى الله عليه وسلم رق لها رقة شديدة،

وقال: إن رأيتم أن تطلقوا لها عليها وتردوا أسيرها الذي لها، فقالوا نعم! وكان رسول

الله صلى الله عليه وسلم أخذ عليه أو وعده أن يدخلني سبيل زينب إليه وبعث رسول

الله صلى الله عليه وسلم زيد بن حارثة ورجلا من الأنصار، فقال كونا بطن يا

جج حتى تمر بكما زينب فتصحبها حتى تأتيها بها. (سنن أبي داؤد ۳۶۷/۲)

اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی سلسلہ کی تمام روایتوں کو سامنے رکھنے کے

بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی زرہ مہر میں دے دی تھی، گھر میں کوئی سامان نہیں تھا، خود سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے وہ سامان مہیا نہیں فرما سکتے تھے، اس لئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مہر والی زرہ فروخت کر دو، اور اس سے جو رقم آئے اس سے ضروری سامان لے لو۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے:

فبعثها من عثمان بن عفان بأربع مائة وثمانين درهماً، ثم إن عثمان رد الدرع إلى علي رضي الله عنه فجاء بالدرع والدرهم إلى المصطفى صلى الله عليه وسلم فدعا لعثمان رضي الله عنه بدعوات كما في رواية. (زرقاني شرح مواهب لدية ۲۸/۳)

وقال الزرقاني: يشبه أن العقد وقع على الدرع وأنه صلى الله عليه وسلم أعطاهما عليا لبيعها وأتاه بثمانها. (زرقاني شرح مواهب لدية ۶/۲، فتاوى دارالعلوم ۳۶۲/۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۱۳/۲/۲۵ھ

رشتہ کے وقت لڑکے لڑکی والوں کا آپس میں ہدایا دینا؟

سوال (۳۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی بیاہ کے رشتوں میں عام طور پر یہ رواج ہے کہ جب دو لہے والے بات چیت پکی کرنے کے لئے دو لہن کو خوشی اور پسندیدگی کا ہار پہناتے یا میٹھی چیز کھلاتے ہیں، تو ایسے موقع پر دو لہا خود اپنی طرف سے کوئی چیز تحفہ دو لہن کے لئے بھیجتا ہے، جس کو فریقین دو لہن دو لہا کے رشتہ داروں میں کوئی برا عمل تصور نہیں کیا جاتا، تو آیا رشتہ کی محض بات چیت پکی ہونے پر دو لہے کا دو لہن کے لئے جو ابھی نامحرم ہے، کوئی چیز تحفہ میں دینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رشتہ کے وقت لڑکے والوں اور لڑکی والوں کا آپس

میں ہدایا اور تحائف دینا ممنوع نہیں ہے۔

عن عطاء الخراساني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: تصافحوا
يذهب الغل وتهادوا تحابوا. تذهب الشحناء. (موطا مالك ۳۶۵، مشكاة المصابيح ۴۰۳)
روي ابن شهاب الزهري أنه قيل لخويلد بن أسد بن عبد العزى، وهو
ثمل من الخمر: هذا ابن أخيك محمد بن عبد الله بن عبد المطلب يخطب
خديجة وقد رضيت فخلقت خديجة أباهما وحلت عليه حلة، ودخل رسول
الله صلى الله عليه وسلم بها، فلما هبها الشيخ من سكرته، قال: ما هذه
الخلوق وما هذه الحلة؟ قالت ابنته أخت خديجة: هذه حلة كساها ابن أخيك
محمد بن عبد الله بن عبد المطلب أنكحته خديجة عن ابن عباس قال:
فزوجها إياه فخلقت وألبسته حلة، وكذلك كانوا يصنعون إذا زوجوا نساءهم.
(تاريخ الخميس في أحوال أنف نفيس، بحث: تزوجه عليه السلام خديجة ۲۴۶/۱ مؤسسة شعبان بيروت)

مستفاد: خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء. (الدر المختار مع الشامى ۱/۳، كراچی)

اور نامحرم کو تحفہ دینا جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۸/۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں سے جہیز کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۳۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شادی میں جہیز کے طور پر لڑکی والے سے ۱۰-۲۰ ہزار روپیہ یا اسکوٹر، ریڈیو، گھڑی، سونے
کی انگوٹھی وغیرہ مانگنا اور نہ دینے پر لڑکی کو گالی دینا مارنا پٹینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ عمل قطعاً ناجائز اور نہایت رذالت کی دلیل ہے۔

شریعت میں نکاح کا اصل خرچ یعنی مہر یا ولیمہ لڑکے والوں پر رکھا ہے، لڑکی والوں پر شرعاً کوئی خرچ لازم نہیں ہے، اُن کی طرف سے سب سے بڑی قربانی یہی ہے کہ وہ اپنی بیٹی دے رہے ہیں، اس کے باوجود ان پر دباؤ بنانا نہایت نامعقول بات ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغضب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳۵۰/۳، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي ۶۱/۴ کراچی، شرح المحلة رقم المادة: ۹۷ ص: ۶۲ کوئٹہ)

أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوجة أن يستردده؛ لأنه رشوة. (الدر المختار مع الشامي ۳۰۷/۴ زكريا، البحر الرائق ۱۸۷/۳ کوئٹہ، الفتاوى الهندية ۳۲۷/۱ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۸/۱۴۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو ملے ہوئے روپیہ پیسے کا حکم؟

سوال (۳۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کو بوقت عقد جہیز جو روپیہ اور سامان کی شکل میں ملا تھا، اب زید کے انتقال کے بعد کیا پورا کا پورا جہیز سلمیٰ کو واپس ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہیز میں دئے جانے والے سامان کی مالک سلمیٰ ہی

ہے، وہ اسی کو پورا کا پورا واپس ملے گا اور بوقت عقد جو روپیہ زید یا اُس کے والد کو ملا تھا، اُس کی

واپسی ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۸/۳۵۷)

كما في الشامي: فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة، وأنه إذا طلقها تأخذه كله، وإذا ماتت يورث عنها، ولا يختص بشيء منه. (الرد المحتار / باب النفقة، مطلب: فيما لو زفت إليه بلا جهاز ۲۹۹/۵ زكريا، ۱۵۰۱/۳ و ۵۸۵ كراچی)

وفي الخانية: وأما الذي بعث أبو المرأة إن كان هالكاً لا يرجع على الزوج بشيء. (خانية على الهندية ۱/۳۹۰، الدر المختار مع الشامي ۱۵۳/۳ كراچی، ۲۹۹/۵ زكريا) المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عاريةً. (شامي ۱۵۷/۳ كراچی) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کو گلا گھونٹ کر مارنے پر جہیز اور دیگر سامان کا حکم

سوال (۳۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنی لڑکی نفیسہ کی شادی دو سال پہلے محمد ابرار کے ساتھ کر دی تھی، تقریباً ۳۰ ہزار روپیہ کا جہیز دیا تھا، لڑکا محمد ابرار ٹیلی ویژن اسکوٹر مانگتا تھا میں نہیں دے سکا، تو اس نے میری لڑکی کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا، تو اب میں نے جو جہیز اپنی لڑکی کو دیا تھا، وہ واپس ملے گا یا نہیں، حکم شرعی کیا ہے؟ ابھی لڑکی کے کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی ہے، اور شوہر قاتل ہے، تو یہ سارا سامان جہیز اس لڑکی کے والدین کو ملے گا یا نہیں؟ شریعت کا جو بھی حکم ہو تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہیز لڑکی کی ملکیت تھا، اُس کے مرنے کے بعد وہ سب سامان اُس کے والدین کو دیا جائے گا، شوہر کا اُس میں کوئی حق نہیں؛ اس لئے کہ وہ قاتل ہے، اور قاتل وراثت کا حق دار نہیں ہوتا۔

المانع من الإرث القتل الذي يتعلق به وجوب القصاص. (سراجی ۷)
 المختار للفتویٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عاريةً. (شامی ۱۵۷/۳)
 کراچی، ۳۰۹/۴ زکریا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۲/۲۴ھ

رشتہ ختم ہونے کے بعد سگائی کے وقت دیئے ہوئے تحفے تحائف واپس کرنا؟

سوال (۳۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
 میں کہ: میرے لڑکے کا رشتہ اپنے قریبی عزیز کی لڑکی سے طے ہونے پر جب ہم لڑکی اپنانے کے
 لئے ان کے مدعو کرنے پر کچھ سامان جیسے مٹھائیاں جوڑے، زیور لے کر لڑکی کے گھر پر گئے، تو انہوں
 نے ہم ۲۰-۲۵ بچے عورتوں کو ناشتہ و کھانا دیا، دوسرے دن ہم لڑکی والوں کو اپنے یہاں بلایا، اس
 میں تقریباً ۳۰ سے ۳۵ تک عورتیں مرد اور بچے شامل تھے، وہ اپنے ساتھ جوڑے مٹھائیاں اور تحفہ
 وغیرہ لے کر آئے، ہم نے ان کی خاطر ناشتہ کا اہتمام کیا، کچھ وقفہ کے بعد جب ہم چند لوگ تاریخ
 شادی روپیہ اور مکان اپنی لڑکی کے نام کرنے کو کہا، جب یہ بات لڑکے کے سامنے آئی تو اپنی
 حیثیت کو دیکھتے ہوئے اس نے اس رشتہ سے انکار کر دیا، اور لڑکی کے والدین سے کہلوا یا کہ جو بھی
 کل سامان آپ کا ہمارے پاس ہے واپس لے لیں، اور ہمارا کل سامان واپس کر دیں، اس کے
 جواب میں لڑکی کے والدین نے کہلوا یا، کہ جو ہم نے کھانے میں خرچہ کیا ہے، اس کو بھی واپس
 کر دیں تو اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رشتہ ختم ہونے کے بعد سگائی کے وقت میں جانہین نے
 جو تحفے و تحائف دیئے ہیں، ان میں سے جو کچھ باقی ہے وہ ایک دوسرے کو واپس کریں گے، اور جو

چیزیں ختم ہو چکی ہیں، یا کھانے کی چیز کھا کر ختم کر دی ہے، اُس کا تاوان لازم نہیں؛ لہذا لڑکی والوں نے جو سامان دیا ہے اور وہ بچا ہوا ہے، لڑکے والوں پر اُس کی واپسی لازم ہے، اور لڑکے والوں نے جو دیا ہے اُس میں سے جو باقی ہے، اُس کا واپس کرنا لڑکی والوں پر لازم ہے، اور جاہلین نے جو ناشتہ کرایا یا کھانا کھلایا اس میں جو خرچہ ہوا، اس کا تاوان ایک دوسرے پر لازم نہیں، نیز لڑکی والوں کی طرف سے جو کھانا کھلایا گیا تھا، اس کے خرچہ کا مطالبہ بھی درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳/۲۹۲)

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها فما بعث للمهر
يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكا؛ لأنه معاوضة ولم
تتم فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالك
والمستهلك؛ لأن فيه معنى الهبة. (الطحطاوي على الدر، باب المهر / مطلب: لو بعث إلى
زوجته شيئاً الخ ۶۶/۲ دار المعرفة بيروت، البحر الرائق / باب المهر ۱۸۶/۳ كوئٹہ، الدر المختار / باب
المهر ۱۰۳/۳ كراچی، ۴/۴ ۳۰ زکریا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے انتقال کے بعد اُس کا زیور دوسری بیوی کو دینا؟

سوال (۳۴۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے بچے بھی ہیں اور اس کے کچھ زیورات بھی
ہیں، اور وہ شخص دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، تو کیا وہ شخص اس زیور کو اپنی دوسری بیوی کو دے سکتا
ہے یا نہیں؟ اور وہ دیا ہو یا زیور ملکیت کے طور پر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرحومہ بیوی کا زیور اس کے ترکہ میں شامل ہے؛ لہذا

اس کے مالک اس کے سب شرعی وارثین میں شوہر بھی ایک وارث ہے، وہ دوسری بیوی کو اپنے

حصہ شرعی سے زائد زیور نہیں دے سکتا؛ بلکہ یہ زیور مرحومہ بیوی کے سبھی وارثین میں تقسیم ہوگا۔
(مستفاد کفایت المفتی ۳۸۱/۸، ۳۸۲/۸)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير يعني من الأموال. (شامی ۴۹۳/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ ٹوٹ جانے پر جانین سے دیا ہوا سامان واپس لینا؟

سوال (۳۵۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) زید نے خالد کے لڑکے سے اپنی لڑکی کا رشتہ طے کیا اور دنیوی رسم و رواج کے مطابق زید نے اپنے ہونے والے داماد کو اپنا کر بیس ہزار روپے دئے، ادھر خالد کی بیوی نے اپنی ہونے والی بہو کو دیکھ جوڑا پہنانے کی رسم پورا کرتے ہوئے ایک لاکھ کا زیور دیا، بعد میں زید نے اپنے ہونے والے داماد میں کچھ خامیاں دیکھتے اور سنتے ہوئے رشتہ ختم کر دیا، فریقین کی طرف سے پنچایت بیٹھی اور طے یہ کیا کہ زید کی غلطی ہے، اس نے رشتہ ختم کیا ہے؛ اس لئے زید نے جو کچھ اپنے ہونے والے داماد کو دیا ہے وہ داماد ہی کے پاس رہے گا، اور اوپر سے تین ہزار روپیہ مزید جرمانہ پنچایت نے کیا، اور خالد کا سب سامان زید سے واپس لے لیا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا شرعاً یہ فیصلہ درست ہے، یا ہر ایک کو دوسرے کے پیسے زیور سامان وغیرہ واپس کرنا چاہئے؟

(۲) کیا اس طرح کے موقع پر پنچایت کو مالی جرمانہ کسی پر دباؤ ڈال کر اپنا شرعاً درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) رسم و رواج کے مطابق رشتہ طے کرتے وقت لین

دین بجائے خود قابل ترک اور لائق مذمت ہے؛ لیکن اگر بالفرض رشتہ درمیان میں ٹوٹ جائے تو کسی ایک فریق کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی لی ہوئی چیز ضبط کرے؛ بلکہ دونوں فریقوں کو اپنا دیا ہوا

سامان لینے کا یکساں حق ہے، اور مسئلہ صورت میں برادری کی پنچایت نے جو یک طرفہ فیصلہ کیا ہے، وہ سراسر نا انصافی اور ظلم ہے، اس فیصلہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۵۹/۷، کفایت المفتی ۳۹/۵ مطبوعہ ملتان)

(۲) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے؛ لہذا مسئلہ صورت میں پنچایت کی طرف سے کسی فریق پر مالی جرمانہ عائد کرنے کا فیصلہ ناقابل عمل ہے۔

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكا؛ لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد. (البر المختار مع الشامى ۱۵۳/۳ کراچی، ۳۰۴/۴ زکریا، مجمع الأنهر ۳۶۲/۱ قدیم مطبوعہ بیروت)

وأيده في الخيرية في كتاب النفقات: وأفتى به حيث سئل فيمن خطب امرأة وأنفق عليها وعلمت أنه ينفق ليتزوجها فتزوجت غيره، فأجاب بأنه يرجع، واستشهد له بكلام قاضي خان المذكور وغيره، وقال: إنه ظاهر الوجه فلا ينبغي أن يعدل عنه..... وعلى هذا فما يقع في قرى دمشق من أن الرجل يخطب امرأة ويصير يكسوها ويهدي إليها في الأعياد ويعطيها دراهم للنفقة والمهر إلى أن يكمل لها المهر فيعقد عليها ليلة الزفاف، فإذا أبت أن تتزوجه ينبغي أن يرجع عليها بغير الهدية الهالكة على الأقوال الأربعة المارة؛ لأن ذلك مشروط التزوج كما حققه قاضي خان. (الرد المحتار، باب المهر / مطلب: أنفق على معتدة الغير ۳۰۵/۴-۳۰۶ زکریا)

قوله: لا يأخذ المال في المذهب، قال في الفتح: وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة لا يجوز، ومثله في المعراج، وظاهره إن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف قال: في الشربلالية: ولا يفتى

بہذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه. (شامی ۱۰۵/۶-۱۰۶)

زکریا، الفتاویٰ الہندیۃ ۱۶۷/۲، فتح القدیر ۳۴۵/۵ قدیم مطبوعہ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کو سسرال اور میکے سے ملے ہوئے زیورات کس کی ملکیت ہیں؟

سوال (۳۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عرض خدمت ہے کہ میں قمر الدین آپ سے ایک شرعی مسئلہ میں رائے جاننا چاہتا ہوں، مسئلہ میرے چھوٹے بیٹے تبریز عالم کا ہے، جس کی شادی ۱۵ فروری ۲۰۱۰ء کو دہلی کی عظمیٰ پروین (ولد نعیم الدین احمد) کے ساتھ ہوئی تھی، یہ شادی بغیر کسی جہیز کے ہوئی ہے۔

میرا بیٹا کمپیوٹر انجینئر ہے، اور چار سال سے بنگلور میں سروس کر رہا تھا، عظمیٰ پروین کا بڑا بھائی کناڈا میں رہتا ہے، اور کوئی چھوٹا موٹا کام کرتا ہے، اس نے شادی سے پہلے سے ہی عظمیٰ کا کناڈا میں رہنے کے لئے مستقل ویزا لگایا ہوا تھا، شادی کے بعد میرے بیٹے کے کاغذات بھی معہ نکاح نامہ کے ساتھ لگادئے گئے، لڑکا شادی کے بعد بنگلور چلا گیا اور عظمیٰ اپنے ماں باپ کے ساتھ دہلی میں رہنے لگی، مئی میں بنگلور جانے کا پروگرام بنا اس بیچ کناڈا کے لئے ویزا منظور ہو کر آ گیا، عظمیٰ کے گھر والوں نے اس کو بنگلور نہیں بھیجا اور لڑکے پر دباؤ بنایا کہ نوکری چھوڑ کر کناڈا جاؤ نہیں تو عظمیٰ کو اکیلے بھیج دیں گے، لڑکے نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا، اور کناڈا جانے کی ساری تیاریاں مکمل کر لیں، کناڈا جانے سے دو دن پہلے عظمیٰ نے بقیہ زیور جو کہ میرے لاکر تجوری میں رکھا ہے وہ مانگا، تقریباً ۲۰ تولہ سونا عظمیٰ شادی کے بعد سے ہی اپنے ساتھ دہلی لے کر گئی تھی، جو کہ اس نے وہیں پر چھوڑ دیا تھا، اس زیور میں اس کا حق مہر جو کہ شرعی فاطمی تھا وہ بھی شامل تھا۔

لڑکے نے کہا کہ ہم کناڈا میں رہیں گے وہاں ہم کوئی زیور لے کر نہیں جائیں گے، جب کبھی ہندوستان آئیں گے ضرورت پڑنے پر گھر سے لے کر استعمال کر لیں گے، لیکن عظمیٰ کا کہنا تھا

کہ میں پورا زور دہلی میں رکھوں گی، اس بات پر خفا ہو کر عظمیٰ اپنے ماں باپ کے ساتھ دہلی چلی گئی اور لڑکے سے بات چیت کا سلسلہ بھی بند کر دیا، جب لڑکا کناڈا جانے کے لئے دہلی گیا، تو ماں باپ نے کہا کہ ہم تمہیں ابھی کناڈا نہیں بھیج رہے ہیں، اور لڑکی کو بھی لڑکے سے نہیں ملنے دیا، اور ٹکٹ کینسل کرنے کے کہا، اور سارا زور لے کر آنے کو کہا، ان کا کہنا ہے کہ لڑکی کناڈا ضرور جائے گی اور سسرال سے اور سسرال کے لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھے گی، وہ لڑکی کو کناڈا بھیج کر سارا زور اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں، ان کی نیت میں کھوٹ کو دیکھتے ہوئے ہی ہم نے بقیہ زور دینے کو منع کیا تھا، اور جو وہاں پر ہے وہ بھی منگانے کو کہا تھا، وہ سارا زور دبا کر اپنی من مانی کرنا چاہ رہے ہیں، اور لڑکے پر آگے بھی شرطیں لگانا چاہتے ہیں۔

ان حالات میں آپ ہمیں شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ لڑکی کا حق مہر کے علاوہ زور پر کیا حق بنتا ہے؟ میرا لڑکا بھی اس وقت میرے پاس بے روزگار رہ رہا ہے، شادی میں سارا خرچ میں نے خود اپنے پیسے سے کیا تھا۔

نوٹ:- مسئلہ کی رو سے ہمیں کیا کرنا چاہئے اس کی وضاحت بھی فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو زور لڑکی کو مہر میں دیا گیا ہے اور جو اس کے میکہ کی طرف سے اس کو ملا ہے، وہ خالص لڑکی کا حق ہے، وہ اسے جہاں چاہے رکھ سکتی ہے، یا پہن سکتی ہے، یا اپنے ساتھ لے جاسکتی ہے؛ لیکن مہر والے اور میکہ سے ملے ہوئے زیورات کے علاوہ جو زیورات لڑکے والوں کی طرف سے ملے ہیں ان میں برادری کے عرف کا اعتبار ہے، اگر برادری کا عرف یہ ہے کہ اس طرح کے زیورات پر تصرف اور ملکیت کا حق لڑکے والوں کو ہوتا ہے تو اختلاف کی شکل میں انہیں لڑکے والے جہاں رکھنا چاہیں رکھنے کا حق ہوگا، لڑکی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہ ہوگا، اور اگر برادری کا عرف یہ ہے کہ یہ زیورات پورے طور پر لڑکی کی ملکیت میں دے دیئے جاتے ہیں تو پھر لڑکی اور اس کے گھر والوں کو اسے رکھنے کا اختیار ہوگا۔ بہر حال سوال میں ذکر کردہ

معاملہ میں ضد بندی نہیں ہونی چاہئے؛ بلکہ سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کر کے معاملات حل کر لئے جائیں اور اسے اپنی انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے، اور سنجیدہ اور معاملہ فہم لوگوں کو بیچ میں ڈال کر بدگمانیاں دور کی جائیں، اور جہاں تک ہو سکے طلاق کے اقدام سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۰۶/۱۲-۱۰۷/۱۲ بھیل)

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: وقال: المنحة مردودة. (سنن الترمذي / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲۱۲)

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك، إذا بعث إليها على جهة التمليك - إلى قوله - وقال في الواقعات: إن كان العرف ظاهراً بمثله في الجهاز كما في ديارنا، فالقول قول الزوج، وإن كان مشتركاً، فالقول قول الأب. (الفتاوى الهندية ۳۲۷/۱)

المعتمد البناء على العرف. (شامي ۳۰۱/۴ زكريا)

حكم الهبة ثبوت الملك للموهوب له. (الفتاوى التاتارخانية ۴۱۳/۱۴)

قال الشيخ الإمام الجبل الشهيد: المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز

ملكاً لا عارية؛ لأنه الظاهر الغالب. (شامي ۱۰۷/۳ كراچی)

إن العادة إنما تعتبر إذا أطرقت أو غلبت. (شامي عن الأشباه ۱۰۶/۳، شامي

۳۰۸/۴ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کے تحائف کا مالک کون ہے؟

سوال (۳۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کے موقع پر جو زیورات، قیمتی تحائف کالین دین، زوجین میں اور بسا اوقات اعزاء اقرباء کی طرف سے ہوتا ہے، اس کا مالک کون ہے؟ اگر عاریت کی وضاحت نہ ہو تو کیا یہ تملیک ہے؟ یا عاریت ہی راجح ہے؟ اس خلیجان کو دور کرنے کے لئے بہتر شرعی طریقہ کیا ہونا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے لڑکی کو جو دیا جاتا ہے خواہ وہ سامان کی شکل میں ہو یا ملبوسات و زیورات کی شکل میں ہو، وہ سب لڑکی ہی کی ملک ہے، آج کل سب جگہ یہی عرف ہے؛ البتہ لڑکے والوں کی طرف سے اس موقع پر جو زیورات و ملبوسات دئے جاتے ہیں ان کے بارے میں خاندانی عرف و رواج کو دیکھا جائے گا، بعض خاندانوں میں یہ دینا ملکیت کے طور پر ہوتا ہے اور بعض خاندانوں میں اسے عاریت کے طور پر دیا جاتا ہے، چنانچہ شوہر جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے، اور طلاق یا تفریق کے موقع پر اس کی واپسی کا مطالبہ ہوتا ہے؛ لہذا خاندانی عرف و رواج کی تحقیق کے بعد ہی اس کے بارے میں ملکیت یا عاریت کا حکم لگایا جائے گا، اور دیگر اہل خاندان کی طرف سے شادی کے موقع پر جو تحفے دئے جائیں گے ان کے بارے میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر وہ چیز لڑکی کے استعمال کی ہے، تو لڑکی اس کی مالک ہے اور لڑکے کی استعمال کی ہے تو لڑکا مالک ہے، اور اگر مشترک استعمال کی ہے مثلاً برتن وغیرہ تو اگر یہ چیزیں لڑکی والوں کے توسط سے آئی ہیں تو یہ سب لڑکی کی ملک ہیں اور اگر لڑکے والوں نے فراہم کی ہیں تو لڑکے کی ملک ہیں۔

جہز ابنتہ ثم ادعی أن ما دفعہ لها عاریة، وقالت: هو تملیک، فالمعتمد

أن القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عاریة

(الدر المختار) قلت: ومقتضاه أن المراد من استمرار العرف هنا غلبته، ومن الاشتراك كثرة كل منهما إذ لا نظر إلى النادر؛ ولأن حمل الإستمرار على كل واحد من أفراد الناس في تلك البلدة لا يمكن، ويلزم عليه إحالة المسألة إذ لا شك في صدور العارية من بعض الأفراد، والعادة الناشئة الغالبة في أشراف الناس وأوساطهم دفع ما زاد على المهر من الجهاز تملكاً، سوى ما يكون على الزوجة ليلة الزفاف من الحلي والثياب؛ فإن الكثير منه أو الأكثر عارية.

قال الشيخ الإمام الأجل الشهيد: المختار للفتوى أن يحكم بكون الجهاز ملكاً لا عارية؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية فالقول للأب، وأما إذا جرت في البعض يكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة وهو الصحيح، ولعل وجهه أن البعض الذي يدعيه الأب بعينه عارية لم تشهد له به العادة بخلاف ما لو جرت العادة بإعارة الكل فلا يتعلق به حق ورثتها بل يكون كله للأب. (شامي ۳۰۶/۴-۳۰۹ زكريا)

والفتوى أنه إن كان العرف مستمراً أن الأب يدفع الجهاز ملكاً لا عارية.

(الاشباه والنظائر ۱۵۷)

وكذا مسألة دعوى الأب عدم تملكه البنت الجهاز فقد بنوها على العرف مع أن القاعدة أن القول للملك في التملك. (شرح عقود رسم المفتي ۹۶) فقط والله تعالى اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۸/۵ھ

انکار کے باوجود لڑکی والوں کا جہیز دینا؟

سوال (۳۵۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے جہیز لینے سے انکار کر دیا تھا؛ لیکن لڑکی والوں نے ایک ہفتہ پہلے ہی جہیز کا سامان لڑکے کے گھر بھیج دیا، تو کیا اس طرح جہیز لینا زید کے لئے درست ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مطالبہ کے بغیر لڑکی والے اپنی خوشی سے جو سامان دیں

اُس کا لینا مستولہ صورت میں زید کے لئے جائز ہے؛ لیکن صراحتاً یا اشارتاً جہیز کا مطالبہ نہیں ہونا

چاہئے۔ (انوار نبوت ۶۹۰؛ ہفتی زیور ۶/۳۰۶)

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: جاءت امرأة سعد بن الربیع

بابنتیہا من سعد إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللہ!

ہاتان ابنتا. سعد بن الربیع قتل أبوہما معک یوم أحد شهیدا، وإن عمہما أخذ

مالہما فلم یدع لہما مالا ولا تنکحان إلا ولہما مال، قال: یقضی اللہ فی

ذک فترلت آیة المیراث، فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی عمہما

فقال: اعط ابنتی سعد الثلثین وأعط أمہما الثمن وما بقی فهو لک. (سنن

الترمذی ۲۹۱۲، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۳۰۲/۳)

ولم یدع لہما مالا أي لم یتربک عمہما لہما مالا ینفق علیہما أو

تجهزان بہ للزوج، ولا تنکحان أي لا تزوجان عادة أو غالباً أو مع العزرة إلا لہما

مال. (مرقاۃ المفاتیح ۱۷۴/۶ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امامہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲۳۳/۸/۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز میراث کا بدلہ نہیں

سوال (۳۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعض لوگ جہیز کو میراث کا بدلہ سمجھ کر بیٹی یا بہن کو جہیز دیتے ہیں اور بعد میں میراث سے بیٹی

یا بہن کو محروم کر دیا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کے موقع پر لڑکی کو جو کچھ دیا جاتا ہے، یہ محض تحفہ ہے، یہ میراث کا بدل نہیں؛ لہذا جہیز دے کر بہن یا بیٹی کو محروم کر دینا سراسر جہالت اور صریح ظلم ہے، احادیث شریفہ میں میراث کے حق دار کو حق نہ دینے پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔

عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
يقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمين شبرا بغير حق طوقه الله تعالى يوم
القيامة سبع أرضين. (صحيح مسلم ۳۳۱۲، صحيح البخاري ۳۳۱۱، معجم الأوسط ۱۶۷/۶)
عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم: من فر من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجه
۱۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز دینے سے لڑکی کا حق وراثت ختم نہیں ہوتا

سوال (۳۵۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: رسم و رواج و دستور کا شرع میں کیا مقام ہے، عرب ممالک میں دستور ہے کہ لڑکی والے مہر کی رقم نکاح سے پہلی ہی لے کر اسی سے لڑکی کی شادی کر دیتے ہیں، جب کہ ہندوستان جیسے ملک میں لڑکی کے والدین کو الٹا جہیز وغیرہ دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح عرب ممالک میں لڑکے کی شادی بھاری پڑتی ہے اور ہندوستان میں لڑکی کی شادی بھاری پڑتی ہے، اسی طرح ہندوستان میں یہ دستور عام ہے کہ لڑکی کو زیادہ سے زیادہ جہیز دے کر اس کو جائیداد میں حصہ نہیں دیتے ہیں۔

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث میں ارشاد نبوی ہے: **أعظم النکاح بروکة**

ایسرہ مؤنۃ۔ (مشکاۃ المصابیح ۲۶۸/۲) (سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو) اس لئے اس زمانہ میں وہ سبھی رسومات جنہیں حد درجہ ضروری قرار دے دیا گیا ہے، خواہ لڑکی والوں کی طرف سے ہوں یا لڑکے والوں کی طرف سے، سب بے اصل ہیں، شریعت اسلامی اس بے جا اسراف و تبذیر کی کسی طرح اجازت نہیں دیتی، ان رسومات کا ترک لازم اور ضروری ہے اور جہیز دینے کی وجہ سے لڑکی وراثت سے ہرگز محروم نہیں ہو سکتی، جو لوگ اس بنا پر لڑکی کو محروم کرتے ہیں وہ ظالم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۲۳ھ

کیا نکاح میں لین دین بالکل منع ہے؟

سوال (۳۵۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعض حضرات دین دار ہیں اور سادگی کے نام پر پیسے بچانے کی خاطر دین و شریعت کی آڑ لے کر ضروری اخراجات و مستحسن ہدایا سے اجتناب برتتے ہیں، اور خرچ کرنے کو بالکل ممنوع و غلط سمجھتے ہیں، اس کی وضاحت فرمائیں کہ کہاں تک گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خوشی کے موقع پر فریقین کی جانب سے مالی ہدایا اگر

بغیر مطالبہ کے لئے اور دیئے جائیں، تو قدرتی طور پر یہ ہدایا طرفین میں محبت کے اضافہ کا سبب بنتے ہیں، جو خاص طور پر نکاح کے مقاصد میں سے ہے، اس بنا پر خیر القرون سے نکاح کی تقریبات میں لین دین کا تسلسل جاری ہے، بریں بنا سادگی کے نام پر پر خلوص اور بے غرض ہدایا قبول نہ کرنے کا التزام مستحسن نہیں۔

عن عطاء الخراساني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: تصافحوا يذهب الغل، وتهادوا تحابوا، وتذهب الشحناء. (مشكاة المصابيح ۴۰۳، مؤطا لإمام مالك ۳۶۵)
 لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي، ومن الرشوة فمأخذه ولي المرأة قبل النكاح إذا كان بالسؤال، أو كان إعطاء الزوج بناءً أعلى عدم رضائه على تقدير عدمه، أما إذا كان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه فيكون هدية فيجوز. (مجموعه الفتاوى ۲۳۰/۲ بحواله: محموديه ۱۸۷/۱۱، ذابھيل)

فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص مكروهها. (مجموعه رسائل ۳۴/۳ لكهنوي، بحواله: فتاوى محموديه ۲۰۳/۱۱، ذابھيل) فقط والله تعالى اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۲/۱۴۳۳ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جہیز میں دیا ہوا سب سامان واپس لینا؟

سوال (۳۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) بوقت شادی زید کے باپ نے جو زیور زید کی بیوی کو چڑھایا تھا اب وہ زیور زید کا باپ رکھ لے یا وہ زید کی بیوی کو اس کے باپ کے گھر سے بطور جہیز ملا تھا وہ زید کی بیوہ اب واپس لے جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر واپس لے جاسکتی ہے تو کل سامان یا کچھ تفصیل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر زید کے باپ نے زید کی بیوی کو زیور کا مالک

بنادیا تھا یا برادری میں بیوی کو ہی مالک بنا دینے کا رواج ہو تو وہ زیور بیوی کی ملکیت ہے، زید کے باپ کو اسے لینے کا حق نہیں ہے۔

كذا تستفاد من العبارة الآتية: جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلك ليس له الاسترداد منها هذا إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عادية.

(شامی ۱۵۵/۳ کراچی، ۳۰۹/۴ زکریا)

(۲) جہیز کا سب مال لے جاسکتی ہے، الا یہ کہ ایسا سامان جو صرف شوہر کے لئے ہی خاص مثلاً مردانہ کپڑے وغیرہ تو یہ لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو ہبہ سمجھا جائے گا، اور شوہر کی ملکیت میں شامل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳۱۳/۱۱/۲۲ھ

اپنا زیور اپنی مرضی سے خرچ کرنے کے بعد شوہر سے مطالبہ کرنا

سوال (۳۵۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: سعید کی شادی مورخہ ۹۹-۴-۱۳۳۰ کو مسمی سعیدہ کوثر کے ساتھ ہوئی، میاں بیوی نے تقریباً دس سال بحسن و خوبی زندگی گزاری، اس دوران ایک لڑکی تولد ہوئی، بیوی کے والدین نے اس کو ۱۴۰۰ گرام سونے کے زیورات دئے اور شوہر کو ۲۱ گرام زیورات بطور تحفہ دئے، شوہر سعید کے ذمہ داروں نے سعیدہ کوثر کو ۸ گرام سونا کے زیورات دئے کل ملا کر بیوی کے زیورات ۲۲۷ گرام ہوئے، اب میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہوا نا اتفاقاً اس حد تک پہنچ گئی کہ بیوی نے خلع کی درخواست دارالقضاء میں دیدی، اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ سعیدہ کے ۲۲۷ گرام زیورات میں سے ۱۲۱ گرام زیورات انہیں کے پاس ہیں، بقیہ ۱۰۶ گرام زیورات کا حساب درج ذیل ہے:

الف:- ۴ گرام سونے کا ایک زیور بیوی پہن کر کسی تقریب میں گئی، رات میں سوتے وقت بیوی نے وہ زیور نکال کر شوہر کو حفاظت کے لئے دے دیا، شوہر اس کو جیب میں رکھ کر سویا، اس دوران وہ زیور غائب ہو گیا، صبح کو میاں بیوی نے مصالحت کر لیا کہ جو چیز گم ہو گئی اس کو چھوڑ دیا جائے، اب اس کا مطالبہ بیوی کی طرف سے کیا جا رہا ہے، جب کہ اس واقعہ کو ہوائے دس سال

ہو گئے، کیا اس زیور کا ضمان شوہر پر شرعاً واجب ہے؟

ب:- شوہر کے بھائی کی شادی ہوئی ایسے موقعوں پر نئے جوڑے کو تحفہ دینے کا رواج

ہے، اس رواج کے مطابق میاں بیوی اپنی رضامندی کے ساتھ ۱۶ گرام کا ایک زیور نئے جوڑے کو تحفہ میں دیا، اس واقعہ کو گذرے ہوئے تقریباً ۵ سال ہو گئے، اب علیحدگی کی صورت میں بیوی کی طرف سے اس زیور کا مطالبہ ہو رہا ہے، کیا شرعاً شوہر پر اس زیور کا تحفہ واپس لے کر لوٹانا واجب ہے؟

ج:- بیوی کے والدین بہت قرض دار تھے اور اس وجہ سے وہ بہت پریشان رہتے تھے،

انہوں نے اپنے داماد سے درخواست کیا کہ کہیں سے سودی قرض لے کر دیں، داماد نے ان کے لئے سودی قرض کا انتظام کر دیا، اور اس کے علاوہ عقد کے کئی سال تک عدم استقرار حمل رہا، شوہر نے استقرار حمل کے علاج کے لئے بھی سودی قرض لیا، اس کی صورت حقیقت یہ ہے کہ داماد نے سسرال والوں کے قرض اور بیوی کے لئے علاج کے لئے بھی سودی قرض لیا، سودی قرض اتنا ہو گیا کہ اس کو ادا کرنا محال ہو گیا، تو ایسی مجبوری کی صورت میں سعید نے شوہر سے کہا کہ میرے زیورات فروخت کر کے اس سود کی رقم ادا کر دو، سعید نے حکم سے شوہر سعید نے ۷۷ گرام سونے کے زیورات فروخت کر کے ادا کیا، بعد میں سسرال والوں نے اصل رقم ادا کر کے قرض کو ختم کیا، اب سوال یہ ہے کہ ۷۷ گرام سونا جو سعید کو ثر کے حکم سے فروخت کر کے سعید نے سود کی رقم ادا کی ہے، کیا ان زیورات کا شوہر پر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو زیورات بیوی نے برضا و رغبت فروخت کر لئے اور

اس کی رقم آپسی رضامندی سے قرض وغیرہ میں ادا کر دی گئی، اسی طرح جو زیور بیوی نے دیور کی شادی میں ہدیہ کیا، نیز شوہر سے گم شدہ جس زیور پر مصالحت ہو چکی تھی، ان تمام چیزوں کا اب خلع کے وقت مطالبہ درست نہ ہوگا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیس علی النسئتعیو غیر المغل

ضمان، ولا على المستودع غير المغل ضمان. (سنن الدار قطني ۳۶/۳ رقم: ۲۹۳۹)

كل يتصرف في ملكه ماشاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۶۵۳/۱)

حكم الهبة ثبوت الملك للموهوب له. (الفتاوى التاتارخانية ۴/۱۳۱۴) فقط

والله تعالى اعلم

امامہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲۹/۱/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ



بارات اور ولیمہ وغیرہ

بارات کا شرعی حکم؟

سوال (۳۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راشد کے والدین چاہتے ہیں کہ ۱۰۰ آدمیوں کی بارت لے جائیں، شرعاً بارات کا کیا حکم ہے؟ اگر ہے تو شرعاً کتنے آدمی ہوں؟ اور اگر نہیں ہے تو پھر کس طرح نکاح کیا جائے کہ شرعاً صحیح اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارات کوئی شرعی چیز نہیں ہے، نام و نمود اور اسراف سے

بچتے ہوئے چند لوگ لڑکے کے ساتھ چلے جائیں اور نکاح میں شریک ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۲/۳/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بارات میں جانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

سوال (۳۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بارات میں جانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، غیروں کا طریقہ ہے یا سنت کے خلاف عمل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارات میں جانے کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، اور نہ

سنت سے اس کا کوئی ثبوت ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص دولہا کی دل داری کے لئے ضروری نہ سمجھتے

ہوئے بارات میں چلا جائے، تو اُس کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (مستفاد: کفایت المہنتی ۶۸/۹، فتاویٰ محمودیہ ۴۱۹/۱۵، بہشتی زیور ۶/۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادیوں میں لمبی لمبی باراتیں لے جانا؟

سوال (۳۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: لوگ اپنی شادیوں میں لمبی لمبی باراتیں لے جایا کرتے ہیں، کیا بارات کا مطالبہ کرنا اور اُس کا لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادیوں میں بارات لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ

دولہا کے ساتھ چند مخصوص افراد چلے جائیں، جو نکاح پڑھا کر دلہن کو رخصت کر کے لے آئیں، اس کو بارات کہتے ہیں۔ (بہشتی زیور ۶/۴۲)

اور اس بارات میں افراد کی تعداد لڑکی والوں کو متعین کرنا جائز ہے، لڑکی والے جتنا کہیں

اس کے دائرہ میں لے جانے کی گنجائش ہے، اُس کے برخلاف لڑکے والوں کا زیادہ بارات لانے

پر اصرار اور دباؤ ڈالنا قطعاً جائز اور درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی

ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۱۹۹)

عن نافع قال: قال عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم: من دُعِيَ فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ، ومن دخل

علی غیر دعوة دخل سارقاً وخرج مغیراً. (سنن ابی داؤد ۵۱۲۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۸/۳/۱۴۲۲ھ

لڑکی کی شادی میں ۲۰۰ لوگوں کا بارات میں آنا؟

سوال (۳۶۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی کی شادی ہے، لڑکی کی سسرال والے بارات میں ۲۰۰ اشخاص لانے کی فرمائش یا خواہش کر رہے ہیں، جبر نہیں کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ اگر آپ کی حیثیت ہے تو ایسا کریں، میری حیثیت بفضلہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ لوگوں کی خاطر کرنے کی ہے، تو میرے لئے مندرجہ بالا مہمانوں کو بلانے میں ناجائز حرام یا خلاف سنت فعل تو نہیں ہے، کیا میں بلا سکتا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آج کل بارات کے نام سے دولہا کے ساتھ جو دولہن کے گھر جایا جاتا ہے، اور اس میں زیادہ سے زیادہ تعداد کا ہونا قابل فخر سمجھا جاتا ہے، اور اس میں کم تعداد کا ہونا ذلت اور رسوائی سمجھی جاتی ہے، یہ طریقہ شرعاً قابل مذمت اور ناپسندیدہ ہے، ہاں البتہ دولہا کے ساتھ ان کے خاص آدمی باپ بھائی وغیرہ کچھ افراد بحسب اطلاع آجائیں، تو اس کی گنجائش ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں شادی کی یہ شان نہ تھی جو آج کل رائج ہے۔ حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ نے شادی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو نہیں کیا؛ بلکہ خبر تک بھی نہیں کی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۴۱۹، فتاویٰ دارالعلوم ۷/۵۲۱، مجموعۃ الفتاویٰ ۱/۵۲۸)

عن أنس بن مالک رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم رأى على عبد الرحمن بن عوف صفرة، فقال: ما هذا؟ قال إني تزوجت امرأة علي وزن نواة من ذهب، قال بارك الله لك أولم ولو بشاة. (صحيح البخاري ۷۷۴۱۲)

عن جابر رضي الله عنه قال: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة فلما كنا قريباً من المدينة، قلت: يا رسول الله! إني حديث عهد بعرس قال: تزوجت، قلت: نعم! (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح الفصل الأول ۲۶۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۶/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بارات میں رشتہ داروں کے بجائے جان پہچان کے لوگوں کو لے جانا؟

سوال (۳۶۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کے نام پر جو چند آدمی دو لہن کو لینے جاتے ہیں، اپنے آباء و اجداد اور خاص رشتہ داروں کو چھوڑ کر اپنی پہچان کے علماء، قراء کو لے جانا جب کہ وہ رشتہ میں خاص نہیں، اور جو خاص ہیں یقیناً ان کے دل پر اپنائیت کے ناطے ٹھیس بھی پہنچتی ہے، کیا شریعت میں قرابت داری کا کوئی حق نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الاجواب وباللہ التوفیق: بارات میں رشتہ داروں کو لے جانا کوئی ضروری نہیں؛ بلکہ یہ لڑکے والوں یا لڑکے کی اپنی صواب دید پر موقوف ہے، وہ جن کو چاہے لے جائے، جن کو چاہے نہ لے جائے، اس پر کسی کو شکوہ و شکایت کا شرعاً مفتح نہیں، نکاح میں اصل دعوت و لیمہ کی ہوتی ہے، اس میں یقیناً رشتہ داروں کو ترجیح دینی چاہئے۔

قال في الهندية: ووليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة، وهي إذا بنى الرجل بامرأته ينبغي أن يدعوا الجيران والأقرباء والأصدقاء. (الفتاوى الهندية ۳۴۳۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بارات کے کھانے میں شرکت پر سخت رویہ اپنانا؟

سوال (۳۶۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا تعلق ایک دین دار گھرانے سے ہے، زید کے والد کا کہنا ہے کہ بارات کا کھانا جو آج کل رائج ہے یہ رسم ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے، اس لئے انہوں نے کسی بھی بارات کھانے میں تقریباً ۲۰ رسال سے شرکت نہیں کی، خواہ وہ تقریباً ان کے اپنے عزیز کی ہی کیوں نہ ہو؟ ان کی دیکھا دیکھی ان کے بعض رشتہ داروں نے بھی اپنے بچے اور بچیوں کی شادی میں

نہ ہی بارات کا کھانا دیا اور نہ لیا صرف اپنے گھروں میں اپنے رشتہ داروں کو بلا کر دعوت دے دی۔
 اب زید کا رشتہ انہیں کی برادری میں طے ہوا ہے اس لئے زید کے والد کا کہنا ہے کہ ہم بارات کا
 کھانا نہیں لیں گے اور صرف نکاح کر کے لڑکی کو گھر لے آئیں گے؛ لیکن لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ
 ہم نکاح کے بعد بارات کا کھانا بھی دیں گے اور صرف برادری کے لوگوں کو اس میں مدعو کریں گے،
 اور لڑکے والے کو مدعو کریں گے اور اس پر حد درجہ مصر ہیں۔

واضح رہے کہ لڑکی بن ماں کی ہے، اور وہ اپنے ماموں جو کہ صاحب حیثیت ہے، ان کے
 پاس رہتی ہے، اور ماموں کا کہنا ہے کہ ہماری بھی لڑکیاں ہیں، ہم مستقبل میں ان کی شادی میں تو
 بارات کا کھانا دیں گے، اب اگر بھانجی کی شادی میں دعوت (یعنی بارات کا کھانا) نہیں کیا، تو کل کو
 لوگ طعن کریں گے کہ اپنی بیٹی کی شادی میں تو خرچ کیا؛ لیکن بھانجی جو بیچاری بن ماں کی ہے، اس کو
 سستے میں رخصت کر دیا؛ اس پر زید کے والد کا کہنا ہے کہ اگر آپ دعوت کرنا چاہتے ہیں، تو نکاح کے
 بعد آپ اپنے عزیز واقارب کی دعوت کر دیں، اور ہم اپنے عزیز واقارب کی دعوت کر دیں؛ لیکن اس
 پر بھی وہ لوگ تیار نہیں ہیں اور بارات کا کھانا دینے پر مصر ہیں، ایسی صورت میں زید کے والد کیا کریں؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارات کا کھانا واجب یا سنت تو نہیں ہے؛ لیکن ناجائز
 بھی نہیں ہے؛ بلکہ اگر رسومات اور تکلیفات سے خالی ہو تو محض مباح ہے؛ لہذا اس میں شرکت میں
 شرعاً کوئی حرج نہیں، آپ کے والد صاحب کو چاہئے کہ اس معاملہ میں زیادہ سخت رویہ نہ بنائیں،
 اور بارات کے کھانے میں شرکت سے انکار نہ کریں۔ (مستفاد: انوار نبوت ۶۷۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح میں لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت کا حکم؟

سوال (۳۶۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نکاح لڑکی کے گھر کے پاس ہوا، اور جس میں شرکت کے لئے دونوں جانب سے لوگ آتے ہیں، لڑکی والوں کے یہاں کیا لڑکے والے بھی کھانا کھا سکتے ہیں؟ اگر ہاں، تو کیا یہ بارات کی شکل نہ ہوگی؟ اس میں افضل کیا ہے؟ اجازت کیا ہے اور ممانعت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی والے اگر نکاح کے موقع پر نام و نمود اور اسراف

سے بچتے ہوئے بلا کسی جبر و اکراہ کے اپنے پڑوسیوں اور متعلقین کو کھانے پر مدعو کریں، تو یہ ناجائز نہیں ہے، اس لئے مسئلہ صورت میں جو بھی مدعوئین ہیں، خواہ وہ لڑکے کے ساتھ آئے ہوں یا لڑکی والوں نے بلایا ہو، سب کے لئے اس دعوت میں شرکت جائز ہے؛ البتہ یہ دعوت اس طرح مسنون نہیں جس طرح ولیمہ کی دعوت مسنون ہوتی ہے، صرف جواز کی حد تک ہے۔ بعض ضعیف روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے، مگر ان سے سنیت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ (المجم الکبیر ۲۲/۲۱۱ رقم: ۱۰۲۲، مصنف عبدالرزاق ۵/۳۸۷ رقم: ۹۷۸۲)

وفي حديث أنس رضي الله عنه خطبها علي بعد أن خطبها أبو بكر - إلى

قوله - فقال: أدع لي أبا بكر وعمر وعثمان وعبد الرحمن بن عوف وعدة من الأنصار فلما اجتمعوا وأخذوا مجالسهم. (شرح الزرقاني مع المواهب اللدنية ۲/۲-۳

بيروت، بحوالہ: فتاویٰ محمودیہ ۳۸۹/۱۷ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴/۱۳/۱۳۳۳ھ

نکاح کی دعوت کھانا؟

سوال (۳۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہماری برادری میں نکاح کے سلسلے میں یہ طریقہ راج ہے کہ نکاح مسجد میں پڑھا جاتا ہے، اس کے بعد وقت مقرر پر متعینہ جگہ (شادی ہال) میں لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت

ہوتی ہے اور لوگ اس میں شرکت کرتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس دعوت میں شرکت کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) لڑکے والے اپنے اعزاء و اقارب کو لے کر اس کھانے میں شرکت کے لئے جاتے ہیں، جس میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں جو کھانے کے بعد لڑکی کو رخصت کر لے آتی ہیں؟ شرعاً اس طرح کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) لڑکی والے اگر نکاح کے موقع پر نام و نمود اور

اسراف سے بچتے ہوئے دعوت کا انتظام کریں، تو مدعوین خواہ وہ لڑکے کے ساتھ آئے ہوں یا لڑکی والوں نے بلایا ہو، سب کے لئے اس دعوت میں شرکت کرنا جائز ہے؛ لیکن یہ دعوت ولیمہ کی دعوت کی طرح مسنون نہیں ہے۔ (مستفاد: دینی مسائل اور ان کا حل ۲۲۱)

(۲) آج کل جس طرح مردوں اور عورتوں کے بڑے مجمع کے ساتھ بارائیں لے جاتی

جاتی ہیں وہ بہت سے منکرات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہیں، سلف صالحین سے ان کا ثبوت نہیں ملتا ہے؛ البتہ نام و نمود اور رسومات کے بغیر شرعی حدود اور پردے کی مکمل رعایت رکھتے ہوئے مختصر تعداد میں لڑکی کو اپنے ساتھ لانے کے لیے اپنے محرم مردوں کے ہمراہ کچھ عورتیں بھی چلی جائیں؛ تاکہ انسیت میں اضافہ ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: دینی مسائل اور ان کا حل ۲۱۹،

کفایت المفتی ۸۶/۹، ۸۶/۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴۰۸/۶، فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۲۳۱، ۱۳/بھیل)

عن نافع عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم: من دعی الی عرس أو نحوہ فلیجب. (صحیح مسلم ۴۶۲/۱)

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم: إذا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيَجِبْ، فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ

تَرَكَ. (صحیح مسلم ۴۶۲/۱)

عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إئتوا الدعوة إذا دعيتم. (صحيح مسلم ٤٦٢١) فقط والله تعالى اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کی تقریب میں دعوت پر جانا؟

سوال (۳۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے عزیز یا دوست کی لڑکی یا بہن کی شادی ہے، اس میں مجھے انہوں نے کھانے کی دعوت دی ہے، اس شادی میں شرکت کرنا اور کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ فعل خلاف سنت تو نہیں ہوگا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے دوست جنہوں نے آپ کو اپنی لڑکی یا بہن کی شادی کی تقریب میں مدعو کیا ہے، اگر اس تقریب میں کوئی منکرات نکاح اور معصیت کا کام نہ ہونے کا یقین ہے، تو اس میں آپ کا شریک ہونا درست ہے، یہ فعل خلاف سنت نہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تمہیں کسی دعوت میں بلایا جائے تو تم اسے قبول کرو۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۴۷۲)
عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إئتوا الدعوة إذا دعيتم. (صحيح مسلم ٤٦٢١)

لو دُعِيَ إِلَى دَعْوَةٍ فَالْوَجِبُ أَنْ يَجِيهَ إِنْ لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ مَعْصِيَةٌ وَلَا بَدْعَةٌ إِنْ لَمْ يَجِبْ كَانَ عَاصِيًا وَالْإِمْتِنَاعُ أَسْلَمَ فِي زَمَانِنَا إِلَّا إِذَا عَلِمَ يَقِينًا بِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا بَدْعَةٌ وَلَا مَعْصِيَةٌ، كَذَا فِي الْيُنَائِبِ. (الفتاوى الهندية ٣٤٣/٥، الموسوعة الفقهية ٢٣٧/٢) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولیمہ سنت ہے

سوال (۳۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راشد کے والد راشد کے نکاح اور واپسی کے بعد دعوتِ ولیمہ کرنا چاہتے ہیں، اور وہ بھی مسنون اور شرعی طور پر؛ لہذا کس طرح اور کس انداز و معیار کا کریں کہ جو دین و شریعت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ولیمہ کرنا سنت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس میں اپنی وسعت کے مطابق ریا و نمود سے بچتے ہوئے احباب اور رشتہ داروں کو کھانا کھلانا چاہئے۔

عن انس بن مالک رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم رأى علي عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة، فقال: ما هذا؟ قال: إني تزوجت امرأة علي وزن نواة من ذهب، قال بارك الله لك أولم ولو بشاة. (مشكاة المصابيح ۲۷۷)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: الوليمة حق وسنة، فمن دُعي فلم يجب فقد عصى الله ورسوله. (مجمع الزوائد ۵۲/۴)

ووليمة العرس سنة؛ وفيها مثوبه عظيمة. (الفتاوى الهندية ۳۴۲/۵ زكريا)

وليمة العرس سنة وهي مثوبة عظيمة وهي غذا بني الرجل بامرأته ينبغي

أن يدعو الجيران والأقرباء والأصدقاء. (الفتاوى الهندية ۳۴۲/۵ زكريا)

فلما زوجه، قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا علي! إنه لا بد للعروس

من وليمة. فقال سعد: عندي كبش وجمع له رهط من الأنصار أصعاً من ذرة، وكان

ذلك وليمة عرسه. (تاريخ الخميس / باب تزوج علي بفاطمة رضي الله عنها ۳۶۲/۱ بيروت)

قال أنس: ثم دعاني عليه الصلاة والسلام بعد أيام فقال: ادع لي أبا بكر

عمر و عثمان و عبد الرحمن و عدة من الأنصار، فلما اجتمعوا وأخذوا
جالسهم، وكان علي غائباً..... الخ. (شرح العلامة الزرقاني / باب تزويج علي بفاطمة رضي
له عنهما ۳۶۲/۲ عباس أحمد الباز مكة المكرمة) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۲/۳/۱۴۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولیمہ کب تک مسنون ہے اور اُسکے کیا شرائط ہیں؟

سوال (۳۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: ولیمہ کب کہاں اور نکاح سے کتنے دنوں کے اندر ہونا چاہئے؟ اور اُس کی دیگر شرائط کیا ہیں؟
سمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ولیمہ دراصل نکاح کے شکرانہ کی دعوت ہے اور اس کے
لئے افضل وقت رخصتی کے بعد ہے، کسی مصلحت سے دو چار دن بعد بھی ولیمہ کرنے میں کوئی حرج
نہیں ہے؛ لیکن اتنی تاخیر نہ ہو کہ بشاشت نکاح باقی نہ رہے۔ (مستفاد: باقیات فتاویٰ رشیدیہ ۲۵۸)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنه كان ابن عشر سنين مقدم رسول
الله صلى الله عليه وسلم، فكان أمهاتي يواظبني على خدمة النبي صلى الله عليه
وسلم، فخدمته عشر سنين. وتوفي النبي صلى الله عليه وسلم وأنا ابن عشرين
سنة، فكنت أعلم الناس بشأن الحجاب حين أنزل، وكان أول ما أنزل في مبتدئ
رسول الله صلى الله عليه وسلم بزینب بنت جحش أصبح النبي صلى الله عليه
وسلم بها عروساً، فدعا القوم، فأصابوا من الطعام ثم خرجوا، وبقي رهط منهم.
(صحيح البخاري ۷۷۶/۲، إعلاء السنن ۱۶/۱۶ رقم: ۳۰۸۲ دار الكتب العلمية بيروت)

يسجوز أن يولم بعد النكاح أو بعد الرخصة، أو بعد أن يبنى بها، والثالث:

هو الأولى. (بذل المجهود ۵/۴ ۳۴ هندی)

وحدیث انس فی هذا الباب صریح فی أنها أي الولیمة بعد الدخول،
لقوله فیہ: أصبح عروسًا بزینب فدعا القوم. (إعلاء السنن ۱۶/۱۱-۱۷ بیروت)

عن حفصة بنت سیرین قالت: لما تزوج أبي دعا الصحابة سبعة أيام.
(إعلاء السنن ۱۷/۱۱ رقم: ۳۰۸۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

عن انس رضي الله عنه قال: تزوج النبي صلى الله عليه وسلم صفيية،
وجعل عتقها صداقها، وجعل الولیمة ثلاثة أيام، أخرجہ أبو یعلیٰ بسند حسن.
(فتح الباری ۲۱۰/۱۹، مسند أبي یعلیٰ ۳۸۳۴/۶ بحوالہ: إعلاء السنن ۱۷/۱۱ رقم: ۳۰۸۳ دار الکتب
العلمیة بیروت)

وفی الہندیة: ولا بأس بأن يدعو يومئذ من الغد وبعد الغد، ثم ينقطع العرس
والولیمة كذا فی الظہریة. (الفتاویٰ الہندیة / الباب الثانی عشر فی الہدایا ۳۴۳/۵ زکریا)
قیل: إنها تكون بعد الدخول، وقیل: عند العقد، وقیل: عندهما،
واستحب أصحاب مالک أن تكون سبعة أيام، والمختار أنه علی قدر حال
الزوج. (مرقاة المفاتیح ۲۵۰/۱۶ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

متعدد جگہوں پر ولیمہ کرنا؟

سوال (۳۷۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص رہتا تو ممبئی میں ہے اور لڑکی کلکتہ کی ہے، اور دونوں کو شادی کے بعد مستقل ممبئی میں
رہنا ہے، نکاح کسی وجہ سے دہلی میں ہوا، اور سہولت کے لئے ولیمہ دوسرے دن وہیں ہو گیا، اب ممبئی
آنے کے بعد متعلقین نے دعوت کا مطالبہ کیا اور کلکتہ والے بھی اپنے یہاں دعوت کرنا چاہتے ہیں، تو
کیا ان دونوں مقامات پر دعوت کی گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں چوں کہ تینوں جگہوں کے مدعوین الگ الگ حضرات ہیں، اس لئے ولیمہ کے نام پر سوال میں مذکورہ تینوں جگہوں کی دعوتوں میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

باب حق إجابة الوليمة والدعوة: ومن أولم سبعة أيام ونحوه، ولم يوقت النبي صلى الله عليه وسلم يوماً ولا يومين. (صحيح البخاري ۷۷۷/۲)

قال في فتح الباري: يشير إلى ما أخرجه ابن أبي شيبة من طريق حفصة بنت سيرين قالت: لما تزوج أبي، دعا الصحابة سبعة أيام ومن وجه آخر..... فيه ثمانية أيام.....، وقال أيضا بحثاً فيه: أما الكراهة في اليوم الثالث فأطلقه بعضهم بظاهر الخبر، وقال العمراني: إنما تكره إذا كان المدعو في الثالث هو المدعو في الأول، وكذا صورته الروياني..... وإذا أكثر الناس فدعا في كل يوم فرقة لم يكن في ذلك مباحة غالباً..... وقال بعضهم: محله إذا دعا في كل يوم من لم يدعوا قبله ولم يكرر عليهم. (فتح الباري، النكاح / باب حق إجابة الوليمة والدعوة ۳۰۲/۱۱-۳۰۳ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۴/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکیوں کی شادی میں ولیمہ کرنا؟

سوال (۳۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا لڑکیوں کی شادی میں ولیمہ مسنون اور مباح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کا عام لوگوں کو کھانا کھلانا

ضروری یا مسنون نہیں ہے؛ بلکہ صرف مباح ہے، اس کی وہ حیثیت نہیں جو ولیمہ مسنونہ کی ہے۔

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۳/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر کسی وجہ سے زُفاف نہ ہو سکی تو ولیمہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کچھ عذر کی وجہ سے میاں اور بیوی میں میل ملاپ نہ ہو سکا، یعنی شب زُفاف نہ ہو سکی، تو ولیمہ کا کیا حکم ہے؟ اس سے ولیمہ پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟ لہذا یہ تحریر فرمائیں کہ ولیمہ سنت یا مستحب یا مسنون! میاں بیوی کے ملاپ نہ ہونے پر ولیمہ کا کیا حکم ہے؟ اگر ولیمہ میں ایک دو روز اور بڑھ جائے، تو کیا سنت میں کچھ کمی ہوگی یا مکمل اجر ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عقد نکاح کے بعد لڑکے کی طرف سے جب بھی نکاح

کی دعوت کی جائے تو ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی، خواہ زوجین میں خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ خلوت صحیحہ کے بعد ولیمہ کیا جائے اور اس میں اگر کچھ روز کی تاخیر ہو جائے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔

والمنقول من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنها بعد الدخول كأنه یشیر

إلی قصة زینب بنت جحش، وقد ترجم علیہ البیهقی وقت الولیمة..... و حدیث

أنس فی هذا الباب صریح فی أنها: أي الولیمة بعد الدخول. (إعلاء السنن

۱۶/۱۱-۱۷ دار الکتب العلمیة بیروت)

یسجوز أن یؤلم بعد النکاح، أو بعد الرخصة، أو بعد أن ینی بها، والثالث

هو الأولی. (بذل المجہود ۳۴۵/۴ قدیم، فتاویٰ دارالعلوم ۱۶۷/۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ولیمہ کے لئے صحبت کرنا ضروری ہے؟

سوال (۳۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور بکر دونوں دوست ہیں اور زید کی چند روز قبل شادی ہوئی، اور دوسرے روز ولیمہ ہوا؛ لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بارہ رات کو دیر سے روانہ ہوئی اور رخصتی ۴/۵ بجے کے قریب پہلے میاں بیوی دونوں میں خلوت تو ہو گئی؛ لیکن صحبت نہ کر سکے؛ اس لئے بکر کا کہنا ہے کہ زید کا ولیمہ صحیح نہیں ہوا، ولیمہ درست ہونے کیلئے ضروری ہے کہ صحبت کی جائے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ولیمہ درست ہونے کے لئے صحبت کرنا ضروری ہے یا خلوت (تنہائی) ہی کافی ہے؟ نیز اگر صحبت ضروری ہے، تو شب عروس میں دلہن اگر حیض کی حالت میں ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے بعد جب کہ میاں بیوی میں خلوت ہو گئی، تو

اگلے روز ولیمہ کرنا صحیح ہو گیا، ولیمہ کے لئے صحبت ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: بذل الخیر ۵/۳۴۵، انوار نبوت ۶۵۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید مدلل و محقق ۶/۳۰۹)

ولا خلاف بین أهل العلم في أن الوليمة سنة في العرس مشروعة لما روي أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بها وفعالها، وليست واجبة في قول أكثر أهل العلم. (إعلاء السنن ۱۰/۱۲۱)

قیل: إنها تكون بعد الدخول، وقيل: عند العقد، وقيل: عندهما.

والمنحتر أنه على قدر حال الزوج. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب الوليمة ۴۵/۳)

شب زفاف میں اگر عورت حائضہ ہو تو اس سے جماع جائز نہیں ہے، حیض سے پاک ہو تو

جماع میں حرج نہیں ہے۔

قال الله تعالى: ﴿قُلْ هُوَ آذَى فَمَا عَتَزَلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ، وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ

حَتَّى يَطْهُرْنَ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۲]

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من

أتی حائضاً کفر بما أنزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم. وفي رواية: فقد

برئ مما أنزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم. (سنن أبی داؤد رقم: ۳۹۰۴، مسند

أحمد ۴۰۸/۲، الترغیب والترہیب مکمل ۵۲۵ رقم: ۳۷۰۴ بیت الأفكار الدولیہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۱۱/۲۲ھ

شادی کی مشترکہ دعوت میں ولیمہ کی نیت کرنا؟

سوال (۳۷۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعض علاقوں میں لڑکی اور لڑکے والے مل کر بموقع نکاح دعوت کا انتظام کرتے ہیں، اس کے بعد کیا ولیمہ کی ضرورت باقی رہتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر تو یہی ہے کہ رخصتی کے بعد ولیمہ ہو؛ لیکن اگر نکاح

کے بعد دعوت میں ولیمہ کی نیت کر لی جائے، تو بھی ایک قول کے مطابق سنت ولیمہ ادا ہو جائے گی اور بعد میں ولیمہ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۶۷/۷)

قیل: إنها تكون بعد الدخول، وقيل: عند العقد، وقيل: عندهما.

والمختار أنه على قدر حان الزوج. (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح / باب الوليمة ۴۵۱۳)

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی والوں کے مہمانوں کو ولیمہ میں مدعو کرنا؟

سوال (۳۷۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا لڑکی والوں سے یہ کہنا کہ آپ لوگ محض نکاح کا انتظام کریں، بقیہ آپ کے تمام قریبی رشتہ داروں کے کھانے کا انتظام اپنے یہاں ولیمہ میں کریں گے؛ کیوں کہ لڑکی والوں پر کھانے کا

بوجھ ڈالنے کا کہیں ثبوت نہیں ہے، کیا زید کا اس طرح کا مطالبہ کرنا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کے لئے کھانے کا اہتمام

سنت نہیں ہے؛ بلکہ صرف مباح ہے؛ البتہ لڑکے والوں کے لئے ولیمہ سنت ہے۔ بریں بناء اگر زید

نے مذکورہ مشورہ دیا ہے، تو یہ کوئی غلط مشورہ نہیں ہے، لڑکی والے اگر اسے قبول کر لیں، تو کوئی حرج

نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۹۲/۱۷ میرٹھ، انوار نبوت ۶۷۵، بہشتی زیور ۳۱/۶)

عن أنس رضي الله عنه قال: لما قدموا المدينة نزل المهاجرين على

الأنصار، فنزل عليه عبد الرحمن بن عوف على سعد بن الربيع، فقال:

أقسامك مالي وأنزل لك لمن إحدى امرأتي، قال: بارك الله في أهلك

ومالك، فخرج إلى السوق، فباع واشترى، فأصاب شيئاً من أقط وسمن

فتزوج، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أولم ولو بشاة. (صحيح البخاري ۷۷۷/۲

رقم: ۵۱۶۷، إعلاء السنن ۱۴/۱۱ ۱۵۰ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: الوليمة حق وسنة فمن دعى فلم يجب

فقد عصى الله ورسوله. (المعجم الأوسط ۶۳/۴ رقم: ۳۹۴۸ قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۸/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعوتِ ولیمہ یا نکاح میں شرکت کیلئے لمبا سفر کرنا؟

سوال (۳۷۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا نکاح یا ولیمہ میں شرکت کے لئے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دور دراز سے بلا سکتے

ہیں؟ اس کے لئے لمبا سفر کرنا اور بلانا کیسا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نکاح یا ولیمہ میں شرکت کے

لئے دور دراز کا سفر کرنا غلط ہے؛ کیونکہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مدینہ ہی میں

نکاح کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح میں مدعو نہیں فرمایا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ولیمہ یا نکاح کی تقریباً میں شرکت کے لئے رشتہ داروں اور

متعلقین کو دعوت دینا اور مدعو حضرات کا ان دعوتوں میں شریک ہونا، خواہ مقامی طور پر ہو یا بیرون شہر سے آ کر ہو، ہر طرح جائز ہے؛ کیوں کہ یہ طریقہ خیر القرون سے آج تک سلفاً و خلفاً بلا تکلیف جاری ہے، اور اس مقصد سے سفر کرنے کی ممانعت کسی روایت میں نظر سے نہیں گذری، اور سوال میں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جس واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے، اُس سے محض اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی دعوت دینا ضروری اور لازم نہیں ہے؛ لیکن اس سے یہ استدلال کہ اگر دعوت دی جائے تو اُسے قبول نہ کیا جائے درست نہیں ہے؛ کیوں کہ خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ولیمہ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدعو فرمایا ہے، اور آپ بھی شادی کی دعوت میں تشریف لے گئے، اور ولیمہ کی دعوت کا اہتمام مسنون ہے اور یہ بھی اعلان نکاح کی ایک بہترین شکل ہے جس کا حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔

أخبرني أنس بن مالك رضي الله عنه أنه كان ابن عشر سنين فقدم في

حدیث طویل: و كان أول ما أنزل في مُبَتَّنِي رسول الله صلى الله عليه وسلم بزینب بنته جحش، أصبح النبي صلى الله عليه وسلم بها عروسا، فدعا القوم فأصابوا من الطعام ثم خرجوا. (صحيح البخاري ۷۷۶۱)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد. (سنن الترمذی ۲۰۷۱۱)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال: إذا دعي أحدكم إلى الوليمة فليأتها. (صحيح البخاري / باب حق إجابة الوليمة

والدعوة رقم: ۵۱۷۳)

وفي رواية: من لم يجب الدعوة فقد عصى الله ورسوله. (سنن أبي داود ۵۲۵۱۲)

وفي الاختيار: وليمة العرس سنة قديمة إن لم يجبهها أئمة؛ لقوله عليه السلام: من لم يجب الدعوة فقد عصى الله ورسوله، قال عليه السلام: لو دعيت إلى كراع لأجبت. (الرد المختار على الدر المختار ۱/۹۰۵)

دعا أبو سعيد الساعدي رضي الله عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم في عرسه، وكانت امرأته يومئذ خادمهم، وهي العروس. قال سهل: تدررون ما سقت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ أنقعت له تمرات من الليل، فلما أكل سقته إياه. (صحيح البخاري / باب إجابة الوليمة والدعوة ۷۷۸/۲ رقم: ۵۱۷۶) فقط والله تعالى أعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعوتِ ولیمہ میں عورتوں کو مدعو کرنا؟

سوال (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا دعوتِ ولیمہ میں عورتوں کو بلانا جائز ہے، جہاں پردے کا معقول نظم ہو؛ تاکہ خاندانوں کا سماجی و ثقافتی جوڑا اور تعلق و محبت کی بنیاد پڑے، مگر دوسری طرف اکثر و بیشتر خواتین کے ایسے اجتماع میں زیورات بلبوسات کی نمائش ہوتی ہے، ساتھ ہی ایسی محفلیں غیبت، چغلی خوری اور فحشیت پسندی کا ایک پلیٹ فارم بنتی ہیں، اس کا صحیح طریقہ کیا ہو، اور کس حد تک گنجائش ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ولیمہ یا نکاح کی تقریب میں عورتوں کا بلانا یا ان کا جمع ہونا فی نفسہ منع نہیں ہے، چنانچہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے موقع پر خواتین گھر میں جمع ہوئی تھیں۔ بریں بنا اگر اور کوئی منکر نہ ہو، تو ایسی تقریبات میں خواتین کے جانے میں حرج نہیں، اب رہ گئی یہ بات کہ اس موقع پر زیورات و بلبوسات کی نمائش یا زبان کے گناہ کثرت سے ہوتے ہیں، تو واقعہً حسن تدبیر کے ساتھ ان منکرات کو روکنے کی کوشش کرتی چاہئے، اگر مرد اپنی خواتین کی ذہن سازی کریں، تو امید ہے کہ ان منکرات میں کمی آسکتی ہے۔

قال الله تعالى: ﴿وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ [الحجرات، جزء آیت: ۱۲]

عن عائشة رضي الله عنها قالت: تزوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم - في حديث طويل - فأوقفني على الباب فقلت: هه هه حتى ذهب نفسي فأدخلني بيتاً، فإذا نسوة من الأنصار، فقلن: على الخير والبركة وعلى خير طائر، فأسلمتني إليهن فغسلن رأسي وأصلحنني فلم يُرعني إلا ورسول الله صلى الله عليه وسلم ضحي فأسلمني إليه. (صحيح مسلم / باب تزوج الأب لبكر الصغيرة ۴۵۶/۲ رقم: ۱۴۲۲)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده ومن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان. (سنن الترمذي ۴۰/۲)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: أبصر النبي صلى الله عليه وسلم نساء وصبiana مقبلين من عرس فقام ممتناً، فقال: اللهم أنتم من أحب الناس إلي. (صحيح البخاري / باب ذهاب النساء والصبان إلى العرس ۷۷۸/۲ رقم: ۵۱۸۰) فقط والله تعالى اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ولیمہ میں پوری برادری کو مدعو کرنا؟

سوال (۳۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا تعلق ایسی برادری سے ہے جو بہت بڑی ہے، زید اپنے بیٹے کے ولیمہ میں برادری کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بلانا چاہتا ہے واضح رہے کہ زید صاحب حیثیت ہے اور وہ ان تمام لوگوں کی دعوت منظم شکل میں بغیر کسی منکرات اور رسوم قبیحہ کے کر سکتا ہے، تو دریافت طلب امر ہے کہ کیا زید اپنے تمام برادری کے لوگوں کو اس میں مدعو کر سکتا ہے، اگر نہیں کر سکتا تو کتنے لوگوں کو کر سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ولیمہ کے اندر پوری برادری کی دعوت ضروری نہیں

ہے؛ بلکہ اپنے قریبی متعلقین کی دعوت کافی ہے، زیادہ بڑی دعوت میں بد نظمی کے اندیشہ کے ساتھ دوسرے اہل برادری کے لئے غلط نظیر بننے کا بھی اندیشہ رہتا ہے، اس لئے تمام مصالح کی رعایت رکھتے ہوئے اور تکلفات سے بچتے ہوئے قریبی لوگوں کو مدعو کرنا کافی ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ وَكَانَ

الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تُسْرِفُوا، إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ [الأعراف: ۳۱]

أما الدعوة إلى الطعام غير العرس؛ فإنها جائزة حتى كانت خالية من

محظورات دینی. (الفقه على المذاهب الأربعة مکمل ۴۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۲۳۲۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے بہت زیادہ رقم لے کر ولیمہ کرنا؟

سوال (۳۷۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: آندھرا پردیش میں لڑکے والے لڑکی والے سے بہت زیادہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں، پھر اسی رقم

سے مختلف اقسام کے کھانے تیار کر کے ولیمہ کی دعوت کی جاتی ہے، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر

ناجائز ہے تو کس درجہ کا، کیا بالکل حرام ہے، جب کہ لڑکی والے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی مرضی سے

پیشگی رقم تلک کے نام پر دیتے ہیں، اگر لڑکی والوں ہی کی جانب سے نکاح اور ولیمہ کی دعوت آئی ہے، تو

کیا اس صورت میں بھی ولیمہ کا کھانا ناجائز ہوگا؟ میں چوں کہ امام اور الحمد للہ قاسمی بھی ہوں، اس لئے یہ

باتیں دل میں آرہی ہیں، کیا ایسی دعوت کے کھانے سے حرام لقمہ کھانے کا گناہ ہوگا، یا مکروہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ بات یقینی ہو کہ ولیمہ کا کھانا حرام پیسوں سے تیار

کیا گیا ہے، تو ایسی صورت میں شرکت کرنے سے احتراز کرنا لازم ہے، خواہ دعوت لڑکے والوں کی

طرف سے دی گئی ہو یا لڑکی والوں کی طرف سے، اور اگر حرام کا ہونا یقینی نہ ہو، اور نہ ہی اس کا گمان

غالب ہو تو پھر دعوت میں شرکت کی شرعاً اجازت ہے۔

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: جاء إليه رجل فقال: إن لي جاراً يأكل الربا، وإنه لا يزال يدعوني، فقال: مهناه لك وإثمه عليه، قال سفيان: فإن عرفته بعينه فلا تصبه. (المصنف لعبد الرزاق / باب طعام الأمراء وأكل الربا ۱۵۰/۱۸ رقم: ۱۴۶۷۵)

عن سلمان الفارسي رضي الله عنه قال: إذا كان لك صديق عامل أو جار عامل أو ذو قرابة عامل فأهدى لك هدية أو دعاك إلى طعام فاقبله، فإن مهناه لك وإثمه عليه. (لمصنف لعبد الرزاق / باب طعام الأمراء وأكل الربا ۱۵۰/۱۸ رقم: ۱۴۶۷۷)

أكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه، أو أضافه، وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبر أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن كان غالب ماله حلالاً لا بأس بقبول هديته والأكل منها. (الفتاوى الهندية ۳۴۳/۵ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۲۸/۳/۸ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا الله عنه

لڑکی والوں کا بارات کو ناشتہ کرانا؟

سوال (۳۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادی کے موقع پر نکاح کرنے کے لئے دولہا کے ساتھ جو آدمی جاتے ہیں، جس کو بارات کہا جاتا ہے، جب دولہا اور اس کے ساتھی دولہن کے گھر پہنچتے ہیں، تو دولہا کے اصرار کے بغیر لڑکی والے اپنے مہمانوں کو اولاً ناشتہ کراتے ہیں چاہے بارات ایک بچے پہنچے، پھر بعد میں کھانا کھلاتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح کے موقعوں پر بارات کو ناشتہ کرانا کیا از روئے شرع ممنوع ہے، لڑکی والے مہمان نوازی کے طور پر ناشتہ کرائیں، یا لڑکی والے دولہن کے والدین پر ناشتہ اور عمدہ کھانے کی ترغیب دیں دونوں کا حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے بلا جبر اپنی

خوشی سے بار اتیوں کو اور مہمانوں کو ناشتہ کرانا فی نفسہ جائز ہے؛ البتہ اسراف، ناموری اور رسومات سے بچنا ہر حالت میں لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۵۶/۵)

قال الله تعالى: ﴿إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]
 عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
 من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه. (صحيح البخاري، الأدب / باب إكرام
 الضيف ۹۰۶/۲)

والضيافة من سنن سيد المرسلين وعباد الله الصالحين. (عمدة القاري،
 الأدب / باب حق الضيف ۲۷۰/۲۳ دار الكتب العلمية بيروت)

عن جندب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من
 سمع سمع الله به، ومن يراني يزائي به. (متفق عليه، مشكاة المصابيح / باب الريا والسمة ۴۵۴)
 عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن
 أعظم النكاح بركة أيسره مؤونة. (مشكاة المصابيح / الفصل الثالث ۲۶۸)
 عن غضيف بن الحارث الشمالي رضي الله عنه قال: قال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم: ما أبدت قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة، فتمسك
 بسنة خير من أحداث بدعة. (رواه أحمد، كذا في مشكاة المصابيح / باب الاعتصام بالكتاب
 والسنة ۳۱) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۷ھ
 الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



رسوماتِ نکاح

شادی سے متعلق ہدایتِ نبوی اور لڑکے کو سہرا باندھنا؟

سوال (۳۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکے یا لڑکی کی شادی میں اللہ اور اُس کے رسول کا کیا حکم ہے؟ اور کہتے ہیں کہ لڑکے کو سہرا باندھنا سنت ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ دو لہا بننے کے بعد گھوڑے پر بیٹھنا کیسا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکے اور لڑکی کی شادی میں حکمِ شریعت یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق عمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةٌ أَيْسَرُهُ مَوْئِدَةٌ.** (مشكاة المصابيح ۲۶۸/۲) (سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم مشقت ہو)

سہرا باندھنا اور اسی طرح لڑکے کو گھوڑے پر یا دھنود کے لئے اور رسم و رواج کی رعایت کرتے ہوئے بٹھانا یہ دونوں ہندوانہ طریقے اور اُن کی مشابہت ہیں، جس سے شریعت میں منع کیا گیا ہے؛ لہذا مذہبِ اسلام سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ اُن کا ترک لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۲۱۲، ۲۱۳، بہشتی زیور ۶/۲۵)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **من تشبه بقوم فهو منهم.** (سنن أبي داود، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۵۹/۲ رقم: ۴۰۳۱ مکتبہ دار الحدیث ملتان)

قال العلامة المناوي تحته: أي تزيًا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بعرفهم،

وفي تخلقه بخلقهم؛ وسار بسيرتهم وهديتهم في ملبسهم وبعض أفعالهم
 وبأبلغ من ذلك صرح القرطبي فقال: لو خص أهل الفسوق والمُجون بلباس،
 منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم
 الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. (فيض القدير شرح الجامع الصغير ۵۷۴/۱۱ رقم:
 ۸۵۹۳ مكتبة نزار مصطفى الباز رياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۲/۵ھ

بیہ شادی کی رسومات کو کس طرح ختم کیا جائے؟

سوال (۳۸۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے شادی بیہ کے رسم و رواج کے خلاف گاؤں کی برادری کی میٹنگ بلا کر جس میں
 تقریباً گیارہ دیہات مدعو تھے، اس میں یہ تجویز رکھی کہ بارات میں صرف سو آدمیوں کو لے جانے
 کی اجازت ہوگی، اور منگنی میں صرف ایک آدمی جایا کرے گا، اس پر عمر نے تجویز رکھی کہ سو سے
 بڑھا کر ایک سو پچاس باراتی کر دئے جائیں، زید نے اس تجویز کو مسترد کر دیا، اس پر تین دیہات
 عمر کے ساتھ ہو گئے، اور انہوں نے زید کی تجویز ماننے سے انکار کر دیا، شادی کی تاریخ طے ہونے
 کے بعد برادری میں بتائے وغیرہ بٹتے ہیں، جس کا مقصد تاریخ کی اطلاع دینا ہوتا ہے، بکرنے اس
 نشانی کو لینے سے انکار کر دیا، اس پر زید نے تمام برادری میں بکر کا حقہ پانی بند کر دیا، نہ وہ کسی کے
 یہاں شریک ہو سکتا ہے نہ کوئی اس کے یہاں، یہاں تک کہ خود اس کی اولاد بھی اس کے یہاں
 مرنے جینے میں شریک نہیں ہو سکے، جو بکر کو اپنے یہاں شادی بیہ میں شریک کرے گا اس کے یہاں
 برادری کا کوئی فرد شادی وغیرہ میں شرکت نہیں کرے گا، اس کا حقہ پانی بند کرنے کی واحد وجہ تاریخ
 نشانی نہ لینا ہے۔

برادری کی اس میٹنگ سے قبل زید کے یہاں منگنی میں سات آدمی گئے، زید نے ان کو

بہت پریشان کیا، لیکن یہی زید جب خود منگنی کے لئے چلتا ہے تو اپنے بنائے ہوئے اصول کے خلاف منگنی میں ۷۰ آدمی لے جاتا ہے۔

اس فیصلہ اور میٹنگ کے بعد زید کے یہاں سے دو بارات باہر جاتی ہیں، اور ایک بارات میں تین سو حضرات شامل ہوتے ہیں، اور ان دونوں باراتوں میں وہ تمام لوگ شریک تھے جنہوں نے عمر کو ڈیڑھ سو باراتوں کی اجازت نہیں دی تھی، لیکن بارات لے جانے والوں سے ان چودھریوں نے کوئی باز پرس نہیں کی۔

عمر اپنے بھانجے کی شادی کے موقع پر بارات میں بکر کو بھی اپنے ساتھ لے گیا، جس کا حقہ پانی بند تھا، اس پاداش میں عمر کے بھانجے کی بارات کا بالکل بائیکاٹ کر دیا گیا اور کوئی شریک نہ ہوا، جب بکر نے یہ دیکھا کہ میری وجہ سے کوئی بھی عمر کے یہاں بارات میں شریک نہیں ہو رہا ہے، تو اس نے پنچایت سے معافی مانگی، لیکن برادری نے اس کو معاف نہیں کیا، حالات دیکھ کر بکر بارات میں جانے سے رک گیا، لیکن پھر بھی برادری شادی میں شریک نہیں ہوئی۔

عمر کے بھانجے کا بہنوئی شادی میں شریک ہوا، تو اس پر جرمانہ عائد کیا گیا اور کہا گیا کہ اپنی بیوی بچوں سب کو وہاں سے بلاؤ، اب اتنا ہی نہیں کہ عمر کا حقہ پانی بند ہوا؛ بلکہ اس کو راستہ چلتے پریشان بھی کیا جاتا ہے، نہ وہ کسی کے دروازہ کے آگے اپنا ٹھیلہ کھڑا کر سکتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ سڑک پر ٹھیلہ کھڑا کر کے تو اپنا سامان بھی لاد سکتا، اور یہ دھمکی بھی دی جاتی ہے کہ اگر تو کسی کے مرنے جینے میں شریک ہو تو ہم تجھ کو مار دیں گے۔

عمر نے اپنے یہاں مرنے والے کسی بزرگ کی موت کی اطلاع مرنے والے کے بھانجے اور داماد اور بھتیجیوں وغیرہ کو دی، ان لوگوں نے شرکت کی اور ان کی اجازت چاہی تو پنچایت کر کے جنازہ میں شرکت کی اجازت تو دے دی؛ لیکن وہاں کھانے پینے پر بالکل پابندی لگا دی کہ وہاں کا پانی تک نہیں پیا جائے گا، اس کے بعد پھر پنچایت کر کے یہ طے کیا کہ اب عمر کے یہاں کوئی شرکت نہیں کرے گا، اس میں خود عمر کی اولاد وغیرہ کو بھی پابند کیا گیا، اور اولاد سے عہد لیا کہ وہ اپنے ماں

باپ سے کوئی رشتہ داری نہیں رکھیں گے۔

جو لوگ کمزور ہوتے ہیں ان پر جرمانہ کر دیا جاتا ہے اور جو طاقتور اور صاحب ثروت ہوتے ہیں ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس طرح اپنے بنائے ہوئے اصولوں کی پامالی ہوتی رہی، کمزوروں پر جرمانہ پڑتا رہا، اور منہ زور اور طاقتور بری رہے، ان سے کوئی باز پرس نہیں کی گئی، عمر کو پچیس کی اجازت نہیں اور خود کو سو کی بھی اجازت اور کوئی جرمانہ نہیں، دوسرے کے لئے منگنی میں سات کی اجازت نہیں اور خود ساٹھ اور ستر افراد منگنی میں لئے چلے آتے ہیں، اس رویہ سے برادری میں بڑا اختلاف اور بگاڑ ہے، یہ اصول و قواعد اور حقہ پانی بند کرنا کہاں تک درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شادی بیاہ وغیرہ کی رسومات کے متعلق ایسے اصول

وقواعد مقرر کرنا جن سے غیر شرعی رسومات کا خاتمہ ہو سکے بہت اچھی بات ہے، لیکن جو بھی فیصلہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر کیا جائے اس پر سب ہی اہل معاہدہ کو عمل کرنا چاہئے، یہ طریقہ بالکل غلط ہے کہ کمزور پر تو سارے ضابطے لاگو کئے جائیں اور بڑے لوگ اس سے مستثنیٰ رہیں، سماجی اصلاح کے قوانین سب کے لئے یکساں ہونے چاہئیں؛ تاکہ پوری طرح برائیوں کا اور غیر ضروری رسموں کا خاتمہ ہو سکے۔ بریں بنا صورتِ مسئلہ میں بر تقدیر صحت واقعہ زید اور پنچایت کا کوئی بھی غیر منصفانہ فیصلہ نافذ اور قابل عمل نہیں ہے؛ بلکہ ان کا تفریق برتنا قابل ملامت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۳۱۵/۶)

عن عبد اللہ بن عمر بن عوف المزني عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حراماً حلالاً أو أحلّ حراماً، والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حراماً حلالاً، أو أحلّ حراماً. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ۲۵۱/۱)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه، فإن

لم يتسطع فبقليه و ذلك اضعف الايمان. (صحيح مسلم ۴۹، سنن الترمذي رقم: ۲۱۷۲)
 قوله: "فلسانه": أي فليغيره بالقول وتلاوة ما أنزل الله من الوعيد عليه
 وذكر الوعظ والتخويف والنصيحة..... ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً
 وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً ندب، وشرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة.
 (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصايح ۸۶۱/۸-۸۶۲ رقم: ۵۱۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۸/۵ھ

کیا دولہے کے استغفار اور ایمان مفصل پڑھے بغیر نکاح ہو جاتا ہے؟

سوال (۳۸۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کا نکاح ہوا کلمہ استغفار کچھ نہیں پڑھایا، نہ ایمان مفصل پڑھایا، صرف ایک بار قبول کرایا تو
 نکاح ہوا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نکاح پہلے سے مؤمن ہے تو اسے کلمہ یا ایمان مفصل

پڑھانے کی ضرورت نہیں، اسی طرح نکاح کے انعقاد کے لئے ایک مرتبہ قبول کرنا بھی کافی ہے،
 اس لئے مذکورہ نکاح بلاشبہ درست ہو گیا۔

وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار ۹/۳)

کراچی، ۶۹۱۴ زکریا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۲/۱۰ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں جانے سے پہلے دولہا کا دو رکعت پڑھنا؟

سوال (۳۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بارات جانے سے پہلے لڑکا شکرانے کے طور پر دو رکعت یا چار رکعت جو نماز پڑھتا ہے، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے، آیا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ اس کو ضروری سمجھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارات میں جانے سے پہلے شکرانے کی نماز کو ضروری

سمجھنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص تبرکاً پڑھ لے اور اسے ضروری نہ سمجھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح البخاري، الصلح / باب إذا

اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود رقم: ۲۶۹۷، صحيح مسلم، الأفضية / باب كراهية قضاء

القاضي وهو غضبان رقم: ۱۷۱۸، سنن أبي داؤد، السنة / باب في لزوم السنة رقم: ۴۶۰۶)

وفيه من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد

أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح،

كتاب الصلاة / باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول ۳۱۱۳ رقم: ۹۴۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح سے قبل دولہا کو کلمہ پڑھوانا؟

سوال (۳۸۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جب ہمارے معاشرہ میں تقریب نکاح ہوتی ہے، بعض مقام پر قاضی اور نکاح خوان

حضرات خطبہ کے بعد ایجاب و قبول سے قبل کلمہ پڑھواتے ہیں، اور بعض حضرات بعد میں پڑھواتے

ہیں، کیا کلمہ پڑھوانا دولہا کو ضروری ہے از روئے قرآن و سنت اس کی کوئی اصلیت موجود ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس شخص کا نکاح پڑھایا جا رہا ہے وہ تو پہلے ہی سے

مسلمان ہے، پھر اس کو عین ایجاب و قبول سے پہلے کلمہ پڑھوا کر مسلمان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ عمل نہ تو شریعت سے ثابت ہے اور نہ اس کی کوئی اصل ہے؛ ویسے کلمہ ایک ذکر ہے بلا کسی رسم کے بطور ثواب کوئی شخص کبھی بھی کلمہ پڑھ سکتا ہے۔ (مستفاد: کفایت المحدثی ۱۵۵/۵، فتاویٰ محمودیہ ۶۱۰/۱۰-۶۱۱-۶۱۱ ذابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں قوالی پڑھوانا؟

سوال (۳۸۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شادیوں میں قوالی وغیرہ باجے کے ساتھ پڑھوانا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گانا بجانا شرعاً حرام ہے وہ کسی حالت میں جائز نہیں

ہے اور دینی قصوں اور نعتوں کے ساتھ گانے کو ملا دینا مزید موجب حرمت ہے، اس لئے کہ اس میں گانے کی برائی کے علاوہ دین کی توہین ہے اس لئے کسی بھی موقع پر گانے بجانے کے ساتھ قوالی سننا سنانا جائز نہیں ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ أنه سئل عنها؟ فقال: الغناء والذي

لا إله إلا هو. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۰۱/۱۱ رقم: ۲۱۰۳۷)

قال إبراهيم: الغناء ينبت النفاق في القلب قال: وقال مجاهد: ﴿وَمِنَ النَّاسِ

مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾ هو الغناء. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۰۲/۱۱ رقم: ۲۱۰۴۰)

الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القصب. (البحر الرائق، الكراهية / فصل

في اللبس ۱۸۸/۸ كوثه)

ودلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنههم لإنكار

المنكر، قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء يثبت النفاق في القلب كما يثبت الماء النبات. وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام. (الدر المختار / الحظر والإباحة ۲/۹-۵۰۴-۵۰۴ زكريا)

قال رحمه الله تعالى: السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه وهو الغناء والمزامير سواء. (الفتاوى الهندية ۳۵۲/۵ فقط والله تعالى أعلم)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں دف بجانے کے جواز سے بینڈ باجے پر استدلال کرنا؟

سوال (۳۸۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شادی میں دف بجانے کے متعلق حدیث میں آیا ہے لیکن فی زمانہ دعوت نامہ اور ٹوئیس کو چھاپتے ہیں اور اس کو ہر آدمی کے ہاتھ دیا جاتا ہے، اور ٹوئیس کو اکثر جگہ میں لگایا جاتا ہے اور شادی بھی شادی ہال میں ہوتی ہے، اس طرح کے کسی اعلان کے باوجود بھی دف بجانے کی ضرورت کیا ہے؟ اور وہ بھی جلا جل اور راگ راگنی اور سیٹی کے ساتھ بجایا جاتا ہے اور بعض شہروں میں تو نو جوانوں کا ایک گروہ باقاعدہ مشق کر کے اس کو اپنا پیشہ بنا چکا ہے اور شادیوں میں بجاتا ہے، اس طرح کا دف بجانا سنت ہے یا حرام؟ مردوں کا کام ہے یا عورتوں کا؟ اور اس کو بجانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پہلی بات تو یہ کہ دف کا مقصد اعلان نکاح ہے اگر یہ

مقصد کسی اور ذریعہ سے حاصل ہوگا تو پھر دف کی ضرورت بالکل نہیں رہتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس دف کی اجازت بعض احادیث میں ہے وہ آج کے معروف دف سے بالکل مختلف ہے، آج دف میں راگ اور موسیقی کے تمام آداب ملحوظ رکھے جاتے ہیں، جو کسی بھی طرح جائز نہیں ہے، اور

دَف کے جواز کی روایت سے موجودہ زمانہ کے بینڈ باجوں کے جواز پر استدلال کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (جواہر الفقہ ۲۱۱-۲۱۳)

قال الفقهاء: المراد بالدف ما لا جلاجل له، كذا ذكره ابن الهمام. (مرقاة

المفاتيح شرح مشكاة المصابيح / باب إعلان النكاح ۳۱۶/۶ زکریا)

قال الفقيه أبو الليث السمرقندي بعد نقل الأقوال والدلائل: أما الدف الذي

يضرب في زماننا هذا مع الفنجات والجلال ينبغي أن يكون مكروهاً بالاتفاق،

وإنما الاختلاف في الدف الذي كان يضرب في الزمن التقدم، والله أعلم. (بستان

العارفين / الباب الثالث والثمانون في ضرب الدف ۶۵ كوثه، بحواله: فتاوى محموديه ۴۲۸/۱۷ ميرٹھ)

قوله: الدف الخ: ما يكون مجلداً من جانب واحد وصرح الفقهاء بعدم

جواز ذي جلاجل، أقول: تدل المسائل على التوسيع، وجواز ما يقال له الدهل،

وجواز النقارة والطبل؛ فإنه لا ذوق ولا حظ في هذه الأشياء. (العرف الشذي ۳۵۷

رحيمية ديوبند، شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ۵۰۵/۹، مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح /

باب إعلان النكاح ۴۲۵/۳ أصح المطابع مبائي) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

دولہا کے گلے میں پھول کا سہرا ڈالنا؟

سوال (۳۸۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شادی میں پھول وغیرہ کا سہرا گلے میں ڈالنا کیسا ہے، درست ہے یا نہیں؟ اس اندازہ سے

تحریر فرمائیں کہ اگر شادی میں پھول کا سہرا گلے میں نہ ڈالا گیا، تو جھگڑا کھڑا ہو جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سہرا باندھنا ہندوانہ طریقہ ہے، مسلمانوں کے لئے اس

سے احتراز لازم ہے، اگر جھگڑے کا اندیشہ ہو تو مسئلہ شرعی بتا کر لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱/۲۵۱ میرٹھ، فتاویٰ دارالعلوم ۱/۱۵۱، اصلاح الرسوم ۳۱، کفایت المفتی ۱۳۰/۵)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داود، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۵۹/۲ رقم: ۴۰۳۱ مكتبة دار الحديث ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا حضور نے سہرا باندھا ہے؟

سوال (۳۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سہرے باندھے ہیں، یہ سات سہرے کیا ہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سہرا باندھنا ہندوئی رسم ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی طرح ثابت نہیں، جو لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سہرا باندھنے کی بات منسوب کرتے ہیں وہ خلاف واقعہ اور غلط ہے، مسلمانوں کو بہر حال اس طرح کی ”ہندوئی رسم“ سے بچنا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱/۲۵۱ میرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطبہ نکاح کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر؟

سوال (۳۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کا خطبہ نکاح پڑھانے سے پہلے پڑھنا افضل ہے یا بعد میں؟ نیز نکاح کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے، اور خطبہ نکاح کے لئے قیام ضروری نہیں، کھڑے ہو کر پڑھنے میں اگر اعلان زیادہ ہوتا ہو تو یہ مندوب ہوگا؛ البتہ متعدد روایات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر خطبہ پڑھنا ثابت ہے، اور شراح حدیث نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ جمعہ کے علاوہ ہے؛ لہذا خطبہ نکاح کے لئے مستقل قیام کی ضرورت نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۹۲۱/۶-۱۹۳۰ میرٹھ)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: جلس رسول الله صلى الله صلى الله عليه وسلم على المنبر و جلسنا حوله، فقال: إن مما أخاف عليكم بعد ما يفتح عليكم من زهرة الدنيا وزينتها، الحديث. (صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب التحذير من الاغترار بزينة الدنيا الخ. ۳۳۶/۱ زکریا)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده جلس النبي صلى الله عليه وسلم عام الفتح على درج الكعبة، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: من كان له حلف في الجاهلية لم يزد الإسلام إلا شدة ولا هجرة بعد الفتح. (أخرجه الترمذي في سير وابن خزيمة في الزكاة الخ، الأدب المفرد على هامش فصل الله الصمد في توضيح الأدب المفرد / باب لا حلف في الإسلام ۵۵۸/۱-۵۵۹ رقم: ۵۷۰ عباس أحمد الباز مكة المكرمة فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲۷/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ .

روپیوں کے ہار کی رسم ختم کرنے کے لئے دولہے کے گلے

میں پھولوں کا ہار ڈالنا؟

سوال (۳۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عام طور پر مشاہدہ ہے کہ شادیوں کے اندر بہت سی رسومات ہوا کرتی ہیں، جو سب ناجائز اور

حرام ہوتی ہیں، ان تمام رسومات میں سے ایک قبیح رسم یہ بھی ہے کہ دولہے کے گلے میں روپیوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں اور یہ رسم نہایت بدتمیز رسم ہے؛ کیوں کہ خرید و فروخت کے وقت کھلم کھلا اس کے اندر سود دیا جاتا ہے، کیا اس رسم کو ختم کرنے کے لئے اور ناجائز اور حرام سے بچنے کے لئے پھولوں کے ہار کو گلے میں ڈالنا اور ان کو ایجاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نوٹوں کا ہار اور پھولوں کا ہار دولہا کو پہنانا دونوں

ہندووانی رسمیں ہیں، اس لئے ایک کے بدلہ دوسری رسم کو جاری کرنے کی اجازت بالکل نہیں دی جاسکتی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۲۵۲ میرٹھ)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داود، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۵۹/۲ رقم:

۴۰۳۱ مكتبة دار الحديث ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں لڑکی والوں سے دباؤ ڈال کر پیسہ لینا اور ولیمہ کرنا؟

سوال (۳۹۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے دس ہزار روپے لے کر ہندہ سے شادی کی اور اسی رقم سے دعوت ولیمہ کر رہا ہے، تو

کیا اس دعوت میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ نیز شادی کے موقع پر مسجد مدرسہ میں بھی چندہ دینے کا

رواج ہے، تو کیا اس رقم سے مسجد مدرسہ میں چندہ دیا جاسکتا ہے، اسی طرح نکاح پڑھانے والے کو

اس رقم میں سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید نے لڑکی والوں سے جو رقم لی ہے وہ رشوت اور

حرام ہے، اگر خصوصاً اسی رقم سے وہ دعوت کرے تو اس میں شرکت نہ کرنی چاہئے، اسی طرح وہ رقم مدارس و مساجد کے چندہ اور نکاح خوانی کی اجرت میں بھی اُس وقت تک نہ لی جائے، جب تک کہ اصل مالک (لڑکی والے) بخوشی اجازت نہ دے دیں۔

قال تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۱۸۸]

قال العلامة الألوسی تحت الآیة: "والمراد من الأكل" ما یعم الأخذ

والاستیلاء، وعبر به؛ لأنه أهم الحوائج والمعنى: لا یأكل بعضکم مال بعض. (روح المعانی ۶۹۱۲ دار إحياء التراث العربی بیروت)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرة إلا بطيب نفس منه. (مشكاة

المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح ۱۳/۳۵، المسند للإمام أحمد بن

حنبل ۷۲۱۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹۱۲ رقم: ۵۴۹۳)

وأخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزواج أن يستردوه؛ لأنه رشوة. (البحر

الرائق ۱۸۷۱۳ كونه، الدر المختار ۷/۴۳۰ زكريا)

فعلم من هذا أن ما يأخذه الزوج من أهل المرأة قبل التزوج، فلهم أن

يستردوه بالأولى؛ لأنها رشوة كما في هبة. رد المحتار. (كفا في مجموعة الفتاوى

۱۹۱) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۳ھ

شادی سے پہلے لڑکی والوں سے پیسہ لینا؟

سوال (۳۹۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی شادی کی بات ہوئی، لڑکی والوں نے طے کرتے وقت لڑکے کو یا اس کے ولی کو کچھ رقم

دی، تو کیا یہ رقم لینا اور دینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اس پیسہ کو لینے کا لڑکی والوں سے مطالبہ کیا جائے اور جبر کیا جائے یا نہ دینے پر رشتہ توڑنے کی دھمکی دی جائے، تو یہ لین دین ہرگز درست نہیں ہے۔
(مجموعۃ الفتاویٰ للعلامة الکنوی ۱۹۱/۲)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳/۳۵، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳)

ولا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (كفا في البحر الرائق ۴۱/۵، الفتاوى الهندية ۱۶۷/۲، شامي / باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال ۱۰۶/۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۵/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بے پردگی والی شادی میں بیوی کو جانے پر مجبور کرنا؟

سوال (۳۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شادیوں اور تقریبات میں آج کل عام طور سے بے پردگی ہوتی ہے، اگر شرکت نہ کریں تو اعزاء سے قطع رحمی ہے، اور اگر شرکت کریں تو بہت بے پردگی ہوتی ہے، کیا یہ بے پردگی معاف ہے؟ نیز میرے شوہر کہتے ہیں کہ تمہاری بے پردگی کا گناہ میرے اوپر ہے تم چلو، اگر شوہر کا حکم نہ مانوں تب بھی گھر میں رہنا دو بھر کر دیتے ہیں، کیا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہاں بے پردگی یقینی ہو، وہاں عورت کو جانے پر مجبور

کرنا شوہر کے لئے قطعاً جائز نہیں ہے، اور یہ کہنا کہ تمہارا گناہ میرے سر ہوگا، تو بڑی جسارت اور خطرہ کی بات ہے، اس جملہ پر توبہ اور استغفار لازم ہے، اور تقریبات میں جانا جب ناگزیر ہو تو مکمل پردہ کے ساتھ جانا چاہئے، اور شادی کے مقام پر بھی پردہ کا ختی الامکان خیال رکھنا چاہئے، مثلاً مردوں سے آڑ میں بیٹھیں یا زیادہ بے پردگی ہو، تو وہاں بھی برقع اوڑھے رہیں، اس طرح شرکت بھی ہو جائے گی اور بے پردگی کا گناہ بھی نہ ہوگا، اور شوہر کا منشاء بھی پورا ہو جائے گا۔ (در مختار ۹/۵۳۲)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ

وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۳]

و دل قوله تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ على وجوب التعاون بين

الناس على البر والتقوى، والانتهاى عما نهى الله عنه، وحرمة التعاون على المعاصي والذنوب، ويؤكد حديث: ”المدال على الخير كفاعله“. (التفسير المنير

۷۴۱۶ دار الفكر بيروت)

وقال الإمام ابن الكثير: يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل

الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاه عن التناصر على الباطل، والتعاون على الماثم.

عن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

..... ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من أتبعه إلى يوم القيامة، لا

ينقص ذلك من آثامهم شيئاً. (تفسير ابن كثير ۶/۲ لاهور)

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم - في

حديث طويل - لا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف. (صحيح مسلم /

باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ۱۲۵۱۲، صحيح البخاري ۱۰۵۸۱۲ رقم: ۷۱۴۵)

لا طاعة لأحد من المخلوقين كائناً من كان، ولو أباً أو أما أو زوجاً في

معصية الله. (فيض القدير ۱۲/۵۱۸۶ مکتبة الباز مکه المکرمه، مرقاة المفاتيح / کتاب الإمارة والقضاء ۶/۲۴۶ زکریا)

عن عبد الله رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي رقم: ۱۱۷۳، مسند بزار-البحر الذخار رقم: ۲۰۶۱، صحيح ابن خزيمة / باب اختيار صلاة المرأة في بيتها رقم: ۱۶۸۵، صحيح ابن حبان / ذكر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ۵۵۹۸)

وإن كان هناك لعب وغناء قبل أن يحضر فلا يحضر؛ لأنه لا يلزمه الإجابة إذا كان هناك منكر. (البحر لرائق، الكراهية / قبيل فصل في اللبس ۱۸۸/۸ كوئنه، شامي ۵۰/۱۹ زکریا)

عن الأحوص قال: قال عبد الله: احبسوا النساء في البيوت؛ فإن النساء عورة الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ۴/۵۴ رقم: ۱۷۷۰، دار الكتب العلمية بيروت)

فأمر الله سبحانه وتعالى المؤمنين والمؤمنات بغض الأبصار عما لا يحل فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ولا المرأة إلى الرجل. (تفسير القرطبي ۱۲/۱۵۱)
النظر إلى وجه المرأة الأجنبية الحرة ليس بحرام ولكنه يكره بغير حاجة.
(فتاوى التارخانية ۱۸/۹۵ رقم: ۲۸۱۴۵، وكذا في الدر لمختار مع الشامي / الحظر والإباحة ۹/۳۲ زکریا)
واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني ۲۸/۱۰۹، شرح النووي على مسلم ۴/۳۵)
فقط والله تعالى اعلم

کتبه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کے والد کا لڑکی والوں سے تعلق مانگنا؟

سوال (۳۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی شادی شرعی طور پر کرنے کے لئے والد صاحب تیار نہیں، یہ کشمکش کئی سال سے چل رہی ہے، اور والد صاحب کی رضامندی سے شادی کرنے پر والد صاحب نے ایک لاکھ روپے تک مانگا ہے، زید مذہبی لڑکا ہے، عذابِ جہنم سے ڈرتا ہے، ایسی صورت میں والد کی رضامندی کے بغیر شادی کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اولاً آپ اپنے والد صاحب کو سمجھانے کی کوشش کریں

کہ لڑکی والوں سے تک لینا کھلی رشوت ہے، جو حرام اور باعثِ عذاب ہے، اگر یہ بات اُن کی سمجھ میں آجائے تو اُن کی رضامندی کا خیال رکھیں، مگر وہ اصرار کریں اور تک لئے بغیر شادی کرانے کے لئے تیار نہ ہوں، تو ایسی صورت میں والد کی رضامندی کے بغیر آپ کے لئے دوسری جگہ بغیر تک لئے شادی کرنا جائز و درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۱۴/۵-۳۲۲، عزیز الفتاویٰ ۱۵۸)

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم - في

حديث طويل - لا طاعة في معصية الله إنما الطاعة في المعروف. (صحيح مسلم / باب

وجوب طاعة الأُمراء في غير معصية ۱۲۵/۲، صحيح البخاري ۱۰۵۸/۲ رقم: ۷۱۴۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۲۶ھ

نکاح سے قبل داماد یا بہنوئی کو رقم ہدیہ دینا؟

سوال (۳۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نکاح سے پہلے بننے والے داماد یا بہنوئی کو اعلانیہ یا پوشیدہ طور پر کچھ رقم ہدیہ کے نام سے دینا جائز ہے یا ناجائز یا اسراف؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر داماد یا بہنوئی کی طرف سے کسی قسم کا مطالبہ تہہ ہو اور

نہ لڑکی والوں پر کسی قسم کا دباؤ ہو، تو ایسی صورت میں تعلقات اور محبت کی غرض سے بہنوئی یا داماد کو کوئی چیز بطور ہدیہ دینا درست ہے؛ لیکن لڑکے کی طرف سے لڑکی والوں سے تحائف یا رقومات کا مطالبہ کسی طرح جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ نہایت گھٹیا حرکت ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تهادوا

تحابوا. (السنن الكبرى للبيهقي / باب التحريض على الهبة والهدية ۲۸۰/۶ رقم: ۱۱۹۴۶ دار الكتب

العلمية بيروت) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منڈھا کرنا کیسا ہے؟

سوال (۳۹۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: منڈھا کرنا کیسا ہے؟ اور منڈھے کی دعوت کھانا جائز ہے یا نا جائز؟ غیروں کی رسم ہے یا

برادری کا کھانا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی میں صرف دعوتِ ولیمہ مسنون ہے، جو نکاح کے

بعد لڑکے کی طرف سے کی جاتی ہے؛ لہذا بارات سے پہلے منڈھا کے نام سے کی جانے والی دعوت

سنت نہیں کہی جائے گی، اس طرح کی دعوت کو ختم کر کے ولیمہ کی مسنون دعوت کا اہتمام کرنا چاہئے،

باقی جو مہمان شادی سے قبل لڑکے والوں کے یہاں پہنچ جائیں، ان کو بلا کسی التزام کے کھانا کھلانے

میں حرج نہیں ہے۔

إن الولیمة هی الطعام فی العرس، قال ابن رسلان: وہم أعرف

بموضوعات اللغة، وأعلم بلسان العرب، فظاهر الأمر الوجوب، وقال: مشهور

المذہب إنها مندوبة. (بدل المجہود / کتاب النکاح ۱۲۷/۱۰ بیروت)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه. (صحيح البخاري رقم: ۶۱۳۶، صحيح مسلم رقم: ۴۸، سنن الترمذي ۱۸۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۵/۷/۲۰۲۷ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

”منڈھا“ کی حقیقت اور اس کے کھانے کا حکم

سوال (۳۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں شادی کے موقع پر لڑکے کی شادی ہو یا لڑکی کی، نکاح سے ایک روز پہلے کچھ مہمان بھی آجاتے ہیں، کچھ خاندان کے لوگ بھی رہتے ہیں، کچھ وہ لوگ بھی رہتے ہیں جو نکاح والے دن کھانا وغیرہ کھلاتے ہیں، ان سب کی نکاح سے ایک روز پہلے دعوت کر دیتے ہیں، اس کو عوامی زبان میں منڈھا بولتے ہیں، بعض لوگ اس کا اتنا اہتمام کرتے ہیں کہ شادی کارڈ میں بھی لکھا دیتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس منڈھا کے نام سے کھانا کھلانا یا کھانا کیسا ہے؟ اور یہ منڈھا لفظ کیا ہے، کہاں سے آیا ہے؟ ہم اہل علم حضرات اس کھانے میں شریک ہوں یا نہ ہوں، اگر ہم شریک نہ ہوں تو ہم سے لوگ معلوم کرتے ہیں کہ کیوں شریک نہیں ہوئے؟ جب کہ یہ دعوت صرف نکاح کے استقبال میں ہے کوئی رواجی یا رسمی نہیں ہے؟ منڈھا تو اصل غیر مسلموں میں ہوتا ہے، جو منڈھے میں کڑھی چاول پکاتے ہیں، عوام ہم کو اس طرح سمجھاتے ہیں، اس لئے آپ ہمیں وضاحت سے شرعی حکم سے آگاہ فرمادیں، پھر ہم عوام کو سنادیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی سے پہلے اپنے قریبی اعزاء اور دوستوں کو گھر پر بلا کر کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ جب کہ اس میں دیگر رسومات شامل نہ ہوں، بعض جگہ یہ رسم تھی کہ شادی سے ایک دن پہلے لڑکے والوں اور لڑکی والوں کی طرف سے نائی جوڑا اور مہندی

لے کر ایک دوسرے کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور اُس کی آمد کے اہتمام میں دعوت ہوتی تھی، اور بھی بعض دیگر احمقانہ اور جاہلانہ رسومات ہوتی تھیں، اور انہیں سب باتوں کے مجموعہ کو ”منڈھا“ کہا جاتا تھا، تو اگر یہ باتیں پائیں جائیں، تو اُس میں شرکت درست نہیں ہے، اور اگر یہ رسومات نہ ہوں؛ بلکہ محض حاضر مہمانوں کو کھانا کھلایا جائے، تو اس میں حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: اصلاح الرسوم ۳۳، بہشتی زیور ۶/۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منگنی کی دعوت کھانا کیسا ہے؟

سوال (۳۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: منگنی کی دعوت کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: منگنی کی دعوت شریعت سے ثابت نہیں ہے، اور عام

طور پر اس طرح کی دعوت میں نام و نمود اور فضول خرچیاں بکثرت ہوتی ہیں، اس لئے ایسی دعوتوں کا اہتمام مناسب نہیں ہے؛ تاہم اگر بلا کسی اہتمام و انتظام کے اس موقع پر کچھ اہل خانہ یا اعضاء جمع ہو جائیں، تو ان کو کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۶۶/۹، بہشتی زیور ۶/۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”چوٹی“ کا کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال (۴۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: فتاویٰ رشیدیہ ۵۶۸ پر سوال لکھا ہے، شادی سے پہلے کھانا کرنا جیسا رواج ہے، اور اس کو

چوٹی کا کھانا کہتے ہیں، کیسا ہے؟ اور اس کھانے کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ جواب میں لکھا ہے کہ خوشی میں عزیزوں دوستوں کو کھانا کھلانا درست ہے، جب تک فخر و ریاضہ ہو، اور نہ اس کو رسم جیسی واجب جانے، اس سوال و جواب سے کیا یہی کھانا مراد ہے جس کا اوپر کے سوال میں ذکر ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دلہا کو تیار کرتے وقت جو کھانا کھلایا جاتا ہے، اُس کو ”چوٹی کا کھانا“ کہتے ہیں، اس بارے میں فتاویٰ رشیدیہ میں جو فتویٰ لکھا ہے، وہ اپنی جگہ درست ہے۔ (مستفاد: اصلاح الرسوم ۳۳، بہشتی زیور ۲۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح سے قبل ہونے والی بہو کو جوڑا پہنانا؟

سوال (۴۰۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح سے قبل ہونے والی بیٹے یا بھائی کی بہو کو جوڑا پہنانا جائز ہے یا ناجائز؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بطور خوشی جوڑا پہنانے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ اس کو رسم نہ بنایا جائے، اور نہ اس کو ضروری سمجھا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۳۲۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تهادوا تحابوا.
(السنن الكبرى للبيهقي / باب لتحريض على لبهة والهدية ۲۸۰/۶ رقم: ۱۱۹۴۶ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳/۳۵، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳)

حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳

فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص

مكروها. (مجموعة رسائل اللكنوي / مباحة الفكر في الجهر بالذكر ۳۴۱۳، ثابهل)

قال الطيبي: وفيه من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل

بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو

منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله عنه أن اللعنة عز وجل يحب أن

تؤتى رخصة، كما يحب أن تؤتى عزائمه. (مرقاة المفاتيح / باب الدعاء في التشهد ۲۶/۳

رقم: ۹۴۶ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳ / ۱۷ / ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زیور عاریت پر لے کر دو لہن کو پہنانا؟

سوال (۴۰۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعض علاقوں میں دولہا والے دو لہن کو بموقع نکاح شہرت کی غرض سے زیورات اپنے اعضاء

واقرباء سے مستعار لے کر چڑھاتے ہیں، جو چند دنوں کے بعد واپس لے لئے جاتے ہیں، اور

تاویل یہ پیش کی جاتی ہے کہ ہم نے دو لہن کو اس کا مالک نہیں بنایا تھا، شریعت میں اس کی کہاں تک

گنجائش ہے؟ واضح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو زیورات دیگر اعضاء سے عاریت پر لے کر دو لہن کو

وقتی طور پر پہنائے جاتے ہیں اور بعد میں واپس لے لئے جاتے ہیں، تو دو لہن اس کی مالک نہیں

ہوتی؛ بلکہ یہ عاریت میں داخل ہے، اور ضرورت کے وقت اس طرح عاریت کے لین دین میں

کوئی حرج نہیں ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن

حضرت اسماء کا ہار بطور عاریت پہننے کے لئے لیا تھا۔

عن عائشة أنها استعارت من أسماء قلاباً. (صحيح البخاري ۷۷۶۱۲، رقم:

۴۹۷۰، سنن أبي داؤد ۵۰۲۱۲)

عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: العارية موداة والزعيم غارم والدين مقضى. (سنن الترمذي ۳۳۹۱، سنن أبي داؤد ۵۰۲۱۲) فقط والله تعالى اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بھات کی رسم

سوال (۴۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اپنی بیٹی یا بہن کی شادی پر بھات کے نام سے دی جانے والی رقم آیا جائز ہے یا ناجائز، غیروں کا طریقہ ہے، یا محض رسم اور تمام مذکورہ بالا باتوں پر، یا کسی ایک پر عمل کرنا ”من تشبه بقوم فهو منهم“ کے قبیل سے ہو گا یا خلاف شرع ہو گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کے موقع پر بھات کی رسم کو اس قدر ضروری سمجھ

لیا گیا ہے کہ چاہے دینے والوں میں استطاعت ہو یا نہ ہو، اور ان کے حالات کتنے ہی کمزور ہوں، ان کو برادری کے دباؤ کی وجہ سے قرض وغیرہ لے کر کے دینا پڑتا ہے، یہ صورت انتہائی ناپسندیدہ اور ظالمانہ ہے، جو ہندو انی رسم و رواج سے ماخوذ ہے؛ لہذا اس عمل کو کرنے والے حدیث ”من تشبه بقوم فهو منهم“ کی رو سے قابل مذمت ہیں، اور معاشرہ سے اس رسم کو مٹانے کی سخت ضرورت ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۰۵۹۱۲ رقم:

۴۰۳۱ مكتبة دار الحديث ملتان)

وفي التمرقات: أي من يشبه نفسه بالكفار، مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصدق والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والحيز. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، اللباس / الفصل الثاني ۲۵۰/۸ تحت رقم: ۴۳۴۷)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳۵۰/۳، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲۱۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۵۱۲۲۷/۷/۲۲

تقریب کے موقع پر فریقین کی طرف سے دیئے گئے تحائف کی واپسی کا حکم؟

سوال (۴۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو تحائف لڑکے کو اور لڑکے والوں کے رشتہ داروں کو دئے گئے تھے ان کا کیا ہونا ہے؟ جو تحائف لڑکے والوں نے لڑکی والوں کو دئے تھے ان کا کیا ہونا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تقریبات کے موقع پر فریقین کے رشتہ داروں کو آپس میں جو تحائف دئے جاتے ہیں، عموماً ان کی واپسی کی نیت نہیں ہوتی، اور نہ ان کی واپسی کا عرف ہے؛ لہذا ان کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

عن أبي منصور قال: قال إبراهيم إذا وهبت المرأة لزوجها، أو وهب الرجل لامرأته فالهبة جائزة، وليس لواحد منهما أن يرجع في هبته. (شرح معاني الآثار / باب الرجوع في الهبة ۳۵۵/۳ رقم: ۵۷۰۳)

وإذا وهب أحد الزوجين ليس له حق الرجوع. (فتاوى التاتارخانية ۴/۹۱۴ زكريا)
 ولو رفعت في تجهيزها لابنتها أشياء من أمتعة الأب بحضرة وعلمه،
 وكان ساكتاً وزفت إلى الزوج، فليس للأب أن يسترد ذلك من ابنته لجريان
 العرف به، وكذا لو أنفقت الأم في جهازها ما هو معتاد، والأب ساكت لا تضمن
 الأم. (تنوير الأبطال مع الدر المختار / باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية ۳۰۹/۴-
 ۳۱۰ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۴/۲/۲۷ھ

جہیز کا مطالبہ، تلک اور کاغذ چھپوائی کی رسم؟

سوال (۴۰۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: جہیز، تلک، شادی کے کاغذ چھپوانا، جہیز کا لینا دینا اور دولہا کے ساتھ زیادہ لوگوں کا جانا کیسا ہے؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ اور تلک کی رسم
 قطعاً ناجائز اور ظلم ہے؛ البتہ اگر لڑکی کے گھر والے بغیر کسی مطالبہ اور دباؤ کے اپنی خوشی سے لڑکی کو
 کچھ سامان وغیرہ دیں تو اس کی شرعاً گنجائش ہے، نیز شادی کارڈ میں فضول خرچی اور لڑکی والے کی
 اجازت اور رضامندی کے بغیر بازاں میں دولہا کے ساتھ زیادہ لوگوں کو لے جانے کی شرعاً اجازت
 نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة
 المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۰۵، مرقاة المفاتيح ۳/۳۵۰، المسند للإمام أحمد بن

حنبل ۷۲۱۰، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳)

لو جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته
بعده إن سلمها ذلك في صحته؛ بل تختص به وبه يفتى. (الدر المختار على رد المحتار
۳۰۶/۴ زكريا، الفتاوى الهندية ۳۲۷/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں نیوتہ کی رسم؟

۰ سوال (۴۰۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: شادی بیاہ یا عقیقہ یا ولیمہ کی دعوت موقع پر دعوت والوں کے یہاں جوڑے کپڑے، اور
لفافے روپیوں کا نوٹہ لیتے ہیں، یہاں تک کہ ایک آدمی دروازے پر قلم کاغذ لے کر بیٹھتا ہے جو
سب کے نام اور روپے جوڑے لکھتا ہے، کیا یہ درست ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نیوتہ کی جو شکل سوال میں تحریر ہے یہ محض ایک رسم ہے،
جو بہت سے مفاسد کو شامل ہے اور جس میں لین دین کرنے والے عموماً خوش دلی سے لین دین نہیں
کرتے؛ بلکہ برادری اور ماحول کے دباؤ میں دیتے دلاتے ہیں۔ بریں بنا یہ رسم قابل ترک ہے،
اس کے خلاف ذہن سازی کی ضرورت ہے؛ البتہ بغیر کسی رسم یا بعد میں واپسی کی امید کے بغیر
اظہار تعلق کے طور پر بخوشی اگر کوئی ہدیہ دیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے۔ (مستفاد: اصلاح الرسوم ۲۴-۴۰)
عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة
المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۰۵، مرقاة المفاتيح ۳/۳۰، المسند للإمام أحمد بن
حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم ۵۴۹۳)

عن عطاء الخراساني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: تصافحوا

یذهب الغل وتهادوا تحابوا تذهب الشحناء. (الموطا لإمام مالك ٦٥، مشکاة المصابيح ٤٠٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کے گھر کی دعوت اور نام نمود کے لئے جہیز کا لین دین؟

سوال (۴۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی کی شادی میں لڑکی کی گھر والوں اگر دعوت دیں، تو اس دعوت میں شرکت کا کیا حکم ہے؟ نیز ہمارے معاشرہ میں جو جہیز رائج ہے، جیسے کچھ لوگ تو صرف دکھاوے کے لئے زیادہ سے زیادہ جہیز دیتے ہیں، اور ایک بڑا طبقہ مجبوراً جہیز دیتا ہے، دونوں کا کیا حکم ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی کے گھر کی دعوت مباح ہے، اگر کوئی منکر نہ ہو تو اس میں شرکت کی گنجائش ہے، اور نام و نمود دکھاوا کے لئے جہیز کا لین دین درست نہیں، نیز لڑکی والوں کی طرف سے لڑکی والوں پر جبریہ مطالبہ کر کے جہیز لینا بھی جائز نہیں؛ البتہ بلا کسی مطالبہ اور جبر کے اگر لڑکی والے کے اعزاء و اقرباء اپنی خوشی سے بچی کو حسب گنجائش نام و نمود کے بغیر کچھ دے دیں، تو یہ منع بھی نہیں ہے۔ (انوار نبوت ۶۷۵-۶۹۱، فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۱۲۷ اذیل)

عن علي رضي الله عنه قال: جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل وقربة وسادة حشوها إذخر. (سنن النسائي ۷۷/۲)

عن عكرمة قال: لما زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة كان فيما جهزت به سرير مشروط ووسادة من آدم حشوها ليف، وثور من آدم وقربة الخ. (الطبقات الكبرى لابن سعد ۱۹/۸)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

اللہ علیہ وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یجزل مال امرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح/ باب الغضب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح ۳/۳۵۰، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإیمان للبیہقی ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳)

عن جندب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من سمع سمع اللہ بہ، ومن یرائی یرائی بہ. (متفق علیہ، مشکاة المصابیح/ باب الریا والسمعة ۴۵۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۲۷
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر معاف کرانے کی رسم قابل ترک ہے

سوال (۴۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ بیوی سے دین مہر معاف کرانے کا رواج عام ہو گیا ہے کیا یہ مناسب اور صحیح ہے؟ دین مہر حالات ناخوش گوار ہونے پر جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے، لڑکی مع سامان و مال اپنے شوہر کے گھر چلی جاتی ہے، لڑکی کے والدین کا اختیار ختم ہو جاتا ہے، قول و قرار ہو کر دین مہر کی رقم صرف تحریر میں ہوتی ہے، دین مہر کے بدل میں لڑکی لڑکے کے اختیار میں ہو جاتی ہے، عرض میری یہ ہے کہ تاریخ رکھتے وقت تخمیناً پچاس آدمیوں کی محفل میں مبلغ پچیس ہزار روپیہ طے ہوئے تھے، لیکن کچھ عرصہ بعد لڑکے کے والد سے ملاقات ہونے پر لڑکے کے والد نے کہا کہ لڑکا تو دین مہر کے معاملہ میں دس ہزار کے قابل بھی نہیں ہے، لڑکے کی ہمشیرہ نے کہا کہ پانچ ہزار روپیہ کے قابل نہیں ہے اور گفتگو بات چیت معاہدہ کے خلاف ہو گئی اور شک میں پڑ گئی اور مشکوک ہو گئی، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر بیوی کا لازمی حق ہے جس کی ادائیگی شوہر پر لازم

اور فرض ہے، مہر کو معاف کرانے کی عرفی اور جبری رسم انتہائی مذموم اور قابل ترک ہے اور کسی طرح

کادباؤ ڈال کر بیوی سے مہر معاف کرانا شرعاً معتبر نہیں ہے، مہر اسی وقت معاف ہو سکتا ہے جب کہ بیوی بغیر کسی خاندانی دباؤ کے محض اپنی خوشی سے مہر معاف کر دے۔ آج کل ہمارے معاشرہ میں اس طرح بخوشی مہر کی معافی کا رواج نہیں ہے؛ بلکہ عموماً رسم و رواج اور خاندانی دباؤ کی وجہ سے یا بے عزتی اور لعن طعن کے ڈر سے عورتیں مہر معاف کرتی ہیں؛ اس لئے بہر صورت شوہر پر ادائیگی لازم ہے۔ افضل یہ ہے کہ نکاح کے بعد پہلی فرصت میں مہر بیوی کے حوالہ کر دیا جائے اور اس کی آسان صورت یہ ہے کہ لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو جو زیور دیا جا رہا ہے، وہ مہر کی نیت سے دے کر لڑکی کو اس کا پوری طرح مالک اور متصرف بنا دیا جائے، اور مسئلہ صورت میں جب کہ نکاح کی تاریخ رکھتے وقت ۲۵ ہزار روپیہ مہر کا وعدہ ہو گیا تھا تو لڑکے والوں کو اس وعدہ کا لحاظ رکھنا چاہئے تھا؛ کیوں کہ وعدہ خلافی شرعاً بری بات ہے، تاہم منگنی کے وقت طے شدہ مہر کا اصلاً اعتبار نہیں ہے، اور اصل اعتبار نکاح کے وقت طے شدہ رقم کا ہے، اس لئے فریقین جس رقم پر خوش دلی سے متفق ہو جائیں وہی مہر قرار پائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲۵۱/۸، ۳۲۷/۸، کفایت المفتی ۱۱۱/۵-۱۱۸)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً، فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا﴾ [النساء: ۴]

عن سعید بن المسيب أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قضى في المرأة إذا تزوجها الرجل أنه إذا أرخيت الستور فقد وجب الصداق. (الموطأ لإمام مالك، النكاح / باب إرخاء الستور ۳۴۲ رقم: ۱۲-۱۳، سنن الدارقطني / النكاح ۲۱۲/۳ رقم: ۳۷۷۸-۳۷۷۹، سنن سعید بن منصور / باب فيما يجب به الصداق ۲۰۱/۱ رقم: ۷۰۷)

عن عمر رضي الله عنه قال: إذا أجيء بالباب، وأرخيت الستور فقد وجب المهر. (سنن الدارقطني / النكاح ۲۱۲/۳ رقم: ۳۷۷۶، سنن سعید بن منصور / باب فيما يجب به الصداق ۲۰۱/۱ رقم: ۷۰۸)

أيما رجل تزوج امرأة، فنوى أن لا يعطيها صداقها، مات يوم يموت وهو

زان. (فیض القدیر ۲۴۷۳/۵ رقم: ۲۹۵۲ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمہ)

والمہر یتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أہد الزوجین، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا یسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق. (الفتاویٰ الہندیہ / الفصل الثانی فیما یتأكد به المہر ۳۰۳/۱ زکریا، الدر المختار مع رد المحتار / باب المہر ۱۰۲/۳ کراچی، وکذا فی بدائع الصنائع / فصل فی بیان ما یتأكد المہر ۵۳۰/۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ولا بد فی صحة حطها من الرضا حتی لو كانت مکروهة لم یصح. (البحر الرائق، کتاب النکاح / باب لمہر ۲۶۴/۳ زکریا، وکذا فی الدر المختار، کتاب النکاح / باب المہر، مطلب فی حط المرأة والإبراء منه ۱۱۳/۳ کراچی، مجموعۃ لفتاویٰ، کتاب الہبۃ وما یتصل بہذا ۳۹۶/۴ لاہور) وصح حطها لکلہ أو بعضہ عنہ، قال الشامی: ففي هبة الخلاصة خوفها بالضرب حتی وهبت مہرہا لم یصح لو قادرا علی الضرب. (الدر المختار مع الشامی ۲۴۸/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۲/۱۳۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اُپٹن اور گیت گانے کی رسم؟

سوال (۴۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: آج کل دیکھتے ہیں کہ جب شادی ہوتی ہے تو ایک دن قبل لڑکے لڑکی دونوں کے گھر والے اُپٹن لگواتے ہیں اور مہندی بھی، اور ساتھ ساتھ عورتیں گیت بھی گاتی ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ان رسومات کی پابندی غلط ہے، انہیں چھوڑنا لازم

ہے۔ (دیکھئے: بہشتی زیور ختری ۲۳۶-۲۳۷)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم.. (سنن أبي داود، كتاب اللباس / باب في لبس الشهرة ۵۵۹/۲ رقم: ۴۰۳۱ مكتبة دار الحديث ملتان)

قال العلامة المناوي تحته: أي تزيًا في ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بعرفهم، وفي تخلقه بخلقهم، وسار بسيرتهم وهديتهم في ملبسهم وبعض أفعالهم..... وبأبلغ من ذلك صرح القرطبي فقال: لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس، منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. (فيض القدير شرح الجامع الصغير ۵۷۴/۱۱ رقم: ۸۵۹۳ مكتبة نزار مصطفى الباز رياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۱ھ

شادی سے پہلے لڑکے/ لڑکی کو مہندی لگانا؟

سوال (۴۱۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بہت سے علاقے میں یہ رواج ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو جن کی شادی ہو رہی ہے، ہفتوں پہلے سے ہلدی مانی شروع کر دیتے ہیں، یہ عمل قرآن و حدیث کی رو سے کیسا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہلدی اور اُبٹن ملنے کی رسومات شرعاً بے اصل ہیں، اگر

بدن کی صفائی مقصود ہو تو کسی بھی چیز سے کی جاسکتی ہے، اس میں ہلدی کی کوئی قید نہیں، اُسے لازم سمجھنا صحیح نہیں، اور ان مواقع پر جو خرافات رائج ہیں وہ سب ممنوع ہیں۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۲۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۹/۱۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

جس تقریب میں کھڑے ہو کر کھلایا جا رہا ہو، اُس میں علماء

کا الگ جگہ بیٹھ کر کھانا؟

سوال (۴۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس جگہ کھڑے ہو کر کھانا کھایا جا رہا ہوں، ایسی جگہ اہل علم حضرات کی بھی دعوت ہو، مگر اہل علم کے بیٹھنے کا انتظام کر رکھا ہو، کیا اہل علم حضرات ایسی دعوت قبول کر کے کھانا کھانے جاسکتے ہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مقتدی حضرات کو ایسی دعوت میں شرکت سے احتراز کرنا چاہئے، اور اگر پیشگی علم نہ ہونے کی وجہ سے شریک ہو جائیں، تو نکیر ضرور کرنا چاہئے؛ تاکہ صاحب خانہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو سکے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۱۲۹/۱ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا، أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [لقمان: ۶]

فی معالم التنزیل: عن عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہما والحسن وعکرمہ وسعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ قالوا: لہو الحدیث الغناء والمزامیر والمعازف. وفي تفسیر التي لہو الحدیث الغناء وتعلم الموسيقى وما يتغن به كالدف والبربط والطنبور والتصفيق وما يشبه ذلك، فكل ذلك حرام وفسق، والجلوس عليها معصية، والتلذذ به كفر. (البحر الرائق، کتاب الکراهية / فصل فی الأكل والشرب ۲۴۶/۸ زکریا، وکذا فی المحيط البرہانی، کتاب الاستحسان والکراهية / الفصل الثامن عشر فی الغناء واللہو وسائر المعاصي والأمر بالمعروف ۱۰۱۲/۶ زکریا)

ومن دعی الی ولیمة فوجد ثمة لعباً أو غناء، فلا بأس أن یقعد، ویأکل هذا إذا لم یکن مقتدی بہا، أما إذا کان ولم یقدر علی منعہم، فإنه یخرج ولا یقعد،

ولو كان على ذلك المائدة لا ينبغي أن يقعد، وإن لم يكن مقتدى به. (الفتاوى

الهندية ۳۴۳/۵، وكذا في البحر الرائق / الكراهية ۳۴۵/۱۸ زكريا) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈیمانڈ دینا درست ہے یا نہیں؟

سوال (۴۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: فی زمانہ ڈیمانڈ دینا درست ہے کہ نہیں؟ جب کہ حالت یہ ہے کہ ڈیمانڈ نہ دینے پر لڑکا

برابری کا نہیں مل پاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کے گھر والوں پر رقم

لینے کا دباؤ بنانا، بہت بڑی بے شرمی کی بات ہے، اور لڑکی والے اگر ان کے دباؤ کو قبول کر لیں تو یہ ایک طرح سے غلط بات کو جاری کرنے میں تعاون ہوگا؛ اس رسم بد کو جڑ سے ختم کرنے کی واحد تدبیر یہ ہے کہ سب لڑکی والے مل کر بے جا مطالبات کی نفی کرے، اگر ڈیمانڈ اور بے جا مطالبات کا سلسلہ جاری رہے گا، تو یہ رسم کبھی ختم نہیں ہوگی۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: سمعت النبي صلى الله عليه

وسلم يقول: من تزوج امرأة لعزها لم يزد الله إلا ذلاً، ومن تزوجها لمالها، لم

يزده الله إلا فقراً. الحديث (المعجم الأوسط للطبراني ۱۷۸/۳ رقم: ۲۳۶۳)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة

المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳/۳۵۰، المسند للإمام أحمد بن

حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲ رقم: ۵۴۹۳)

وفي الشامية: ومن السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته. (شامي

۶۰۷۱۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کارڈ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۱۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شادی کارڈ کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آج کل جس طرح شادی کارڈ پر بے دریغ روپیہ خرچ

کیا جاتا ہے اور محض ناموری اور دکھاوے کے لئے قیمتی کارڈ چھپوائے جاتے ہیں، یہ طریقہ اسراف

اور فضول خرچی کی بنا پر بلاشبہ ناجائز ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اپنے اعزاء اور متعلقین کو مدعو کرنے کے

لئے سادہ انداز میں تحریر بھیجے، خواہ وہ ہاتھ سے لکھی ہوئی ہو یا مطبوعہ ہو، تو اس میں شرعاً کوئی حرج

نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بھی اطلاع اور اعلان کی ایک شکل ہے۔ (بہشتی زیور ۶/۴۰)

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ، وَكَانَ

الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ [بنی اسرائیل: ۲۷]

قال القرطبي: والتبذير إنفاق المال في غير حقه ولا تبذير في عمل

الخير. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱۰/۲۴۷)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد. (سنن الترمذي ۲۰۷/۱)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

حق المسلم على المسلم خمس: إجابة الدعوة. (صحيح البخاري ۱۶۶/۱ رقم: ۱۲۲۶)

عن نافع قال سمعت عبد الله بن عمر رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أجيئوا هذه الدعوة إذا دعيتم لها، قال: وكان عبد الله يأتي الدعوة في العرس وغير العرس وهو صائم. (صحيح البخاري ۷۷۸/۲ رقم: ۴۹۸۵) ويندب إعلانه أي إظهاره. (شامي ۶۶/۴ زكريا)

قال تعالى: ﴿وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ [الأنعام، جزء آيت: ۱۴۱] ﴿وَلَا تُسْرِفُوا﴾ أي لا تتجاوزوا الحد - إلى قوله - فقد أخرج ابن أبي حاتم أنه قال: لو كان أبو قبيس ذهباً فأنفقه رجل في طاعة الله تعالى لم يكن مسرفاً، ولو أنفق درهماً في معصية الله تعالى كان مسرفاً. (روح المعاني ۵۷/۵ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱/۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شادی کارڈ غیروں کی تقلید ہے؟

سوال (۴۱۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا یہ غیروں کی تقلید تو نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کارڈ کی حیثیت محض ایک اطلاع نامہ کی ہے،

اس میں غیروں کی تقلید کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱/۲۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کارڈ میں لڑکی کا نام لکھنا؟

سوال (۴۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شادی کارڈ میں صرف لڑکے کا نام لکھا جائے اور لڑکی کا نام نہ لکھا جائے، لڑکی کا نام لکھنے میں کیا قباحت ہے؟ زید کہتا ہے کہ لڑکی کا نام بھی پردہ ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی کارڈ میں لڑکا اور لڑکی دونوں کا نام لکھا جاسکتا

ہے، نکاح کے موقع پر لڑکی کے نام کے اظہار میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے زید کا یہ کہنا کہ ”لڑکی کے نام میں بھی پردہ ہے“ غیر ضروری ہے۔

کما یستفاد: أن الغائبة لا بد من ذکر اسمها، واسم أبيها، وجدها، وإن

كانت معروفة. (شامی ۹۰/۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۸/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کارڈ پر تصویر کی شکل میں ”بسم اللہ“ لکھنا؟

سوال (۴۱۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعض کارڈوں پر بسم اللہ شریف ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اس کا احترام مشکل ہے، پھر بعض پر بسم اللہ تو بصورت تصویر جاندار یعنی بشکل بطخ لکھی ہوئی ہوتی ہے، کیا یہ تصویر سازی اور وہ بھی بسم اللہ شریف سے ممنوع نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بسم اللہ تو جہاں بھی لکھی رہے اُس کا احترام لازم ہے،

اُس میں شادی کارڈ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، جس طرح ایک عام خط میں بسم اللہ یا اُس جیسے کلمات لکھے جاتے ہیں، اسی طرح شادی کارڈ میں بھی لکھے جاتے ہیں۔ اب یہ مدعوین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا احترام بجالائیں؛ البتہ بسم اللہ کو تصویری شکل میں لکھنا قطعاً ناجائز ہے اور اللہ کے نام کی

سخت توہین ہے، اس پر سختی سے نکیر ہونی چاہئے۔ (مستفاد: کنایت المفتی ۹/۲۴۱ دارالاشاعت کراچی)

عن عبد الله رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون. (صحيح البخاري ۸۸۰۱۲)

عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس إذا أتاه رجل، فقال يا ابن عباس! إني إنسان إنما معيشتي من صنعة يدي وإني أصنع هذه التصاویر، فقال ابن عباس: لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح، وليس بنافع أبداً فربما الرجل ربوة شديدة وأحضر وجهه، فقال: ويحك أن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح. (صحيح البخاري ۲۹۶۱)

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن يترك في بيته شيئاً فيه تصاویر إلا نقضه. (صحيح البخاري ۸۸۰۱۲)

لا يحل عمل شيء من هذه الصور ولا يجوز بيعها ولا التجارة لها، والواجب أن يمنعوا من ذلك. (بلوغ القصد والمرام ۲۰، بحواله: تصویر کے شرعی احکام) .
وأما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقاً؛ لأنه مضاهاة لخلق الله. (الرد المحتار مع الدر المختار ۶۵۰/۱) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا الله عنه

جس شادی میں فوٹو گرافی اور ویڈیو بنایا جائے اس میں شرکت کرنا

سوال (۴۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شریعت اسلامیہ میں نکاح ایک عبادت ہے، اس کو بطریق سنت ادا کرنے کے بجائے غیر شرعی چیزیں اور آلات جدیدہ سے اس مبارک مجلس کو خراب و ناجائز بنایا جاتا ہے، اس کے متعلق چند سوالات قابل دریافت ہیں، اس کے احکام بدلیل قرآن و حدیث وقفہ بیان کر کے امت کو راہ

راست دکھائیں؟

مجلس نکاح میں فوٹو اور ویڈیو اٹھایا جاتا ہے، اس میں شرکت کرنا حرام ہے یا مکروہ؟ اور خصوصاً اس میں علماء کرام اور ائمہ مساجد کا شریک ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادیوں میں فوٹو گرافی اور ویڈیو کے ذریعہ فلم بندی

جائز نہیں ہے، یہ ایک عظیم سنت یعنی نکاح کی سخت توہین ہے، ایسی مجالس میں مسلمانوں خاص کر علماء اور ائمہ مساجد کا شریک ہونا بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ ان کی شرکت سے معاصی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور منکرات پر لوگوں کو جسارت ہوتی ہے۔

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول:

إن أشد الناس عذاباً عند اللہ المصورون. (صحیح البخاری ۸۸۰۱۲)

ہذا إذا لم یکن مقتدی بہ أما إذا کان لم یقدر علی منعہم فإنہم ینخرج

ولا یقعد. (الفتاویٰ الہندیہ ۳۴۳/۵)

قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: قال أصحابنا وغیرہم من العلماء: تصویر

صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا

الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو

درهم أو دينار أو فليس أو إناء أو حائط أو غيرها. (شرح النووی علی مسلم، کتاب

اللباس / باب تحريم تصوير صورة الحيوان ۱۹۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کی فحش ویڈیو بنا کر TV پر دیکھنا؟

سوال (۴۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اس مجلس میں عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور بغیر برقع و پردہ کے آتی ہیں اور ان کا بھی ویڈیو اٹھایا جاتا ہے، اور بعض وقت دولہا اور دلہن کے سر، چہرے اور سینہ کے کپڑے ہٹا کر فوٹو اور ویڈیو اٹھایا جاتا ہے، اور بعض وقت دولہا و دلہن کے میل ملاقات کا ویڈیو لیا جاتا ہے، اور یہ ویڈیو اور فوٹو گراف کرنے والے اکثر اجنبی ہوتے ہیں، اور کافر مرد ہوتے ہیں، اس طرح اس کی فلم بنا کر اس کوٹی وی میں سب مرد عورتیں دیکھتی ہیں، اس طرح دیکھنا زنا ہے یا اس سے بھی زیادہ گناہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں جو صورت لکھی گئی ہے وہ سب حرام ہیں، اور

اعلیٰ درجہ کی بے حیائیوں میں شامل ہیں، اس طرح کی فلموں کا ٹیلی ویژن پر وغیرہ دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، اور بالکل ناجائز ہے اور طرح طرح کے فتنوں کو ابھارنے کا ذریعہ ہے۔

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغناء

ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع. (رواه البيهقي في شعب الإيمان، مشكاة

المصابيح، كتاب الآداب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ۴۱۱)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "الغناء" - بكسر الغين،

ممدوداً: أي التغني - "ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". يعني الغناء سبب النفاق ومؤد إليه، فأصله وشعبته، كما قال: وفي شرح السنة:

قيل: الغناء رقية الزنا وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شارب الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام وأطب في دلائل تحريمه". (مرقاة

المفاتيح، كتاب الآداب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ۵۵۷/۸-۵۵۸ رقم: ۴۸۱۰)

أما التلفزيون والفيديو، فلا شك في حرمة استعمالها بالنظر إلى ما

يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة، من الخلاعة والمجون، والكشف عن

النساء المتبرجات أو العاریات، وما إلى ذلك من أسباب الفسوق: (تکملة فتح الملهم ۱۶۴/۴ مکبة دار العلوم کراتشي)

في الحديث: والعینان تزنیان وزناهما النظر. (مسند أحمد بن حنبل ۳۴۲/۲)
 ويحتمل أن تكون العلة كون ذلك استمتاعاً بما لا يحل بلا ضرورة
 ولينظر هل يحرم النظر بشهوة إلى الصورة المنقوسة محل تردد؟ ولم أراه
 فليراجع. (شامي / کتاب الحظر والإباحة ۳۷۲/۶ کراچی، ۵۳۵/۹ زکریا)

وقيل: الغناء رقية الزنا، وقال قتادة: هو كل لهو ولعب ﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ
 اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ يعني يفعله عن جهل. (تفسير البغوي المسمي معالم التنزيل / سورة لقمان
 ۴۹، ۱۳ تالیفات اشرفیہ ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکرات والی شادی میں شرکت کرنا؟

سوال (۴۱۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہماچل پر بھارت کا ایک دور افتادہ اور پہاڑی علاقہ ہے، اس میں مسلمانوں کی کل تعداد تقریباً ۲ فیصد ہے، برصغیر ہندوپاک کی تقسیم کے وقت یہاں کے مسلمانوں کی غالب تعداد جب کہ تقسیم ملک سے قبل خاصی تعداد میں تھے، یا تو پاکستان منتقل ہو گئے یا پھر حالات کاشکار ہو گئے، جو تھوڑے بہت مسلم یہاں رہ گئے تھے، ان میں سے اکثر و بیشتر نے ارتداد کا راستہ اختیار کیا، اکثر لوگوں نے اپنے نام تبدیل کر لئے، اور عملاً تمام مشرکانہ اعمال، رسومات اور غیر اسلامی روایات ان میں سرایت کر گئیں، جب ملکی حالات کچھ معمول پر آئے تو اللہ کے کچھ بندوں اور بہی خواہان قوم نے ہماچل پردیش میں بنام خدا اصلاح و تربیت، دعوت و تبلیغ کا کام ان مشکل ترین حالات میں شروع کیا، جو کہ بجز اللہ جاری ہے، دینی مکاتب اور غیر آباد مساجد کی آبادی کا کام شروع کیا، اس سب کے باوجود فاسد العقیدہ اور مرتد شدہ قوم کو راہ مستقیم پر لانا کوئی آسان کام نہ تھا، اگرچہ دعوت و تبلیغ

تعلیم و تعلم اور اصلاح معاشرت کی جدوجہد اور محنت جاری ہے۔

تاہم یہاں کے بیشتر مسلمان سماجی تقریبات بالخصوص بیاہ شادی میں افعال کبیرہ مثلاً شراب نوشی، فحاشی، ناچ گانا بجانا، شادی کی اول تا آخر ویڈیو فلم تیار کرنا وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، تمام تر جدوجہد اور محنت کے باوجود تاحال افعال مذمومہ سے خلاصی نہ مل سکی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کے غیر شرعی اور غیر اسلامی ماحول اور فضا میں جن بچوں کے والدین مذکورہ گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، ان مسلم لڑکے لڑکیوں کا نکاح پڑھنا پڑھانا اور ایسی تقریبات میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور چوں کہ ان مذموم حرکات سے روک سکنا بھی دینی تنظیم یا خادمان قوم کے لئے اس وقت ممکن نہیں ہے؛ اس لئے ایسے بچوں کا نکاح کیا جائے یا پھر بغیر نکاح کے لڑکیاں رخصت کی جائیں؟

نیز مذکورہ حالات میں جو علماء ائمہ مساجد، اساتذہ دینی مکاتب اس طرح کے بیاہ شادیوں میں نکاح پڑھانے کے لئے جائیں یا مجبوراً کھانا کھائیں، ایسے مسلم رہنماؤں کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حکمت عملی کے ساتھ اصلاحی کوششیں جاری رکھی جائیں اور تقریبات میں بھی اصلاح کی نیت سے شرکت کی جائے، نکاح ضرور پڑھائیں اور امرکافی حد تک منکرات سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں، اگر ان لوگوں سے بالکل قطع تعلق کر لیا جائے گا تو اس سے زیادہ خطرات کا اندیشہ ہے؛ اس لئے اہوں البلیتین کو اختیار کیا جائے۔

عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الناس إذا رأوا منكراً فليمنه، يوشك أن يعمهم الله بعقابه.

(مشكاة المصابيح / باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني ۴۳۶)

إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمها ضرراً بارتكاب أخفهما. (الأشباه

والنظائر ۱۴۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۷/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈانس کے ساتھ ناچ گانے والی تقریب میں شرکت کرنا؟

سوال (۴۲۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کسی لڑکے یا لڑکی کی شادی میں جس میں ڈانس ناچ گانے فلمیں اور ڈی جے وغیرہ کا پروگرام ہو، خاص طور پر دعوتِ ولیمہ میں جب کہ بارات سے پہلے یا ولیمہ کی رات میں ڈانس وغیرہ کا پروگرام ہو، خاص کر مساجد کے اماموں مدارسِ اسلامیہ کے مدرسین و طلبہ اور دیگر علماء و حفاظ کا شرکت کرنا کیسا ہے؟ اور عوام کا شرکت کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس تقریب میں گانا بجانا اور ڈانس وغیرہ ہو، اس میں

شرکت کرنا کسی بھی مسلمان بالخصوص علماء اور طلبہ اور ائمہ مساجد کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے، ایسی تقریبات میں شرکت سے احتراز لازم ہے؛ تاکہ منکرات پر تکبیر ہو سکے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ

اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا، أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [لقمان: ۶]

قال العلامة البغوي في المعالم: عن عبد الله بن مسعود و ابن عباس رضي

الله عنهم، والحسن وعكرمة وسعيد بن جبیر رحمهم الله تعالى، قالوا: ﴿لَهُوَ

الْحَدِيثُ﴾ هو الغناء، والآية نزلت فيه. ومعنى قوله: ﴿يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾: أي

يستبدل ويختار الغناء والمزامير المعازف على القرآن. قال أبو الصباء الكبرى:

سألت ابن مسعود رضي الله عنه عن هذه الآية، فقال: هو الغناء، والله الذي لا إله

إلا هو - يرددها ثلاث مرات - وقال إبراهيم النخعي: الغناء ينبت النفاق في

القلب، وكان أصحابنا يأخذون بأفواه السكك يخرقون الدفوف. وقيل: الغناء

رقية الزنا. وقال قتادة: هو كل لهو ولعب ﴿لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ يعني

يفعله عن جهل. (تفسير البغوي المسمى مصالح التنزيل [لقمان: ۶] ۴۹۰/۳ إدارة تالیفات اشرفیہ ملتان)

وقال الله تعالى: ﴿وَاسْتَفْزِرُ مَنْ اسْتَطَعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكِ﴾ [الإسراء: ۶۴]

واستماع صوت الملاهي حرام كالضرب بالقصب وغيره، قال عليه الصلاة

والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر". (البحر

الرائق، كتاب الكراهية / فصل في الأكل والشرب ۶/۸ ۲۴ زكريا، وكنافي المحيط البرهاني، كتاب

الاستحسان والكراهية / الفصل الثامن عشر في الغناء واللهو وسائر لمعاصي والأمربلمعروف ۱۱۲/۶ زكريا)

﴿وَاسْتَفْزِرُ مَنْ اسْتَطَعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكِ﴾ صوت الغناء والمزامير. (تفسر

المدارك المسمى بمدارك التنزيل وحقائق التاويل [الإسراء: ۶۴] [۷۲۱/۱])

عن نافع رحمه الله تعالى قال: كنت مع ابن عمر رضي الله تعالى عنهما

في طريق، فسمع مزامراً فوضع أصبعيه في أذنيه، وناعن الطريق إلى الجانب

الآخر، ثم قال لي بعد أن بعد: يا نافع! هل تسمع شيئاً؟ قلت: لا، فرفع أصبعيه

من أذنيه، قال: كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسمع صوت يراع،

فصنع مثل ما صنعت. قال نافع: فكنت إذ ذاك صغيراً. (رواه أحمد وأبو داود، مشكاة

المصابيح، كتاب الأدب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ۴۱۱)

حدثني أبو عامر أو أبو مالك الأشعري - والله ما كذبتني - سمع النبي

صلى الله عليه وسلم يقول: ليكونن من أمتي يستحلون الحر والحرير والخمر

والمعازف فبييتهم الله، ويضع العلم، ويمسح آخريين قردهً وخنازير إلى يوم

القيامة. (صحيح البخاري، كتاب الفتن / باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه ۸۳۷/۲)

فإن كان مقتدي ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد؛ لأن فيه شين

الدين، وإن علم أو لا باللعب لا يحضر أصلاً، سواء كان ممن يقتدي به أو لا.

(شامي ۵۰۲/۹ زكريا، الفتاوى الهندية ۳۴۳/۵) فقط والله تعالى أعلم

كاتبه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باجہ بھانگڑا اور منکرات والی شادی میں توجہ دلانے کے باوجود شرکت کرنا؟

سوال (۴۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت اصلاح قوم مسلم ساری برائیوں میں سے ایک برائی روکنے میں مصروف ہے، اور ارادہ ہے کہ ساری برائیوں کو ایک ایک کر کے روکا جائے گا، جس برائی کے روکنے کا اعلان ہو جائے گا اس کے اندر شریک نہیں ہوگا، اگر باوجود اعلان کے شریک رہے تو ان کا یہ عمل بھی نہیں مانا جائے گا، جماعت اصلاح قوم مسلم نے علماء کرام سے مل کر اعلان کر دیا کہ ایسے دولہا کا نکاح جس کی بارات میں باجہ بھانگڑا شراب نوشی ہو، ایسے دولہا کا نکاح ہرگز نہ پڑھایا جائے، جماعت اصلاح قوم مسلم اور علماء کرام کا تو صرف اعلان کرنا ہے بات اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جماعت اصلاح قوم مسلم کی اتنی محنت کے باوجود لوگوں کا باراتوں میں باجہ بھانگڑا لانا اور قاضی صاحب کا نکاح پڑھانا اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو فراموش کرنا مانا جائے گا، یا حکم بجالانا مانا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو لوگ باجہ بھانگڑا لاتے ہیں اور بجاتے ہیں، کیا ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا درست ہے یا غلط ہے؟ جو لوگ باجہ لاتے ہیں اور جو لوگ منع کرتے ہیں ایسی صورت میں دونوں کا شریک ہونا ایک مانا جائے گا؟ یا الگ الگ مانا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی یا کسی بھی موقع پر باجہ بھانگڑا وغیرہ قطعاً ناجائز اور حرام ہے، اور اگر پہلے سے نکاح خواں کو معلوم ہو کہ اس تقریب میں ناچ گا نا ہوگا، تو ایسی تقریب میں نکاح خواں کو ہرگز شرکت نہ کرنی چاہئے، علم کے باوجود ایسی جگہوں پر علماء کا شریک ہونا اور ان باتوں پر برملا نکیر نہ کرنا شریعت اسلامی کی توہین اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی پامالی ہے، جس کا کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا اور جو شخص ناچ گانے والی تقریبات میں بلا تکلف شریک

ہو اور باوجود توجہ دلائے جانے کے اس سے احتراز نہ کرے تو ایسا شخص امامت کے لائق نہیں، اس پر اپنے عمل سے باز آنا اور توبہ کرنا ضروری ہے، اس کے بعد ہی اس کی امامت بلا کراہت جائز ہوگی۔

وهذا إذا لم يكن مقتدي، فإن كان ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين وفتح باب المعصية على المسلمين، والمحكي عن أبي حنيفة في الكتاب كان قبل أن يصير مقتدي. (الهداية ۴۰۵/۴ أشرفي)

وفي المعراج: الملاهي نوعان: محرم، وهو الآلات المطربة من غير الغناء كالزممار، سواء كان من عود أو قصب كالشبابة أو غيره: كالعود والطنبور، لما روى أبو أمامة أنه عليه السلام قال: "إن الله بعثني رحمةً للعالمين، وأمرني بمحق المعازف والمزامير". ولأنه مطرب مصدّ عن ذكر الله تعالى. (البحر الرائق، كتاب الشهادات / باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ۱۴۹/۷ زكريا)

ويكره استماع صوت اللهو والضرب به، والواجب على الإنسان أن يجتهد ما أمكن حتى لا يسمع. (البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ۳۸۰/۱۸ زكريا، وكذا في حاشية الطحطاوي على مرقى الفلاح، كتاب الصلاة / قبيل باب ما يفسد الصلاة ۳۱۹) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

برسرِ عام منکرات والی شادی میں شرکت کرنا اور نکاح خوانی کی اجرت لینا؟

سوال (۴۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: آج کل شادی بیاہ وغیرہ میں چند کام عام ہو گئے ہیں، اور تقریباً ہر تقریب میں مندرجہ ذیل کاموں میں سے کوئی نہ کوئی ہوتا ہے، کوئی ضروری نہیں کہ سارے ہی کام مجتمع ہوں؛ بلکہ ایک بھی ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

(۱) ڈھول بجانا (۲) بینڈ بجانا (۳) گانا بجانا (۴) فوٹو اور ویڈیو فلم (۵) آتش بازی جس

میں ہزاروں روپے تک خرچ کی نوبت بھی آجاتی ہے، ان سب کے علاوہ ایک آدمی کے یہاں مذکورہ بالا خرافات نہیں ہوتی ہے، لیکن اس کے گھر میں ٹی وی ہے اس کے یہاں شرکت کا کیا حکم ہے؟ اب اگر شرکت نہ کی جائے تو جواب میں وہ یہ کہتا ہے کہ ہم بھی تمہارے یہاں نہیں آئیں گے، تو اب قطع تعلق کی شکل بن جاتی ہے، جو کہ ناجائز ہے، تو ایسی حالت میں شرکت جائز ہے؟ یا ناجائز ہے؟ اور مذکورہ بالا خرافات میں سے جس کے یہاں ایک بھی ہوتی ہو تو وہاں شرکت جائز ہے یا ناجائز؟ مزید برآں محلہ کے امام صاحب عالم صاحب ایسی شادی بیاہ میں نکاح بھی پڑھاتے ہیں، جبکہ ویڈیو فلم بن رہی ہے، اور امام صاحب نکاح پڑھانے میں مصروف ہیں، ماتھے پر شکن بھی نہیں آتی، تو کیا ان کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟ تو ایسے نکاح کی اجرات کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس تقریب میں برسر عام منکرات کئے جا رہے ہوں، اُس

میں شرکت سے احتراز لازم ہے، بالخصوص علماء ائمہ اور مقتدیان دین کو ایسی مجلسوں میں ہرگز شریک نہیں ہونا چاہئے؛ تاکہ برائی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی نہ ہو سکے؛ تاہم اگر کوئی شخص اس میں شریک ہو گیا، اور اُس نے ایسی تقریب میں نکاح پڑھا کر اجرت لے لی، تو چوں کہ نفس نکاح کا عمل جائز ہے، اس لئے اُس پر اجرت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ (مستند: امداد الفتاویٰ ۲۷۱/۲-۲۷۲، کفایت المُنْتَهٰی ۱۵۳/۵)

فإن كان مقتدي ولم يقدر على المنع خروج ولم يعقد؛ لان فيه شين الدين، وإن علم أو لا باللعب لا يحضر أصلاً، سواء كان ممن يقتدي به أو لا الخ.

(شامی ۵۰۲/۹ زکریا، الفتاویٰ الہندیہ ۳۴۳/۵ زکریا)

وكل نكاح باشره القاضي وقد وجبت مباشرة عليه، كنكاح الصغار

والصغار فلا يحل له أخذ الأجرة عليه، وما لم تجب مباشرة عليه حل له أخذ

الأجرة عليه. (الفتاویٰ الہندیہ ۳۴۵/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۲۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھٹی اور منڈھے کی رسم؟

سوال (۲۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ دور میں تقریبات کے نام پر ولادت کے موقع پر چھٹی اور نکاح سے پہلے دن منڈھا کیا جاتا ہے یا بارات وغیرہ میں ناچ گانا ہوتا ہے تو مذکورہ تقریبات میں شرکت سے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ولادت کے بعد ساتویں دن عقیقہ کرنا مستحب ہے، اب اگر چھٹی سے یہی مراد ہے، تو اس تقریب میں شرکت کرنا درست ہے، اور اگر چھٹی کی تقریب عقیقہ کے علاوہ ہے تو یہ محض رسم ہے، اس میں شرکت بہتر نہیں، اور نکاح سے پہلے باقاعدہ دعوت دے کر ولیمہ کے طور پر منڈھا کے نام سے کھانا شریعت میں ثابت نہیں ہے، ایسی تقریب میں بھی شرکت نہیں کرنی چاہئے، اور جن تقریبات میں ناچ گانے جیسے منکرات ہوں، ان میں تو شرکت کی قطعاً اجازت نہیں ہے، خاص طور پر علماء، ائمہ اور مقتدی حضرات کو ایسی تقریبات میں ہرگز شریک نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ ان پر کھل کر نکیر کرنی چاہئے۔

عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال: کل غلام مرتھن بعقیقته تذبیح عنہ یوم السابع ویحلق رأسه ویسمی. (سنن
ابن ماجہ ۲۲۸، سنن الترمذی ۲۷۸۱/۱، سنن النسائی ۱۶۷/۲)

وإن كان هناک لعب وغنا قبل أن یحضرها فلا یحضرها؛ لأنه لا یلزمه
إجابة الدعوی إذا كان هناک منکر. (تبیین الحقائق ۲۹۱/۲)

هذا إذا لم یکن مقتدی، فإن كان ولم یقدر علی منعهم یخرج ولا یقعد؛
لأن فی ذلک شین الدین وفتح باب المعصیة علی المسلمین. (الہدایة ۴۰۵/۴)
ومن دعی إلی ولیمة فوجد ثمة لعبا أو غنا فلا بأس أن یقعد ویأکل، فإن
قدر علی المنع یمنعهم، وإن لم یقدر یصبروا، هذا إذا لم یکن مقتدی به، أما إذا
كان ولم یقدر علی منعهم فإنه یخرج ولا یقعد، ولو كان ذلک علی المائدة، لا

ينبغي أن يقعد، وإن لم يكن مقتدي به، وهذا كله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر؛ لأنه لا يلزمه حق الدعوة. (الفتاوى الهندية ۳۴۲/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی رخصتی پر لوگوں کو کھانا کھلانا؟

سوال (۴۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید اپنی بیٹی کا نکاح کرتا ہے اور پھر رخصتی کے عنوان سے لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، تو زید کا یہ کھانا کھلانا اور لوگوں کا اس دعوت میں شرکت کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا نبی کریم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے ایسی کوئی تقریب ثابت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شادی میں لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کا اہتمام

ولیمہ کی طرح سنت نہیں ہے، دور نبوت اور دور صحابہ میں بھی اس دعوت کا خاص ثبوت نہیں ملتا، اور جن بعض روایات سے خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے عقد نکاح کی دعوت کا ذکر ملتا ہے، وہ سنداً ضعیف ہے، اس سے سنت کا اثبات نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص بلا کسی جبر واکراہ کے اپنی خوشی سے اپنے اعضاء اور مہمانوں کو کھانا کھلائے، تو یہ ناجائز نہیں ہے؛ بلکہ دیگر دعوتوں کی طرح مباح ہے۔ (مستفاد: انوار نبوت ۶۷۵، دینی مسائل اور ان کا حل ۲۲۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دولہا کا شریعت کے خلاف لباس پہن کر مجلس نکاح میں بیٹھنا

سوال (۴۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: دولہا شرع کے خلاف لباس یا سونے کی انگوٹھی وغیرہ پہن کر مجلس میں بیٹھ گیا، کیا اہل مجلس

اُس کے اس عمل سے گنہگار ہوں گے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ خلاف شرع حرکت کا ذمہ دار دو لہا خود ہے، حاضرین مجلس گنہگار نہیں ہیں؛ البتہ اہل مجلس کو چاہئے کہ وہ اس پر نکیر کریں، اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو کم از کم دل سے برا سمجھیں۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، ومن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان. (سنن الترمذي ۴۰۱۲)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۱۱/۲۳ھ

دو لہن کے سر کی زیب و زینت

سوال (۴۲۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو لہن کے سر کا سہرہ یا چوٹی کا سہرہ دو لہن کے واسطے جائز ہے یا منع ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دو لہن کے سر پر یا چوٹی کے ساتھ زیب و زینت کے لئے پھول وغیرہ باندھنا شرعاً درست ہے، اس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

لابأس للنساء بتعليق الخرز في شعورهن من صفر أو نحاس أو شبه أو حديد ونحوها للزينة. (الفتاوى الهندية ۳۵۹/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۱۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



میاں بیوی کے حقوق

حقوق زوجین

سوال (۴۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوی پر شوہر کے حقوق زیادہ ہیں یا شوہر پر بیوی کے؟ شادی کے بعد بیوی پر شوہر کے حقوق زیادہ ہیں یا لڑکی کے والدین اور بھائی بہنوں کے؟ ان لوگوں کے سامنے شوہر کی کوئی حیثیت نہیں، کوئی حق نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شریعت میں شوہر اور بیوی دونوں پر کچھ حقوق ہیں، اور کچھ واجبات ہیں، بیوی کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ: ”اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو بیوی سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔“

عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كنت امرأ أحدًا أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن يسجد لزوجها.

(مشكاة المصابيح، كتاب النكاح / باب عشرة النساء ومال كل واحد من الحقوق، الفصل الثاني ۲۸۱)

یعنی بیوی پر شوہر کی اطاعت لازم ہے، دوسری طرف شوہر کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اہل کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرے، ان کا نان نفقہ کا انتظام کرے اور انہیں اذیت نہ دے۔

عن حكيم بن معاوية القشيري عن ابيه رضي الله عنه قال: قلت يا رسول

الله! ما حق زوجة أحدنا عليه، قال: أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا

اكتسبت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر إلا في البيت. (مشكاة المصابيح ۲۸۱/۲)

لہذا دونوں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہئے اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے، اور دیگر رشتہ داریوں کی وجہ سے حقوق میں کوتاہی نہ ہونی چاہئے، اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی پر اپنے بھائی بہن و دیگر رشتہ داروں سے بڑھ کر شوہر کی اطاعت اور اس کی عزت کرنا لازم ہے، اس لئے اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم أي الناس أعظم حقاً على المرأة؟ قال: زوجها. قلت: فأبي الناس أعظم حقاً على الرجل؟ قال: أمه. رواه البزار والحاكم، وإسناد البزار حسن. (الترغيب والترهيب ۳۴۱۳ رقم: ۱۶ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان بیوی

سوال (۴۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہم میاں بیوی میں عرصہ سے ناخوش گوار حالات چل رہے ہیں، میری بیوی مجھے بالکل خاطر میں نہیں لاتی، زبان درازی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنی داڑھی کٹوادے، پہلے خود وہ فضائل اعمال کی تعلیم کرتی تھی مگر اب نہیں کرتی، اور کہتی ہے کہ اس کی سب حدیشیں دغلی ہیں، نعوذ باللہ منہ، بہت زیادہ جھوٹ بولتی ہے، اور ہفتہ میں ایک مرتبہ بھی حقوق زوجیت ادا نہیں کرتی، نہ نماز نہ تلاوت قرآن۔ اب بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اپنے جسم کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دیتی، اور ایسے ایسے برے الفاظ کہتی ہے جس کی بنا پر میں نے اس کے ساتھ تعلق ہی چھوڑ دیا ہے، مہربانی فرما کر بتائیں کہ ایسی عورت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں جس عورت کا ذکر کیا گیا ہے اگر وہ واقعہ کے

مطابق ہے، تو ایسی عورت شرعاً سخت گنہگار اور فرشتوں کی لعنت کی مستحق ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو عورت بلا عذر حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے انکار کرے اس پر رات بھر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں؛ لہذا مذکورہ عورت کو سچے دل سے توبہ کرنی اور اپنے شوہر کے حقوق کی کامل ادائیگی لازم ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت أن تجيء، لعنتها الملائكة حتى تصبح. (صحيح البخاري،

كتاب النكاح / باب إذا باتت المرأة مهاجرةً فراش زوجها ۷۸۲/۲ رقم: ۵۱۹۳ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: لو كنت أمر أحدًا أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن يسجد لزوجها.

عن طلق بن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته، وإن كانت على التنور. (مشكاة المصابيح،

كتاب النكاح / باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق، الفصل الثاني (۲۸۱)

قال العلامة الكاساني رحمه الله: ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة،

إذا دعاها إلى الفراش..... وعليها أن تطيعه في نفسها وتحفظ غيبته. (بدائع

الصنائع، كتاب النكاح / فصل في طاعة الزوج ۶۱۳/۳ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان بیوی کی اسلام میں کیا سزا ہے؟

سوال (۴۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نافرمان عورت کی اسلام میں کیا سزا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو عورت جائز بات میں شوہر کی نافرمانی کرے، اس

سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، اور فرشتے اُس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (مستفاد: مشکوٰۃ شریف ۲/۲۸۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا دعا الرجل

امراته إلى فراشه فأبت أن تجيء، لعنتها الملائكة حتى تصبح. (صحيح البخاري، كتاب النكاح

/ باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها ۷۸۲/۲ رقم ۵۱۹۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۹/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے حکموں کو نہ ماننے اور من مانی کرنے والی عورت کا حکم؟

سوال (۲۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر بیوی شوہر کے حکموں کو نہ مانے، اور اپنی من مانی زندگی گزارے، تو کیا شرعاً گنہگار ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جائز امور اور غیر خلاف شرع باتوں میں جہاں تک

ممکن ہو، عورت کا شوہر کی بات ماننا ضروری ہے، خلاف ورزی اور من مانی کرنے کی صورت میں

عورت سخت گنہگار ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۱۵۹۸/۱ بھیل)

عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

قال: لا تؤذي امرأة زوجها في الدنيا إلا قالت زوجته من الحوز العين لا تؤذي

قاتلك الله، فإنما هو عندك دخيل يوشك أن يفارقك إلينا. (سنن الترمذي /

آخر أبواب الرضاة ۲۲۲/۱)

و حقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به، وفي الشامي: ظاهره أنه عند

الأمر به يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية. (شامي ۳۸۸/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ضربِ فاحش سے کیا مراد ہے؟

سوال (۴۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ضربِ فاحش سے کیا مراد ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ”بیوی کو نہ مارو، اگر ضرورت ہی پڑ جائے تو مسواک سے مار سکتے ہو“ کیا اُن کا یہ کہنا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی پر ہاتھ اٹھانا شریفوں کا کام نہیں، اگر مارنا ناگزیر ہی ہو جائے، تو حکم یہ ہے کہ صرف اس قدر مار ہو کہ اُس کا نشان بدن پر نہ پڑے، اس کی تشریح کرتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسواک کا بھی ذکر ملتا ہے؛ کیوں کہ اوسط درجہ کی مسواک سے عام طور پر نشان نہیں پڑتے۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه خطب بعرفات - وفيه - فاتقوا اللہ فی النساء، فإنکم أخذتموهن بأمان اللہ واستحلتم فروجهن بكلمة اللہ، ولكم عليهن أن لا یوطئن فرشکم أحداً تکرهونه، فإن فعلن فاضربوهن ضرباً غیر مبرح. (صحیح مسلم ۳۹۷/۱)

وفي روح المعاني: ﴿وَاضْرِبُوهُنَّ﴾ یعنی ضرباً غیر مبرح، کما أخرجه ابن جریر عن حجاج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وفسر غیر المبرح بأن لا یقطع لحمأ ولا یکسر عظماً. وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما: أنه الضرب بالسواک ونحوه. (روح المعانی ۳۷/۴)

للزوج أن یضرب زوجته علی أربعة أشياء وما فی معناها ما إذا ضربت جاریة زوجها غیرة، ولا تتعظ بو عظه فله ضربها. وینبغي أن یلحق به ما إذا ضربت الولد الذي لا یعقل عند بکائه. ومنه: إذا شتمته أو مزقت ثیابه أو أخذت لحيته، أو قالت له: یا حمار! ومنه: إذا كشفت وجهها لغير محرم، أو

کلمت أجنبيًا، أو تكلمت عامدًا مع الزوج، أو شاغبت معه ليسمع صوتها الأجنبي. (البحر الرائق، كتاب الحدود / باب حد القذف، فصل في التعزير ۸۲۱۵ زكريا، كذا في رد

المحتار، كتاب الحدود / باب التعزير ۷۷/۴-۷۹ دار الفكر بيروت) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر کتنے دن تک پردیس میں رہ سکتا ہے؟

سوال (۴۳۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر پردیس میں کتنے دن رہ سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی شخص کے لئے بیوی کی رضامندی کے بغیر چار

مہینہ سے زیادہ پردیس میں رہنا جائز نہیں ہے، اور اگر بیوی بخوشی اجازت دیتی ہے، تو چار ماہ سے زائد بھی پردیس میں رہ سکتا ہے۔

عن ابن جریج قال: أخبرني من أصدق أن عمر رضي الله عنه بينما هو

يطوف سمع امرأة تقول:

تَطَاوَلَ هَذَا اللَّيْلُ وَأَسْوَدَ جَانِبُهُ ❖ وَأَرَقْنِي أَنْ لَا حَبِيبَ الْأَعْبَاءِ

فَلَوْ لَا حِذَارُ اللَّهِ لَا شَيْءَ مِثْلَهُ ❖ لَزُعْزَعُ مِنْ هَذَا السَّرِيرِ جَوَانِبُهُ

فقال عمر رضي الله عنه: ما لك؟ قالت: أغربتُ زوجي منذ أشهر، وقد

اشتقتُ إليه. قال: أردتُ سوءاً، قالت: معاذ الله! قال: فاملكي عليك نفسك،

فإنما هو البريدُ إليه فبعث إليه؛ ثم دخل على حفصة رضي الله عنها فقال: إني

سألك عن أمرٍ قد أهمني فأفرجيه عني، في كم تشتاق المرأة إلى زوجها؟

فخفضت رأسها واستحيت. قال: فإن الله لا يستحيي من الحق. فأشارت بيدها

ثلاثة أشهر وإلا فأربعة أشهر. فكتب عمر رضي الله عنه أن لا تُخبس الجيوش فوق أربعة أشهر. كذا في الكنز. (حيلة الصحابة ۱/ ۵۰۰-۵۰۱، المصنف لعبد الرزاق

۱۵۱/۷، السنن الكبرى للبيهقي ۲/ ۲۹۱)

ولا تبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها. وفي الشامية: ويؤيد ذلك أن عمر رضي الله عنه سأل بنته حفصة كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقال أربعة أشهر فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها. (شامي ۱/ ۳۸۰ زكريا) قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالى: واعلم أن هذا الإطلاق.....

الاختيار في مقدار الدور إلى الزوج..... لا يمكن اعتباره على صرافته، فإنها لو أراد أن يدور سنة سنة ما يظن إطلاق ذلك له؛ بل ينبغي له أن لا يطلق له مقدار

مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر. (فتح القدير، كتاب النكاح / باب القسم ۳/ ۴۳ ۴۱ مضطفي الباي

الحلبي مصر، وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح / باب القسم ۳/ ۳۸۲ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۵/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیوی سے دور رہنے میں نئے شادی شدہ اور بوڑھے
آدمی کا حکم برابر ہے؟

سوال (۴۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہو، اور جس کی شادی کو ۲۰-۲۵ سال گزر گئے، سب کا حکم یکساں ہے یا لگ لگ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرات فقہاء نے یہ جو لکھا ہے کہ چار مہینہ سے پہلے

عورت کو شوہر سے جماع کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے، چار مہینہ گزرنے پر یہ حق ہوتا ہے، اس کا

تعلق نظام قضاء اور انتظامی امور سے ہے؛ اس لئے اسی کو حرفِ آخر نہیں سمجھنا چاہئے؛ بلکہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ نکاح کا مقصد جاہلین کی پاک دامنی اور غرض بصر اور طلب ولد ہے، اور جب چار مہینہ سے پہلے بیوی کو اپنی عصمت اور عفت کا خطرہ ہو اور فتنہ و معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو دیناً شوہر سے جماع کے مطالبہ کا حق ہے؛ لہذا اگر چار مہینہ سے کم مثلاً دو مہینہ یا تین مہینہ تک شوہر کے غائب رہنے کی صورت میں بیوی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، تو دو مہینہ تین مہینہ بھی بیوی کو چھوڑ کر غائب رہنا شوہر کے لئے جائز نہیں ہے۔

قال عبد الله: كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم شباباً لا نجد شيئاً، فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه الصوم فإنه له وجاء". (صحيح البخاري ۷۵۸۱۲ رقم: ۵۰۶۶)

اعلم أن المنى إذا كثرت تولد في البدن صعد بخارُه إلى الدماغ، فحُبب إليه النظر إلى المرأة الجميلة، وشغف قلبه حبُّها، ونزل قسطٌ منه إلى الفرج، فحصل الشبق، واشتدت الغلظة، وأكثر ما يكون ذلك في وقت الشباب. وهذا حجابٌ عظيم من حُجب الطبيعة، يمنع من الإمعان في الإحسان، ويهيئجه إلى الزنا، ويُفسد عليه الاخلاق، ويوقعه في مهالك عظيمة من فساد ذات البين، فوجب إماطة هذا الحجاب. (حجة الله البالغة ۳۲۲/۲ مكتبة حجاز ديوبند)

ہاں البتہ اگر جوان بیوی نے اپنے کو قابو رکھنے کا اظہار کیا اور شوہر کو بخوشی اجازت دے دی، تب اس کی گنجائش ہے۔ اور جو عورتیں پرانی ہو گئی ہیں، جن کے متعدد اولادیں پیدا ہو چکی ہیں، اور ان کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہیں ہے، تو ایسی عورتوں کی اجازت کے بغیر چار مہینہ تک غائب رہنا شوہر کے لئے جائز ہے؛ لہذا نئی عورتیں اور پرانی عورتوں کے درمیان اس طرح فرق ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۱۵۹۳/۱۵ بھیل)

واعلم أن ترک جماعها لا يحل مطلقاً صرح أصحابنا بأن جماعها أحياناً واجب ديانة، ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها وطيب نفسها به. (شامي ۳۷۹/۴ زکریا، فتح القدیر ۹۳/۴)

ولا تبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها. وفي الشامية: ويؤيد ذلك أن عمر رضي الله عنه سأل بنته حفصة كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقال أربعة أشهر فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها. (شامي ۳۸۰/۴ زکریا)

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالى: واعلم أن هذا الإطلاق..... الاختيار في مقدار الدور إلى الزوج..... لا يمكن اعتباره على صرافته، فإنها لو أراد أن يدور سنة سنة ما يظن إطلاق ذلك له؛ بل ينبغي له أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر. (فتح القدیر، کتاب النکاح / باب القسم ۴۳۴/۳ مصطفی البابی الحلبي مصر، وكذا في البحر الرائق، کتاب النکاح / باب القسم ۳۸۲/۳ زکریا) فقط والله تعالى أعلم

کتبه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر له ۱۹/۵/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا الله عنه

لڑکی والوں کا بیوی کو جائے ملازمت میں ساتھ رکھنے پر زور ڈالنا؟

سوال (۴۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص گھر سے تقریباً ۱۵ کلومیٹر دور امامت کرتا ہے، بیوی بچے پہلے والدین کی شرکت میں رہتے تھے، بعد میں بیوی کی خواہش پر بٹوارہ ہو گیا؛ لیکن گھر ملے ہوئے ہیں، ہفتہ میں ایک مرتبہ گھر آنا ہوتا ہے، مگر بیوی اور اس کے اعزاء کا یہ مطالبہ ہے کہ ساتھ رہیں، اور وہ اس کو بیوی کا ایسا حق سمجھتے ہیں کہ جو شوہر کے اوپر لازم ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان حالات میں شرعی دلائل کی روشنی میں بیوی کو ساتھ رکھنا واجب ہے؟ جب کہ شوہر اس کے خلاف ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شوہر بیوی کے اخراجات کی پوری کفالت کرتا ہے،

اور گھر والے محفوظ مقام پر رہتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کو جائے ملازمت میں اپنے ساتھ رکھنا ضروری نہیں، اور نہ ملازمت چھوڑ کر گھر والوں کے ساتھ رہنا ضروری ہے؛ بلکہ ہفتہ دو ہفتہ میں اگر بیوی کے ساتھ شب گزاری کر لی جائے، تو اس کا حق ادا ہو جاتا ہے؛ اس لئے مسئلہ صورت میں بیوی کے گھر والوں کا اس پر دباؤڈالنا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ آپ اپنی مصلحت کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔

وَأما امرأة إن كان يخاف الضيعة عليها؛ فإنه لا يخرج إلا بإذنها، وإن كان لا يخاف عليها الضيعة كان له الخروج بغير إذنها وإن شق ذلك عليها. (المحيط البرهاني ۱۴۴/۶)

تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك، كذا في العيني شرح الكنتز امرأة أبت أن تسكن مع ضررتها أو مع أحمائها كأمه وغيرها، فإن كان في الدار بيوت وفرغ لها بيتاً وجعل لبيتها غلقاً على حدة ليس لها أن تطلب من الزوج بيتاً آخر. (الفتاوى الهندية، النفقات / الفصل الثاني في السكنى ۵۵۶/۱ دار الفكر بيروت)

واعلم أن ترك جماعها لا يحل له مطلقاً صرح أصحابنا بأن جماعها واجب أحياناً ديانة لكن لا يدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولى ولم يقدروا فيه مدة، ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء. (شامی ۳۷۹/۴ زکریا)

لاحق للمرأة عند مسافرة الزوج. (الهداية ۹۱۲/۳۴ اشرفی) فقط والله تعالى اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۵/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کا بیوی کی خدمت کرنا؟

سوال (۴۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: درمختار باب المہر کے حوالہ سے زید کہتا ہے کہ شوہر کا بیوی کی خدمت کرنا حرام ہے۔ ”أما

لحرف خدمته لها حرام؛ لما فيه من الإهانة والاذلال“ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ حکم عام ہے، بعض مرتبہ گھر میں کوئی نہیں ہوتا، بیوی بیمار ہے، اُس کا سرد بانا، پاؤں دبانا، دوائی پلانا، جسم پر دوائی یا تیل کی مالش کرنا، یہ کام شوہر کو کرنے پڑتے ہیں، کیا اس طرح کا شرعاً کوئی استثناء ہے؟ واضح فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کے لئے اپنی بیوی کی خدمت صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کہ تذلیل و تحقیر کے طور پر شوہر سے بیوی خدمت لے؛ لہذا اگر بیوی کی بیماری کی وجہ سے یا کسی اور بنا پر شوہر اپنی خوشی سے بیوی کی دل جوئی کے طور پر خدمت اور خبر گیری کرے، تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے؛ بلکہ یہ عمل پسندیدہ ہے، اور حسن معاشرت میں داخل ہے۔

قال الشامي: فليس كل خدمة لا تجوز، وإنما يمتنع لو كانت الخدمة للترذيل. (شامي ۱۷۶/۴ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کے کہنے میں آ کر بیوی پر ظلم کرنا اور بیوی کے لئے علیحدہ مکان بنانا؟

سوال (۴۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے شوہر آصف نے بچپن سے اپنے گھر اپنی آمدنی خرچ کی، اپنی بہنوں بھائیوں کا پورا شادی کا خرچہ کیا، شوہر ایکسپورٹر ہیں، میری شادی کو چھ سال ہو گئے، ساس نندوں نے شوہر کو ہمیشہ میرے خلاف چڑھایا، شوہر نے مجھے ان کے کہنے میں آ کر بہت بہت مارا بھی، ساس نندوں نے میرا زیور اور ان کے روپے نکالے، میری امی پہ چوری لگائی، مجھے گھر سے نکلوانے کے لئے، میری تین سال کی ایک بچی بھی ہے، اب ظلم سہنے کی طاقت نہیں رہی، کیا میرا اپنے شوہر کی کمائی پر اتنا حق

ہے کہ شوہر مجھے الگ گھر میں رکھیں یا نہیں؟ اپنی امی کو خوش کرنے کے لئے شوہر نے میرے اوپر ظلم کئے، کیا یہ صحیح کیا، جواب تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر پر شرعاً و اخلاقاً لازم ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن

سلوک کرے، جائز حدود میں والدین کی اطاعت لازم ہے، لیکن ان کے کہنے میں آ کر بیوی پر ظلم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو آخرت میں اس سے سخت مواخذہ ہوگا، نیز شوہر پر ضروری ہے کہ وہ بیوی کے لئے علیحدہ کمرے میں رہائش کا نظم کرے، اور گنجائش ہو تو الگ گھر کا انتظام کرے؛ تاکہ حقوق زوجیت مکمل طور پر ادا ہو سکیں اور مشترک مکان میں رہنے کی وجہ سے روز روز جو ناچاقیاں ہوتی ہیں، ان سے بچا جاسکے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي. (سنن ابن ماجه رقم: ۱۹۷۷، الترغيب والترهيب

مکمل ۴۳۴ رقم: ۲۹۹۵ بیت الأفكار الدولیہ)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

استوصوا بالنساء؛ فإن المرأة خلقت من ضلع، وإن أعوج ما في الضلع أعلاه فإن

ذهبت تقيمه كسرتة، وإن تركته لم يزل أعوج فاستوصوا بالنساء. (صحيح البخاري

رقم: ۳۳۳۱، صحيح مسلم رقم: ۱۴۶۸، الترغيب والترهيب مكمل ۴۳۴ رقم: ۲۹۹۷ بیت الأفكار الدولیہ)

عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في ما

يروى عن الله تبارك وتعالى أنه قال: يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي

وجعلته بينكم محرماً فلا تظالموا الخ. (مشكاة المصابيح، الدعوات / باب الاستغفار والتوبة ۲۰۳)

لا طاعة لأحد من المخلوقين كائناً من كان، ولو أباً أو أماً أو زوجاً في

معصية الله. (فيض القدير ۱۲/۶۴۸۵، مکتبہ الباز مکة المكرمة، مرقاة المفاتيح / کتاب الإمارة

والقضاء ۲۴۶/۷ رشیدیہ)

وفی البدائع: ولو أراد أن يسكنها مع ضررتها، أو مع أحمائها كأمة وأخته
وبنته فأبت، فعليه أن يسكنها في منزل منفرد؛ لأن أباها دليل للأذى والضرر،
ولأنه محتاج إلى جماعها ومعاشرتها في أي وقت يتفق لا يمكن ذلك مع ثالث،
حتى لو كان في الدار بيوت وجعل بيوتها غلقاً على حدة قالوا: ليس لها أن تطالبه
بآخر. (شامي ۳۲۱/۵ زكريا، كذا في الهنديه ۵۵۶/۱ دار الفكر بيروت) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۵ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی مرضی اور اجازت کے بغیر بیوی کا زیادہ دن اپنے میکے میں رہنا؟

سوال (۴۳۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: میری شادی کو تقریباً پندرہ سال ہو چکے ہیں، میری زوجہ سے مزاج نہ ملنے کی وجہ سے بات
یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ میں ایک طلاق بطور نصیحت دے چکا ہوں، خوف و نصیحت کے بجائے
بدتمیزی اور بڑھگئی، مزاج نہ ملنے کی وجہ سے یہ ہے کہ میں نے اس کو اس کی مرضی کے مطابق دنوں
تک میکے میں رہنے کی اجازت نہ دی، ایک بار میں اپنی بیوی کو بلانے گیا تو مجھے دھکے بھی دئے، اور
ان کے گھر والوں نے کہا اتنی جلدی کیوں آیا ہے چلا جا ہم نہیں بھیجیں گے؛ لیکن مجھے نبھانا تھا، اس
لئے برداشت کیا، اور اپنے گھر بلا لایا، اسی طرح میرے ساتھ اکثر بدسلوکی ہوتی رہی۔

کیا بیوی کو اس کے ماں باپ کے گھر اس کی مرضی کے موافق دنوں تک رہنے کی اجازت نہ
دینا شوہر کا قصور مانا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کی مرضی کے بغیر عورت کا اپنے میکے میں زائد

مدت تک رکنا جائز نہیں ہے، اور شوہر اگر اسے زیادہ رکنے کی اجازت نہ دے، تو وہ قصور وار نہیں ہے۔

قال: وإن لم يكونا كذلك ينبغي أن يأذن لها في زيارتهما في الحين بعد

الحين على قدر متعارف. (شامي ۲۹۳/۴ زكريا)

ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدر على

إتيانها، على ما اختاره في الاختيار، ولو أبوها زمناً مثلاً فاحتاجها، فعليها تعاهده

ولو كافراً وإن أبى الزوج. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب في الكلام على

المؤسسة ۲/۳-۶۰۳-۶۰ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب النفقة ۱۸۶/۲-۱۸۷

كوئته، فتاوى قاضي خان، كتاب النكاح / باب النفقة ۴۲۹/۱ زكريا)

لا نفقة لأحد عشر وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشئة حتى

تعود. (الدر المختار، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير

۵۷۶-۵۷۵/۳ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر، كتاب الطلاق / باب النفقة ۱۷۹/۲ كويته، الفتاوى

الهندية، كتاب الطلاق / الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول ۵۴۵/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۷/۶/۵ھ

کیا عورت شوہر کو میکے میں رہنے پر مجبور کر سکتی ہے؟

سوال (۴۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا بیوی کے لئے ضروری ہے کہ شوہر کے ساتھ رہے؟ یا شوہر کو اپنے میکے میں رہنے کے لئے مجبور کر سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کا شوہر کو اپنے میکے میں رہنے کے لئے مجبور کرنا

درست نہیں؛ بلکہ شوہر کو اختیار ہے کہ بیوی کے ساتھ جہاں چاہے رہے؛ البتہ اس کا خیال رکھنا

چاہئے کہ اچھے اور دین دار لوگوں کے درمیان رہے جہاں بیوی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

وللزواج أن يسكنها حيث أحب، ولكن بين جيران صالحين. (شامي)

۳۲۳/۵ زکریا، کذا فی البحر الرائق / باب النفقة ۶۰۲/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۷/۶/۵ھ

شوہر کے انصاف کرنے کے باوجود دوسری بیوی کا ناراض رہنا؟

سوال (۴۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک آدمی نے دو شادی کی اور پہلی بیوی دوسری شادی کرنے کی وجہ سے ناراض ہو کر شوہر سے الگ رہنے لگی اور شوہر دونوں بیویوں کو اپنے پاس رکھ کر ان دونوں کے درمیان انصاف کرنا چاہتا ہے، باوجود کہ پہلی بیوی اپنے آپ کو اس انصاف سے محروم کئے ہوئے ہے، تو شوہر خدا کے حضور قصور وار ہو گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کو ضرورت کے وقت دوسری شادی کرنے کا اختیار ہے؛ لیکن دونوں بیویوں کے ساتھ انصاف اور برابری کرنا لازم ہے، ورنہ گنہگار ہو گا، اور اگر شوہر برابری کرنا چاہے؛ لیکن بیوی خود ہی روٹھ جائے اور شوہر کی اطاعت نہ کرے، تو اب شوہر پر کوئی قصور نہ ہو گا؛ بلکہ بیوی ہی قصور وار قرار دی جائے گی۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقَّةٌ سَاقِطَةٌ. (سنن الترمذي

۱۱۴۱، الترغيب والترهيب مكمل ۴۳۸ رقم: ۳۰۲۷ بيت الأفكار الدولية)

وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به. (درمختار ۳۸۸/۴ زکریا)

والمذهب عندنا هو التسوية بين الحقوق الواجبة والنافلة من المأكول

والملبوس. (کما فی الدر المختار ۲/۲۶۵، إعلاء لسنن ۱۳۵/۱۱ دار الکتب لعلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۷/۶/۵ھ

دو بیویوں میں سے ایک کے حقوق کی پامالی کرنا؟

سوال (۴۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی شادی ہوئی، بیوی رخصت ہو کر آئی کچھ عرصہ زندگی گزری، شوہر کی مالی حالت بہتر نہیں تھی مقروض تھا، بیوی نے اپنے والد سے روپیہ لے کر قرض کی ادائیگی کی اور کئی بار ایسے حالات آئے تو بیوی نے اپنے زیورات دے دے کر شوہر کی مدد کی، اور ہر طرح سے ہر مصیبت و پریشانی میں کام آتی رہی؛ لیکن ایک مرتبہ شوہر بہار سے ایک عورت لایا اور اسے محلہ کرولہ میں شادی کر کے رکھا، جب گھر خاندان کے لوگوں نے کہا کہ پہلی بیوی جو نیک عورت ہے، دوسری سے شادی کیوں کی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ عورت ایک باندی کی حیثیت سے رہے گی، خرچ وغیرہ کے اعتبار سے کوئی مقابلہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی، پہلی بیوی سے اولادیں بھی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود دوسری شادی کر لی اور اب حالات یہ ہیں کہ ایک مکان جو ہمارے نام ہے اس کا کچھ حصہ کرایہ پر ہے جس کا کرایہ پہلی بیوی کو ملتا ہے، اب شوہر دس ہزار روپیہ جو کرایہ کی رقم ہے وہ مانگتے ہیں دن رات لڑائی جھگڑے مار پیٹ اخراجات میں کمی کرتے ہیں، پریشان کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ سب کچھ میرا ہی ہے، ورنہ باہر بھاگ جاؤ، ایک بیمار دیوانی بچی ہے، جس کی ماہوار دوا ۵۰۰ روپیہ کی ہوتی ہے، اس روپیہ سے دوا علاج کراتی ہوں، تو کیا شرعاً شوہر پہلی بیوی کو نظر انداز کر سکتا ہے اور اس کے حقوق میں کمی کر سکتا ہے، یادوں کے ساتھ شریعت یکساں برتاؤ کرنے کا حکم کرتی ہے، کیا نئی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور پرانی کے ساتھ نفرت مار پیٹ اور طرح طرح سے پریشان کرنا جائز ہے؟ پہلی بیوی تبلیغی کام بھی کرتی ہے اور شاہی مسجد میں ترجمہ بھی سننے آتی ہے، ان تمام حالات کی وجہ سے ان دینی کاموں میں بھی خلل واقع ہو رہا ہے، خدا کے واسطے قرآن و حدیث کی تعلیمات شوہر و بیوی کی زندگی گزارنے سے متعلق کیا ہیں تحریر فرمائیں؟ تاکہ ہمارے شوہر کا نفاق و نفرت ختم ہو اور ہماری ازدواجی زندگی خوش گوار ہو سکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ واقعات صحیح ہیں تو شوہر پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اپنی نئی اور پرانی دونوں بیویوں کے حقوق کی پوری طرح ادائیگی کرے اور ان کے ساتھ نان و نفقہ اور مکان وغیرہ میں برابری کا برتاؤ کرے، اگر ایسا نہ کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی متعدد بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کا برتاؤ نہ کرے، وہ قیامت کے دن اس حال میں اللہ کے دربار میں آئے گا کہ اس کے بدن کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ۲/۹۲) اور جو مکان عورت کی ملکیت ہے اس کی آمدنی شوہر کو عورت کی رضا مندی کے بغیر لینے کا حق نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (سنن الترمذي، سنن أبي داؤد، سنن النسائي، سنن ابن ماجه، بحواله: مشكاة المصابيح ۲۷۹)

ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح ۲/۲۵۶)

ويجب أن يعدل فيه: أي في القسم بالتسوية في البيتوتة وفي الملبوس والماكول والصحة لا في المجامعة كالمحبة؛ بل يستحب (الدر المختار) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: قوله: بل يستحب: أي ما ذكر من المجامعة، أما المحبة فهي ميل القلب، وهو لا يملك. (الرد المحتار، كتاب النكاح / باب القسم ۲۰۱/۳-۲۰۲ كراچی، البحر الرائق، كتاب النكاح / باب القسم ۳۷۹/۳-۳۸۱ زكريا، الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح / باب القسم ۲۲۶/۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کیلئے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز نہیں

سوال (۴۴۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میری بیوی مجھ سے نا اتفاقی کر کے اپنے کسی عزیز کے یہاں بغیر اجازت چلی گئی اور وہاں پر ایک ہفتہ رہی، ایک ہفتہ کے بعد اس کے عزیز دار آئے اور راضی کر کے انہوں نے بیوی کو میرے پاس ہی بھیج دیا، اُس کا میری اجازت کے بغیر کسی دوسرے کے گھر چلے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر

سے جانا درست نہیں ہے، مسئلہ صورت میں وہ بلا اجازت دوسرے کے گھر جا کر سخت گناہ کی مرتکب ہوئی ہے؛ تاہم اس طرح بلا اجازت چلے جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

لأنها كانت مأمورة إلى طاعة زوجها في غير معصية. (مرقاة المفاتيح / باب

عشرة النساء، الفصل الأول ۶۳/۳)

قالوا ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج. (خانية على الهنلية / فصل في حقوق الزوجين

۴۴۳/۱ کوئٹہ، مجمع الأنهر / بلب النفقة ۱۱۷/۹، کنافہ لبحر لرائق / باب لنفقة ۱۹۵/۴ کراچی)

فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها. (الدر المختار ۱۴۵/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۹/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر عذر کے بیوی کی رضا مندی سے عزل کرنا؟

سوال (۴۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کوئی شخص اس دور میں اپنی بیوی کی رضا مندی سے جب کہ اُس کی بیوی کو کوئی مرض لاحق

نہیں ہے، طاقت و راہِ صحت مند ہے، عزل کرتا ہے یا مانع حمل کوئی دوا استعمال کرتا ہے، تو اس کا یہ

عمل کیسا ہے؟ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل ہوتا تھا، چنانچہ یہ مقولہ ہے: "نعزل

والقران ینزل" اس کا مطلب کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بلا عذر عزل کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے، اگرچہ

بیوی راضی ہو؛ اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واد خفی (خفیہ زندہ درگور کرنا) قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۲۷۶۲)

اور جن روایتوں میں عزل کی اجازت ہے، وہ نفسِ ابحاث پر محمول ہے۔

عن جُدَامَةَ بِنْتِ وَهَبٍ قَالَتْ: حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي أَنَسٍ وَهُوَ يَقُولُ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهِيَ عَنِ الْغَيْلَةِ فَنظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ،

فَإِذَا هُمْ يَغِيلُونَ أَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَأَلُوهُ عَنِ الْعِزْلِ، فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَلِكَ الْوَادِ الْخَفِيِّ، وَهِيَ: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُ دَةٌ

سُئِلَتْ﴾ (صحيح مسلم، مشكاة المصابيح ۲۷۶)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم

عن العزل: فقال: ما من كل الماء يكون الولد، وإذا أراد الله خلق شيء لم يمنعه

شيء. (رواه مسلم، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۳۱۶/۶ رقم: ۳۱۸۷ دار لكتب العلمية بيروت)

قال ابن الهمام: وضح عن ابن مسعود أنه قال: هي الموء ودة الصغرى،

وضح عن أبي أمامة أنه سئل عنه، فقال: ما كنت أرى مسلماً يفعلها. وقال نافع

عن ابن عمر ضرب عمر على العزل بعض بنيه. وعن عمر وعثمان أنهما كانا

ينهيان عن العزل، والظاهر أن النهي محمول على التنزيه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة

المصابيح ۳۱۸/۶ دار الكتب العلمية بيروت)

قال ابن الهمام: العزل جائز عند عامة العلماء، وكرهه قوم من الصحابة

وغيرهم، والصحيح الجواز. (فتح القدير ۲۷۲/۳ دار الفكر بيروت)

قال النووي: وهو مكروه عندنا؛ لأنه طريق إلى قطع النسل. ولهذا أورد

العزل للوآد الخفي. قال أصحابنا: لا يجرم قي المملوكة ولا في زوجته الأمة أما زوجته الحرة فإن أذنت فيه فلا يجرم وإلا فوجهان أصحهما لا يجرم.

(مرقاة المفاتيح / باب المباشرة ۳۱۶ تحت رقم: ۳۱۸۴ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی کے باہمی نزاع کو سلجھانے کا طریقہ

سوال (۴۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے شوہر نے مجھے بیس سال پہلے گھر سے نکال دیا تھا، جب سے آج تک مجھے نان نفقہ کے لئے کوئی خرچ وغیرہ انہوں نے نہیں دیا اور مزید شادیاں انہوں نے کر لی ہیں، جس سے مجھے کوئی اختلاف نہیں، میرے ساتھ جو بچے ہیں وہ میرے ہی ساتھ رہتے ہیں، ان بچوں کی دیکھ بھال بھی وہ نہیں کرتے، دو لڑکیوں کی شادی بھی میں نے ہی کی، بچیوں کی شادی میں بھی انہوں نے کسی بھی قسم کا کوئی تعاون نہیں کیا، جب کہ میرے شوہر اہل ثروت ہیں، اب اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اپنی برادری کے معزز افراد کو بیچ میں ڈال کر اپنا معاملہ

سلجھانے کی کوشش کریں، اس نزاعی معاملہ میں محض یک طرفہ فتویٰ سے مسئلہ حل نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا

مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾ [النساء: ۳۵]

السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما؛

فإن لم يصلحوا جاز الطلاق والخلع. (شامي / باب الخلع ۱/۳ ۴۴ دار الفكر بيروت، مجمع

الأنهر ۱۰۲/۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیوی پر شوہر کے گھر والوں کے لئے کھانا بنانا اور

کپڑے دھونا ضروری ہے؟

سوال (۴۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا کسی کی بیوی کے ذمہ ضروری ہے اپنا کھانا بنانا، بچوں کا کھانا بنانا، شوہر کے بھائیوں اُن کے ماں باپ کا کھانا بنانا، یا مذکورہ تمام لوگوں کا کپڑا دھونا اور دوسری ضروریات جھاڑو دینا وغیرہ، کیا ان مذکورہ کاموں کے نہ کرنے پر شوہر کو یہ حق پہنچتا ہے کہ عورتوں پر تعزیر کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورت پر تمام گھر والوں کی خدمت کرنا قضاء یا شرعاً

لازم نہیں ہے؛ بلکہ وہ صرف اپنے شوہر اور بچوں کی ذمہ دار ہے؛ تاہم عرفاً و اخلاقاً اگر کوئی یہ کام کرے، جیسا کہ ہمارے علاقہ میں معمول ہے، تو یہ اس کی طرف سے گھر والوں پر احسان ہے؛ لیکن اسے بہر حال مجبور نہیں کیا جاسکتا، اور اگر وہ یہ خدمت نہ کرے تو اس پر لعن طعن یا سختی کی اجازت نہیں۔

ولا يجوز لها أخذ الأجرة على ذلك لوجوبه عليها ديانة، ولو شريفة،

وفي الشامي: ولكنها لا تجبر عليه إن أبت. (شامي، الطلاق / باب النفقة ۲۹۱/۵ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج کرانا واجب نہیں، تو غریب

بیوی کا علاج کیسے کرائے؟

سوال (۴۴۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر شوہر کے ذمہ دواء وغیرہ کرنا ضروری نہیں ہے، تو ایسی عورت جو غریب ہے، وہ دوا وغیرہ کہاں سے کرائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فقہاء نے اگرچہ شوہر پر بیوی کی دوا دار و ضروری قرار نہیں دی ہے؛ لیکن جس طرح عورت پر اخلاقاً گھر والوں کی خدمت ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح اگر وہ بیمار ہو تو شوہر پر اس کی مناسب دوا دار و کرنا بھی ضروری ہونا چاہئے، یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ عورت سے خدمت پوری لی جائے اور اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھا جائے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۹]

وقال تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۸]

ولا تجب الدواء للمرض ولا أجره الطيب. (الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق /

الباب السابع عشر، الفصل الأول ۵۴۹/۱، كذا في الرد المحتار، الطلاق / باب النفقة ۲۹۱/۵ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۲۹/۶/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو امور عورت پر قضاء واجب نہیں ان میں شوہر کا زجر و توبیخ کرنا؟

سوال (۴۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک عالم صاحب نے یہ کہا کہ عورت کو جائز امور میں مرد کی فرماں برداری دیکھنا واجب

ہے؛ لہذا جھاڑو دینا وغیرہ امور اس میں داخل ہو گئے، قضاء حکم کی بجا آوری ضروری نہیں، وہ ان

امور میں اس کو مجبور نہیں کر سکتا، تو اصل میں سوال یہ ہے کہ اگر علامات سے یہ بات ثابت ہو جائے

کہ عورت مجبوری میں نہیں؛ بلکہ جان بوجھ کر حکم کی بجا آوری نہیں کرتی ہے، تو کیا مرد کو یہ حق پہنچتا

ہے کہ زجر و توبیخ کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو امور عورت پر قضاء ضروری نہیں ہیں، ان میں جبر اور زبردستی کی شوہر کو اجازت نہیں ہے، اور گھر کی صفائی کرنا ایسے ہی امور میں شامل ہے جو عورت پر قضاء لازم نہیں؛ لہذا اگر کوئی عورت صراحتاً گھر کی صفائی سے انکار کر دے، تو شوہر اسے مجبور نہیں کر سکتا، صرف ترغیب دے سکتا ہے۔

لا يجوز لها أخذ الأجرة على ذلك أي على الطحن و الخبز لوجوبه عليها
ديانة، فيقضى به، ولكنها لا تجبر عليه إن أبت. (شامي، الطلاق / باب النفقة ۲۹۱/۵
زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



آدابِ مباشرت

جماع کے وقت میاں بیوی کا برہنہ ہونا؟

سوال (۴۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بوقتِ جماع میاں بیوی مکمل کپڑے اُتار سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اُتار سکتے ہیں؛ لیکن صرف بقدر ضرورت ہی ستر کھولنا

مستحسن ہے۔

لا بأس بأن يتجردا في البيت كذا في القنية. (الفتاوى الهندية ۳۲۸۱۵) فقط واللہ

تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۷/۱۴ھ

بیوی کا پستان منہ میں لینا؟

سوال (۴۴۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بکر نے صحبت کے وقت بیوی کے پستان کو اپنے منہ میں لے کر چوسا، جس کی وجہ سے کچھ

دودھ بکر کے منہ میں آیا؛ لیکن حلق کے اندر نہیں گیا اور باہر پھینک دیا، تو دریافت طلب یہ ہے کہ بیوی

کو طلاق ہوگئی؟ یا بکر کے لئے اس کی بیوی حرام ہوگئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں بکر نے بیوی کا دودھ حلق کے اندر

نہیں دیا؛ اس لئے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا؛ البتہ جان بوجھ کر اس کا دودھ پینا حرام ہے؛ لیکن اس کے باوجود بیوی اس پر حرام نہ ہوگی؛ اس لئے کہ حرمت کے لئے مدت رضاعت (ڈھائی سال) کے اندر دودھ پینا شرط ہے۔

وإذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم. (الهدایة ۵۰/۲ یاسر ندیم،

فتاویٰ رحیمیہ ۲۵۷/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرم گاہ کو چاٹنا؟

سوال (۴۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میاں بیوی رضامندی سے ایک دوسرے کی شرم گاہ کو منہ سے زبان سے چاٹتے ہیں چوستے ہیں، تو ان کا اس طرح کرنا کیسا ہے؟ اور یہ فعل اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا کہنا ہے اس سے خواہش زیادہ اُبھرتی ہے، اگر کسی سے یہ فعل صادر ہو جائے تو ان کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ اور یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں لکھا گیا عمل جانوروں کا طریقہ ہے، کوئی بھی شریف

آدمی اس غلاظت اور گندگی کو گوارا نہیں کر سکتا ہے، ایسے گھناؤنے عمل سے توبہ و استغفار لازم ہے۔

إذا لم تستحی فاصنع ما شئت. (صحیح البخاری ۹۰/۴۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی سے صحبت کرتے وقت کندوم کا استعمال کرنا؟

سوال (۴۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کنڈوم (نرودھ) کا استعمال اپنی بیوی کے لئے کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کنڈوم کا استعمال کرنا منشاء شریعت کے خلاف ہے،

اور اس کو ”وادی خفی“ (زندہ درگور کرنا) قرار دیا گیا ہے؛ البتہ اگر کوئی مجبوری ہو، مثلاً بیوی کمزور ہو اور حمل کی وجہ سے اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو، تو ایسی صورت میں ایسی مانع حمل شیئی کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔

ثم سألوہ عن العزل، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ذلک وأد

الخفی، وہی إذا المؤودة سئلت. (صحیح مسلم ۴۶۶۱)

إن خاف من الولد السوء في الحرة يسعد العزل بغير رضاها لفساد

الزمان، فليعتبر مثله من الأعدار مسقطاً لإذنها. (شامی ۳۳۵۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ہم بستری کی دعانہ پڑھنے سے شیطان کا نطفہ داخل ہو

جاتا ہے اور نسب حرام ہوتا ہے؟

سوال (۴۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع میں مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہمارے ایک دوسرے بھائی نے دوران بیان فرمایا کہ بیوی سے صحبت کے وقت جو ہم بستری

کی دعائیں پڑھتا اس میں شیطان کا نطفہ شامل ہو جاتا ہے، جب شیطان کا نطفہ شامل ہو گیا تو اولاد

کیسی ہوگی، ظاہر ہے، پھر اصلاح کہاں ہوگی، لوگ روتے ہیں کہ اولاد بگڑ گئی بھائی بگڑ گئی؛ کیوں

نہیں؛ کیوں کہ حرام نطفہ شامل ہو گیا؛ بلکہ انگلش کے یہ الفاظ بھی بولے گئے، انگلو انڈین۔ سلسلہ

نسب بھی کہاں صحیح رہا؟ کیا یہ صحیح ہے کہ دعانہ پڑھنے سے شیطان کا نطفہ شامل ہو جاتا ہے، سلسلہ

نسب بگڑ جاتا ہے، اور اولاد بھی راہ راست پر نہ آئے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حالت مباشرت میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے نسب

میں کسی طرح کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اور اس سلسلہ میں وارد احادیث کی شرح کرتے ہوئے حضرات محدثین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بسم اللہ کے بغیر جماع سے پیدا شدہ اولاد پر شیطان کو اپنا اثر چلانے کا زیادہ موقع ملتا ہے، اس کے برخلاف جو اولاد بسم اللہ کے بعد پیدا ہوتی ہے اس پر شیطان کا اثر نہیں چلتا ہے، یہ ایسی بات ہے جو نہ آنکھوں سے نظر آتی ہے اور نہ اُسے عقل پر پرکھا جاسکتا ہے، اس طرح کے امور میں شارع علیہ السلام کے بیان پر مطلقاً ایمان رکھنا ضروری ہے، نیز حدیث مذکور کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بغیر بسم اللہ کے پیدا شدہ اولاد کبھی بھی راہ راست پر نہ آسکے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہدایت سے نواز سکتا ہے، جب بڑے بڑے کفار حالت شرک میں پیدا ہو کر بعد میں سچے سچے مسلمان؛ بلکہ مقتداء دین بن گئے تو دیگر لوگ تو بدرجہ اولیٰ سدھر سکتے ہیں؛ البتہ سدھارنے کی کوشش متواتر جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

لو أن أحدكم إذا أراد أن يأتي أهله قال: "بسم الله اللهم جنبنا الشيطان

وجنب الشيطان ما رزقتنا". فإنه إن قضى بينهما ولد من ذلك لم يضره الشيطان أبداً. (صحيح البخاري ۷۷۶/۲)

وفي فيض القدير: بإضلاله وإغوائه ببركة التسمية أبداً فلا يكون

للشيطان سلطان في بدنه ودينه ولا يلزم عليه عصمة الولد من الذنب؛ لأن

المراد من نفي الإضرار كونه مصوناً من إعفائه بالتسمية للولد الجاهل بلا

تسمية أو لمشاركة أبيه في جماع أمه، والمراد لم يضره الشيطان في أصل

التوحيد، وفيه بشارة عظيمة أن المولود الذي يسمي عليه عند الجماع الذي

قضى بسببه يموت على التوحيد، وفيه أن الرزق لا يختص بالغذاء والقوت؛ بل

كل فائسة أنعم الله بها على عبد رزق الله، فالولد رزق و كذا العلم والعمل به.

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی حیض و نفاس میں ہو تو استمتاع کس طرح کیا جائے؟

سوال (۴۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: خواہش کی سخت ضرورت ہے اور بیوی نفاس و حیض وغیرہ میں ہے، تو اس صورت میں کیا کریں؟ دوسری شادی کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئلہ صورت میں اس شخص کو چاہئے کہ متواتر روزے

رکھے؛ تا کہ شہوت پر قابو پاسکے۔

فقال عبد اللہ رضی اللہ عنہ لقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يقول: من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع منكم فعليه بالصوم؛ فإنه له وجاء. (مشكاة المصابيح ۲۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالت حیض میں بیوی کے پیچھے کے راستہ سے خواہش پوری کرنا؟

سوال (۴۵۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) ایک شخص بیوی سے لواطت کرتا ہے، اُس کا فعل کیسا ہے؛ اگر صدور ہو جائے تو اُس کی تلافی کی کیا صورت اور مرد سے کرے، تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

(۲) حالت حیض میں کبھی اپنی خواہش سے بیوی سے لواطت کرتا ہے، کبھی ہاتھ سے فائدہ

اٹھاتا ہے، منی خارج کرواتا ہے، کبھی بیوی کے بدن پر رگڑ کر خواہش پوری کرتا ہے، ان کا کرنا کیسا

ہے؟ اگر صدور ہو جائے تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) لواطت کسی بھی حالت میں جائز نہیں، خواہ بیوی پاک ہو یا حالت حیض میں ہو، اگر یہ فعل ہو جائے تو صدق دل سے توبہ و استغفار لازم ہے، اور بہتر ہے کہ توبہ کی نیت سے کچھ صدقہ بھی کر دے اور خواہش کا تقاضہ اس قدر ہو کہ گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور بیوی ناپاکی میں ہو تو عورت کے ناف سے لے کر گھٹنے کے علاوہ حصہ بدن مثلاً ہاتھ وغیرہ سے لذت اندوزی کی گنجائش ہے اور ران وغیرہ سے بلا حائل استمتاع کی قطعاً اجازت نہیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به. (سنن الترمذي ۲۷۰۱)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ينظر الله إلى رجل أتى رجلاً أو امرأة في الدبر. (سنن الترمذي ۲۷۲)

عن النبي صلى الله عليه وسلم: في الرجل يقع على امرأته وهي حائض قال: يتصدق بنصف دينار. (سنن الترمذي ۳۵۱)

ويمنع..... دخول مسجده..... و قربان ماتحت إزار یعنی ما بین سر و رکتہ ولو بشهوة و حل ماعده مطلقاً: (الدر المختار) وتحتہ فی الشامیة: فیجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل و كذا بما بينهما بحائل بغير الوطئ ولو تلتطخ رما. (الدر المختار مع الشامی ۴۸۶/۹ زکریا)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

إذا خضت يأمرني أن أتزر ثم يبأشروني. (سنن الترمذي ۳۵۱)

زاد في معراج الدراية ويجوز أن يستمنى بيد زوجته وخدمته. (شامي)

(۳۷۱/۳ زکریا)

يجوز له أن يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها إلا ماتحت

الإزار. (شامي ۴۸۷/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۲/۱۷ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی دبر میں وطی کرنا؟

سوال (۴۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میاں بیوی نے بجائے وطی فی القبل کے وطی فی الدبر کی اور یہ دونوں ایک بچہ کے ماں باپ بھی ہیں تو کیا اس کی وجہ سے میاں بیوی میں مفارقت ہوگی۔ اس مسئلہ کی مدلل وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس غیر انسانی حرکت کی وجہ سے زوجین میں مفارقت

نہیں ہوتی، اگرچہ یہ فعل انتہائی شنیع اور سخت ترین گناہ کا باعث ہے اور دونوں پر توبہ لازم ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿نِسَاءُكُمْ حُرَّتٌ لَّكُمْ فَاَتُوا حُرَّتْكُمْ اَنِيْ شَيْئًا﴾

[البقرة:] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۹/۲۶ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ناپاک آدمی کے کمرے میں فرشتے نہیں آتے؟

سوال (۴۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جہاں جنبی ناپاک آدمی ہو وہاں فرشتے نہیں جاتے، اگر کسی مکان میں تین بھائی ہوں اور وہ اپنے کمرے میں الگ الگ ہوں، اور اس میں ایک جنبی ہو تو یہ نحوست پورے مکان میں رہے گی یا

صرف ایک کمرے تک ہی محدود رہے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ناپاک جنبی کی وجہ سے جو نحوست آئی ہے، وہ اُس کے

کمرے تک محدود رہے گی، گھر کے دیگر کمروں کے رہنے والے اس سے متاثر نہ ہوں گے۔

عن علي بن أبي طالب كرم الله وجهه عن النبي صلى الله عليه وسلم

قال: لا تدخل الملائكة بيتاً فيه صورة ولا كلب ولا جنب. (سنن أبي داؤد رقم:

۲۲۷-۱۵۲، سنن النسائي ۱/۱۴۱، الترغيب والترهيب مكمل رقم: ۲۸۳ بيت الأفكار الدولية)

والمراد بالبيت الذي يستقر الشخص سواء كان بناءً أو خيمة أم غير

ذلك. (فتح الباري ۱۰/۳۸۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی کا نطفہ ٹیوب میں پرورش کر کے اولاد حاصل کرنا؟

سوال (۴۵۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص کی شادی کے کئی سال گزر گئے؛ لیکن ابھی تک اولاد نہیں ہے، اس وجہ سے وہ

پریشان ہے، اور اولاد کی بہت خواہش ہے، ڈاکٹروں کو بتایا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ عورت کا

بیضہ المنی اور شوہر کا مادہ منویہ حاصل کیا جائے، پھر دونوں کو ملا کر مخصوص مدت تک ٹیوب میں

پرورش کی جائے، پھر اس کو عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے، اس طرح اولاد ہوتی ہے، تو کیا ایسا

طریقہ اختیار کرنا شریعت میں درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ حصول اولاد کا جدید طریقہ خلاف

فطرت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، اور اس میں کھلی ہوئی بے حیائی بھی پائی جاتی ہے، اس لئے

اسے اختیار کرنا ہرگز درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۳۲۳، ذیل، فتاویٰ رحمیہ ۱۰/۱۷۹)

قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ [الأنعام: ۱۵۲]

وقال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا ضَلَّيْنَهُمْ وَلَا مَنِّينَهُمْ وَلَا مُرْتَنِّهِمْ فَلْيَبْتِكُنْ

إِذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مُرْتَنِّهِمْ فَلْيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ﴾ [النساء: ۱۱۹] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بے بی ٹیسٹ ٹیوب طریقہ کار کا شرعی حکم؟

سوال (۴۵۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: موجودہ دور میں نئے نئے انکشافات سائنسی ترقیات کی وجہ سے بہت سے مسائل سہولت بخش ہو گئے ہیں، ان میں ایک ”ٹیسٹ ٹیوب بے بی“ کا مسئلہ بھی ہے کہ شوہر کے مادہ منویہ کو کچھ مدت باہر رکھ کر پھر اس کو بیوی کے مادر رحم میں داخل کیا جاتا ہے اور بالیقین یہ بات طے ہے کہ وہ مادہ منویہ اسی کے شوہر کا ہوتا ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے، تو کیا وہ عورتیں جو فطری تولد کے نظام سے عاجز ہیں، وہ اس ”ٹیسٹ ٹیوب“ کے طریقہ کار کو استعمال کر سکتی ہیں یا نہیں؟ شرعی نقطہ نظر سے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ خلاف شریعت ہے، اس

لئے اکثر علماء اسے ناجائز قرار دیتے ہیں؛ البتہ بعض علماء و مفتیان نے اس شرط کے ساتھ مجبوری میں اس کی اجازت دی ہے کہ اس عمل کو انجام دینے میں کسی تیسرے کا دخل نہ ہو، اس لئے اگر دین دار مسلمان ڈاکٹر کسی بے اولاد جوڑے کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ ٹیسٹ ٹیوب کے علاوہ ان کے لئے اولاد کے حصول کی کوئی اور شکل نہیں ہے، تو مذکورہ شرائط کے ساتھ اجازت دی جاسکتی

ہے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ ۲۷/۳۲۹، میرٹھ، فقہی مضامین ۳۰۹، اسلام اور جدید میڈیکل مسائل ۱۶۰)

الحمل قد يكون بإدخال الماء الفرج بدون جماع مع أنه نادر. (البحر الرائق

۱۵۶/۴ کوئٹہ)

إن الحمل قد يكون بإدخال الماء الفرج دون جماع فنادر. (فتح القدير

۳۱۵/۴ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۲/۲۰۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جدید تکنیک کے مطابق دوسرے کا مادہ منویہ لے کر

بیوی کے رحم میں ڈالنا؟

سوال (۴۵۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اولاد کے لئے جدید تکنیک کے مطابق بلڈ بینک کی طرح اسپرم بینک سے اسپرم لے کر لیڈی ڈاکٹر سے حمل کرایا جائے، اس عمل میں زید کا پیسہ خرچ ہوگا؛ لیکن اس کا جسمانی دخل نہیں ہوگا، یہ طریقہ شریعت کے مطابق کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جدید تکنیک کے مطابق دوسرے کا مادہ منویہ لے کر

استقرار کرانے میں بے حیائی اور فحاشی پائی جاتی ہے، اور یہ ایک طرح کی زنا کاری ہے، اس لئے یہ طریقہ شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فقہی مضامین ۳۰۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۲۰۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچے کے حصول کے لئے مرد کی منی بذریعہ انجکشن

عورت کے رحم میں ڈالنا؟

سوال (۴۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص شادی شادہ ہے، ۱۳ سال بعد بھی بے اولاد ہے، ڈاکٹروں سے جانچ کرانے پر ان کا کہنا یہ ہے کہ اس شخص کے جسم میں حمل ٹھہرنے والا جراثیم ہے؛ لیکن قدرتی نظام کے مطابق باہر نہیں نکلتا؛ لیکن اگر انجکشن کے ذریعہ وہ جراثیم شوہر کے جسم سے نکال کر بیوی کے رحم میں ڈال دئے جائیں، تو انشاء اللہ حمل ٹھہر جائے گا، اور اولاد بھی ہوگی، اس مسئلہ کو بندہ نے تلاش کیا تو مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی کتاب ”جدید میڈیکل مسائل“ میں صورت مذکورہ کو جائز لکھا ہے۔ جدید فقہی مسائل ۵/۱۵۴ میڈیکل مسائل و دلائل بھی موجود ہیں، شوہر ہی کے مادہ منویہ کو بیوی کے رحم میں بذریعہ انجکشن ڈالنے کی اس صورت میں دیگر حضرات مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں؟ کیا حصول اولاد کے لئے یہ صورت اختیار کرنا دلیل مذکورہ کی وجہ سے جائز ہے؟ دلائل کو پیش کرنے کے بعد حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ اس لئے اس بے مایہ کا خیال ہے کہ اولاد سے محروم شوہر و بیوی کے لئے اولاد کا حصول ایک فطری اور طبعی داعیہ ہے کہ اس کے لئے شوہر کی مردطیب اور عورت کی عورت طیبہ کے سامنے بے ستری گوارہ کی جاسکتی ہے۔ جہاں تک یہ خلاف فطرت ہونے کی بات ہے تو یہ ممانعت کی کوئی قوی دلیل نہیں ہے، ایک فطری ضرورت اور تقاضہ کی تکمیل کے لئے ایسی غیر فطری صورت اختیار کرنا جس کی ممانعت پر نص وارد نہ ہو، جائز ہوگا؟ دواؤں کے ایصال کی اصل راہ منہ اور حلق ہے؛ لیکن مصلحت حقتہ کی اجازت ہے، بچہ کی ولادت کی اصل راہ عورت کی شرم گاہ ہے؛ لیکن ضرورت ہو تو آپریشن کی اجازت ہے۔ قیاساً علیہ۔ (جدید میڈیکل مسائل ۵/۱۶۰)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئلہ میں دو شکلیں ہو سکتی ہیں: اول یہ کہ کسی

ڈاکٹریاڈاکٹرنی یا میاں بیوی کے علاوہ کسی تیسرے شخص کے ذریعہ یہ استقرار حمل کرایا جائے، تو یہ صورت بالکل ناجائز ہے، چوں کہ اس میں انتہائی درجہ کی بے حیائی لازم آتی ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ خود میاں بیوی آپس میں یہ عمل انجام دیں یعنی شوہر خود اپنا مادہ انجکشن میں نکال کر بیوی کے رحم میں پہنچائے، یا بیوی یہ عمل کرے تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی؛ کیوں کہ میاں بیوی کا آپس میں یہ

عمل کرنا بے حیائی میں داخل نہیں ہے، اور یہ دعویٰ کرنا کہ کسی تیسرے شخص کے ذریعہ اس عمل کو انجام دینے کی ممانعت پر نص وارد نہیں ہے، یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ میاں بیوی والے عمل میں کسی دوسرے کا دخل دینا حتیٰ کہ میاں بیوی کی مخصوص بات چیت کی اطلاع دینا بھی ناجائز ہے، تو پھر اس سے آگے بڑھ کر یہ کھلی ہوئی بے حیائی کا عمل کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور رہ گئی اس طرح پیدا شدہ بچہ کی نسب کی بات، تو وہ بہر حال شوہر سے ثابت ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۳۸۶/۸)

عالمج جاریتہ فیما دون الفروج فأخذت ماءه و جعلته فی فرجها و علقت

منہ صارت أم ولد. (الفتاویٰ البزازیة ۳۵۹/۵)

إن من شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة الرجل يفضي إلى امرأته

وتفضي إليه ثم ينشر أحدهما سر صاحبه. (صحيح مسلم ۴۶۴/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ



متفرقات

کیا آدم اور حوا کا نکاح جنت میں ہوا تھا؟

سوال (۴۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: آدم و حوا علیہما السلام کا نکاح جنت میں ہوا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کی صراحت کہیں نظر سے نہیں گذری؛ البتہ قرآن

کریم کی آیت: ﴿يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ میں حضرت حوا علیہا السلام پر زوج

کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت ہی میں حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ بنادی

گئی تھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۲۶۳ھ

نکاح کے بعد مذکورہ دعانہ پڑھنے پر نسخ نکاح کا حکم لگانا؟

سوال (۴۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایجاب و قبول کے بعد طرفین کی رضا مندی سے ولی وکیل مع دو گواہوں اور حاضرین مجلس کی

گواہی سے سو پانچ ہزار روپیہ مہر معجل (نقد مہر) کے ساتھ اللہ اور رسول کی شریعت کے مطابق مع

نکاح خطبہ مسنونہ کے ایک عقد نکاح عمل میں آیا، یہاں تک متفقہ صورت مسئلہ ہے، نکاح کے بعد

دولہا دولہن کے لئے جو دعا کی جاتی ہے، اس میں اختلاف شروع ہوا، قاری نکاح نے درود شریف

کے بعد قرآن کریم کی چند آیات جو ”رَبَّنَا“ سے متعلق ہیں، نیز ”بارک اللہ لکما وجمع

بینکما بالخییر“ اور ”اللہم“ سے متعلق چند دعاؤں کے بعد اردو سے دولہا اور دولہن کی فلاح و بہبود اور دونوں کے لئے تاحیات زندگی جوڑے کی سلامتی کے لئے دعا کی، اور اخیر میں درود شریف کے بعد دعا ختم کر دی۔

اختلاف یوں ہو گیا کہ زید نے کہا کہ نکاح کے بعد ایک مخصوص دعا ہے جو نہیں پڑھی گئی، اس لئے نکاح نہیں ہوا، زید کی مخصوص دعا یہ ہے:

اللہم ألف بینہما کما ألفت بین آدم و حوا، اللہم ألف بینہما کما ألفت بین ابراهیم و سارہ و ہاجرہ، اللہم ألف بینہما کما ألفت بین موسیٰ و صفوراً، اللہم ألف بینہما کما ألفت بین یوسف و زلیخا، اللہم ألف بینہما کما ألفت بین محمد رسول اللہ و خدیجۃ الکبریٰ و عائشۃ الصدیقۃ، اللہم ألف بینہما کما ألفت بین علی المرتضیٰ و فاطمۃ الزہراء و صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و أصحابہ أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین۔

کیا نکاح کے لئے یہ مخصوص دعا ضروری ہے اس مخصوص دعا کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں، اس مخصوص دعا کی اصلیت کیا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے، نکاح کے بعد کوئی دعا پڑھنا لازم نہیں ہے، اور نہ کسی دعا پر نکاح کی صحت کا مدار ہے؛ لہذا زید کا یہ کہنا کہ فلاں خاص دعا نہیں پڑھی، اس لئے نکاح ہی نہیں ہوا، یہ محض غلط ہے اور جہالت کی بات ہے۔

وینعقد بإیجاب من أحدهما و قبول من الآخر، و شرط حضور شاہدین حورین أو حورتین سامعین قولہما معاً. (الدر المختار ۹/۳ کراچی، ۶۸/۴ زکریا، کذا فی البحر الرائق ۸۱۳-۸۷ زکریا، الفتاویٰ الہندیۃ ۲۶۷/۱ کراچی، الہدایۃ ۳۰۵/۲ دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲۸/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کا اپنے شوہر کو ”بھیا“ کہنے سے نکاح کا حکم

سوال (۴۶۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اشتیاق کی شادی ہوئی، اشتیاق کی بیوی نے مذاق میں اپنے شوہر کو کسی بات پر ”بھیا“ کہہ دیا تو کیا ایسی صورت میں بیوی شوہر پر حرام ہوگئی، یا تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی؟ جب کہ حدیث میں ہے: ثلاثة جدھن جد وھزلھن جد۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی کی طرف سے شوہر کو بھائی کہنے سے رشتہ زوجیت

میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

المستفاد: و ظہارھا منہ لغو فلا حرمة علیھا ولا کفارة بہ یفتی، جوہرہ۔ قولہ:

و ظہارھا منہ لغو أي إذا قالت أنت علی کظھر أمی أو أنا علیک کظھر أمک فھو

لغو؛ لأن التحريم ليس إليها. (الدر المختار مع الشامی ۱۲۷/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح بشیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کے بارے میں یہ کہنا کہ ”تمام شہر میں چکر لگاؤ رشتہ نہ ملے گا“

سوال (۴۶۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک بھائی اپنی بہن کے بارے میں اپنی ماں اور اور بڑی بہن سے یہ کہہ سکتا ہے کہ ”تمام شہر کا چکر لگاؤ کہیں رشتہ نہیں ملے گا“؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اچھے بھائی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ بہنوں کا ہمدرد

اور خیر خواہ ہو، اور بہنوں کے ساتھ خیر خواہی اسی میں ہے کہ ان کے لئے بہتر رشتہ تلاش کیا جائے،

پس اگر کوئی بھائی اس کے برخلاف بہن کے بارے میں رشتہ نہ ملنے کے طعنے دے، جیسا کہ سوال

میں مذکور ہے، تو اس بھائی کا یہ عمل قابل مذمت ہے، اسے ایسی باتوں سے توبہ کرنی چاہئے۔

فقال عبد الرحمن: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: قال الله تعالى: أنا الله وأنا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها من اسمي، فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته. (سنن الترمذي / كتاب البر والصلة ۱۲۱۲) فقط والله تعالى اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۲/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کو ناراض کر کے بھانج کی بہن سے نکاح کرنا؟

سوال (۴۶۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک بیوہ نے بڑی کوشش سے اپنے بچے کو تعلیم دینا چاہا اس کی خواہش تھی کہ اس کا بچہ پڑھ لکھ کر اپنے باپ کا نام روشن کرے؛ لیکن اس کی بڑی بھانج نے اپنی بہن کے چکر میں پھنسا دیا، گھر پر لڑکی کا حد سے زیادہ آنا جانا فون پر لڑکے سے بات چیت اور ملنا جلنا شروع ہو گیا، پڑھائی بھی مکمل نہیں ہو پائی اس کا علم بھانج اور اس کے میکہ والوں کو بھی تھا؛ لیکن وہ انجان بنے ہوئے ہیں، ماں کو یہ رشتہ قطعی پسند نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کی بڑی بہو حد سے زیادہ چالاک اور بدتمیز ہے اس کی نظر میں ساس نندوں اور گھر والوں کی کوئی عزت نہیں ہے، اس کا بڑا بیٹا بھی بیوی کے کہنے میں آ کرناں کو حد سے زیادہ ذلیل کرتا رہتا ہے، وہ جانتی ہے کہ خدانہ کرے دوسری بہن آگئی تو گھر کا ناس ہو جائے گا، بیٹے نے بہو کے کہنے میں آ کر چار سو بیس سے باپ کا مکان بھی اپنے نام کر لیا، اس وجہ سے زیادہ پریشان کرتی ہے، باپ نے بچوں سے منع کر دیا ہے بچے دادی سے یا گھر میں اور کسی سے بات نہیں کرتے، کیا ماں کی موجودگی میں بھانج کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی مرضی سے یہ رشتہ کرے جبکہ ماں اور گھر کے سب لوگ اس بات کے خلاف ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماں کی ناراضگی بڑے خطرہ کی چیز ہے، اس لئے مذکورہ

بیٹے کو چاہئے کہ وہ ماں کی مرضی کے خلاف رشتہ نہ کرے، اور کسی بیٹے کو ماں کی نافرمانی پر ابھارنا بڑا

گناہ ہے، اس لئے مذکورہ بھانج کو اپنے فعل سے باز آنا چاہئے اور حکمتِ عملی کے ساتھ آپسی رضامندی سے رشتہ کرنا چاہئے، اسی میں خیر ہوگی۔

أن رجلاً أتى أبا الدرداء، فقال: إن أبي لم يزل بي حتى زوجني وأنه الآن يأمر بطلاقها، قال: ما أنا بالذي أمرت أن تعق والدك ولا بالذي أمرت أن تطلق امرأتك غير أنك إن شئت حدثتك ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعته يقول: الوالد أوسط أبواب الجنة فحفظ ذلك إن شئت أودع. (مرقة المفاتيح ۲۰۰۹-۲۰۱ اشرفیہ)

إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات أي مخالفتهن وهو القطع والشق المراد صدور ما يتأذى به أحد الوالدين من ولده عرفاً بقول: أو فعل. (مرقة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح / باب البر والصلة، الفصل الأول ۶۶۵/۴ ممبئی)

عن عائشة رضي الله عنها قال: قلت يا رسول الله! أي الناس أعظم حقاً على المرأة، قال: زوجها، قلت: فأبي الناس أعظم حقاً على الرجل؟ قال: أمه. (رواه الحاكم في المستدرک ۱۵۰/۴، بحواله: الأحاديث المنتخبة في الصفات الست / إكرام المسلم ۲۸۵) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

دو بچوں کی پیدائش کے درمیان شرعاً کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟

سوال (۴۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد ارشد ولد محمد الطاف پہلی حویلی چوک کامٹی تقریباً سات مہینہ قبل الیکشن میں وارڈ نمبر ۱۷ سے کامیاب ہو چکا، میری اس کامیابی پر جناب محمد شکیل ولد محمد ظہیر محروم اور ان کے بھتیجے جناب محمد شارق ولد محمد شبیر صاحب نے دنیاوی عدالت میں میرے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا، جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ الیکشن لڑنے کے لئے دنیا کے سرکاری محکمہ کے مطابق جس کسی کے بھی دو بچے ہوں، اور ان دو بچوں کے علاوہ تیسرا بچہ ۲۰۰۱ء کے بعد پیدا ہوتا ہے، تو وہ الیکشن نہیں لڑ سکتا، جناب

مفتی صاحب شرعی قانون کے اندر بچوں کی زائد پیدائش پر روک تھام ہے، کیا ان کی پیدائش پر اور ان کی تعداد پر قید ہے؟ اور کیا ایک بچے کی پیدائش سے دوسرے بچے پیدائش اور دوسرے بچے سے تیسرے بچے کی پیدائش تک کوئی سال کوئی وقفہ کی قید، بندش رکاوٹ ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعی طور پر دو بچوں کے درمیان وقفہ کے متعلق کوئی تحدید ثابت نہیں ہے، اور اگر اس بارے میں قانوناً کوئی تحدید کی جاتی ہے، تو شرعاً اس کی تعمیل لازم نہیں، اور ایسی تحدید کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، شریعت کی نظر میں اولاد کی کثرت پسندیدہ ہے، اور بلا معقول شرعی عذر کے اولاد کی پیدائش پر پابندی نہیں لگانی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۸/۲۹۴)

عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم أتاه الثالثة، فقال له: تزوجو الودود الود فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن أبي داؤد ۲۸۰/۱ رقم: ۲۰۵۰، سنن النسائي ۶۵/۶، الترغيب والترهيب مكمل ۴۳۳ رقم: ۲۹۹۰ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۸/۲۰۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ووٹ دینے کے لئے اپنے کو دوسرے کی بیوی قرار دینا؟

سوال (۴۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل دھوکہ دھڑی کا زور ہے، ووٹنگ کے معاملے میں بھی ایسا ہوتا ہے، جیسے عورت ہے زید کی مگر ووٹ ڈالنے لگی تو بکر کی عورت بن کر، اب وہاں موجود شخصوں نے پوچھا تم بکر کی عورت ہو؟ اس عورت نے پر زور الفاظ میں کہا جی ہاں، تو اب سوال یہ ہے کہ یہ عورت زید ہی کی رہی یا زید کے نکاح سے خارج ہوگئی؟ بیٹو تو جڑوا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کی بیوی کا اپنے آپ کو بکر کی بیوی ہونے کا اقرار

کرنا، کھلا ہوا جھوٹ ہے؛ لیکن اس جھوٹے اقرار سے وہ زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوگی۔
(مستفاد: کفایت المفتی ۱۵/۵)

قال الله تعالى: ﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ [الحج، جزء آیت: ۳۰]

قال ابن الفضل رحمه الله: كان لها زوج معروف، فتزوجت بآخر
وقالت: تزوجت بالثاني، وأنا في عدة الأول، فالقول لها، إن كان بين النكاحين
أقل من شاهدين. (بازية على هامش الفتاوى الهندية ۳۶۸/۵ زكريا) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح طلاق کے اعتراض و جواب سے متعلق کتاب

سوال (۴۶۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا کوئی ایسی کتاب آپ کے نظر میں ہے، جس میں نکاح، طلاق وغیرہ کے اعتراضات کے
جوابات ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کے لئے آپ حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کی

کتاب ”اشرف الجواب“ اور ”احکام اسلام عقل کی نظر میں“ کا مطالعہ فرمائیں۔ فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متارکہ کی کیا حقیقت ہے؟

سوال (۴۶۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ”متارکہ“ کی حقیقت کیا ہے؟ متارکہ کے لئے ترک و طی کا عزم کافی ہے یا اس کا اظہار بھی

ضروری ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: متارکہ میں ترک وطی کا عزم کافی نہیں ہے؛ بلکہ زبان سے اس کا اظہار لازم ہے، اس کے بغیر متارکہ کا تحقق نہ ہوگا۔

وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول، إن كانت مدخولاً بها كتركتك أو خليت سبيلك، وأما غير المدخول بها فقييل: تكون بالقول وبالترك على قصد عدم العود إليها، وقيل: لا تكون إلا بالقول فيهما، حتى لو تركها ومضى على عدتها سنون لم يكن لها أن تتزوج بآخر. (شلمی ۱۱۴/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا وطی کو حق تفریق کے سقوط کا سبب مانا جاسکتا ہے؟

سوال (۴۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقہاء نے عدم کفایت کی بناء پر اولیاء کو مطالبہ تفریق کا حق ولادت حمل ظاہر ہونے تک دیا ہے، جب کہ بعض دفعہ بیماری کی وجہ سے سالہا سال استقرار حمل کی نوبت نہیں آتی ہے؛ اس لئے کیا اس کیلئے کوئی اور مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟ نیز کیا اس سلسلہ میں وطی تک کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرات فقہاء نے حمل ظاہر ہونے یا ولادت کو اولیاء

کے حق تفریق کے ساقط ہونے کا سبب جو بنایا ہے، اس کی وجہ بچہ کے نسب کا تحفظ ہے، ظاہر ہے کہ یہ وجہ کسی اور صورت میں نہیں پائی جاتی؛ اس لئے تلاش کے باوجود کوئی ایسا جزئیہ نہیں مل سکا، جس میں محض وطی یا کسی اور عمل کو حق تفریق کے سقوط کا سبب مانا گیا ہو۔

لکن للولي حق الاعتراض في غير الكفو أي للولي حق الفسخ، إذا

تزوجت ما لم تلد من الزوج، أما إذا ولدت منه فليس للأولياء حق الفسخ كيلا

وله أي لولي إذا كان عصبه الاعتراض في غير كفؤ فيفسخه القاضي -
إلى قوله - ما لم يسكت حتى تلد منه لئلا يضيع الولد. (الدر المختار مع الشامي
۱۵۶۱۴ زكريه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۳۳۱ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے انتقال کے بعد بغیر نکاح کے غیر مرد کے ساتھ رہنا؟

سوال (۴۷۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: آسیہ کا نکاح عبد اللہ سے ہوا، اور چند اولاد بھی ہیں، آسیہ عبد اللہ کی منکوحہ بیوی ہوتے ہوئے ایک شادی شدہ مرد یعنی زید سے نکاح کر کے ایک ساتھ رہ رہی ہیں، اور اس سے ایک لڑکی بھی ہو گئی ہے، اس کے بعد آسیہ کے شوہر اول یعنی عبد اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

اب دریافت یہ ہے کہ آسیہ اور زید ان دونوں کیا حکم ہیں، اب یہ دونوں زید اور آسیہ ایک ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں، کچھ علماء کہتے ہیں کہ زید اور آسیہ کے درمیان تجدید نکاح کی کوئی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ آسیہ کے شوہر اول عبد اللہ کا انتقال ہو گیا ہے، نیز شوہر ثانی زید سے جو ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے اس کا نسب کس سے ہوگا، فی الحال آپ حضرات کے جواب کے انتظار میں ہیں، لہذا برائے کرم مع تفصیل و دلیل مذکورہ مسئلہ کا صاف صاف جواب تحریر کیجئے؛ تاکہ ہر ایک باسانی معلوم ہو جائے؟ عین نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عبد اللہ کے نکاح میں رہتے ہوئے آسیہ کا زید سے

جسمانی تعلق قائم کرنا سخت ترین گناہ اور انتہائی قابل مذمت فعل ہے، اور ان دونوں میں فوری طور پر تفریق اور ندامت کے ساتھ توبہ اور استغفار لازم ہے، اب حسب تحریر سوال چوں کہ شوہر عبد اللہ کا انتقال ہو چکا ہے، تو اس کی عدت چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد آسیہ اور زید آپس میں نکاح

کر کے باعفت زندگی گزار سکتے ہیں، جو پہلے نکاح کیا تھا اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور رہ گئی اس دوران پیدا شدہ بچی کے نسب کی بات، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زید کو آسیہ سے تعلق کرتے وقت یہ بات معلوم تھی کہ وہ عبداللہ کی منکوحہ ہے، تو اس بچی کا نسب زید سے ثابت نہیں؛ بلکہ شوہر اول عبداللہ ہی سے ثابت ہوگا اور اگر زید کو عبداللہ کے مرنے کی خبر نہیں تھی، گویا اس کو دھوکہ دے کر نکاح کیا گیا، تو اس صورت میں یہ وطی بالشہ کے درجہ میں ہوگی، اور بچی کا نسب زید سے ثابت ہوگا۔

ولو تزوج بمنکوحۃ الغیر وهو لا یعلم أنها منکوحۃ الغیر فوطئها تجب العدة، وإن کان یعلم أنها منکوحۃ الغیر لا تجب حتی لا یحرم علی الزوج وطئوها. (الفتاویٰ الہندیۃ ۲۸۰/۱ زکریا)

الأصل فی هذا أن کل امرأة لم تجب علیها العدة؛ فإن نسب ولدها لا یثبت من الزوج إلا إذا علم یقیناً أنه منه وهو أن یجیء لأقل من ستة أشهر، وکل امرأة وجبت علیها العدة، فإن نسب ولدها یثبت من الزوج. (الفتاویٰ الہندیۃ ۳۷۱/۵ زکریا)

أما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدته، فالدخول فیہ لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً. (شامی ۲۷۴/۴، ۱۹۷/۵ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الملاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳۳۱/۳/۹ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ فسخ ہو جانے پر بہو کے نام زمین رجسٹری کرانے

کا خرچہ واپس لینا؟

سوال (۴۷۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں نے لڑکی کے والدین کے مزید اصرار پر اپنے لڑکے کا رشتہ فصیح الدین صاحب کی دختر کے ساتھ طے کر کے منگنی کی تھی، اور لڑکی تہی کے گھر والوں کے مزید اصرار پر منگنی کر کے پچاس گز

زمین کا بیع نامہ بھی لڑکی کے نام کرایا تھا، جس میں میرا کافی روپیہ خرچ ہوا ہے، اب لڑکی کے والدین لڑکی کی غیر رضامندی ہونے پر شادی سے انکار کر رہے ہیں، میں نے جو کچھ روپیہ لڑکی کے نام زمین کی رجسٹری کرانے اور منگنی میں خرچ کیا ہے اس کے مطالبہ کا مجھے شرعی طور سے حق ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئلہ میں لڑکی کے باپ پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ زمین آپ کے نام دوبارہ منتقل کرائے اور اس میں جو صرفہ آئے اسے ادا کرے، اس کے علاوہ کسی اور صرفہ کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجهها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم. (الدر المختار ۱۰۳/۳ کراچی، ۳۰۴۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۸/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک حریف کے شادی میں شرکت کرنے سے دوسرے حریف کا شریک نہ ہونا؟

سوال (۴۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور زبیر کے درمیان جھگڑا ہو جانے سے بول چال بند ہے، احمد نے شادی کے ولیمہ یا کسی اور تقریب میں زید اور زبیر کو بھی مدعو کیا، مظلوم زید نے احمد کی دعوت قبول کرنے کے بجائے یہ جواب دیا کہ اگر تم زبیر کو بلا تے ہو تو میں شادی میں ہرگز شامل نہیں ہوں گا، دعوت کے جواب میں زید کا اختیار کیا ہوا طرز عمل کیسا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بلا کسی شرعی عذر

کے تین دنوں سے زیادہ بول چال بند رکھنا شرعاً جائز نہیں، اور زید کا احمد کو یہ کہنا کہ تم زبیر کو بلاتے ہو تو میں شادی میں ہرگز شامل نہیں ہوں گا، اخلاقی اور شرعی اعتبار سے قطعاً درست نہیں۔

قال تعالى: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [ال عمران: ۱۰۳]

عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليالٍ، يلتقيان فيعرض هذا، ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام. (رواه مالك الموطأ ۷/۲، ۹۰، صحيح البخاري رقم: ۶۲۳۷، صحيح مسلم رقم: ۲۵۶۰، سنن الترمذي رقم: ۱۹۳۲، سنن أبي داؤد رقم: ۴۹۱۱، الترغيب والترهيب مكمل ۵۸۴ رقم: ۴۱۸۹ بيت الأفكار الدولية) فقط والله تعالى اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا الله عنه

خودکشی کی کوشش کرنے والے مرد یا عورت سے نکاح کرنا؟

سوال (۴۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جو مرد یا عورت بار بار سمجھانے کے باوجود خودکشی کرنے کی کوشش کرتے ہوں، کیا ایسی عورت یا مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا جائز ہے؟ اسلامی شریعت کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اسلام میں خودکشی حرام ہے، کسی بھی مسلمان کو کسی بھی

حالت میں اس فعل حرام کا ارادہ نہیں کرنا چاہئے؛ تاہم جو شخص خودکشی کی دھمکی دیتا ہو، اس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم رکھنا شرعاً منع نہیں ہے، اور زوجین کو آپس میں افہام و تفہیم کرتے رہنا چاہئے اور ایک دوسرے کو غلط اقدام سے بچانے کی فکر کرتے رہنا چاہئے۔

وإن ذلک (أي قتل الرجل نفسه) في التحريم كقتل سائر النفوس

الحرمة. (مرقاة المفاتیح ۲/۷۵ اشرفیہ)

عن تمیم الدارني رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: إن الدين النصيحة، إن الدين النصيحة، إن الدين النصيحة، قالوا لمن يا رسول الله! قال: لله وكتابه ورسوله وأئمة المسلمين وعامتهم. (سنن أبي داؤد ۶۷۶۱۲ رقم: ۴۹۴۴)

والنصيحة لعامة المسلمين، إرشادهم إلى مصالحهم. (بذل المجهود ۳۴۶/۱۳ دار البشائر الإسلامية فقط والله تعالى اعلم)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اُجنبی عورتوں کو فروخت کر کے اُن کا نکاح کرانا؟

سوال (۴۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں بہت سی عورتیں حیدرآباد، کلکتہ وغیرہ سے ایسی لائی جاتی ہیں، جن کے ساتھ کوئی اُن کا محرم تو نہیں ہوتا، دوسرے اُجنبی لوگ ہوتے ہیں، اور وہ ان عورتوں کو غیر منکوحہ، مطلقہ یا بیوہ بتا کر یہاں فروخت کر دیتے ہیں، امام مسجد کو اُن کا نکاح پڑھانا پڑتا ہے۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ امام کس طرح ان کی تسلی کرے جو لوگ ان عورتوں کے ساتھ آئے ہیں، ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اب لوگ عورتوں کی تجارت بھی کرتے ہیں، اگر عورت خود کوئی تسلی دلائے تو اسے مانا جائے گا یا نہیں؟ اگر شہادت کا معاملہ ہو تو وہ لوگ باشرع بھی نہیں ہوتے، برائے کرم اس مسئلہ کا شرعی حل تحریر فرمائیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عورت خود اس طرح کا دعویٰ کرے اور سننے والوں کو اس کی سچائی کا یقین یا غالب گمان ہو جائے یا کئی ثقہ اور بااعتماد شخص اس طرح کی خبر دے، تو اس پر بھروسہ کرتے ہوئے ان عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے، اور نکاح پڑھانے والے پر بھی گناہ نہیں ہے۔
و کذا لو قالت لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي فلا بأس أن يتزوجها،
و کذا إذا قالت المطلقة الثلاث انقضت عدتي وتزوجت بزواج آخر ودخل بي

ثم طلقني وانقضت عدتي، فلا بأس بأن يتزوجها الزوج الأول. وفي الحاشية:
أي إذا كانت ثقة أو وقع في قلبه أنها صادقة. (كنا في الهداية ٤٥٣/٤) فقط والله تعالى أعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۳/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: بشیر احمد عفا اللہ عنہ

نوکر کے ساتھ بھاگنے کی وجہ سے نکاح کی تجدید ضروری نہیں

سوال (۴۷۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہندہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر اپنے نوکر کے ساتھ چلی گئی، چھ مہینہ کے بعد پتہ چلا، اس کو اپنے گھر لایا گیا، اب شوہر اس کو اپنے ساتھ رکھنے پر راضی ہے اور ہندہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے؛ لہذا ایسی صورت میں کیا شوہر اس کو اپنے پاس رکھنے کے لئے نکاح کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نوکر کے ساتھ بھاگ جانے سے شوہر کا نکاح ختم نہیں

ہوا؛ لہذا اب جب کہ وہ عورت واپس آگئی ہے تو بغیر تجدید نکاح کے شوہر اسے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے، باقی جو عورت نے گناہ کیا ہے، اس سے توبہ و استغفار کرنا لازم اور ضروری ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً
إلا ومعها أبوها أو ابنها أو زوجها أو أخوها أو ذو محرم منها. (صحيح البخاري رقم:

۱۱۹۷، صحيح مسلم، ۴۳۴/۱، سنن أبي داؤد رقم: ۱۷۲۶، سنن الترمذي رقم: ۱۱۶۹،

سنن ابن ماجه رقم: ۲۸۹۸، الترغيب والترهيب مكمل ۶۴۵ رقم: ۴۶۷۷ بيت الأفكار الدولية)

كذا تستفاد من العبارة الآتية: لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة.

(الدر المختار ۵/۱۳ کراچی، ۱۴۳/۴ زکریا)

الأصل فيه الحظر: معناه أن الشارع ترك هذا الأصل، فأباحه؛ بل

يستحب لو موزية. (الدر المختار على هامش رد المحتار / أول كتاب الطلاق ۴۲۸/۴ زکریا،

قال العلامة الكاساني: ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة.....
وعليها أن تطيعه في نفسها وتحفظ غيبته. (بدائع الصنائع / فصل في طاعة الزوج ۶۱۳/۳
دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۸/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جان بوجھ کر غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی امامت

سوال (۴۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں کہ: مذکورہ مسجد کے امام صاحب نے ایک ایسی عورت کا نکاح پڑھایا ہے جس کی طلاق نہیں ہوئی
ہے، ایک صاحب نے ان سے کہا کہ اس کی طلاق نہیں ہوئی ہے، آپ نکاح پڑھانے کے لئے
آگئے، تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے لئے جائز ناجائز کچھ نہیں، صرف ۲۰۰ روپیہ بہت کچھ
ہیں، اس حالت میں نکاح ہو گیا نہیں؟ نیز امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعہ امام نے جان بوجھ کر غیر مطلقہ کا نکاح پڑھایا
ہے، تو وہ سخت معصیت اور گناہ کا مرتکب ہو اور اس کا یہ جملہ کہ ”میرے لئے جائز ناجائز کچھ نہیں،
صرف دو سو روپیہ بہت کچھ ہیں“، یہ بہت خطرناک ہے، اس پر توبہ سچے دل سے کرنا لازم ہے، جب
تک توبہ نہ کرے گا اس کی امامت مکروہ تحریمی رہے گی۔

لا يجوز للرجل أن يزوجه زوجة غير ۵. (الفتاوى الهندية ۲۸۰/۱ زکریا)

ويكره إمامة فاسق وأعمى. (الدر المختار مع الشامى ۲۹۸/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

